

مدا اتباع و اشباع کا سر پر سے فرو ڈیجے سے  
بہرہ دہی کرتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے ہر اشیا  
ایسا لکھا ہے جیسا کہ اس کے نزدیک ہے اور انہیں  
اور مولانا محمد قاسم صاحب خود ہی اپنے مولف ہونیکے  
مقررین اور یہ اقرار کرتی جگہ کہ اگر ان کے حرم کو کہے زانا  
تو خدا کا عیب ہوگا چیکے ہیں۔

ولیکن چونکہ بعض جی پیش مدق فرموش نے  
مواخذہ انہوی کا ذکر کیا کہ بیدید و عید کذب سے  
بہ خوف ہو کر کس استغیث کا انکار کیا ہے یا اس  
انکار کی جز کو کہا ہے کہ اس رسالہ کو محمد حسن صاحب  
کے نام سے چھپایا اور انہیں کا مولف ہونا غلط  
واقعہ شہر کیا۔ اسے صحیح بیان **شان نزول**  
میں سالک اور حکو متقلدین مولوی محمد قاسم صاحب کا لوجی  
میں لکھا ہے (میں) مناسب معلوم ہوا  
اور مولوی صاحب کے مولف ہونیکا ثبوت ضروری نظر  
آیا۔ پس اس لیے تو برہنہ چاہیے کہ سینہ بعض نشات  
مدرسہ دیوبند کے (جو مولانا و دانشاء اس رسالہ کا  
ہے) مجھے نقل نہیں ہے کہ جب اشتہار اس کی شروع  
مدرسہ دیوبند میں پہنچا تو حاجی عابد حسین صاحب

ہے (جو مدرسہ دیوبند کے معاون و مہتمم) سب  
دروہوں سے اس کے جواب کہنے کی درخواست کی  
جب کسی نے استطاعت نہ پائی اور سب نے  
اپنی عاجزی ظاہر کی تو وہ اشتہار حاجی صاحب کو  
اور مولوی قیصر الدین صاحب کو جو مدرسہ  
مہتمم (مولوی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں تھا)  
توانوید روانہ کیا اور تاکید فرمائی کہ اس شخص کی درخواست  
جواب تحریر فرمادے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک خط  
کے بعد جواب لکھ کر مولوی محمد مسیح صاحب (جو  
ان کے رشتہ کے بہائی ہیں اور تہلی میں لازم)  
کے ہاتھ دیوبند میں بھیجا۔ مولوی محمد مسیح صاحب  
نے وہ جواب بوقت شام دیوبند میں پہنچایا اور وہ  
نقل کر دینے لے مولوی کو مقرر علی صاحب خٹون  
کے سپرد ہوا۔ اقل کہتے ہیں میں نے ہی ان کے ہاتھ سے وہ جواب  
دیکھا اور مولوی محمد قاسم صاحب کا دخلی ہا جب جواب لکھ کر  
تو اس کی کٹی شروع ہوئی کہ اس کتاب سے اسکی تشہیر ہوا تو اس  
تحریر پر ضابطہ کیا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ہی میں کو نام  
اسکی تشہیر ہوئی تو ہر کوئی پہچان گیا کہ یہی مولانا صاحب  
عابد حسین صاحب کو لکھا۔ انہیں و دینی مقررین نے تشہیر  
اسکی مولوی خٹون صاحب کو لکھا کہ اس کی کٹی شروع ہوئی

حاشیہ مرقم کتاب ہے یہ شبہ ہی ان حضرت کو شہرہ جی جی کہ ان کو خود ہی اس رسالہ پر طابعت حاصل نہ ہو

اور اسکو مجھ اور اہل حیات حال لیا اور اسکو دہر نکالین کر لیا اگر اسکو جواب دیجے مایل تھے

اور لا جواب خیال کرتے تو یہ آڑین کہوں آہوڑتے یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے

یہی دین جواب کہتے تھے اسی طرح آندوں کے پھاڑ دین تھے اور نہ لنین جو بات خود پر دہرے کا

**اول جواب** ایک عالم عظیم برکتیادہ کا برحقہ اسکا نام سے شائع ہوا جبکہ جواب

میرا اخبار تہذیب میں دیا گیا۔ **دویم جواب** بعض علماء کفر و تباہی کا جو ایک شخص نے لکھا

اس کے نام سے شائع ہوا اور اسکا جواب دیا کہ اھوڑتے میں میرے ایک سے کچھ کم ہوا ہوا۔

**سیچوم جواب** اہل اہل ختم بناتہ تہذیب صاحب کا ترجمان تو ہے اس کے نام سے شائع

ہوا۔ جبکہ جواب اس کے دس تک انتشارا میں دیا گیا اب یہ جاننا چاہیے کہ

ہے جو اسی طرز قدیم سے جاری ہوا ہے تیسرا دیکھا جائے **عرض** ان لوگوں کی

اس آہٹینے سے یہی ہے کہ اگر کسی نے اسکی رد و مواہت نہ کی تو قطع ہارے نام یہی اند

اں لوگوں میں جو ہمارے ہونا چاہتے ہیں ہماری نیک نامی ہو ہی اسکا کسی نے اسکی نفرت

نہیں کی کر دی تو علمہ علانی میں بدنامی اسکی ہوئی جسکے نام سے اسکی شہرت نہ ائی گئی۔

**تیسرے** ان میں یہ کسی نے نہ سوا کہ یہ ہمارا زور چیا کر کر رہا اور جو بائین ہم عالم

دعا میں اس پر غور افکار کرتے ہیں اور انہیں کیٹیاں ہوتی ہیں کہ انکو ہر تھکین کی اسکی

**اس خاتم کاری** پر یہ شعر خوب صادق آتا ہے۔ جو انکی ہر معیت انتشارا مانہ پڑ گیا۔

ایک مرتبہ ہے شہر ہمدان کا نام زمانہ ہی بدنامی کی تفرقہ نہاں کے نام آں ہمارے سازندہ علم ہاں

یہاں ایک اور فقہ صاحب علم جو اندوز

دوسرے دو تہ بند میں موجود ہے یہی ہے خاں کرتے

ہیں کہ جناب مولوی احمد علی صاحب تہا نڈ

اور جناب مولوی رشید احمد صاحب

نظامی اس شہرہ تبدیل نام مؤلف کے شرکیٹیا

اور اس میں ٹی کے وہ ہی ممبر ہیں انکے ہیں

دعا کے ہر جگہ یہ شعرہ پوچھا گیا تو انہوں نے یہی تجویز

صاحب کے نام سے شائع ہونے والا کو پسند کیا۔

جب یہ تبدیل نام محمد علی آزاد باب کشی ہوئی

اور انکو جن صاحب کے نام سے تنہا رسالہ کی قراء

پای۔ تو حاجی عابد حسین صاحب نے انکو بذریعہ  
میر محمد انور نامی کے (جو باندہ ہرین ملازمین)  
پنجاب میں جو اپنے کو پہچا اور وہ انکے اہام سے  
بنام نہاد اظہار الحق چلے۔  
اور مولوی محمد منیر صاحب نے چپے کے لئے کاتب  
بجیڈہ۔ وان مطلع نقاشی من بنام اولکادہ ہرین  
ہو کر چھپ گیا۔

یہی وجہ ہے کہ رسالہ ایک مضمون ایک پر نام دو  
اگر ان دونوں میں فرق ہے تو اتنا ہے کہ اول  
میں عقائد و جوابات دفعہ اول و دفعہ دوم الگ ہے  
اور اظہار الحق میں مولوی یہ ہے۔ جواب سوال اول  
جواب سوال دوم الخ

اسی بناوٹ کی وجہ سے اظہار الحق چپا ہے ایسا  
چپا لگا کہ پھر کہیں لکھا نظر نہیں آیا۔

یہ تو شاید کہ شہود کا بیان ہے  
اب اقرار کے شہود کا بیان سنا چاہئے۔ حضرت  
مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی زبان گو فرشتان  
حرم مکرمین (حرم سہا اللہ تعالیٰ) اسات کا  
الکلیا ہے۔ اور بڑے غور سے ظاہر کیا کہ  
انتہائی غیر تعلیم کے جو بعین رسالہ اول لکھ دیا  
اس بات پر جواب کو مولوی صاحب کے بڑے معتقد

حاجی مظفر اللہ صاحب نے (جو پہلی منزل پر  
ہرین اہد بالغسل شرم کے۔ اور تقریب تجارت ہندوستان  
میں آتے جاتے ہرین کو شہادہ ہجری ہرین ہندوستان  
آئیے ہرین دہلی میں بیان کیا۔ اذ اسکو جواب دہ  
دوستوں کے اس اعتراض کے کہ مولوی محمد قاسم صاحب  
اس شہادہ کا جواب کیوں نہیں لکھتے اور آپ (دینی  
صاحب) انہیں مطالبہ جواب کیوں نہیں کرتے۔  
بڑے زور و شور سے پیش کیا۔

انکے بعد ہمارے ایک مرتبہ شیخ  
محی الدین نامی کو تقریب اذ اذ فیض حج توفیق  
زیارت بیت النہام ہوا۔ تو وہ ان کہنوں نے مولوی  
محمد قاسم صاحب کے مولف پر نیکیا اقرار حضرت صاحبی  
امداد اللہ صاحب پر و مرشد مولوی محمد قاسم صاحب  
مولوی رشتہ جو صاحب کی زبان مبارک سے سنا  
سہ اقرار حاجی امداد اللہ صاحب کا مولوی محمد قاسم  
کے اقرار سے بڑھ کر لائق سند ہے۔ اسلئے کہ پر و مرشد  
کا ترجمہ صدق و دیانت میں میر سے بالا ہے۔  
علامہ اقرار اس موقع کے کئے مواضع میں مولوی  
محمد قاسم صاحب نے اقرار کیا ہے اور قبل طلوع  
رسالہ اسکی خبر میں مواضع مختلفہ میں شہر ہو گئیں۔  
تو وہ سنا کہ سنا کہ سنا۔ یہی وہی وغیرہ بلکہ رسالہ

قلبی کے نام سے جا بجا منتشر ہوا اور قبل انضام ایک ایک نسخہ کو کرپا سے لاجا شکلیک شکر و دھوکے میں ماحول مستند کرتا ہے اور مولیٰ صاحب کا بڑا مستند کے پاس موجود تھا اور انکی زبان سے کہتا میں مولیٰ صاحب کا مولف ہونا ضرور ہے۔ ان شب و خلیا کی تفصیل موجب تعویل ہے ایک کتاب متعلیٰ قاری ہوتی نظر آتی ہے۔

میں سب سے بڑے بڑی وجہ ثبوت یہ ہے کہ جو کچھ میری کتاب میں مذکور ہو گا اس سے بے غور ہو گیا ہے، مولیٰ صاحب کے مولف کا اعلان جابی کیا اور مولیٰ صاحب نے اس پر کوشش فرمایا اور اسکا خلاف مشتہر کیا اور نہ خاص میری طرف اس باب میں کچھ لکھا اور جو کہ میری نگلی زبان سے خط و کتابت سے اور باہم مکاتبات ہی حاصل۔

اس کی شہرہ بڑی وجہ ثبوت یہ ہے کہ میرے اشارت اس کے مطبوعہ ذیل شدہ شکر و دھوکے میں مولیٰ صاحب نے جو کچھ مولف نے مولیٰ صاحب کے مولف سے سنا وہ لکھا ہے اور اپنے مولف پر ٹیکا (ظہار) میں صاف لکھا ہے کہ مولیٰ صاحب کے مولف ہونے سے انکار میں نہ لگا کر کسی اخبار میں جو کرائیں یا بذریعہ خاص مجھے اس سے اطلاع دیں

تو میں اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوا اور مولیٰ صاحب کو کہہ نہیں بولے اور انکار سے کہہ نہیں بولے۔ بلکہ انکے اساتذہ میں گویا میرے بیان کے مصدق و مستحکم۔

**شاید ان جوابات کے جواب میں** حضرت مولیٰ صاحب نے مولیٰ صاحب سے لکھا کہ جو نشان نزد اس قلم کا کسی نے تباری طرف لکھا ہے یہ دھوکہ ہے اور میں حاجی غفر اللہ صاحب و شیخ محی قلمین صاحب کا یہی خیالات واقعہ۔

**اس کے جواب میں** اگر ان شہود کی توثیق و دلیل کر دین یا کوئی دلائل و شواہد سے اس دعویٰ کو ثابت کر دین تو ایک بحث طویل ہوتی ہے۔ جو میرے مقصود سے غرضی ہے اور ہر گز کہ کر دینا دیکھا ہو اور نہ معلوم ہوتی ہے لہذا میں اس کے جواب میں یہی کہتا ہوں کہ اگر وہ بیان نشان نزول ملاحظہ فرمائیے ہذاذات ثقات عدل قلم ہے اور ناقل کا انفرادی۔

قراب لوگ اصل حقیقت اسکی مولیٰ صاحب سے لکھا ہوا ہے اور انکو قلم کا لکھا ہوا ہے اس میں بھیجیں۔ یا کسی اخبار میں لکھی طرف سے مشتہر کر دین کہ میرے مال ہماری تصنیف نہیں ہے اور ہر گز کہیں اس کے مولف ہو گیا اور رواہ نہیں کیا۔ پس میں انہوں کی غمناک



ان جاؤ گا اور اپنا یہ دعویٰ چھوڑ دے گا۔  
 اس دن کے بعد جو نمبر سال جواب اول کا  
 خارج کرو گا اس کے ثانیل پنج (یعنی سربقی) میں  
 اٹکا نام لکھو گا اس سے اوپر کیا منزل و اضافہ کو  
 چاہے کہ قسم کی بات کو ان لیا اور دوا علیہ کے مجوز  
 اٹکا ہے اپنا دعویٰ چھوڑ دیا۔  
 اس میں اگر کوئی عذر کرے کہ یہ صوفی اور پیام  
 آدمی ہیں اور ان کے بیرون کفصول سمجھتے ہیں تو  
 وقیعہ اسکا یہ ہے کہ امر جو انکا اندام زمین لازم نہ  
 و تدبیر سے ہے و قایل کفصول کے بیرون کا۔ پس  
 جس حالت میں اس کے مجوز انکار پاس کفصول بحث کا قطع  
 ہوتا ہے تو اس پر اقدام کرنے سے انکو کیا عذر۔  
 بالاسمیرہ انکار کریں اور اکت میں نظریں  
 یقین کر لیں کہ مولف والہی ہیں اور تہیر والہ نام  
 محمود حسین صاحب محض کذب ہے۔ ہر کتب اسکا  
 خواہ کوئی ہو اور کیسا ہی ثناء بخندیم غلاتی کتفت  
 مشہور ہو نہ صورت میں نظریں بالاعتاد و ضعیفین  
 بے اعتدات میرا انکو مخاطب کرنا سبب ہے سمجھیں۔  
 اور اسکو ناحق اور بھنا خیال کریں۔  
 دفعہ سیموم اس رسالہ کے دیباچہ و فائے  
 میں چند فقرات ایسے ہیں جو اصلی مطلب سے خارج

میں انکی جواب دی کہ انشا جواب متاہدین  
 پسند نہیں کرتا۔ اس سے قبل شروع جواب متاہدین  
 جنگت لیا ہوں۔ پس انکو نمبر وار نقل کر کے جواب  
 پیشکش کرتا ہوں۔  
 اول اسکا یہ فقرہ بصفہ (۱) اب تک ہم  
 بے تعصبی سامعین رہے۔ آیتہ مہمان سخاوت  
 پاکر اہل باؤن ہانے شروع کئے۔  
 الجواب بے تعصبی جناب کی تو اسی سبب سے  
 عیان ہو رہی ہے کہ جس بات کے آپ قائل تھے  
 ہمارے مقابلہ میں اس کے معنی میں ہیں۔ اور  
 جس امر کو آپ جبراً سمجھتے تھے ہماری بد فہمی  
 کے لئے اس کے مرتب ہوئے۔

### تہشیلات

(۱) وجوب اتباع قرآن کے لئے آپ ہمیشہ  
 حدیث نبوی کو کافی سمجھتے ہو گے۔ اور جو  
 اتباع نبوی کے لئے قرآن کو حجت مافی النبی  
 کہتے ہو گے پر ہمارے مقابلہ میں بصفہ (۲) ان  
 دونوں کے آپس میں مثبت ہونے کے متکثر ہو گئے  
 اور نظریوں کی تقلید سے خیال لازم دور یا  
 تسلسل دونوں کے وجوب اتباع کے لئے  
 دلیل ثالث کے طالب ہو۔

(۲)۔ بہار وقت فطر و مثل ایک اچانک مذہب بین  
اور نہ آپ کے ائمہ ذہاب کا پرہیز ہے مقابلہ  
میں لیکے اثبات کے وہ پھر ہوتے اور  
اپنی سبب تعصبی کے ان الفاظ سے ظہور  
”وقت فطر صاحبین کا تو وہی مذہب ہے  
جو ائمہ اماموں کا (یعنی ایک مثل) اور امام  
عظم سے یہی ایک روایت ہے اور اسکی  
حریم میں مل۔ ہر کو جو بے تعصبی کسی  
بات پر آؤ نہیں۔ مگر جب آپ میری طرف سے  
کو تیار ہیں تو پہلے جانے کے رہا نہیں جانا“  
(۳) مسئلہ وہ وردہ دراصل آپ کا مذہب بین  
اور نہ آپ کے ائمہ ذہاب کا یہ مذہب ہے۔ و لیکن  
ہماری ضد میں آپ اسی کے اثبات کے  
دریے ہو گئے اور اسکی خاطر حدیث نبوی  
المآخذ طے کرتے پشواب کا پاک ہونا تجویز  
کرنے لگے چنانچہ آپ کے یہ الفاظ ہیں۔  
”مسئلہ کا ظاہر پشوان لازم تھا کہ اپنا  
یہ پاک ہونا کہ نہ وہ ہی اصل میں ہائی  
ہے۔“

ان تینوں شواہد میں اجمال ہر مسئلہ  
کہ بیان مجر و ثقیل در نظر ہے تفصیل دلیل بان

کے مبنی بر تعصب ہونے کی من مقامات ہر مسئلہ  
ہو گی جہاں اسے تغیریل بحث کی جائیگی۔  
اور کچھ شواہد اس بے تعصبی کے جواب فقیر چہارم  
میں زیرہ مضامین و بیان دفعہ چہارم میں آجائے۔  
اور اگر ہم اس بے تعصبی کو جو آپ لوگوں سے علماء  
ذوقاً عالمین با محدث کی نسبت مرزومہ ہوتی ہے  
بکہ وہ در وقتہ بین عامل اس حدیث کو دخل نہ ہونے  
دینا اور جبکہ عامل با محدث ہونا معلوم ہو اسکو خارج  
از درہ کرنا۔ اور نواح و قریبہ و مسہا بنوین مل  
با محدث جاری ہونے میں دل جان رہے مگر کوشش  
کرتے رہنا۔ بیان کریں۔ تو آپ کے مقتدیوں سے  
کون انے کا مولانا بے تعصبی اسی کا نام ہے  
تو انصاف کا کام نام ہے۔  
مزیدین کتبست دین تارہ کا طعنان تمام ہوا پشد  
رہا جواب نشان پشوان کا۔  
سویہ ہے۔ کہ یہ تجویز و تبدیلا کر اس وقت بجا ہوتی  
جب آپ کچھ کام کر دیکھائی گئے۔ اور ہا بے شہاد کا  
جواب مطابق شرط ادا کریں گے۔

اولہ کا ملکہ نصف متقدمین اور بعض آپ کے مقتدی  
ہی ہوا شہادین نہ ہوتے۔ بلکہ سوال پر سوال یا  
خیالی مقال نام کہتے ہیں۔

ایسا ہی اور کسی صاحب سے ہی اٹکا جاتا  
 نہیں پاتے۔ اسوجہ سے ایک تو نجات  
 دہندہ رستہ اور خراسان وغیرہ سنسان نظر  
 آتا ہے۔ اور ائمہ حدیث کا مذاہب کو نوا کوئی  
 دکھائی نہیں دیتا۔ جب کوئی جیتا جاگتا نظر آئیگا  
 تو اس کی کا موقع منہ نہ دکھائیگا۔ ابی تو چند  
 قصہ درجیل پر عمل کے سوائے کچھ نہ سمجھیں  
 وہ کہ ایک یہ فقرہ نصیحت (۱) و (۲)  
 ”آپ اندون سے ہر دعویٰ پر جب نصیح  
 متفق حایہ کے طالب ہیں۔ تو اپنے دعوے  
 کے لئے لکھیے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسے تو  
 بالضروری آپ نے لگا رکھے ہونگے۔ اسے بڑے  
 انسان و قوام مناظرہ اول آکر لازم تھا کہ اپنے طلب  
 کو بطور مثال ثابت فرماتے۔ ہر کہیں کسی سے اپنے  
 کو تیار ہوتے۔ بہا جس بات کے آپ اور دوسرے  
 طالب ہیں۔ اور آپ سے طالب کیوں ہوئے؟  
 الجواب۔ اولاً میں رسالات اشتہار میں  
 یا قبل اشتہار کسی امر کا دعویٰ نہیں ہوا کہ میرا قیامت  
 دلیل دعویٰ واجب ہو۔

ثانیاً فرض کیا کہ مجھے بہت دن خود کوئی دعوے سے  
 یا میرے سوال کے منہم سے ترشح ہوتا ہے

(چنانچہ قلین بلوآل کے خیال میں آیا ہے  
 اور انہوں نے اسکو فنی دعویٰ ٹھہرا ہے)  
 ولیکن یہ کہ کتاب میں فن مناظرہ کی کہا ہے  
 کہ جسکے ذہن میں کچھ دعویٰ ہو یا اسکے کلام سے  
 منہم۔ وہ قبل اثبات پر دعویٰ کے کسی حرکتی  
 سوال نہ کرے۔ جب آپ کسی کتاب کی شہادت سے  
 یہ بات ثابت کر دیجیے۔ تب میں اپنا اشتہار آپ سے  
 والیجے لوں گا۔ اور اپنے ذہنی دعوے کو لڑاؤ  
 ثابت کر کے پھر تو آپ سے پوچھنا ہوگا سو بوجھ بگاڑ  
 جب تک آپ اس امر کا اثبات نہ کر کے تب تک ہر  
 سوال کا جواب بخیر ذمہ واجب سمجھیں اور سوال پر  
 سوال کہنیسے رکے ہیں۔

بالآخر یہ بات کہ اور دوسرے سے ایسے  
 دلائل کے طالب ہیں تو اپنے دعویٰ کے لئے  
 ایسے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسی تو بالضرور لگا رکھے  
 ہونگے۔ مسلم ہی۔ ولیکن افسوس ہے کہ آپ  
 خود کس بات کے پابند نہ ہے۔ اور جسے دلائل  
 طلب کرنا حکمت عدالت کے مساوی سے بڑھ کر ہے۔  
 اور رفع الیدین و آمین بالجہر و رفع الیدین  
 کے احادیث میں قیود و مرعیہ اشتہار سے علاوہ  
 قید و دام و موافقت بھی زیادہ کئی۔

کوئی پوچھ کر قید عدم امارت مطلوب تھا۔  
میں کہان ہے۔ پیر کے سوالات میں دلائل مثل  
دلائل شہداء کا مطالعہ بطرح ہوا۔ تو معلوم نہیں کیا  
کیا جواب دین اور اپنے سوال میں تبادلہ  
بائشلی کو برکات کریں۔

خیر آپ ہی بات کے پابند ہیں یا زمین۔ ہم  
اسکی پابند ہیں اور اسکی صحت کے معترف ہو کر اہل  
کسبت میں کہ بیشک ہنرمایہ ذہنی دعاوی آپسے  
دلائل نگار کہیں جیسے آپ کو طلب کرتے ہیں۔

آپ ہمارے سوالات کا جواب دین۔  
یہ جواب سے باعتراف عجز انکار کریں۔ تو جسے

دیے دلائل جانب خلاف میں پورے کر لیں

اور چونکہ ہم پہلے سوال میں کر چکے ہیں۔ اسلئے ہم

منہجی جواب ہو چکے ہیں۔ پس بے جواب کی آپکو

نہیں دینگے اور آپ کے سوال کا جواب نہ دینگے۔

سید م ایک ایسے فقہرہ بصفہ (۲) جو جو چند

دعوت اس کشمکش میں ہینہ کر اسنے اوقات کا

خون کرتا ہوں پر ہر جس کئے دیتا ہوں۔ کہ

سر دست تو میں روایات کا یہ تباہے دیتا ہوں  
اگر آپ پر مطالب کے لکھو نصوص عربیہ لایسکے اور  
انکی صحت و اتفاق ثابت کر دکھائی گئے۔ تو ہم

انتشار سند اس باب میں قلم اٹھائی گئے۔

الجواب۔ جناب نے ناقص یہ خون کیا۔ اور

اس اکر الکیار کا سر پر وجہ ہی لیا۔ پھر کچھ کلام

نکر دکھایا۔ بجا ہے شہداء نصوص عربیہ کا دلد کرنا تو

دکھنا رہا ایک سالہ میں بجز ایک دو جگہ کے روایت

کا پتہ ہی نہیں۔ اور مجرد اکر کا ہی نھن انہیں

شاید یہ کلمہ جناب ذکر ابورواہات کا پتہ جائے

دیتا ہوں (سہو ہے کہا گیا ہے۔ یا بوقت تخریج

جوابات خود یاد سے جانا۔ مگر ہننے تو اسے

کہ آپ فوت حافظہ بہت بڑی کہتے ہیں۔ پھر کیا

کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

آپکی تحریر میں جا بجا سوال پر سوال ہے یا دہش حال

کیا روایات سوالات کا نام ہے؟ اور پتہ پوچھنا

پتہ جانا کہا گیا ہے؟

میرے اس جواب سے کیسے ظن میں آئے

تو وہ ان روایات کو (جنگار سالہ میں پتہ دیا ہے)

گن سنائے کہ مسئلہ رفع یدین میں غلطی ہوئی  
ہے اور سدا آئین میں غلطی۔ و علیٰ ہذا نقیص  
اور اگر تمام سالہ میں روایات ڈھونڈنا تک نیا کو  
اور انکا پتہ نہ پاوے تو میرے کلام کی تصدیق  
کرنے۔ اور مولانا کی نسبت تکذیب ٹوک نہیں سکتے

سہر سب یاں کو تیرو رہی تجویز کرے۔

چھام اپکا یہ فقیرہ بھگو (۲۸) ”  
شو اکثرت سے ہے کہ حضرت غیر تقلیدین تجویز متبعہ  
کے درجے ہیں۔ چونکہ آپ ان ہمہ گیر نام ہیں  
تو یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خود ادرہ ہی اور اڑا ہوا  
اور نیز پیشو بھی ایک قدرت سے کہ بعض غیر تقلید  
مذاکے اہل پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے  
ہمارے اہل پاؤں ہوتے ہیں۔ مال ہے تو  
اتنا ہے دکا ہیکے میں دچاوی کے با سونے

سے یا کہیں کوڑے، ”  
الحجاب  
+ قد اصبحت ام الحیاء تدعی  
علیٰ دنیا کلا لم اصنع

مولانا یہ باتیں تو سننے اپنے ذمہ عالمین  
بالحدیث کے عوام سے ہی نہیں ہیں چہ جائے کہ  
کسی عالم نے کہی ہوں یا کسی کتاب میں لکھی ہوں  
اور اگر کسی جاہل با فاسق نام کے منہ سے  
آئیے کچھ نہا ہے۔ یا کسی بیدین کا عمل کے لائق  
یہ ہے تو اس سے ہم پر یا تمام گردہ پر کب  
از م نہایا ہو سکتا ہے۔ یہ جو تو چاہیے کہ حضرت

سچہ ۶ ام الخیار (ایک مشہور نام) نے مجھ پر  
کڑی تیرو رہی کہ میں نے کوئی ہی نہیں کیا۔ ”

محب و تہدین عا۔ نہاں سے زنا کاری یا سب  
خواری سزود ہوتی ہے یہ سچی غی مذہب کے ذہ  
بگے اور بھٹو سے امام مذہب جائز سمجھی جائے۔  
کیونکہ وہ لوگ غی کیا ہے اور انبیاء امام اور  
کا دم پھرتے ہیں۔

مگر یہ بات اپنے مذہب دانوں کی نسبت تو ہرگز  
پسند خاطر نہ تھی۔ پھر مار سے ہرگز وہ پرکھو چلائی  
گئی۔ با انہد و حوثی بے نقشبی کب زیب و چاک  
سے نقشبی ہی کہلاتی ہے تو نقشب خدا جاننے  
کرن اور نہ کا نام ہے۔

سرا نا ایسے اکل کے تیر مارنے اکی نشان  
سے بیدین۔ سلام نہیں ہا۔ سی سند میں آبی  
نے اپنے انوار کو چھوڑا ہے۔ یا پھر کسی بیک کے  
امانات کو ہیں۔

پہنچ اپکا یہ فقیرہ بھگو (۲۸) ”  
پرستی و خوارائی سے یہ ہی اور بیش ہے کہ بہت ہی  
امادیت کو مراض قرآن سمجھ کر یا بدعا و سخط  
فراموشی کیونکہ حدیث اسی ہی کیونکہ ہر وہ کہیں  
قرآن کو ملتی ہے۔

پھر دس حدیثوں کو ذکر کیا اور انکو ہر  
خیالی اور پیر کے ساتھ خائب قرآن بنا کر ان سے

منکر ہو جانا ہماری نسبت تجویز کیا۔

**الجواب** ہماری نسبت قرآن ادریش ہی بخار کرتے ہیں اور اس خیالی افتراء کو مرتبہ تجویز و کان ہی میں بگاڑ دیتے ہیں۔ اسے پرتوں کی نسبت (جنگے زمرہ سے آپ ہیں) اس امر کا یقین کیا جاتا ہے۔ اور یہ بفضل موجود ہے اور عدم بعد حاصل بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو اہل حدیث کے آئینہ صفت حال سے اپنے ہی ذہب کا چہرہ نظر آیا ہے اور وہ آئینہ ہر حسن پسند خیر و خیر کا جلوہ نمودار ہوا ہے۔

**مولانا** ہم لوگ تو قرآن کے مقابلہ میں پتہ کے رو کر نیکو بیدار بنی جاتے ہیں۔ اور اس معنی کے مرتکب کا جاہل و مبتدع نام رکھتے ہیں۔ یہ پتہ سے آج نہیں ہالی بلکہ ایک سال اس سے پہلے کہکشاں و آفاق کر دی ہے۔ دیکھو ہاں ضیاء انجاء سفیرِ بندہ (مطبوعہ) نورِ شمس و زہر (۱۱) جگہ ۱۰۔ نورِ شمس ۱۰۔

**یہاں** چند فقرات ان ضمیموں کے نقل کیا ہیں اور اپنی بزرگاری و براۓ اس ذہب باطل سے مل و مشفق کر دکھاتا ہوں۔ ضمیمہ نمبر (۱۰) میں رقم ہے جو کوئی حدیث میری تصحیح کے ساتھ

عموم و اجمال قرآن کو پیش کرے۔ اور اسکی تائید سے حدیث کو متروک العمل بنا دے وہ مبتدع ہے اور اہل سنت سے خارج،

اسکے بعد احادیث و آثار و اقوال علماء کا بیان آئے۔ اسکے اختتام کے بعد ضمیمہ نمبر (۱۱) شمسہ امین یہ فقرات مسطور ہیں۔

وہ آئین احادیث و آثار و اقوال سے ثابت ہوا کہ قرار داد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب و تابعین و ائمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اور اہل حق قرآن کی مانند بلکہ بڑا کر ہے۔ پس جیسے حدیث صحیحہ کو محلِ مبہم آیت قرآن سے رو کر دیا۔ وہ تمام ملت کا نفع ہوا۔ پھر اگر وہ اس مخالفت میں مجتہد ہے تو مرجع ہے۔ دہرہ امتی اور جاہل۔ کا ایسا مکان و کان دایہ ما کان۔ یعنی جو کوئی ہوا و جسمانی ہو تو یہاں کہیں ہو، یہ خیالِ احمقانہ ہے جو چاہتا ہے کہ اہل حق و شہاد اس مشن کے اہل پر جوہن دیکھنے چاہئے۔ اعاوہ انکا بیان مناسب نہیں اور یہ اپنی حاجت کے ہاں ایک شاہ جدید کی شہادت یمان ہی نقل کر دیتا ہوں۔ اور کہیں پر جو کوئی خان از جہاد و زمین چھوڑ سکے۔

## متن

قال الامام ابن القيم الجوزية في  
الطريق المحكيمة - والذي يريد  
هذه السنة لهم طريق - الاول انما  
خلافة كتاب الله فلا تقبل - وقا  
باب الجماعة كالشافعي احمد و  
ابن حبيب وغيرهم ان كتاب الله  
للينها لغيره - وانما موافقة لكتاب الله  
وانكره امام احمد والشافعي علي بن مرد  
احاديث رسول الله (صلى الله عليه وسلم)  
انما انما انما القرآن -  
وللامام احمد في ذلك كتاب مفرد  
سماه كتاب طاعة الرسول -  
والذي يجب على المسلم حقاذا ان ي  
في سنن رسول الله (صلى الله عليه وسلم)  
الصحيحة سنة واحدة انما كتاب الله  
باللسان مع كتاب الله على ثلاثة منازل  
المزلة الاولى سنة موافقة شاهدة  
بنفس ما شهد به الكتاب

## ترجمہ

امام ابن القيم نے طریق حکیمین کہا ہے۔  
جنہوں نے اس حدیث کو رد کیا ہے ان کے کئی  
طریق ہیں۔ اول یہ کہ یہ حدیث قرآن کے معنی  
ہے اسے مقبول نہیں اور امام شافعی و امام احمد و ابو حنیفہ  
وغیرہ نے بیان کر دیا ہے کہ قرآن حدیث کے بظلمات  
نہیں (بلکہ) حدیث قرآن کے موافق ہے۔

امام احمد و شافعی نے اس شخص پر انکار فرمایا  
فرمایا ہے جسے احادیث ہول اند (صلی اللہ علیہ وسلم)  
کو رد کیا ہے یہ سمجھ کر کہ وہ قرآن کے مخالف ہیں۔  
امام احمد کی اس باب میں ایک مستقل کتاب ہے جبکہ امام  
آئمہوں نے کتاب طاعة الرسول کہا ہے۔

مسلمان پر قریبی اعتقاد واجب ہے کہ انہیں حدیث کی  
صحیح حدیثوں میں سے ایسی کوئی حدیث نہیں جو کتاب  
کے مخالف ہو۔ بلکہ حدیثوں کے قرآن کے  
ساتھ تین مرتبہ ہیں۔

پہلا ائمہ (واقعی ہے) اس حدیث کو اصل قرار دیتا ہے کہ  
واقعی ہر آدمی اس پر غماخ کرے کہ اللہ کی شہادت ہے۔

حاشیہ ۱۰۔ حراۃ جمع کو مراد رکھتے ہیں۔ وحدیث قضاۃ شامہ مع الیمن کو حلال

قرآن سمجھ کر کرتے ہیں۔

للانزلة الثانية سنة تفسير الكتاب  
وتبين فلاح الله منه وفقيه مطلق

الانزلة الثالثة سنة مضمرة الحكم  
سكت عنه الكتاب فبينه بياناً  
مبتدعاً

ولا يجوز رد واحد من هذه النسخ  
الثلثة - وليس السنة مع الكتاب الله  
منزلة واحدة -

وقد انكر الامام احمد على من قال السنة  
تفقد على الكتاب فقال بل السنة نفس  
الكتاب تبينه

دوسرا مرتبہ (تفسیر ہے) اس کے لیے جو کتاب  
کی تفسیر سے اور اللہ کی مراد ظاہر کرتی ہے اور قرآن  
کی اطلاق کے قید۔

تیسرا مرتبہ (پرستے بنادے) اس حدیث کے لیے  
جس میں اس حکم کا بیان ہو جس سے قرآن ساکت ہو اور یہ  
اسکو نئے سرے سے بیان کرتی ہے۔

ان تینوں اقسام میں کسی کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہی  
کہ قرآن کے سامنے سوائے ان ہر اربعہ شائبہ کے  
چوتھا مرتبہ نہیں ہے۔

اور امام احمد نے اس شخص پر ہی انکار کر دیا ہے  
جو کہتا ہے حدیث قرآن پر حاکم ہے۔ امام احمد نے کہا  
حاکم نہیں بلکہ وہ مفسر ہیں۔

مترجم کہتا ہے حاکم کہنے والی مراد یہی ہے کہ وہ مفسر ہے اور اسکے  
انتباء و ابہام کے فیصلہ کرنے والے۔ نہ یہ کہ وہ قرآن پر سبقت رکھتی ہے اور اسکے حکم کے  
رافع۔ اسکی تشریح ہم نے اپنا تیسرا نمبر (۱) میں بطور مدعا و جواب بیان کر چکے ہیں۔ پس اسکی  
حاکم کہنے اور امام احمد کے منکرین نزاع لفظی نہیں۔ بلکہ اللہ التوفیق۔ حاشیہ

اور حسن شاہی کہ ہم نے لکھی دیکھیں۔ سو یہ کہ ایشیا  
حدیثوں میں کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں ہے جو قرآن کے مخالف  
ہو۔

اور یہ کہ جو کہ ہو سکتا ہے کہ قرآن ہی تو قرآن کے بیان کرنے  
میں اور انہیں پر قرآن آواز۔ اور انہیں کے سبب، بلکہ یہ

والذی شهد الله ورسوله بان لم  
تأت سنة صحيحة واحدة على النبي صلى  
الله عليه وسلم تناقض كتاب الله تعالى  
كيف ورسول الله صلى الله عليه وسلم  
الكتاب الله عليه با نزل وبه حكاه الله





درج كالتقدیرية لمعادیت القدر والفتا  
بما فہم من ظاہر القرآن

درج كالتجیمیة لمعادیت الرقیة مع كرتھا  
وصحتها بما فہم من ظاہر القرآن قولہ  
لا تكل الا الصبار وهو يدرك الا بصار  
درج كالتجیمیة من السنة ما فہم من  
ظاہر القرآن -

فاما ان يدرك الما كرتھ السن كلھا كرتھ  
اما ان يدرك الباب كرتھ ولا يدرك كرتھ  
منھا بما فہم من ظاہر القرآن - ولما فہم  
بقبل البصا ونسبة للقبيل الما ظاہر القرآن  
كنسبة المحدث فیتنا قضا ظاہر القرآن -

وما من احد بد سنة بما فہم من ظاہر القرآن  
الا قد قبل انفعانھا مع كرتھ كرتھ

وقل كرتھ الامام الحد والشافعي غايدھا على  
من دلعا ديت كرتھ كرتھ نابت كرتھ  
بظاہر قوله قل لا اجد فيا ارجى الى كرتھ كرتھ

وقد رويون في هذا وقت تقدير كرتھ كرتھ ظاہر القرآن  
درج ان ايسا كرتھ كرتھ انسان كرتھ كرتھ  
رؤ كرتھ كرتھ -

اور جس سے احاديث ویدار الہی کو باوجود کثرت وصحت کے ظاہر  
اس قول خدا سو (کہ اللہ کو اکھین، پانہن سکتین) رو کر دیا  
ہے۔

ابن بطرح كرتھ كرتھ كرتھ كرتھ كرتھ كرتھ  
موانی نلات ظاہر القرآن پاپا رو کر دیا ہے -

پس کیا تو ساری ایسی حدیثوں کو رو کر دین - اور کیا  
تمام کو قبول کریں کسی حدیث کو رو کر دین اس ظاہر قرآن سے  
جو خود سمجھیں یہ دونوں حوثین الشریعہ نہیں سکتین اور  
کیا بعضی حدیثیں رو کر نگو اور بعضی قبول (چنانچہ ایسا ہی)  
کما عمل ہے۔ پھر مصوت میں ان پر نیز الامام مدہ ہے جو کرتھ  
کیا ہو وہی وہی میں - جو رو کر دیا ہے - پھر ہی ناسخ ظاہر  
قرآن نہ آیا - لہذا لپا کر تہا کہ حدیث قبول ہی قبول نہ کرتے۔

(طرح یہ کہ) انہیں سے جس کو کسی نہ کو ظاہر قرآن کے بموجب  
سے رو کر دیا ہے۔ انکی نسبت چند دہندہ کو قبول کیا ہو سکتا ہے  
وہ دونوں کیسا بن -

امام احمد و شافعی وغیرہ نے اس شخص پر انکار کیا  
ہے جس کو نہ دون کی خدمت کی حدیثوں کو ظاہر قرآن سے  
رو کر دین ونی بن بنجران بنجران کے جو قرآن میں مذکور ہیں

طاع بطعمہ - الآتہ -

وقال السکالینی (رحمۃ اللہ علیہ وسلم)  
علیٰ بیح سنۃ النبی (ﷺ) کہ فی القرآن  
وہدیۃ معاضۃ القرآن لہا - وکیف  
یکون انکار علی امری من سنۃ  
تخالف القرآن وتعارضہ

انھی کلام ابن القیم وسیع کلامہ آکا  
فی ہذا الباب استواء اللہ تبارک

کچھ حرام نہیں ہاں رو کر دیا ہے

اور انھیں صلح سے ہی ان شخص پر انکار تو فرمایا  
ہے جس نے وہی دعویٰ متعارف ہے اس پر پیش کو دیا ہے  
جبکہ ذکر قرآن میں نہیں آیا۔ پس اگر انھیں صلح کا  
کیا بڑا انکار ہو گا جو حدیثوں کو قرآن کا سا پیش نہیں کر  
دے گا۔

کلام ابن القیم کا تمام ہوا اور کچھ بکارت ہی باقی نہیں  
آئی ہے ہی آج کا۔

یہ تو بیان ہے ہماری برادر و بزرگاری کا رد احادیث صحیحہ سے مقابلہ قرآن۔ اب جو صاحب  
حال کو شہادت سے نہیں۔ اگرچہ انصاف و یکجہی پر وہ انصاف دیکر فرامین کہ نہ کرنا احادیث کا بطلان  
قرآن کن لوگوں میں پایا ہے۔ ہم میں یا آپ میں۔ آپ نے بتلایا ہے جو ان میں سے نہ ہو نہ ہو نہ ہو  
صداقت کے دل سے دیکھو کہ ان میں انصاف نہ ہو کہ وہی تاویس یا ساعین سے راضی ہوگا۔ اور اس  
جن کی طرف راہ ہے۔ ہم نے اقبل۔ **فقل ما یفید الوقت من شیء** فقل ما یفید الوقت من شیء  
مولانا جبریل کی کتاب میں مودعہ کی ایسی ہوگی جس میں احادیث کو رد کیا ہو اور ہر بار سہار  
و مخالفت قرآن اس جرم کا ہمیں انکار ہو۔

**رد احادیث** بتنا قرآن تو ہمیں مل اشتباہ و حجب نہ داتہ انسان نہ ان کے قلبی پر کسی سبب  
ہو گا کہ کہتا ہے۔ آپ کے ان تو حدیث احادیث کا مقابلہ حدیث شہور یا ساعین سے رو کیا جاتا ہے۔  
**رد احادیث** بتنا قرآن تو ہمیں مل اشتباہ و حجب نہ داتہ انسان نہ ان کے قلبی پر کسی سبب  
ہو گا کہ کہتا ہے۔ آپ کے ان تو حدیث احادیث کا مقابلہ حدیث شہور یا ساعین سے رو کیا جاتا ہے۔  
حضرت بکر بن نوح رحمہ اللہ کے مقابلہ میں ہی حدیث کو رد کیا جاتا ہے۔  
**عام رواج** کے مقابلہ میں حدیث کو رد کرنا بھی جہاد کے ٹوک پھو کہ کا محل ہے۔ ہر کار کے ان تو بھولے

یہ مہر قلم کار کہتے ہیں کہ قرآن میں ایسی ہی جتنا مطلب نظر آیا ہوا اس سے ہے۔ ۱۷



و کذب و بیهوشی و قیام و قیام

قاعد و

و انما یرد تقدم الكتاب یكون عام الكتاب

و ظاهر اولی من خاص خبر الواحد

ولا یفسد ذلك بعد الاذکار و ادعایه

و اما بیکافیه الخبر للجمهور کذب و

الشاهد والیمن قوله علیه السلام

المینه علی الدعی والیمن عام من انکیر

و اما بکونه شاذ فی السبلی الحاکم

کچھ بیکافیه التسمیة

و اما باعراض الحجایة فی الله

و فی شرح المغنی - فاما الانقطاع

بعارض فعل الرجعة او جهة

مخالفة لای الله وانه یكون منقطعاً

و یتقوى فی ذلک الخافض العام الظاهر

والعق

مثاله ما استدلل به الشافعی رحم علی

عن البیرونی کافیه لها من حدیث

و حدیث عطاء اس قول الله کے معارض ہے کہ کفار

پر اس قدر قہری کر دے بقدر انہوں نے تمہاری ہے۔

یہ حدیثیں اس لئے رد کی جاتی ہیں کہ کتاب اللہ مقدم ہے

پر انک کہ کتاب اللہ کا عام اور ظاہر خبر واحد کے خاص اور

نفس سے اولی ہے۔ وہ اس کو نسخ نہیں ہو سکتا اور اگر

بہا نہ ہو تو پھر اولی ہو سکتی ہے۔

اور کیا وہ عام نہ ہو شہور سے ہوگا۔ جیسے حدیث قنار

ایک گواہ اور یمن مدنی سے جو اس قول نبوی کے معارض

ہے کہ گواہ مدنی ہے اور یمن مدنی علیہ السلام

یہ کیا وہ سارے کے شاذ ہو سکتا ہے بغالب عام

عام (یعنی معمول و راجع عام) کے ہوگا۔ جیسے حدیث

بسم الله کے آئینے پڑنے کی۔

اور کیا وہ معارضہ صحابہ کو اعراض سے ہوگا۔

(اس حدیث پر عمل کرنے اور شک کرنے سے)

اور شرح مغنی میں ہے۔ ہا انقطاع حدیث پر

معارض ہو معارضہ ہے۔ ایک یہ کہ حدیث

قرآن و مخالف ہو مود و مردود و منقطع ہے

اور اس حکم من قرآن کا خاص اور عام اور ظاہر و باطن

برابر ہیں (یعنی ان سب کے ساتھ حدیث معارض و رد و

اس کی تفسیر معارضہ شریعتی میں نہیں آتی۔

اس کی تفسیر معارضہ شریعتی میں نہیں آتی۔

اس کی تفسیر معارضہ شریعتی میں نہیں آتی۔

نبوت میں نے ذکر کیا کہ اسکے خاوند نے اسکو تین خلافتیں دیں  
تو آنحضرت نے اسکے لئے فقہ اور کتب تخریر فرمایا۔

ہم (یعنی حضرت خدیجہ مبارک) کہتے ہیں کہ یہ حدیث مستطیع  
مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مخالف ہے  
کہ انکو میرا و جھان ہو۔

انہی میں سے ایک خالی ہے جو آنحضرت سے مروی ہے کہ آپ نے ایک  
گواہ اور یمنی مدعی سے بجمع مدعی فیصلہ کیا اس قول اللہ تعالیٰ  
کے معارض ہے۔ جزوایا ہے۔ نہ گواہ پہلو اپنے دونوں  
میں سے ہم اگر نہ ہوں مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

انہی میں سے ایک شیخ ہے جو آنحضرت سے مروی ہے کہ جو اپنی  
شرکاء کو آتہ بگاڑ دے وہ ہر کے دشمن ہے۔ یہ اس قول اللہ  
کے معارض ہے (جواب فقہاء کے حق میں فرمایا ہے) یمن  
ایسے لوگ ہیں جو باکی کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ بات ان لوگوں کے حق میں نازل ہے جو ڈھیلے کے بدپانی  
سے استنجہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی فرج کی اور انکے میں  
فیصلہ ظہیر یعنی باکی نام کہا۔ اور خطا ہر شخص  
کہ دونوں میں شرکاء استنجہ نہ ہوں نہیں سکنا۔ سو اگر  
میں ذکر موجب نقص و ضرر تو اس کے ساتھ استنجہ کرنا  
موجب ظہیر نہ ہو۔ بلکہ سبب نجاست ہے۔

منت خیس فانما انا طلقی زوجی  
ثلاثاً فامر یجعل فی رسول اللہ فقہ  
ولا سکتے۔

قلنا ہذا الحدیث مردود ہے منقطع  
قوله اعلم اسکو ہوں میں جیت سکتے  
میں جب تک کہ۔

مثالہ ایضا ما روی ان رسول اللہ  
نقض جساہد ینین فانما مخالف لقولہ  
قلنا واستشهدوا بصدیقین من رجالکم

فان لا یكونا رجلین فرجل امرئان۔

ومثالہ ایضا حدیث مس الاکثر ہو  
ما روی ان رسول اللہ قال من من الکفر  
بما یؤصا فانہ مخالف لقولہ یجالی  
دیہ رجال یحبون ان یتطہروا۔

وہی نزالت فی اہل قبلی فی قوم یستنجون  
بالماء بعد الحج فقد مدحہم لانتفاء  
بما لا یؤصی فعلہم تطہیرا۔ والاکثر  
بالماء کیونکہ لا یمنع من کفر لکان  
مس اکثر وجاہہ لثلاث لکتاب  
الا استنجاء تطہیر اہل تنجیسا۔

شرکاء کو آتہ بگاڑ دے وہ ہر کے دشمن ہے۔ یہ اس قول اللہ کے معارض ہے (جواب فقہاء کے حق میں فرمایا ہے) یمن ایسے لوگ ہیں جو باکی کو دوست رکھتے ہیں۔

کہ کہان روح پانی سے استخار کریگی اور کہان قبلہ وضو میں ذکر سے اور کہان تطہیر حسی  
 (جس میں تہمت ملدو ہے) اور کہان تطہیر شرعی (جسکی حدیث ملے ہوئے) اگر اس آیت  
 میں یہ ذکر ہوگا کہ وہ لوگ وضو کر کے پانی سے استخار کیا کرتے تو ان حضرات کو ہم  
 آیت سے شک نہ کریگا مگر یہی تہا بدون اثبات اس امر کے اس آیت سے لپٹا اپنی  
 کرنا ہے۔

اور ہنسی پر بھی مثال ہے جو حدیث صحراۃ ابوہریرہ سے  
 روایت کی کہ کہ انحضرت نے فرمایا انہیں لو کہ بریلن کو  
 پیچھے کر لو گی دن تک وہ ہنسنے سے بند نہ کھو۔ اور جو  
 ایسا جانور خریدے اسکو دہننے کے بعد اختیار کر لینا  
 کرنے تو رہتے ذکر نہ پند کرے تو پھر دے۔ اور اس کے  
 ایک صاع کھجور دے گا یہی دے۔ اس دودھ کے عوض جو  
 (دو تین دن ذریعہ)

امام شافعی نے جسک اس حدیث کے دودھ کا بڑھنا  
 ایک عیب ٹھہرایا ہے۔ اور شری کو اس عیب کے سبب یہ  
 دینے کا اختیار دیا۔

ہم (حضرات حنفیہ) کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس قول اللہ  
 کے مخالف ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر ان پر  
 قیدی کر جب قدر انہوں نے تیر کر لی ہے۔

قلم و قلم وہ حدیث جو حدیث مشہور یا متواتر کے مخالف ہو  
 اسکا مصنف نے ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ دلائل سمجھا جائے

و مثلاً البھاء المصروف وھو ما روى  
 ابوہریرۃ فی اللہ عنہ ان النبی قال  
 لا تصروا لابل و الغنم فمما یباع بعد  
 ذلک فھو بخیر النظمین بعد الذلک  
 ان ھنہا ابسہر ما دان یتخطھا وھا  
 دصاعا من التمر

والشافعی ینجعل النقرۃ عبائۃ  
 لیکن المشتوی بخیار العیب فسکا  
 ھذا الحدیث

وانا نقول انہ یخالف قولہما  
 فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدوا  
 علیکم

وہا ینحی ما خالف السنۃ المشہورۃ  
 أو المتواترۃ ولہذا یرکھا لایہم

وٹایا جان بکون شاذ۔ و معنی شاذ  
الحديث ان يكون راوية قليلا في  
حادثة تقع بها البلوى كحديث الجهم  
بالتسمية و رفع اليد في الزكوة۔

قسم سویم وہ حدیث ہے جو شاذ ہو اور شاذ ہو تو اگر بہت سی ہیں  
کہ راوی اس کے کم ہوں اور وہ اس سے منع میں بائی جاوے جس  
بہت لوگوں کو کام پڑے جیسے حدیث بسم اللہ اونچے پڑھنے  
کی اور حدیث رکوع میں رفع یدین کرنا۔

متبرحم کہتا ہے کہ شراح کا حدیث رفع یدین کو شاذ کہنا اور علم بلو کے خلاف شریعہ  
ہے یہی ایک اصولی علم دفع و انصاف و تمیز اس حصل کی ہے۔ شاذ و حدیث رفع یدین اس  
کو بچھڑا دین کہ بعض نے بچھا کر اکثر طرق میں حدیث کو شاذ ہی کہہ دیا ہے۔ سیوطی نے کتاب  
الازار العثمانیہ فی الاخبار المتواترہ میں اسکو متواترات میں شمار کیا ہے۔

اور عراقی نے شرح تقریب میں کیا ہے کہ اسکو بچھا دینے روایت کیا ہے جنہیں  
غفر و مشرہ ہی داخل میں علمی خفی نے شرح جاری میں کہی ہے کہ اس میں صحابی کا روای  
ہو اسلئے کہ یہ اسے اب ہی بہ شاذ ہی ہے تو متواتر مشہور معلوم نہیں کس بچھڑا دین سے بدل ل  
ایسا ہی ہر بسم اللہ کہ شاذ کہنا محل کلام ہے جو مملوک میں بضم (۲۴۰) بمقابل  
اسی دعویٰ صاحب تصحیح کے موجود ہے جو چاہے اس میں دیکھو الحق تقلید سے  
اس لوگوں کی انکو بچھڑا دین ہی لگا رہی ہے کہ انکو اپنی کتاب میں ہی دیکھنے نہیں دینی۔

ولعم باقل سے تقلید اندیشہ میں واجب است کہ تقلید پابند ہر طالب است۔

لان الحادثة لما عها البلوى والخطا  
الكل المعرفه حكمه ما دلوا كان الخبر  
صححا ثابتا لا يشكها ديا بينهم  
والايمان لعرف عنه الامة من  
صحابي رسول الله بان يختلفوا في حادثة  
بارأهم ولهم مخرج الحاجة بينهم

ہر اٹھے معارض و مردود ہے کہ جب وہ ایسا واقعہ ہے  
جس سے ایک کام پڑتا ہے اور یہ کسی ایسے جانتے کا  
محتاج ہے ہر اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو تب میں مشرہ ہوئی  
قسم چہاں وہ حدیث جس سے صحابہ میں رائے نے مشرہ  
پیدا ہوئی کسی حادثہ میں اپنی رائے سے کام چلایا ہو۔ اور اگر  
حدیث کی طرف قصہ فرمایا۔



الحديث فان ذلك خيل انقطاع  
عندنا - خلافا لاجاب الحديث

وفي الخصامي ايضا الراوي ان كان معروفا  
بالفقه كان حديثهم حجة تالية القياس  
وان كان معروفا بالعدالة والنسب  
دون الفقه مثل ابني هاشم والسنن  
فان وافق القياس على ربه وان خالف  
لم يترك الا لغيره وانما الاستدلال باب  
الراي وذلك مثل مجلد ابني هاشم  
في المقصود -

وفي التوفيق الراوي ان كان معروفا  
بالفقه فحجته تثبت يقبل وافق القياس  
او خالفه وكذا ان وافق قياسي  
وخالفه قياسي لكنه ان خالف جميع  
الاقيسة لا يقبل عندنا - وطنا  
هو المراد من الاستدلال باب الراي  
وهذا في المسلم وغيره من كتبهم  
الصغار منها والكبار -

ہمارے نزدیک ان کا موہبہ پہر تا دلیل انقطاع ہی  
یہ بات اہل حدیث کے مخالف ہے۔ وہ حدیث ہی کو انھیں  
میں اور مخالفت صحابہ کی بڑا نہیں کرتے۔

اور **جسامی** میں یہ ہی ہے کہ اگر راوی فقہ ہوں تو  
انکی حدیث لائق استناد ہے۔ جسکے سامنے قیاس متروک ہے  
اور اگر راوی ضبط عدالت میں معروف ہوں فقہ میں  
ابوہریرہ والنس (یعنی اندھنہا) تو انکی حدیث قیاس  
کے موافق ہو تو لائق عمل ہے۔ اور اگر مخالف قیاس  
ہو اور اس سے باب قیاس کا استدلال ہو تو لائق عمل  
نہیں جیسے حدیث ابوہریرہ کی مسمرۃ میں (جسکی تفسیر  
عبارت تفسیر معنی میں گزری)

اور **توضیح** میں ہے راوی عدوت بفقہ ہو تو حدیث  
اسکی مقبول ہے۔ موافق قیاس ہو خواہ مخالف۔ ایسی  
جب ایک قیاس کے موافق ہو اور دوسرے کے مخالف  
ولیکن جب سبھی قیاسوں کے مخالف ہو تو ہمارے (مفسر)  
خفیہ کے نزدیک وہ نامقبول ہے۔ اور یہی مرا ہے ہمارے  
باب قیاس سے کہ سبھی قیاسوں کے مخالف ہو  
یہی **مضامین** مسلم وغیرہ انکی چوٹی بڑی کتابوں  
اصول میں ہیں۔

ان شہادت ان کے ثبات و عبارات معتبرات ان حضرات سے میرے دعاوی خمسہ کا ثبوت آدابہم و ذکرہم  
عمران سے اور بلاغیہ و ہستنا معلوم ہوا ہے کہ یہ حضرات ظاہر و محسوس و مطلق قرآن کے سامنے

الطالح - جو کہ خدا سے امتحان میں ہوتا ہے اگر وہ نہیں دیکھتا تو وہ خدا سے امتحان میں ہوتا ہے۔ بخیر ان میں سے کچھ کچھ ہوتا ہے۔

یہ حدیث نبوی کو نہیں جانتے۔ بلکہ ایک محدث (مشہور یا مشہور) کے مقابلہ میں دوسری حدیث (احادیث) کو بھی کچھ چیز نہیں جانتے۔ بلکہ جو کچھ عام کے مخالف حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے۔ بلکہ بعض صحابہ کے خلاف سب کو بھی حدیث کو کچھ چیز نہیں سمجھتے بلکہ قیاس مجتہد کے پیروی اسکو کچھ وزن نہیں دیتے۔ آخر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قیاس مجتہد سے بھی گئی گویا پیری۔ تو ان کے سامنے تو کیا چیز ہوگی۔

اب فرمایا روایات حدیث کی طرف مایہ تازہ ہے۔ ہمارے یا آپ کے؟ اور انہیں جو سوئے مٹوتے۔ آپ کے عالی وفاق میں آگیا کسی نسبت صحیح ہے یا آپ کے؟

انجی تو ہمیں بعض اصول جنہیں میں احادیث کا رد ہوتا ہے، ذکر کئے ہیں اور اگر اسی قسم کے بھی اصول (جو علماء و مذہب) خیال ہے روایات حدیث کے ٹوٹ کر رہے ہیں) بلاستیاب ذکر کریں تو ایک دفتر طویل بتا رہا ہے۔ جسکا اختتام سال و سال میں ہی ہونے لگا۔ اگر انجیل یہ اصل راوی کو اگر دیکھنا کاشان ہر جاویں اسکو شاگرد دوسری روایت دیکھنا خوب یاد ہے۔ بلکہ میں ہر روز انجیل یہ کہ مادی اگر اپنی روایت کو غلطی علی کرے تو اسکی حدیث مردود ہے۔

و از انجیل یہ کہ ترجیح صحیح سے مقدم ہے۔ و از انجیل یہ کہ خاص میں ہی ہوتا ہے۔ اس کے بیان میں کوئی حدیث مقبول نہیں ہے یہ تو ہمیں آپ کے اوّل ہی کا حال خانا پر ان اگر ان اصول کی فراموش کریں وادبان آگاہ کو (جو عزت نے ان پر مال کے ذریعے روکی ہیں) ہمارے لادین تو یہ امر ماری استطاعت سے خارج ہے اور ہمارے عمل کے بیان سے نئے ذاتی نہیں ہو سکتی ہے۔

اور اگر کوئی عقل کا طالب ہے تو پہلے زمین عبادات انکو میں دیکھ سکتا ہے۔ ان عبارات میں احادیث ذیل کو رد کر رکھا ہے۔

- (۱) حدیث ناظرینت قیس نفعہ و سلمی مطلقہ کے باب میں۔
- (۲) حدیث ابن عباس قضاہ بنیاد و میں میں
- (۳) حدیث ابو ہریرہ مصراتہ کے باب میں۔

هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَجِئُونَ

نمبر دوم رسالہ جلد دوم

اسلام السنۃ النبویہ

على صلحها الصلوات والخیر

چہین سالہ اولہ کاملہ کا جواب ہے جسکو مولوی محمد قاسم صاحب

بانی مدرسہ دیوبند نے جواب اشتہار سائل

عشرہ مشتملہ انیس مئی ۱۳۰۶ء لکھا

اور خلاف واقع اپنے شاگرد محمود

صاحب نام شائع کرایا

منجانب مولوی ابو نعیم حسین صاحب لاہوری مظلوم

۱۲ صفر ۱۳۰۶ ۲۲ فروری ۱۹۰۶ء

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

(۴) حدیث نفقہ وضو میں سرنگار

(۵) حدیث رفیعین بوقت رکوع

(۶) حدیث جہر بسم اللہ

اسکی سوا امانیت ذیل بھی اسکی ہے

ہیں

(۷) حدیث وجوب قرۃ فاتحہ نماز میں

جسکو آیت فاتحہ و اما تیسرے

رد کرتے ہیں

(۸) حدیث قرۃ فاتحہ یعنی مقتدی جسکو

آیت واد اقرء القرآن باسمہ تعالیٰ

رد کرتے ہیں۔ اور اس کے رد میں

ہمارے مولانا مخاطب بھی اپنے

اسلاف کو ترکیب ہیں۔ چنانچہ جواب

سوال چہارم اس آیت سے ہے کہ ہیں

(۹) حدیث جہر یا ہن میں جسکو آیت ادعوا

رد حکم نظر عارضیہ سے رد

کرتے ہیں اور ہمارے مولانا مخاطب

اس کے رد میں یہ حدیث لائے ہیں

انکہ لا تدعون اصم ولا غائبا یعنی

تم کسی بے سنیے اور غائب کو تو نہیں

پکارتے کہ آمین بلند کہتے ہو

(۱۰) حدیث وجوب طہانیت رکوع و سجود

مسکو آیت فار کھوا واسعدا واسے

رد کرتے ہیں

(۱۱) حدیث ولی کے مولے نکل نہ ہونے

کی جسکو اسی کے خلاف ویشیان سے

رد کرتے ہیں

(۱۲) حدیث جنازہ علی غائب جسکو آیہ صلی علیہ

ان صلوات سکں لہم سے رد کرتے ہیں

اس کے نظائر اور ہزاروں ہیں رہبر

اسبق پر اکتفا کرنا ہوں تاکہ گمراہ

ان دس گمراہ کو عوض میں ہو جاویں جتنے

انکار کا اندیشہ دماغ عالی میں چارہی نسبت

سماج اور لہ دنیا فرید کی دیکھی حلاوت

بران رہے اگر کسی اور بھی تیشلات دیکھنے کا

شوق ہے تو وہ کتاب اعلام الموعود

امام ابن قیم کا مطالعہ کریں اس میں سادھ

سنو ریا وہ اسکی تیشلات ذکر کی ہیں۔

وہ کتاب بیس نہ تو جہنم فی الاسوۃ

احسنہ بالسنہ ہی کو دیکھتے۔ وہ

وہ بھی نہ ملے تو ہمارا ضمیمہ مخفی رہے گا  
 (۱) مطبوعہ نمبر شدہ کو ملاحظہ میں لائے  
 بعض کتابیات آئین سے آئین میں متحمل ہیں  
 یہ تو آپ کے مذہب و روش کا بیان ہے۔ اور  
 اس بات کا ثبوت کہ جرات آپ ہمارے ثبوت  
 فرض و تجویز کرنے ہیں۔ وہ جناب میں اقدم  
 موجود ہے۔

اب رہا اسکا رد و ابطال سربطور  
 تفصیل اس مقام میں اور مولانا کے خطاب میں  
 ضرور ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابھی تو آپ  
 اس بات کو ہمارے طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور اپنی برادری سے جملہ ہر مین  
 آمیندہ و اگر آپ اس مذہب کے غلام ہوئے  
 اور ان عبارات و استدلالات کو صحت کے  
 مدعی بنو۔ تو اولاً آپ خود ہی اپنی خیال  
 و اندیشہ کے مذب ہو گئے۔ اور ہر جگہ منکر  
 بناتے بناتے آپ منکر بنیں گے۔ پھر ہم  
 بھی کچھ ہاتھ دیکھ لیتے۔ اور ان عبارات  
 و استدلالات کے ایک ایک فقرہ کا رد  
 شہود و ثبوت کہہ دیتے۔ سر و سبب اگر ہم  
 اسکی تفصیلی رد کے ارپے جوتے ہیں

تو یہ احتمال باقی ہو تا ہے کہ شاید مولانا  
 عبارات و استدلالات سے اپنی برادری و انکار  
 ظاہر کریں۔ اور ہمارے ہی طرح ان سب کو روڈ  
 و باطل مان لیں اور انکا ہر کوئی الزام دین  
 کہ توضیح کی تقلید کی سبب ہمارا کونسا اقرار  
 موجود ہے۔ چنانچہ یہ فقرہ پہلے آپ کی تلم  
 سے بعضہ (۲۱) رسالہ کے نقل ہو چکا ہے  
 اس صورت میں ہمارا فیہ خالی جا بجا  
 اور فیہ مطلوب ہاتھ نہ آئے گا۔ اسی  
 سے ہم نے ان عبارات کو فقط نقل ہی کر دیا  
 ہے۔ اور ہر ایک رد موقع فاضل غلطی سے  
 کہیں ترنن ابطال نہیں کیا۔ ورنہ ہم  
 تو ان عبارات کے ایک فقرہ کو بھی صحیح  
 نہیں جانتے۔ اور کسی اصل کو اصول مذکور  
 سے خالی از بطلان نہیں سمجھتے۔

ان حوالہ اصول کا ابطال بوجہ اجمال یا بعض  
 قسوس کی تفصیل بطور تمثیل ہوازم محبت  
 و ضروریات محبت سنت سے ہر گز مولانا اس  
 مذہب کے غلام نہ ہوں۔ اور نہ انہر الزام  
 ہو سکے۔ صوفی کچھ اسی شخص بن قبل  
 بیان مذہب مخاطب بقول عبارات طریقیہ



و ثمر بن عبد العزیز و مالک و الشافعی (علیہ السلام) و عمر بن عبد العزیز و مالک و الشافعی و احمد

و احمد و یحییٰ اللہ دینہ و سایر علماء الحنفی و مجتہدین مدینہ و ماکہ و غیرہ بلاد کا

و جتہم لہ جاء اثنا عشر کثیر فی هذا النسخ و سایر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حدیثین اور

المسئلہ من روایت علی ابن عباس و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر و یحییٰ بن جابر

قال عبد البر لا يمتنع لاحد و اسناد قال

و لا خلاف بين اهل المغرب في صحة

قال النفس طر في شرح البخاري قال

اعلمنا الشافعي عن الامة كافي المعركة

اليوم مع الساهل كافي مخالف من ظاهر الف

نسبتا

لا تخشكم بشاهدين و شاهد و

امر بئذ ولا يمين

و اذا كان شاهد حكما شاهدا

و يمين بالسنة

وهذا ليس بخالف ظاهر القرآن

لانه لم يحرم اقل مما نص عليه في

الكتاب و رسول الله صلى الله

عليه وسلم اعلم بما اباد الله عز وجل

وقد امر الله تعالى ان نأخذ ما آتانا  
به و نتتبعه عما نأخذ به

وقال الجاهل ان القيم في الطرف  
الحكيمة بعد تحريم الحديث بطرق  
كثيرة من مصنفات عدل و  
توفيق رحاله و نصيحه اسما و بقل  
الحجاب المذکور عن السافري  
قلت وليس القرآن ما يقتضي

انه لا يحكم الا بالشاهد و شاهد  
وامرؤ فان الله سبحانه و امر  
بذلك اصحاب الحقوق ان يحفظوا  
حقوقهم بهذا النصاب و لم يامر  
الحكام ان يحكموا به فصار عن ان يحكموا

ولله المحكم الحاكم الكول الباز  
المردودة والمبرة الواحدة و السأ  
المعدان لا رجل معهن و معا  
القطر و جوه الا مجرد و غير ذلك  
من طرق الحكيم التي لم تذكر في

القرآن

القدر کے مراد خوب جانتے۔ اور اس نے حکم دیا  
کہ اس وقت ہم جو کچھ حکم دین ہم نے لین اور جس سے  
ہٹاویں اس سے ہٹ جاویں

محافظ ابن القیم نے کتاب طریق حکیم  
میں حدیث مذکور کو کئی سندوں سے لکھی کتابوں  
سے بیان کرنے اور اسکے راویوں کی توثیق کرنے  
اور اس کے اسناد کی نصیحت کر کے بعد ازاں شافعی سے  
جواب دیا (جو اوپر ذکر ہوا) قبل کر کے کہا کہ قرآن  
میں یہ حکم نہیں کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں  
سوا حکم ہی نہ کیا جاوے اللہ تعالیٰ نے تو  
حقوق کو حکم دیا ہے کہ تم ایسی شہادتیں حقوق  
پر نگار کہو۔ مگر کون نہیں کہا کہ ایسے شہادت پر  
فیصلہ کرو چہ جائے کہ یہ کہا ہو کہ اس سے کم پر  
فیصلہ کرو۔

یہی وجہ ہے کہ حکام وقت بخول را نکار دعویٰ علیہا  
قسم سے یہ فیصلہ کرنے ہیں اور عین رد پر ارجوع  
علیہ کے بخول سے دعویٰ کو قسم دیجائی ہے اور  
اکیلی عورت را و یہ وغیرہ کے شہادت پر اور کئی  
حدود تو نسخے بیان چہ نہیں کو بھی مرد نہ ہو اور چہر کی  
رسم کو نہ کر عین اور را و کی انیسویں کے نسخ پر  
ایسے ہی اور صورتیں فیصلہ کوئی جو قرآن میں نہیں

در صورتی که حکم را بر قرآن و روای معتبره است



فان كان الحكم بالشاهد واليمين  
مخالفا لكتاب الله فله الاستدلال  
الكتاب الله

وان لم يكن هذا الاشياء مخالفة  
للقرآن وطرق الحكم سنتي وطرق  
حفظ الحقوق سنتي - وليس بينهما  
تلازم فتعطف الحقوق به لا يحكم  
به الحكم مما يعلم صاحب الحق انه يحفظ  
به وحكم الحاكم به لا يحفظ به صاحب  
الحق - ولا خطر على باله من تكول  
ورد بين وغرر لك

والقضاء بالشاهد واليمين ما اراه الله  
النبية صلى الله عليه وسلم فانه سبحانه  
انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس  
بما اراك الله وقد حكم بالشاهد  
واليمين فهو ما اراه الله قطعا

سو اگر فیصلہ بشاہد و یمن کتاب اللہ کے مخالف ہے  
تو یہ سبہ صورتیں اس سے بزرگتر مخالف ہیں (باوجود  
اسکے ان سب پر (سواہر یمن زد کے) حضرات غنیہ  
کا عمل ہی چنانچہ عقربہ شہادت عبادت کتاب حضرات  
کے (اُسپر آتی ہے) اور اگر یہ خبر یمن مخالف قرآن  
نہیں ہیں - بلکہ فیصلہ کی کئی صورتیں ہیں - اور  
محافظت حقوق کے لئے مختلف راہیں ہیں - چنانچہ  
آپ یمن لازمست نہیں (کہ جہاں ایک ہو دوسرے  
بھی ہو) تو چاہئے کہ لوگ اپنی حقوق کے حفاظت  
کے لئے وہ صورتیں لگا کر کہیں جو اپنی علم میں  
محافظت جانتی ہوں گو حکام فہر فیصلہ کریں -  
اور حکام ان صورتوں سے فیصلہ کریں مشکوٰۃ  
حقوق جانتے بھی ہوں اور نہ اسنے دل میں  
کبھی گزرے ہوں - جیسے بخول (جسکے ختمی قائل  
ہیں) یا رد یمن (جسکے شامی قائل ہیں) -

اور فیصلہ بشاہد و یمن وہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ  
نے آنحضرت کو سوجھایا ہے - چنانچہ اللہ تعالیٰ  
کہا ہے (یوحی) جسے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب  
اسنے آتا رہی ہے تاکہ تو لوگوں میں فیصلہ کرے  
اس طریق سے جو اللہ نے تجھے سوجھایا ہے -  
اور (جب) آنحضرت مسلم بنی ہاشم و یمن

ومن البجائس رد الذباہد والبیہین  
والحکمہ محمد الکوئی الذی ہو سکتو  
ولا یسب الی سالت قول

فیصلہ کیا ہے تو یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا سوچا یا نہیں ہے  
اور بری عجیب بات ہے کہ فیصلہ بنا دیا میں تو رد  
ہوا اور بخول (جو محض سکوت ہوتا ہے) اور اس میں  
سکوت کتنہ کی طرف کوئی بات منسوب نہیں  
کی جاسکتی) مقبول

مترجم کہتا ہے حقیقہ کے نزدیک محض سکوت سے بھی بخول ثابت ہوتا ہے  
جیسے صریح انکار ہے۔ چنانچہ متح و نایہ میں ہے بھنؤ (۲۶۳) ہدفان  
نکل مرتبش ای قال لا احلف او سکت بلا آۃ و قضی بالکول  
متم۔ حاشیہ

والحکمہ لدعی الحائط ادا کانت الیہ  
الداخل والخرج وهو الصحاح  
من الاسترا والیہ معاقد القمط  
لما یقولہ ابو یوسف

اور نیز عجایب ثابت سے ہے۔ شاہد میں کو رد کرنا  
اور مدعی دیوار یا چہر کو جب اسکی طرف کوڑھنے  
یا کھڑکیاں ثابت انیٹون سے نکلی ہوئی ہوں  
یا اسکی طرف رسیدی ہوئی کہ میں ہوں فیصلہ دینا  
چنانچہ امام ابو یوسف قائل ہیں  
سو کہاں یہ اور کہاں ایک شاہد عادل کھلی  
عدالت دار۔ جسکی عدالت کر سبب شہادت  
سے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ جب اسکی  
ساتھ مدعی کی قسم بھی شامل ہو

فاین ہذا من شاہد العدل لہر  
فی العدل الہی یکاد یحصل العلم  
بشہادۃ اذ انضاف الیہا یمین  
المدعی

اور کہاں یہ حکم کہ مجروح نکاح ہو جانے سے کسی  
مرد اور عورت کے اگر بچہ پیدا ہو تو وہ نکاح کا بیٹا  
ہے۔ اگرچہ فالج کا شکوکہ کے پاس شہادۃ یقیناً

واین الحکمہ لمجور الشبب محمد دلقہ  
وان علنا قطعاً ان الرجول یصل  
الی المروءۃ من الحکمۃ بالنہا ھذا والیاز

ہو۔ اور کہاں حکم بشاہد رہیں

مترجم کہتا ہے ان حضرات کی درخواست مطبوعہ دہلی کے ۲۶۵ میں لکھا ہے۔

قد التوا بقیام الفرائض بلاد حول لکزوج المغربی بمشرقیہ بدینہامسافہ  
سنتہ فولدت لستہ اتھر منلنزوجہ التصورہ کوامتہ

ترجمہ۔ ہمارے (خفیہ) علما نے نکاح و طلاق کو ثبوت نسب کیلئے

کافی سمجھا ہے جیسے کسی نے مغرب میں کسی عورت سے جو مشرق میں ہو نکاح کیا

اس میں اس میں ایک سال کا رستہ ہو (اسلئے دونوں کا وصال نہ ہوا) اور عورت

نے شروع نکاح سے چھٹے مہینے بچہ جنم تو وہ بچہ اسی خاندان کا ہو گا کیونکہ

بہان نامی کی کہتے متصور ہو کہ برس کی ساہ ایک دن میں ملی کر کے

عورت کے پاس چلا گیا ہو۔ ناظرین! انصاف! ان حضرات کے فہم

و انصاف کو ملاحظہ فرماؤ۔ اور اگر شیخ علی کے خیالات و انجی تجویزات

میں کچھ فرق پڑیں تو اس سے ہلکا آگاہ کریں۔ طبع کرنا مسافت ایک سال

کا ایک دن میں گزر کر اتمہ جائز ہے۔ و عطا ممکن۔ و لیکن کرامت غیر نبی

و امکان عقلی احکام شرعیہ و امور واقعہ کے مناسط نہیں ہو سکتے۔

یہ ہوتو مسددا احکام شرعیہ واقعہ درہم برہم ہو جائیں۔ اور عدد و

قصاص و نکاح و غیرہ معاملات بالکل معطل ہوں ۱۲ حاشیہ

اور کہاں فیصلہ شہادت و مجہول شخصوں کے  
جنگل مال معلوم نہ ہو اور کہاں فیصلہ شہادت  
عادل ظاہر سے بین می

اور کہاں فیصلہ بحق و عدل و یوار حسین و علی اور  
اسکا ہمسایہ و عوریدانہ ہوں اور عدلی کی اسپرین

و این الحکمہ بشہادۃ بصھوبان لایوزف  
حالہامن الحکمہ بالشاہد للعدل المبرز  
النقۃ مع بیان ابطالب

و این الحکمہ لدعی الحادطبعینہ بیان  
جلارہ یکن علیہ ثلثہ خذ و عن الحکمہ

بالشاهد والیقین

و معلوم ان الشاهد العدل والیقین

اقوی فی الدلالة والیقین من قزو

جذوع علی الحافظ الدی ادعالا

فاذا اقام حارکة مناهل او حلف

معہ کاذلک اقوی من شہادۃ الحد

یہا سائر کل من خلاف سندہ یصح لا محذور

الحدان قول قول لا یصل ان القول مثل السنة

تغذو کو ابن القیم مانسب الی الجار

من الجار فی ذلک والجواب عند

عن ابو عبد اللہ الحاکم تصحیح الحدیث

وتوثیق راویہ سیف بن سلیمان عن

ابی بکر قضاء علی بذلک - ثم قال

قال ابو عبد اللہ ہم نعلمہ

یقضون فی مواضع بعید شہادۃ مناهل

فی مثل رجل اکثری من رجل دارا و

صاحب الدار فی الدار و شہادۃ فقال

هذا الی وقال الساکن ہولی

ومن رجل اکثری من رجل دارا و

صاحب الدار فی الدار و شہادۃ فقال

هذا الی وقال الساکن ہولی

بشخصات متغیہ (شہتیر) کو ایک گواہ عادل ہر اس لئے قوی سمجھا جاتا کہ انسان کی نسبت اگر کسی مشہور ہو تو ہر شہادت کا قائل ہر شخص کی

مگر سب سے ۱۲ رقم ایک حق پسند

شہتیران رکھی چون اور کہاں فیصلہ بنا رہیں

ظاہر ہے کہ شاہ عادل مدعیین دلائل و بیان

میں تین شہتیر و فسے زیادہ قوت رکھتا ہے

پس اگر ہمایہ ایک گواہ قائم کر دے اور خود قسم

کھائے تو یہ امر شہتیر و فسخی شہادت سے قوی ہوگا

ایسا ہی حال ہر مخالف سنت صحیحہ کا جسکے معارض

دوسری منت نہیں کر دہ ضرور ایسی ہی بات کہتا

ہوگا جس سے سنت بدرجہا قوی ہوگی

پہر ابن القیم نے امام شجاری کا اسباب میں خلاف

(جسکو لوگ انکی طرف نسبت کرتے ہیں) اور اسکا

جواب ذکر کیا - اور ابو عبد اللہ حاکم (امام محدث)

سے حدیث کی صحت اور اسکی راوی حنیف بن

سلمان کی توثیق نقل کی - اور ابو بکر (محدث) سے

حضرت علی رضی اللہ عنہما موافق اسکے نقل کیا - پہر

امام ابو عبد اللہ (حاکم) نے فرمایا یہ لوگ

(جو منکر حدیث شام مع الیقین ہیں) بہت جگہ

شہادت کے سوائے ہی فیصلہ کرتے ہیں

رضیو دمان ایک شاہ کی شہادت بھی نہیں لیتے

جیسے کسی نے ایک گھر گرایہ لیا - اس میں گھر کے مالک

نے کچھ پایا اور کہا کہ یہ جالار - گرایہ دہنے کے کہا کرتا

یا شاہ کیسی کسی گھر گرایہ لیا - اور اس میں کسی چیز

دفعی فقال سالکنا ہی لی۔ وقال حماد  
الداہمی لی۔

فقیل لہذا فی فقال هذا کمالہ  
الدار

وقال ابو طالب تبسّل ابو عبد اللہ  
غیر شہادۃ الرجل ویدین صاحب الحق  
فقال ہم یقولون لا یجوز شہادۃ رجل لرجل  
وہمین وہ یجوزون شہادۃ المرأة لرجل  
ویجوزون الحکم بغير شہادۃ

قلت مثل مثل قال مثل الخصر اذا دعاه  
رجل ان یطونه للذی القمط ما یلیہ

وقی الحائط اذا دعاه رجل ان یطوره  
الی النبیۃ فقطوا بکلامہا بالنبیۃ

دفعی لمین۔ گویا یہ وارثے کہا کہ وہ میری خیرین  
میں درگت والے نے کہا میری مین

کسی نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ انہی نزدیک  
وہ جسکے خیرین جو تھی۔ فرمایا جسبھی گھر والہ کی  
رہنوی یہاں نہ ایک گواہ لیا نہ دو۔ اور سخی مدعی  
فیصلہ کیا اور مخالفت قرآن کا خیال نہ کیا پھر حدیث  
فیصلہ بنا ہر دو مین مین کیا قصور رکھا

ابو طالب نے کہا کہ امام ابو عبد اللہ سر کبھی ایک  
گواہ کی شہادت اور مدعی کی قسم کا مسئلہ پوچھا  
تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ (مشکرین) تو کہتے ہیں  
ایک گواہ کی شہادت اور قسم مدعی جائز نہیں۔  
پر وہ ایک ہی عورت کی شہادت جائز رکھتے ہیں۔

اور بدون شہادت بھی فیصلہ کر دیتے ہیں  
(ابو طالب کہتا ہے) میں نے کہا اسکی مثال کیا ہے  
فرمانے لگے کہ جیسے چہرہ پر (پھوس کا گھر) جھینر  
دو آدمی مدعی ہوں۔ وہ اسکو دلاتے ہیں جسکے  
طرف اسکے باندھن کی رسی قریب ہو

یا مثلاً ایک دیوار ہے جس میں دو آدمی غویدار  
ہیں۔ اس میں دیوار کی عمارت کو دیکھتے ہیں (یعنی  
قے جانیکے دروازہ۔ یا کھڑکیاں اور اینٹوں کو  
رخ) جسکی جانب پاتے ہیں اسکو دلاتے ہیں

والربل اذا كان في اللاد قتال حصار  
اللا دار كيتك اللاد رليس في جاديل  
وقال الساكن كاں ميضاعدا الزمره  
للا بنية

والقائلة تغسل شهادتها في استوال  
الصبي

انما مما في الطرق الحكمية مختصرا  
قلت هذه الوجوه قد شافه بالكرها  
الامام الشافعي محمد بن الحسن والزمه  
بها واتهم ان يلزمه بغيره ان نوكله  
المشرك في هذا المقام فانه يستعمل على  
قوائد وعجائبات تؤيد المرام

قال المودع النارع السبيح عبد الوهاب  
السبكي في ترجمه الحسين بن علي بن ابي طالب

عن افوائد حنه كسبت الي ريب  
سنت الحلال عن الحافظ ابى الحجاج  
يوسف بن جليل الجعفي في ابد المكارم

ایسی ہے اگر کوڑی (کوڑہ کا ڈھیر کسی گراہ کے  
گھر میں ہوا اور گھر والہ گراہ دار کو کچھ کہنے نہ سکے  
گراہ دیا ہے تو اس میں یہ کوڑی نہ تھی۔ گراہ دار  
کہی یہ جب ہی سمجھ نہ تھی۔ تو اس کو ایک گھر  
ٹھکانے میں۔ اور بچے (نوپیدا) کے بولنے اور  
جینا پیدا ہونے میں اکیلی دایہ کی شہادت قبول  
کرتے ہیں

مضمون طرق حکیمہ باختصار تمام ہوا  
میں (مترجم) کہتا ہوں یہ وجوہات  
جو امام ابن القیم واجوبہ دہمکام نے ان حضرات کے  
الزام کے لئے ذکر کی ہیں یا کشتہ ام شافعی نے  
امام محمد کو بالمشافہ کہی ہیں اور ان سے انکو الزام  
دیا اور خوب لازم کیا۔ اس مقام میں اس کلام امام  
شافعی کا وارد کرنا خوب مناسب ہے کیونکہ ایسے  
عجائبات و قوائد پر مشتمل ہے جو ہمارے دماغ کے  
توید ہیں

ام سبکی نے کتاب طبقات کبریٰ میں ذیل ترجمہ سیر  
بن علی گراہی کے کہا ہے

گراہی کے افادات سے ایک یہ بات ہر کہ اس نے  
کہا چتر تریش بنت کمال نے لکھا۔ کہ وہ ابو الجراح  
یوسف بن خلیل سے روایت کرتی ہے (اسے کہہ)

عن محمد اللبان اخبرنا ابو علي الحسن بن احمد الحداد اخبرنا الحافظ ابو يعقوب احمد بن عبد الله الاصبغنا حدثنا عبد الله بن محمد بن جعفر حدثنا عبد الرحمن بن داود بن منصور حدثنا عبد الله بن خلف التمار ابو محمد حدثني استخون عبد الرحمن قال سمعت الحسين الكرابيسي قلت لكان ابي السند حميد عن استخون عبيد صاحب الكرابيسي لا يجمع ان يسمع منه كما نسمع منه

رجم الحدیث الی الکوابیسی سمعت الشافعی یقول کنت اقرء کتب الشعر فاتی البوادی فاسمع منہم قال فقدمت مکة منها فخرجت انا وثلث بشعر للبید - فصری رجل من قریة من البجیة فقال رجل من قریش ثم ابن المطلب رضی عنہ ورنیاه ان یکون معی الشعر

مجہو ابو علی حسن بن احمد نے خبر دی (اُس نے کہا) مجہو حافظ ابو نعیم اسمعہانی (صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء نے خبر دی ہے (اُس نے کہا) مجھے عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے حدیث سنائی (اُس نے کہا) مجہو عبید بن خلف بزاز نے حدیث سنائی (اسخون کہا) مجہو استخون بن عبد الرحمن نے حدیث سنائی (اُس نے کہا) مجھے حسین کرابیسی ہر سہ ماہ میں (کتاب طبقات) کہتا ہوں اس سند میں ایسا ہی ہے کہ عید اسحاق کی روایت کی ہے۔ اور عبید خردی کہ کرابیسی کا گروہ ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبید نے اسحاق سے یہ بات سنی ہو۔ جیسے بلاد مصر کے کسی

سے سنی ہو  
پھر حدیث کرابیسی کی شروع ہوئی  
اُس نے کہا (فیو امام شافعی سے سنا ہے کہ میں اشعار کی کتاب میں پڑھا کرنا۔ پس اہل بادیہ کے پاس جاتا اور ان سے شعر سناتا پس میں وہاں سے کوٹا یا۔ پھر وہاں سے جو نکلا تو لبید کا کوئی شعر پڑھنے لگا۔ پس میرے پیچھے سے مجھے ایک کعبہ کے (دو زبان نے مارا اور کہا کہ یہ شخص قریش سے ہے پھر خاص کر اولاد مطلب سے۔) پھر دین دنیا سے اسے جان پر راضی ہو بیٹھا ہے کہ شعر کا معلم بنے

بِالشَّعْرَةِ اسْتَخْلَمْتُ فِيهِ الْاَقْدَمُ  
عَلَيْهَا فَقَدْ يَعْلَمُكَ اللَّهُ فَقَالَ لِمَعْنَى  
كَلَامِهِ لَكَ الْحُجْبَةُ فَرَجَعْتُ مَكَاهُ مَكُنْتُ  
عَلَى بَنِي عَصِيْبَةٍ مِمَّا شَارَ اللَّهُمَّ الْكُتُبَ

تخریج ہی کیا ہے۔ اس میں کچھ بھی ہوا تو کیا ہوا۔  
فقہ (دین میں سمجھ) کا معلم ہو کر کیوں نہیں چلے  
اسد تخریج علم دے۔ شافعی نے کہا ہے اس بیان  
کی کلام نے فہم دیا۔ پس میں کہہ کر آیا۔ اور  
وہاں (سفیان) بن عیینہ (محدث) سے کہہ لکھا  
جو اسد نے چاہا (یعنی اس سے حدیثیں سن کر  
لکھ لیں)

تَمَكَّنْتُ جَالِسَ مُسْلِمٍ بِخَالِدِ الزُّبَيْجِيِّ قَمَ  
قَدِمْتُ عَلَى مَالِكٍ اِنْ اَنْسُ مَكُنْتُ مَوْطَا  
حَقَّقْتُ لَهُ يَا اَبَا عَبْدِ اللَّهِ اَقْرَبُ عَلَيْكَ  
قَالَ يَا اِنْ اَنْسُ تَأْتِي بِرَجُلٍ يَقْرَأُ عَلَيَّ  
فَتَسْمَعُ فَقُلْتُ اَقْرَبُ عَلَيْكَ مَتَمَّعْتُ لِي  
كَلَامِي فَقَالَ لِي اَقْرَبُ فَلَمَّا سَمِعْتُ كَلَامِي  
كَتَبْتُ لِي فِي فُرْقَةٍ عَلَيْهِ خَيْرٌ لِمَنْ كَتَبَ  
السَّابِقُ فَقَالَ لِي اَطْلَعُ يَا اِنْ اَنْسُ تَقْلُو  
فَنَحْنُ اِلَى مَصِيبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَكَلَّمْتُهُ  
اِنْ يَكَلِّمُ

پکھڑ میں مسلم بن خالد زبجی کے مصاحبت و ملازمت  
میں رہا۔ پھر مدینہ میں (امام) مالک بن انس کے  
پاس آیا اور انکی موطا لکھ لی۔ پھر مدینہ امام مالک  
نے کہا اے ابو عبد اللہ میں اس کتاب کو پانچ سو  
پڑھوں۔ انہوں نے کہا اور کیکو لاؤ۔ وہ پڑھ  
اور تم سنو۔ میں عرض کیا میں ہی پڑھتا ہوں  
آپ سنیں۔ فرمایا کہ ہاں پڑھو۔ جب انہوں  
نے میری قراءت سنی تو پڑھنے کی اجازت دی  
پس میں وہ کتاب پڑھی یہاں تک کہ کتاب التبرک  
(جس میں ثرائیو لکھا ذکر ہے) پہنچا۔ پس امام مالک  
نے فرمایا۔ اسکو اب بند کرو۔ اور فقہ (دین میں  
سمجھ پیدا کرو۔ تم عالی رتبہ ہو جاؤ گے۔ امام شافعی  
نے کہا میں پھر مصعب بن عبد اللہ دارکان دولت  
دارون رشید سے تخریج کے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے



بعض اهلنا فی عیننا استقامت من اللہ  
فانہ کان لی من الفقر والفاقة ما للہ  
بہ علیم۔ فقال لی مصعب انیت  
فلاناً حکمتہ فقال لی استکفی فی کل  
کان منافع العاد اعطانی ما تری

بہتے بہائی بندوں کو امر اور عیش سے سفارش کرنا آپ  
کہیں کہ وہ مجھ کو کچھ دنیا میں سے دیں۔ مجھ پر فقہ  
وفاقہ اس قدر لاحق ہے کہ خدا جانتا ہے۔ مصعب نے  
کہا کہ میں اس کے پاس گیا اور سفارش کی تو اس نے  
جواب دیا تم ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جو  
ہم میں سے تمہارے مخالف ہو گیا۔ پھر مجھ پر ایک سو  
اشرفی دی

وقال لی مصعب ان ہارون الرشید  
قد کتب لی ان اصیر الی الین قاضیا  
فخرجت معہ فلما صرنا الی الین  
وجالسنا الناس کتب مطرف بن  
ماذان الی ہارون الرشید ان اکت  
الین ان لا یفسد علیک ولا ینخرج  
یذکک فاخرج عنہ محمد بن ادریس  
وذکر اقواما من الطالبین  
قال فبعث الی حماد البربری فاقب  
بالحد یدبجی قل مناعلی ہارون  
قال فادخلت علی ہارون قال  
فاخرجت من عنده

اور مجھ پر مصعب نے کہا کہ ہارون رشید نے مجھ کو کچھ بھیجا ہے  
کہ میں یمن میں تاضی ہو کر جاؤں۔ پھر میں بھی  
اس کے ساتھ چل نکلا۔ جب ہم یمن پہنچے اور لوگوں کے  
ہم مجلس ہوئے تو مطرف بن ماذان (اشامی)  
کا حریف دنیا دہی باندہ میں نے ہارون رشید کو  
کہا کہ آگے چاہتے ہیں کہ ملک یمن بگڑ جائے  
اور آپ کے ہاتھوں سے منکے تو محمد بن ادریس  
وہام شافعی کو وہاں سے نکال دیں۔ اور  
کئی اور لوگوں کا بھی ذکر کیا جو طالب علم تھے۔ پس  
ہارون رشید نے میری طرف حماد بربری کو گزرتا  
کرنے کے لئے بھیجا۔ پس میں لوہی (سکے زنجیر)  
ہے باندھا گیا۔ یہاں تک کہ ہم سب ہارون کے پاس  
بقیہ رتہ (شہر کا نام ہے) پہنچے۔ پھر میری ہارون  
کے سامنے پیشی ہوئی۔ پھر وہاں سے نکالا گیا



کتاب اللہ وسنتہ نسیہ علیہ السلام  
وانہا ہم مخالفون له

وقال فسمعت ملا احمیدہ عثمانی  
الحسن یقول ان قاتلکم الذمخ فاعلیکم  
من الجحانی کلہ بعدا

ایک

فحسب یوماً فجلست الیہ وانا من اشد  
الذابین ہما وثمان من سجنہ امیر المؤمنین  
وذاوی نقد نقد قال فلما انجلست الیہ  
اقبل علی بن الحسن یطعن علی اهل البیت  
فقلت علی من طعن علی لبدل ام علی اهل  
واللہ لئن طعنت علی لہلہ لہنا طعن  
علی ابی بکر وعمر والمجاهرین ولا تضاک

نکاح

وان طعنت علی البلاد فانہا للذم  
المتی دعا الحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم ان یدارک الہم فی صاعہم و  
یجرمہا کما حرم ابراہیم مکہ ص  
مد یتصد صید ما فعلی ہانفہ طعن  
معاذ اللہ ان طعن علی احد منہم

پا ارضی مرغ کی دھسک) یہ لوگ لوگ ہیں ہر  
کہ وہ اسد ہی کی کتاب ہے۔ اور نبی کی سنت۔

اور درحقیقت وہ کتاب اسد و سنت کے مخالفین  
امام شافعی نے کہا میں راہم محمد کو بہت  
دفعہ کہتا کہ لوگوں اگر یہ شافعی تھا راہم ہو گیا  
تو ہر کوئی جہاد ہی (ساکن کہ وہ دینہ کی طرف سے  
جکلیف ہوگی۔

پھر ایک دن میں امام محمد کے پاس بیٹھا۔ اور  
بین امیر المؤمنین (مارون رشید) کے غصہ  
کے سبب جو غم میں تھا اور میرا رخ بھی ہو چکا تھا  
جب میں بیٹھ گیا تو محمد بن حسن اہل مدینہ پر طعن کرنے  
لگا میں نے کہا کس پر طعن کرتے ہو۔ اس شہر پر  
یا شہر واسے لوگوں پر سجدہ اگر ان لوگوں پر طعن کرتے  
ہو تو گویا ابو بکر و عمر و مجاہدین و انصار پر طعن  
کرتے ہو۔

اور اگر اس شہر پر طعن کرتے ہو تو یہ وہ شہر ہے  
جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے کہ اس کے  
باپ و قول میں برکت ہو۔ اور اس کو آنحضرت ص  
نے حرم بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو  
حرم بنایا کہ اس کا کوئی شکار نہ کرے۔ سو بنیاد کو سر پر  
طعن کر رہے ہو۔ امام محمد بونے کہ اس کی بنیاد

ادخلی بلدہ انما طعن علی حکم  
من احکامہ۔ فقلت وما هو قال  
الہیں مع الشاہد فقلت لہما  
قال فانه مخالف لکتاب اللہ

فقلت ما تقول والوصیۃ للوالدین  
نفسک ساعۃ۔ فقلت لہ لحد فقال  
لا یجوز صلت لہذا مخالف لکتاب اللہ  
فقلت انہ لا یجوز فقال لا رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم قال لا وصیۃ للوالدین

فقلت فکل خبر یأتیک مخالف لکتاب اللہ الیہ فقط قال لک لیس فی فقلت

لا غبار

اس سرگرمین شہر طعن کر دیں! اس کے لوگوں میں  
تو اس کے ایک حکم پر طعن کرنا ہوں۔ میں کہہ دو کیا ہے وہ  
بولے فی حدیث شہادہ میں۔ میں کہہ اس پر کوئی طعن کرتے ہو  
بمصلہ اس لئے کہ یہ قرآن کے مخالف ہے۔ میں کہہ جو حدیث  
قرآن کے خلاف پاؤ گے اس کو ساقط کر دے۔ وہ بولے

ہاں ایسا ہی جب ہے  
پھر میں جو حیا الدین کے حق میں وصیت کر چکا تھا کہ ہر  
دو ایک گڑھی سوجھ میں رہے۔ میں کہہ جواب دو پس  
بولے یہ وصیت جائز نہیں بنی ہے کہ یہ حکم بھی تو کتاب  
اللہ کے مخالف ہے۔ میں کہہ کس لئے کہہ دیا کہ یہ وصیت  
جائز نہیں بولے اس لئے کہ حضرت نے فرمایا ہے ہاں ایسا  
کئے وصیت نہیں۔

مسترحم کہتا ہے اس میں امام شافعی کا الزام امام محمد پر پورا ہوا کہ انہوں نے اس پر ہدم  
وصیت والدین کو ظاہر قرآن کے خلاف بن مان لیا۔ پھر حدیث شہادہ میں کو

خلاف قرآن سمجھ کر گویں نہانا

قال فقلت لہ احسن فی عرضہ اذیر  
حکم من من اللہ  
قال صنادقہ انزل من ذہا

قال فقلت لہ لئلا یحکم ان الشاہد  
حکم من اللہ لا غیرہا کان بہمعی انک

شافعی نے کہا پھر میں نے چھپا بتلاد یہ حکم دو گواہ کا  
اللہ کی طرف سے ایسا واجب تعیین ہے جس کا خلاف درست  
نہیں امام محمد بولے اس سوال سے تمہاری کیا رائے  
ہے۔

میں کہہ ارادہ سے کہ اگر تم کہو یہ حکم ایسا واجب  
جس کا خلاف کہیں نہیں تو چاہئے کہ جب زانی تارک

قوله اذا زنى زان فشهدا عليه  
الذكان عصمنا رجعت وانك ن

قال فان قلت لا ليس هو حرم  
قال قلت له اذا لم يحرم حرم الله  
فتاوى كل الكواهم متاذه

في الزنا اربعاء وفي عايزة ساهل  
وفي غير مخرجا وامرئين

وانما اعني في القتل لا يحرم الا ساهل  
ولكن ذلك كل حكمه من حيث انزل الله  
منها رجل وامرئين ومنها شاهد

بين

وربما كان حكمه بذا من ساهل حال ما  
احكمه بذا وهذا قال فقلت له

ما تقول في الرجل والمرءة  
اذا اختلفا في متاع البيت فقال

اصحابي يقولون فيه ما كان للرجل  
فهو للرجل وما كان للنساء فهو

للنساء

قال فقلت الكتاب الله الام  
بسنة رسول الله

قال فقلت ما تقول في الرجلين

اور تيسر وخص كذا يعني  
بين كذا كذا كذا كذا كذا

ام محمد بن كذا كذا كذا كذا كذا  
توہر کیا جو کہ شافعی نے کہا واجب ستین نہیں تو

سبھی انکم کو اپنی اپنی جگہ آنا اور  
تعدادت زما میں چار گواہوں اور بیس جگہ دو اور

بیس جگہ ایک مرد اور دو عورتیں  
میں جو کہ ہے کہ بیس جگہ دو ہی چار اس سر مرد قتل

ہر کہ طرح سبھی حکم کو اس جگہ لانا چاہئے جو ان سے  
نے آئے ہیں یعنی جگہ چوتھے ہیں اور بعضی

جگہ دو یعنی جگہ ایک مرد اور دو عورتیں یعنی جگہ  
ایک گواہ اور قسم کی (شافعی نے کہا) پھر کو کیا

یہی دیکھتے ہیں کہ تم ان سب صورتوں کی خلاف فیصلہ  
کرتے ہو۔ امام محمد بولے کیا فیصلہ کرتا ہوں شافعی

نے کہا ابتدا و مراد و عورت خانگی اسباب میں  
دو برابر ہوئے اس میں کیا کہو گے۔ امام محمد بولے

ہمارے لوگ یہی کہتے ہیں یہ قول ہے کہ جو خیر مرد کو کھلے  
ہوتی ہر وہ مرد کو دلائی جاوے۔ اور جو عورتوں

سے خصوص ہوتی ہر وہ عورت کہ شافعی نے کہا  
(تلاؤ) یہ حکم کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ کا

شافعی نے کہا پھر علی کہا ان شخصیتوں میں

اِذَا اختلفا في الحائط فقل في قول  
اصحابنا اِذَا لم يكن لهم بينة فيظن  
الى العقد من ابن هو البناء فاحكم  
لصاحبه

قال قلت له انك اتوا الله قلت هذا  
بسنة رسول الله قلت جدا وقلت  
ما تقول في رجلين بينهما حصص  
فختلفا لمن يحكم اِذَا لم يكن لهما بينة  
قال انظر الى المعاهد من امر وحكم  
فاحكم له

قلت له كتاب الله قلت هذا السنة  
رسول الله قال نقلت له ما تقول  
في ولادة امرأة اذا لم يحصرها  
الا امرأة واحدة وهي القابلة وحدها  
نقلها . . . . . قال فاحكم له  
قلت له قلت هذا بكتاب الله السنة  
رسول الله قال قلت له من كانت  
هذه احكاما من ابي بن علي ع

ثم قلت له انجب من حكمه رسول الله

قال فقال استشهدا بانه جائز ولا نقالة وحدها بقبولها

کیا کہو گے۔ جنہوں نے ایک دیوار میں چکر لگایا۔  
امام محمد بولے ہماری ساتھیوں کا اس میں یہ قول ہے  
کہ جب انکو گواہ نہ ہوں تو عمارت کو دیکھا جاوے۔  
وہ کہی ہے یعنی انکو سخی رخ دانے جانیکے زمین  
سے پس چکی ہو اسکو دلائی جائے

شافعی نے کہا یہ فیصلہ کتاب اللہ سے کیا یا سنت  
رسول اللہ سے اور عینی کہا ان دونوں میں مقدم  
میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک چھپڑا چوس کر  
کہ میں اختلاف کیا اسکو دوڑ گے اگر گواہ نہ ہوں۔  
امام محمد بولے رسول سخی گر ہو نہ کو دیکھیں گے وہ  
کسی طرف ہیں پس اسکو دلائیے

عینی نے کہا یہ فیصلہ کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ  
کا شافعی نے کہا پھر عینی نے کہا کسی عورت کے خنبے  
پر دایہ کی شہادت میں کیا کہو گے۔ جب بولے  
ایک دایہ کے دامن دوسرے کو سخی ہو  
امام محمد نے کہا اکیلی دایہ کی شہادت مقبول ہے  
میں پھر فیصلہ کر دیکھا میں نے کہا یہ بات قرآن سے  
کہی یا حدیث رسول اللہ سے

شافعی نے کہا میں نے انکو کہا کہ جو آپ ایسے فیصلے کریں  
وہ دوسرے زمین بخور  
پھر عینی نے انکو کہا۔ کیا تم ایسے حکم پر عین کرتے ہو جو

یہ حدیث صحیحہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنے خنبے پر دایہ کی شہادت دی تو اسے قبول کرنا چاہیے

صلی اللہ علیہ وسلم وحکمہ ابو بکر و عمر  
وحکمہ علی بن ابی طالب بالعراق و

قضی بہ شریح

قال و جعل من ورائی بکتاب لقا  
وانا لا اعلم فادخل علی ہارون و قورن

علیہ قال فقال لی ہرثمہ بن اعین

کان و شککنا فاستوی جالساً قال

اقراء علی ثانیاً قال فانشاء ہارون

بقول صدق اللہ و رسولہ صدق اللہ

و رسولہ تعلموا من قولین لا تعلموها

قدما و قریناً و لا توخرہا

لا انکر ان یکن محمد بن ادریس

اعلم من محمد بن الحسن

قال فرفی عنی امری بنحس ما نثرت دیناً

فخرج بہ ہرثمہ قال لی بالسوط اکلنا

فانبعث فخلدنی بالقصۃ و قال

قد امرک منسماً نہ دیناً و قد ا

الیہا مثلاً

یوحنا حضرت مسلم نے فیصلہ کیا ہے۔ اور ابو بکر اور عمر

نے اور علی بن ابی طالب نے عراق میں اور شریح نے

(یہ حضرت علی مرتضیٰ کے نائب و قاضی تھی)

شافعی نے کہا ایک آدمی میرے پیچھے سے ہرے

انعام لکھتا جاتا تھا اسنے وہ تحریر ماندن رشید کے

باس پہنچائی۔ اور انکو پڑھ سنانی ہرثمہ بن اعین

(یہ صاحب ہارون رشید) نے مجھے دکرایا کہ جب

اسنے پہلی دفعہ اس تحریر کو پڑھا تو ہارون شیک

لگائی بیٹھا تھا۔ پہر برابر جو کہ بیٹھ گیا اور کہا اسکو

دوبارہ پڑھو۔ پہر ہارون کہنے لگا صدق اللہ و رسولہ

یہی اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا ہے۔ کہ قریش سے

رضین ہر امام شافعی تھی) سیکھو۔ انکو مت سکھاؤ

قریش کو آگے کرو انکو پیچھے مت بٹھاؤ

میں رہا ایک کاسک نہ ہو لکھا کہ (امام شافعی) امام محمد بن

حسین سے بڑھ کر عالم ہیں

امام شافعی نے کہا پہر ہارون رشید (جو مجھ سے خفہ

تھا) خوش ہو گیا۔ اور مجھ پانسو اشرفی انعام سے نوازا

حکم دیا۔ وہ ہرثمہ نے آیا اور مجھ پر کبجا اشارہ کیا

میں سکے پیچھے ہو چلا تو مجھ پر حار قصہ سنایا۔ اور کہا کہ

ہارون رشید نے پانسو اشرفی انعام کا تیرے لئے

حکم دیا ہے۔ اور پانسو اشرفی تیرے اپنے طرف سے ملا دی ہے

قال جاملت قلبها الفخيار الا في

ذلك الوقت اشتماني الطبقات

الکبریٰ للسکي

قلت ومن ورائه سوى ما اردنا

سقطه ان ما اشهر على السنه المحمديه

وتلقاه بعض الشافعية بقر بالي

السلادطين من المحمدين ازال الشافعي

تليد الامام محمد بن الحسن واذا قال

اللاس في الفقه عيال على الميخنة

وانه قال ان الله تعالى اعانني على

الفقه محمد بن الحسن وانده قال

من اراد ان يتبحر في الفقه فعليه ما صحى

ابو ميخنة وامثال ذلك كله من

المفتريات على الشافعي لا ان التلا

اهل الرشاد المجتهدين عن العقول

والعناد لا يخاطبون الا ساندته بنحو

هذا الكلام المتعل على الطعن ولا كرا

او يقال ان الشافعي اعاد الاستاد و

التقول بهذا اليس جهين ولا بينا

شافعي نے کہا اسدن سر پہلے میں کسی ایک ہزار

اشرفی کا مالک نہوا تھا مضمون طبعان کبریٰ سبکی کا

تمام ہوا

میں (مترجم) کہنا ہوں کہ اس فقہ کے فوائد سے

علاوہ اس مقصود کے جسکے لئے ہم نے اسکو نقل

کیا ہے یہ بھی ہے کہ جو حنفیہ کی زبان پر مشہور ہے

اور بعض شافعیوں نے بھی حنفی بادشاہوں کی خواہش

کے لئے اسکو قبول کر لیا ہے کہ امام شافعی امام محمد

شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے یہ باتیں کہی ہیں۔

(۱) سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے ذریعہ رہا کرتے

(۲) اسدن لئے نے مجھے امام محمد کے سبب فقہ

میں دردی ہے

(۳) جو کوئی فقہ میں تبحر پیدا کرنا چاہے۔ وہ

ابو حنیفہ کے اتباع کی غارت کرے۔ ایسی

ہی اور باتیں۔ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں

اسلئے کہ شاگرد و رشید جو ہذا دون کے عاقل ہوں

استاذون سے ایسی کلام نہیں کرتے۔ جو

طعن الزام پر مشتمل ہو۔ جیسے کہ اس سطرہ میں

شافعی سے امام محمد کے مقابلہ میں ہادی یا یون

کہو کہ امام شافعی استاذون کے عاقل ہو گئے تھے۔

ولیکن امام شافعی کی نسبت یہ بات بنا سہل نہیں



وهذه الوجوه التي الروم بها الاما  
 السافعي اتباعه الامام محمد بن الحسن  
 واشياعه اكثرها موجود في كتبهم  
 وفتاوى ملتزم بالحكم بالنكول في شرح  
 والدار المختار ۵۴۸ والقضاء بالجدع  
 في شرح الوقاية ۲۴۱ والدار المختار ۵۵۹  
 وقول المروية وحدها في الشهادتين  
 شرح الوقاية والدار المختار ۵۱۵

وبالحكم في متاع البيت بالخصوصيات  
 في الميزان الكبرى للشعراني ۲۳۱

یہ وجوہ الزام جنسے امام شافعی اور  
 انکے اتباع نے امام محمد اور انکے گروہ کو مسئلہ  
 قضاء بشاہ دیوبند میں لازم کیا ہے یہ اکثر کتب  
 غریب خفیہ میں موجود ہیں سو بخول فیضیہ  
 شرح وقایہ میں بصغہ (۲۶۳) پر اور در مختار  
 میں بصغہ (۵۴۸)

اور شبیر پور (مقدمہ دیوبند میں) فیضیہ  
 شرح وقایہ میں بصغہ (۲۷۱) پر اور در مختار  
 میں بصغہ (۵۵۹) اکیلی عورت کی شہادت  
 قبول کرنا شرح وقایہ میں بصغہ (۲۴۳) پر  
 اور در مختار میں بصغہ (۵۱۴)

اثاث البیت کے جہگڑ میں یہ فیصلہ کرنا کہ جو  
 چیز مردن سے خاص ہوتی ہے وہ مردن کو  
 دلانے جائے اور جو عورتوں سے مخصوص  
 ہو وہ عورتوں کو بخوبی ان کی دوسری

جلد میں بصغہ (۲۲۱) ہے

تنبیہ تمل علی تبیرۃ و تنزیہ

للإمام الهمام أبي حنيفة النعمان ومن وافقه من السلف عليهم السلام

میں انکے اسلاف پر حاشا جناب ہم  
 عن ذلک اسلم کہ اگرچہ امام ابوحنیفہ اور

یہ جہگڑ کے دوسری ہیں جن خفیہ ہو چکی  
 نہ امام حنفیہ پر جو حنفیہ علیہ الرحمۃ پر یا سائل کو

سے سلف ان مسائل فرغیہ و شاہیہ ہیں اور اسکے نظائر میں خفیہ کراہتہ شرکت رکھتے ہیں۔ و لیکن یہ سب خفیہ و نامعلوم اور اجماع سلف بنی فرق ہیں جو جہانگو ایسے دے سے بری کرتا ہے۔  
وہ یہ ہے کہ اگر امام بونہیفہ سے سلف سائل مذکورہ کے قابل نہیں سب اس کی ہے کہ ان سائل میں احادیث صحیحہ کو نہیں پہچانے اور اگر نہیں پہچانے تب شداعات نہیں پہچانے نہ یہ کہ احادیث کے بغیر ثقات پہنچ کر ہوتے احادیث کو نہیں مانا۔ اور اجماع و رد انبطل کے لئے ان اصول کو وضع کیا

(۱) عام کتاب اللہ قطعی ہے  
(۲) خبر واحد سے اسکی تخصیص القیادہ ہے  
(۳) زیادہ ایک قسم نسخہ ہے  
(۴) بغیر فقہ کی روایت مخالف قیاس مقبول نہیں ہے و علیٰ ذہا القیاس  
بخلاف حضرت خفیہ مصلحتی - م دنام

کندہ کو نام جدید کے کہ انہوں نے احادیث میں کو جائز انکو خالی اندوز و ظاہری انقطاع مکر محض نصرت مذہب کے لہذا انکو رد کیا۔ اور اس کے لئے ان اصول کو گذر دیا  
بلکہ سارا اور متفق کا یہ گمان ہے کہ ان اصول فقہ اسی غرض سے بنایا گیا ہے۔ اور مقصود ان حضرات کا وضع اصول متحرعہ سے قطعاً روایت ہے۔ انہوں نے جب اقوال ابو حنیفہ کو خلاف احادیث صحیحہ پایا (جسکا سبب محققین و متصفین کے نزدیک احادیث کا نہ پہنچا قرار پایا ہے) چنانچہ ثبوت اسکا غریب آتا ہے (تو ان اقوال کی تفہیم و تائید کے لہذا ہر وضع اصول و روایت کچھ چارہ و حیلہ نہ کیجا۔ پس ان اصول کو وضع کیا

یہ بات بنی نقطہ متاخرین ہی کی نسبت نہیں کہنا بلکہ اس کے متقدمین متقدمین کی نسبت بھی یہی خیال رکھنا ہوتا۔  
علیٰ نبی و وحی (جسکو یہ فقہ الاسلام کہتے ہیں) سے لیکر آج تک اسکا شد ایسی ہی ہے کہ ان میں اور بغرض نصرت مذہب ان تکلفات کو مرتکب ہے۔  
پھر ہی ان باتوں سے کوئی صاحب الجہنم

گوئیام ہون تو پہلے انہی گھر کی خبر لین۔ اور  
خوب ٹول کر دیکھیں کیا ابو حنیفہ ہم سے  
وہ اصول بتائے ہیں اور یہ الفاظ کہ زیادہ  
نسخت ہر شخص صوم قرآن حدیث کا جائز  
ہے وہ اس کے ہذا القیاس ظہر میں یا زبان پر  
وہ لایے ہیں جاسٹا و کل پر جب انہی  
گھر سے ان ہاتھ نکال پتہ نہ پا دیں اور  
ڈھونڈتے تھے مابین تو مجھ سے نہ الپیز  
علماء وہ برین انہی علماء مذہب کبر و ملت  
کی تصریحات کو چشم عبرت و صفت و خطہ  
کرین کہ کتاب اصول میں جاسٹا تصریح ہے  
کہ فلان مسئلہ عیسیٰ بن ابان کا قول  
ہے۔ اور فلان کرنی کا اور یہ علماء بلخ کا مذہب  
اور وہ سحر قد کا۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب  
کی نقل یا ذکر تو اتنا بھی نہیں۔ جتنا آئے ہیں  
نہایت ہوتا ہے

جسے کہ اصول فقہ میں ایک دفعہ ہر اول سے  
بھی گزر گیا ہو گا وہ اس بات میں شک نہ لایگا  
اور جو شک لایگا وہ کتبہ پیچہ کہنا لایگا اور  
اپنی فہمی کرا لایگا اور حضرت شاہ ولی اللہ  
نے حجۃ اعدا اللہ میں صاف لکھ دیا ہے

کہ اکثر اصول جبر و دوسری کی کتاب میں مذکور  
ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور آئینے شاگردوں سے  
میں وثابت نہیں ہیں بلکہ آئینے قبول سے  
استنباط کرتے گئے ہیں۔ ان اصول کی مخالفت  
کرنا اور جو ان پر اعتراض دار وہوں انہی جہاں  
میں مختلفات عمل میں لانا (جیسے بزدلی  
وغیرہ کرتے ہیں) اچھا نہیں ہے اور فرمایا  
کہ سچے اس بات پر بھی دلیل کافی ہے کہ انہیں کے  
محققین نے کہہ دیا ہے کہ حدیث غیر فقہ کا  
قیاس کے خلاف میں قبول ہونا عیسیٰ  
بن ابان کا مذہب ہے۔ کرنی وغیرہ اسکے  
مخالف ہیں۔ اور حدیث کو بہر حال قبول  
کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے امام (ابو حنیفہ) ہم  
سے خبر واحد کا قیاس سے مقدم ہونا مرد  
ہے

اور فرمایا کہ سچو اس بات کا یار بھی ارشاد  
کرتا ہے کہ اہل اصول باہم مختلف ہیں اور ایک  
دوسرے کو رد کرتے ہیں (یعنی اگر امام  
مذہب اسباب میں کچھ مردی ہوتا تو یہ آپس میں  
کیون لڑ لڑ مارتے)  
یہ حاصل مضمون حجۃ اعدا کا ہے اور اصل

تعارف اسکی صفحہ (۱۶۵) و (۱۶۶) میں ہے  
اور ضخیمہ اخبار سیرتہ نمبر (۳) مطبوعہ گشتِ عشرہ  
میں منقول ہو چکی ہے

جب استغولی نزدیکی کا یہ حال ہے تو اس پر  
اصول متاخرین کو قیاس کر لیا جائے  
قیاس کن پاکستان میں بہار ملے اس لئے کہ  
بزرگ دوسری ان سب کا امام ہے اور اس سے  
پچھلے سب اس کے منقلد و تابع۔ چنانچہ خطبہ  
تبیح من تو ضیعہ امیر شاہ ہے۔ اور فروع  
الرحمہ موت شیعہ مسلم الثبوت بھی اسکی طرف  
شہرہ اور میران کبر میں سنج  
عبدالوہاب شترانی نے (روحانی مذہب کے  
بڑے حامی ہیں اور امام ابو سعید کی تائید  
میں نہران کے ۱۲ صفحہ پورے کئے ہیں)  
صاف لکھا ہے کہ امام ابو سعید کی وقت میں  
حدیث کی تدوین و تالیف نہیں ہوئی اس لئے  
انجو حدیث کم ملی ہے۔ اور خلاف حدیث  
قیاس ہوا۔ یہ نہیں کہ حدیث کو ہوتے ہوئے  
نئے قیاس کیا

اور کہا کہ جسے اس بات کو امام کے ذمہ لکھا ہے  
اسی اس امر کو بخیر منقلدین میں پایا ہے

یہ لوگ امام کی خیاسات کو کٹر و متحرک ہیں۔  
اور اسکے مقابلہ میں حدیث کو نہیں بتر۔  
بہن امام معذ و رہ ہیں اور ان کے اتباع معذ  
نہیں ہیں۔ یہ خلاصہ مضمون نہران ہے اور  
اصل عبارت نہران کی صفحہ (۷۲) میں ہے  
اور ضخیمہ سیرتہ نمبر (۱۱) مطبوعہ مارچ ۱۹۵۸ء میں  
نقل ہو چکی ہے۔ اس کے متصل چیمپی اسپین  
کہا ہے (جو ضخیمہ مذکورہ میں نقل نہیں ہوا)  
وہذا الاموال الذی کوذا یقع غیہ کما یرى الناس  
فاد او جلا و اعن ائمتنا امام مسئلہ جلا و امل  
لذلک الامام و هو تھود فان ملہ الامام  
حقیقہ ہو ما قالہ و لہ رد جمع وہ الان امت  
لا ما فخر اصحابہ من کلامہ فقد لا یفری  
الامام بل الذی الاموال الذی فہو وہ من  
کلامہ لا یقول بہ لو عر صوہ علیہ۔ فقد  
علم ان من غری الی الامام کل ما فہم من  
کلامہ فہو جاہل بحقیقہ المذاہب  
استغنی ما قالہ فی المذاہب و ہذا قالہ فی  
المہج الجبین

ترجمہ یہ امر (یعنی منقلدین کے فعل کو امام  
کے ذمہ لگانا) اسپین بہت لوگ پڑ جاتے

ہیں۔ جب اتباع امام کا کوئی مسئلہ باتے  
ہیں تو اسکو مذہب امام بنا دیتے ہیں۔  
ولیکن یہ بے پردائی ہے

مذہب امام تو حقیقتہً وہی ہوتا ہے جو اسنے  
کہا ہوا اور اس سے آدم مرگ رجوع نہ کیا ہو  
نہ وہ جو اسکے اتباع نے اسکی کلام سے

سمجھا ہوتا ہے

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جو وہ کلام امام سے  
سمجھے ہوں وہ امام کو پسند نہ ہوا اور نہ وہ اسکا  
قابل ہو جب وہ اسکے سامنے پیش ہو

اس سے معلوم ہوا کہ جو امام کی طرف بات  
کو منسوب کرنے جو اسکے کلام سے سمجھی گئی ہو  
(نہ خود اسکی کہی ہوئی) وہ حقیقت مذہب  
سے جا ملے۔ ترجمہ عبارت میزان کا تمام  
ہوا۔ اور ایسا ہی شرابی نے کہا باہنجین

کہا ہے

اور یہ مفسنون (یعنی مخفی رہنا احادیث کا  
امام اور ان سے پہلے ائمہ دین و صحابہ  
و تابعین پر) ہمنے مصیحات اخبار غیر

ہند شد میں نمبر اول سے بارہ تک ایسا  
مستحق رد دلائل کیا ہے کہ اسہیں کسی فرد بشر

کو نہ طاعتا تصاف بمقتل انصاف م مارنے کی  
جگہ نہیں ہے

اور بعض صحابہ کا بقتل ماویث کو قبول کرنے  
سے توقف کرنا اس وجہ سے کہ وہ اسند لغات  
انکو نہیں پہنچیں خیمہ نمبر (۱۶) مطبوعہ

دسمبر ۱۳۳۵ء میں دلائل ہو چکا ہے۔ اور کچھ بیان  
مختلفین جٹ دہریو کا رسالہ استماعۃ  
السنہ نمبر اول جلد دوم صفحہ ۱۶۷ میں ہے

اور بعض خیمہ نمبر ۹۹ مطبوعہ اکتوبر  
۱۳۳۵ء خیمہ نمبر ۱ مطبوعہ نومبر ۱۳۳۵ء  
یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ محض تائید قولی

امام کے لئے ان قواعد مختصرہ سے لپٹی ہیں  
اور جہان باہندی قواعد سے پیروی تو لے  
امام کی کلمہ سے چھوٹے دمان قواعد کمر

بالا سے طاق رکھ دیتے ہیں  
اگر ایک جگہ کسی حدیث کو کسی عہدہ کی اثر  
میں نشانہ طعن بناتے ہیں تو دوس جگہ  
وہی حدیث کو نجافت قاعدہ مذکورہ عمل

میں لاتے ہیں۔  
حدیث سر کو ہی پکڑے تو قرآن کی طرف  
بھاگتے ہیں قرآن میں کہ تو حدیث کی طرف

دور سے ہیں۔ حدیث نہر کا ہی کی اثر تھو  
ہیں۔ آثار بھی نہیں تو قیاس ہی کو پسند کرنا  
ہیں اس پر امام رازمی کی شہادت بھی  
ان پر چون میں منقول ہے جسکے خاتمہ میں  
یہ الفاظ منقول ہیں۔

فثبت علما انھما تارۃ یقدا من القیاس  
علی الخبارۃ تارۃ یقدا من عمل منظر الصحابۃ  
علی لکتاب تارۃ یقدا من الامم فہذا کلاما  
وہذا بدل علی لہ طریقہ غیرو مبیہ

علی قانون مستقیم  
ترجمہ اس بیان سے ثابت ہوا کہ خفیہ کہیں  
قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ کبھی  
بعض صحابہ کو قرآن پر مقدم کرتے ہیں۔

کبھی اسکا عکس۔ اس سے معلوم ہوتا ہے  
کہ انکی مذہب کی کسی سیدم قانون پر بنیاد  
نہیں ہے

یہ سب بیانات و مشہدات منکر بھی کوئی حجت  
ابھنوں سے نہیں۔ تو اور کچھ سن لیں گے  
اور اپنی مذہب کے بموجب کو اور فاس کر لیں گے۔

اور تحقیق میں چہر چاہیہ کہ ہماستان را مرد  
یاودمانیدین کا بعد ادا ہے۔ عافیت اسکا

کو حق منکر ہر لب نہ ہا وین۔ اور صاحبان  
دول پر کار بند سوراکرین یا بھلا اس  
بیان سے فرق میں خفیہ اور امام حنفیہ  
میں (جسکا ہم نے دعویٰ کیا تھا) ثابت ہوا  
اور آئنے معبرات کی شہادت سے ہر میں

ہو گیا کہ امام یا بعض سلف سائل خلاف حدیث  
کے قائل ہے تو پھر ہر شے کے سبب قائل  
رہے۔ بخلاف حضرات خفیہ کہ یہ دیدہ و دانستہ

مسائل مذکورہ میں خلاف حدیث پر ہر میں  
اور امارت کے ذریعے تو امارت کر لئے  
اصول بناتے ہیں اور اصول کی اثر میں

امارت پر فرماتے ہیں  
قالا ما معد و ذواتباعہ غلام معانہ  
اسوجہ سے امام اس لے و سے سے ہونے

ہیں۔ اور یہ حضرات اس خلعت کے نذرانہ  
یہاں کیگو یہ شہ گزرے کہ دیدہ و  
دانستہ حدیث کا خلاف کرنا اور حدیث کے

لئے اہول بنانا انہوں نے مسلمان کی شان سے  
بعید ہے۔ پھر اسکا صدر اکابر خفیہ کی کیونکر  
ہوا۔ اور باوجود اسلام و علم و ہر و کمال

کے انہوں نے اس طرح اقدام کیا۔ تو

جواب اسکا یہ ہوا کہ اہل تقلید نے یہ بھی  
پتھان سے کر لیا اور اس بلا میں پہنچا یا۔

یہ بلا تقلید انہی سردار و حجاب نگاہ ہو  
گئی اور افراط میں غلطی رہنمائی نہ کی تھی  
نے انہی انجھ بند کر لی۔ اسی خوف سے سخت  
نے اس بلا سے ڈرایا ہے اور باہر نکلتا  
اس سے ہٹا یا۔

واہرب عن التقليد فوضوا لہ  
ان المقلد فسنبدل العالک

تفصیل اسکی یہ ہے کہ انہوں نے کتب  
جہتہ جہتہ جہتہ مذہب کا سبق لیا تو اسکا  
حسن انکو دلون میں چھوڑ دیا۔ پھر اسی مذہب  
کی کہہ دینے انکی نظر پڑی رہی اور یوں  
نیوٹن ایک نامید سوچتی گئی

اس سے عظمت مذہب خفی انکی  
دلون میں ایسے بڑھ رہی کہ حکمت امام ابو حنیفہ  
اعتقاد میں آگئی۔ رہنا وہ علیہ خیالات ذیل  
نے اسنے دلون پر سلطنت کی

(۱) امام ابو حنیفہ پر سے سخت ہجو

(۲) دنیا کے ائمہ سے زیادہ فقید و مہملہ

(۳) انکو پس ہزاروں صندوق کتب

حدیث کے موجود تھے۔

(۴) علم حدیث میں چار ہزار انکو ہوتا

(۵) جب کوئی مسئلہ اجتہادی جاری ہوتا

تو پہلے اس میں صند نامہ کے ساتھ

مباحثہ کر لیتے پھر وہاں خطا کہاں

اور مخالفت حدیث کا کیا گمان

ان خیالات نے مذہب خفی کو انکا

محبوب و عشوق بنا دیا۔ اور اسکی نصرت

و تائید کو انکا فرض عین مدعا و غرض بن گیا

پھر جب کوئی حدیث خلاف قول امام کے

سانے آئی تو اس حسب طریق جبل الشی

بھی دیکھ انکی انجھ بند کر لی۔ اور جہاں

کہیں بیت قرآن خلاف مذہب امام تھا

و سے وہاں غرض انکی علم و منصب پر

آڑ ہو گئی چنانچہ نمبر اول میں گدنا ہجو

چون غرض آمد انہ۔ ویسا ہی کسی اور

نے کہا ہے یہ بدوز و ہوا بدوہ شومند

جب انکی انجھ حق سے بند ہو گئی

اور علم و فہم کے آگے ایک آڑ کھڑی ہو گئی

تو آنکھوں و ساوس پیش آئے

(۱) اگر فلاں حدیث صحیح ہوتی تو امام

مذہب خفی کی تائید ہوتی ہے اسکا جوست ہوتا ہے اور مذہب خفی کی تائید

مرد اسکے قائل ہوتے۔

(۲) فلانی آیت کے معنی ظاہری مراد ہوتی

تو ہمارے امام صاحب اسکا خلاف کرتے

(۳) جس نے حدیث مخالف قول امام

قبول کر لی۔ اسے امام کی بے ادبی کی

اور اپنے علم و فہم کو امام پر ترجیح دی

(۴) ہم بن کہاں طائف ہو کر امام کے سوا

خون کو پیچیں اور کچھ خطا کریں۔

خطا بزرگان گرفتن خلاست

امن و سناوس نے انکو رد حدیث پر

آکادہ کیا۔ اور دفع لصول رد کہا۔ آستہ

انکال زیا۔ پھر اسکو حجت دین سو جایا۔

اور مصداق ان اردنا الا احسانا و توقیا

کا بنایا۔

ولیکن نفس الامر میں وہ ان خیالات کو دور

کے سبب مخالفت دین سے بری نہیں ہو سکتے

اور امام کی طرح مذکور نہیں بھی جاتے۔

بلکہ وہ سراسر مخالف دین ہیں اور انکا

یہ مسلک مسلک مہلک مباحین و ائمہ مجتہدین

کے رجحانے وہ مقلد ہیں، مخالف ہو۔

ثبوت اس امر کا ہماری اسی تحریر میں

موجود ہے اور کچھ بیان اسکا نمبر اول ملے گا

میں اشاعت آستہ کے گذرا۔ اور اس سے

پہلے ضمیمہ ثانی آستہ میں مضبوط نمبر (۵)

(۱۱) (۱۳) میں بھی ہو چکا۔ اور تفسیر کبیر

و تفسیر نیشاپوری میں اسنے اس مسلک

کو مسلک پیہور و نصاریٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ

نیشاپوری میں بذیل آیت اغذی و

احبارہم و ذہبا نھم کے بعد نقل حدیث

مرفوع کے رجسین پیہور و نصاریٰ کے

طریق کا بیان ہے کہ ہاے۔

قال الرازمی قلت لابی العالیہ کیف

كانت المروبیۃ فی بی اسرائیل فقال

انھم وجدوا فی کتاب اللہ ما یحجوا

قول الاحیاء و الہیان فکانوا یاخذون

بقول الھم و ما کانوا یقبلون حکم اللہ

قال الامام فخر الدین الرازی رحم

قد ساعدت جماعۃ من مقلد

الفقہاء قروا علیھما آیات کثیرہ من

کتاب اللہ فی مسائل کانت ثلاث

الایات مخالفۃ لحدیثھما فیھا قلتم

یقبلوا تلك الایات و لم یلقفوا الیہا

یقبلوا تلك الایات و لم یلقفوا الیہا



پارے ائمہ مذہب سے ان آیات کے خلاف  
روایات وارد ہیں۔

اور اگر تو شکیک سوچ تو اس مرض کو (جو)  
یہود و نصاریٰ سے بین تھا، متقلدین کی  
رگوں میں گہسا ہوا پارے۔ مضمون  
نیشاپوری کا تمام ہوا اور ایسا ہی  
تفسیر کبیر میں ہے۔ اور یہ طبع حجتہ  
المدالبالغۃ۔ و تفسیر مظہری  
میں پاس تقلید ائمہ و حدیث کو شیدہ  
یہود و نصاریٰ سے ٹھہرایا ہے

النصح والاعتذار

المبغض والاخيار

ہمارے بعض معاصرین خفیہ (جو کو مجھ  
سے رابطہ و واسطہ ہے اور مجھ کو ان سے  
ایجاد و حسن اعتقاد) شائد میرے اس  
بیان کو بعض خفیہ سونعلنی بیجا سمجھیں اور اس کے  
مخالفت کا تحریر یا تقریر ارادہ کریں  
چنانچہ پہلے اس سے نواب صاحب  
امیر بہاول نے احتجاج النبلاء

و کا نوامطرف الی کا متعجب یہی کیف  
یکس العمل بظواهر تلك الايات مع ان الربانیہ  
عن سلفنا و ردت بخلافها ولو قاملت  
حق التامل و جذبت هذا الداء مبادیاً  
عرق الکثرین۔ انفعی ما فی الذب اور  
وهكذا فی التفسیر الکبیر۔ و نحوہ فی تحتہ  
اللہ البالغہ والتفسیر المظہری و غیرہا۔  
ترجمہ یہ ہے کہ مینو ابو العالیہ (زبیری  
جلیل الشان) سے پوچھا۔ بنی اسرائیل میں  
مولویوں اور وہیشوں کو چاہا کیوں نہ تھا۔

انہوں نے فرمایا۔ وہ لوگ جو کبھی اسد کی  
کتاب (توریت و انجیل) میں اقوال و روایات  
و علماء کا خلاف پاتے تو انہیں اقوال کو عمل  
میں لاتے۔ اور حکم الہی کو قبول کرنے  
امام رازمی نے کہا ہے ایک جماعت  
متقلدین فقہاء کو ایسا ہی پایا۔ مینو انہر بہت  
سی آیات قرآن (جو لیکن مذہب کے مخالف  
تھیں) پڑھیں تو انہوں نے قبول نہیں  
اور میری طرف متعجب ہو کر دیکھنے لگے۔

مینو اس پر تعجب کیا کہ ان آیات کے ظاہری  
معنی پر عمل کیوں کر ہو سکتا ہے۔ باوجودیکہ

ابن اسحاق عسیر شیخ ابن الہمام کی نسبت  
کہا تو انکو تبرہ معلوم ہوا۔ اور اسکا خلاف  
اسکی فلم و زبان سے نکلا۔ سو اگر ایسا ہی  
میرے بیان کی نسبت خیال پیدا ہوا اور  
اسہیں کچھ کھنکھانے کا ارادہ ہو تو وجہ  
میری دعا تو کو مہ نظسہ کہیں  
پہلی بات یہ کہ دربحث و کلام نقطہ  
دو امر کو (جو ممبر اصول ہیں) شہرہ  
اسکے سوائے اور خبریات و عملیات کی بحث  
میں خامہ فرسائی بخبرین فان المناقشۃ  
فی المبال کا یلینو یلینان المخصلا بین  
امراول یہ کہ وضع اصول و زمین  
ہمکو کلام ہی قبل فرود ہوا ہے۔ اور نام  
و بوجہ حقیقہ وغیرہ متعین سے سرزد نہ یہ  
کہ فرودات کو تو پہلے امام نے قائم کیا۔  
اور اسکی اصول کو متعین نے بھی کر جایا  
امرو دوم یہ کہ اصول قائم کرینو  
انچر جملہ اصول کے ہر جگہ پابند ہیں نہ یہ

کہ ایک کچھ بعض اصول کی پابندی کرتے  
ہیں تو دوس جگہ اسکو بالاسے طاق کہتے  
ہیں

دوسری بات یہ کہ جو کچھ کہیں قبل  
طبع اشتہار میری پانچویں پانچویں پس اگر  
اسکو صحیح یا دھکا تو میری چشم قبول کر دھکا  
اور اپنی خیال مقال سے ایسا رجوع خود شہر  
کر دھکا اور اگر اسہیں کچھ خلل پاؤ گنا۔ تو اس  
مخاطب کو سلیط مطلق کر دھکا۔ ہر انکو اختیار ہو  
ایک مسئلہ جی کہیں جہاں اسکی شہرہ و قیاس  
ہم تو ہر طرح حاضر ہیں دیہ شہرہ و قیاس  
میں بالخطا فادد عند  
و من لی بالقول ولو نفس  
ولیکن مصلحت و امنی مصلحت تو میں کچھ ہر  
آئندہ انکو اختیار ہر کسی مصلحت خویش کو  
میداند۔ نمبر (۱۱) سے یہاں تک  
فقہ پنجم جناب کے جواب میں کلام ہے  
جسکے اتمام سے دفعہ سوم کا اتمام ہے

باقی آئندہ

# هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ كَسْتَجِلُّونَ

(ف) مَا كُنْتُمْ لَكُمْ سَطُوعُونَ  
(و) مَا كُنْتُمْ لَكُمْ صُرُون  
بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ

نمبر سوم  
رسالہ  
جلد دوم

## اشاعت السنۃ النبویۃ

علیٰ صلوات اللہ علیہ

جس میں مولوی محمد قاسم صاحب اولہ کا ایک کاغذی جواب ہے اور اسکی ضمن میں آنحضرت  
طیفیل سے حضرات شجرہ کے اصول مذہب سے بھی تعرض منجانب مولانا ابو سعید حسین صاحب لاہوری  
مشتہدہ

اعذار

ہمارے ناظرین بربرہ جو بحث ذرات کی مطالعہ کے حوالہ  
ہیں۔ اس اصولی بحث کو اپنے مقصد کے اجنبی نہ سمجھیں  
اور اس طعن کو مغفوت مطالب خیال نہ کریں  
یہ بحث اول اصول اسلام کی موجودگی۔ ثانیاً حضرات  
قاسمیکہ کے جواب میں بہت کارآمد

میں وہ ایک ہم بہت جلد اپنے ختم کر کے اصل مطلب کی  
طرف رجوع کرتے ہیں اور حضرات قاسمیکہ کی جواب دہی پر  
انشاء اللہ تعالیٰ المعذر ابو سعید رضا اللہ

اس نمبر میں علاوہ حضرت قاسمیکہ کے حضرت شجرہ و خراج  
بہت عمدہ اور ان کے جواب میں بھی ایک اور ہر کسی سے مطالبہ  
جواب۔ ان مختلف فرقوں سے جو صاحب ہند اپنے حوالہ  
ہم کو اسکا جواب دے کر ہم نے شکر گزار ہوئے اور انکی خوشی  
و انصاف کو ہمیں غور کرنے کے۔ اگر کوئی حق اور نیکی  
قرول سے ان کو جوگزور ہند باندھ کر اسکا جواب دے  
بہت صاحب سہین کو کچھ تحریر فرمادیں۔ وہ اپنی تحریر پر  
بہت مسکے پاس ہیں المشہر ابو سعید رضا اللہ

۲۶- بیس الاول ۹۶ء مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۷۸ء

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

و فہمہ چہارم جناب مخاطب بادست اوٹاؤ  
 بے تعبیت و اٹنا بلوغت و پیر ہیز گاری اس  
 رسالہ میں سخت کلامی پہلی کی ہے۔ اور جن الفاظ  
 کو عام ہندوین پسند نہیں (چہ جائے خواہ  
 ظاہر و صورتی) تحریر میں لائے ہیں۔ مثلاً  
 لفظ رواہیات (ما مانہ) و صرع و جواب بالان  
 باشندہ غرضی (بعضو) و لفظ (لا تہب)  
 بعضو (۲) و لفظ (زل) و (و غبات) بعضو (۳)  
 و فقرہ (ما تہ پادن ہائیکے) بعضو (۴) و لفظ  
 انکاب آن الفاظ کے جواب میں اگر ہم بھی یہی  
 الفاظ جناب کی سبب لکھتے ہیں۔ اور جواب ترکی  
 پر ترکی دیتے ہیں تو اپنا زمانہ قدیم سے دور  
 پڑتے ہیں۔ اور محل اعتراض ہندوین غلو پسند  
 بنتے ہیں۔  
 چہنشی پہلے بھی لکھو سخت کلامی جواب نہیں دیا۔  
 اور گناہوں کی جواب میں بخیر ادا سے شکر و سپاس  
 کہہ نہیں سکتا۔ دیکھو ہمارا سپاسنامہ  
 جو جواب سببانامہ حبیب اللہ صاحب امرتسری  
 کے تہذیب ہندوین نمبر ششہ کو شائع ہوا  
 اس میں ہم نے الفاظ امانم حبیب اللہ صاحب کا  
 یہ جواب دیا ہے۔ اگر جواب ترکی پر ترکی لکھوں

تو بحث مسائل میں نہ چکی۔ سب دشتم کی طرف  
 کلام منحرف ہوگی۔ اور اس میں پیر ہیز گاری ہونا  
 اس کے میں اس کے جواب میں نہ کہوت کرتا ہوں۔  
 اور غلو و مساحت کو کام میں لانا ہوں کما قال  
 اقد تاملے و جزاء سببیکہ سببیکہ مثلاً  
 ضم عطا و اصلہم فاحرہ علی اللہ ابدہ لکھ  
 الظالمین من صابر و عمارہ لکھ لکھ غلام  
 الامور۔ ادمع بالی ہی احسن۔ فاذا  
 اللہ انیکہ بنیدہ علادہ کادہ و لکھ  
 و ادا سمعوا اللعولع صواعنہ۔ و قالوا  
 لسا اعما الما دل ککھ لکھ سلام علیکم  
 لا ننتی الحاحلین۔ و قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم ما زاد اللہ بعہود  
 الا عرا۔ و قال صلعم من تو اصرم للصر  
 اللہ ہو فی نفسہ صغیر و فی اعین الناس  
 کبیر۔ و من تکدر وضعہ اللہ ہو  
 فی اعین الناس صغیر و فی نفسہ کبیر  
 حتی لہو اھو علیہم من کلمہ او خیر ہو  
 اور دیکھو ضعیفہ اشاعت السنۃ النبویہ جو جواب  
 سب دشتم مجبور حسن صاحب غریزہ محمد اسماعیل کے کلمہ  
 ششہ کو شائع ہوا اس میں بھی یہی سبب

و طاعن ان صاحب بخیر جواب دیا ہے۔  
 تجواب ان کلمات طیبات و باقیات صالحات  
 کے میں جزا کم اللہ کیا ہوں اور اس  
 کے صلہ میں پھر شکر بیکس کر رہا ہوں۔  
 دم گشتی و خور سبندم عفاک اللہ گشتی  
 جواب تلخ مئی زید لیل شکر خارا  
 میں قینا جانتا ہوں کہ یہ سب سولات  
 کا جواب تو روز زمین کے مستردوں سے  
 کیسکو نہیں آتا۔ آج تک جو کوئی میری  
 معافیت کو اٹھا ہے۔ اُسے گالیوں پھر  
 بنایا۔ یا سوال پوچھا کہ پچھتاؤ تیرا  
 یا امارت مضاعفہ یا غیر مہر کو پیش کر دیا۔  
 لہذا میں آپ لوگوں کو معذرت سمجھتا ہوں  
 اور آپ کے یہ کلمات پر خراک اللہ کے سوا  
 کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک وجہ سے  
 شاکر و معترف انسان ہوں کہ آپ لوگوں نے  
 باصدان کلمات طیبات کو اپنے صالح اعمال  
 میں محکم شریک کیا۔ اور غفلت کے ذہن پر  
 غلامانہ کے اعمال سے غفلت پر کون قاصر  
 دلا یا جاوے گا۔ میرا اپنا سہم بنایا  
 جب ان پر گرنے کے بعد آپ کے بنا کر

میں یا بکر شاہ کہ سخت کلامی کا جواب میں مجھ پر  
 شکر کچھ نہیں دیا۔ تو آپ جیسی بزرگ کو سخت  
 کلامی کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں اور آپ کے مقابلہ  
 میں مجھ عرض نہیں الفاظ و معروضات کے ادا کیا کہہ  
 سکتا ہوں۔ ولیکن ایک یہ بات غیب میں  
 فیضیت و بطور مصلحت و واجب بعض بہرہ  
 لگداز میں کرتا ہوں کہ بدگوئی کا انجام اچھا نہیں ہوتا  
 اور اس سے بجز شرف و نفع کچھ نتیجہ نہیں نکلتا دیکھئے  
 ایک نتیجہ شرف اس سے بھی نکلا کہ آپ نے ہوا سا  
 بڑا کہا آج کے خوار میں محمد حسن صاحب غریز محمد اسماعیل  
 نے اس بدگوئی کو پرانے سرے پہنچایا۔  
 انہوں نے اپنی تقلید اس بدگوئی کو نہ سمجھا۔ اور اس  
 بیت پر عمل کیا ہے ہی ہوا وہ رنگین کن گرت پیران گویا  
 کہ سالک بجز خیر و نراہ و رسم نہ لہا۔ یا بکر شاہ  
 وید وود استہ اس پر اقدام کیا۔ اور اس بیت کو تقلید کر  
 کیا۔ ۵۔ بنیم بنیہ جو سلطان ستم مدارو  
 زندہ شکر انش ہزار مرغ بیخ۔ اگر آپ انہی  
 تحریرات کو دیکھیں۔ اور غیبہ نور الانوار مطبوعہ  
 ۱۳۔ اکتوبر ۱۳۸۵ء حسین غریز محمد اسماعیل کا خط  
 ہے۔ اور اخبار ہر روز شان مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۳۸۵ء  
 حسین محمد حسن صاحب کی تقریر ملاحظہ فرمادیں

تو میری اس بات میں ذرہ شک نہ لادیں  
 اور اگر محمود حسن صاحب کی ایک قلمی تحریر دیکھیں  
 اساتذہ استند کو جواب دین تحریر فرما کر بسبیل اللہ  
 میری طرف سے کئی ہیں اور اس میں عامیہ لکھ لیا  
 دینی ہیں۔ اور ہر گالی پر ایک سحر کی شہادت  
 لائی ہیں (ملاحظہ فرمادین تو اپنا اس تھوڑے  
 کئے بہت پہچانیں۔ اور ان سب بدگوئیوں کو اپنی  
 بدگوئی کا نتیجہ سمجھ کر حدیث ذیل کا مصداق خیال  
 کریں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 لا تغفل بعسر ظلم الا کاں علی ادم الا ذل  
 کھل من محال الاول من سزا القتل ترجمہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جو کوئی ظلم ادا کرتا ہے  
 اس کے گناہ قتل کا حصہ قابل کے ذریعہ بھی جھٹکتا ہے  
 کیونکہ پہلے اسی نے قتل کی سنت جاری کی ہے  
 اور دوسرا نتیجہ شرعیہ یہ بھی نکلتے کہ جانب  
 ثانی سے بھی بدگوئی شروع ہو یہ ہم نہ بولیں  
 ہمارے دوست ہی کچھ کہہ بیٹھیں اور دست آور  
 خزانہ سیدۃ سیدۃ متلاکرا لیک ایک کلمہ  
 کا بدل لیں۔ لہذا مناسبتاً کہ آپ ہی اپنی زہد  
 و بندگی کا لحاظ فرمادیں اور آئندہ زبان و  
 قلم کو ایسے کلمات کی تحریر و تعلق سے بچا دیں

اور اپنی حوا میں خصوصاً محمود حسن صاحب کو اس سے  
 ہٹا دیں۔ اور صاحب معصوم اس شعر خیال میں لادیں  
 نہ چھینش بدنام میلان صاحب، کین نہ  
 قلب ہر کس کو وہی باز رہے  
 لطیفہ عجیب و فصیح لطیفہ  
 (۱) محمود حسن صاحب جو اب سیرا شہادت کے  
 اہل کائنات میں بدگوئی و سخت کلامی جاتی جاتی  
 ہے یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اول کا طرہ نیز  
 سخت کلامی کا نام و نشان نہیں اسکو نہ  
 اول و آخرہ ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی  
 بات خلاف تہذیب اس میں لکھی ہے  
 میں اس کے جواب میں اول کا طرہ کے مضامین  
 (۲) (۲۴) (۲۵) (۲۶) پیش کرنا چاہتا ہوں  
 اور بدگوئی اس انکار سے جواب دے نتیجہ نکالنا ہوتا  
 کہ اب ہر طبقہ تو ان زمانہ میں تیرا ہوا  
 اول کا طرہ کے مصنف تو بن بیٹھیں لیکن  
 کسی ایک کو کہہ کر ملاحظہ نہیں کرتے  
 مروا آدمی اپنی فزایا اساتذہ کے سر کے  
 لئے مصنف نہیں کا ارادہ تھا تو ایک نظر  
 سے اسکو دیکھ تو لیا ہوتا۔  
 اگر ایک دفعہ بھی اس میں نگاہ نہ کرتے تو اس



مذہب روح حاصل کر لینے۔ اور گناہوں کی بوجھا  
 سے اللہ رب کو میدانِ شہادۃ سے پیچھے  
 ہٹا دینا جو خدایاں سودا میں مال ہو +  
 اہل حدیث کو یہ بدگوئی مفید نہیں کہ چھپانہ  
 چھوڑ دیئے اور چھوٹے کو گھر تک پہنچانے کے  
 سولے ایک قدم میدان سے موٹہ نہ ہو کر  
 ہم سے پہلے کی آوارہ نشین گے ٹوکا نوں  
 میں انگلیاں دھر نٹے۔ علمی بات کے  
 متعلق کوئی حد اس میں تو لیک بکا کر دیا  
 دیں۔ خاتمِ نظیر حال میں قال فی جہان  
 اجماعاً و بدیعاً لیس فی اد اقبل فی ابعاد فاعلم  
 و فتحہ خمس۔ رسالہ اولہ کاملہ کے  
 مستقل جواب لکھنے کی دروجہ سے مجھے  
 ضرورت نہ تھی +  
 وجہ اول یہ کہ اسے جلد متاخذ جوابات  
 ہمارے معمولی پرچون میں درج ہو سکے  
 ہیں کیونکہ اہل متاخذ لکھ کر لکھ کر لکھ کر  
 رکن اول۔ تو میں تاخیر و تعذر سے  
 رکن دوم سوالوں پر سوال  
 رکن سوم فتوے و نظریات پر جواب دے کر  
 رکن چہارم غیالات و عقاید پر

وجہ (جو رکن رکن متاخذ رسالہ میں)  
 اور ان چاروں ارکان کے جوابات ہمارے پرچون  
 میں تفصیل موجود ہیں +  
 رکن اول و دوم کا جواب تہ اخبار  
 سفیر مطبوعہ ۱۲۱۱ اکٹوبر ۱۸۹۸ء و تہ سفیر  
 ۱۵۰۔ خون ۱۵۰۰ و تہ اساتذہ ۱۵۰۰ مطبوعہ یکم  
 ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں موجود ہے +  
 رکن سوم کا جواب ضمیمہ اخبار سفیر مطبوعہ  
 ۱۵۰۰ میں نمبر ۱۲ سے ۱۲۱۱ تک موجود ہے۔  
 رکن چہارم کا جواب اساتذہ السنۃ ۱۵۰۰ء  
 اول میں نمبر ۱۲۹ و غیرہ موجود ہے۔ اور نمبر  
 پانزدہم ضمیمہ اخبار سفیر مطبوعہ دسمبر ۱۵۰۰ء  
 بھی کل سچا ہے +  
 وجہ دوم یہ کہ جواب اس رسالہ کا مجھ سے  
 پہلے جی فی الدوامی نے دینا، تقدیر کر دی ہوئی  
 سید محمد احسن صاحب اور ہوی ای لکھ  
 چکے ہیں جس کے بعد یہ جواب لکھنے کی حاجت نہیں  
 رہی۔ اور انکی تحریر و تقریر مقبول طابع خواص عام  
 ہو گئی۔ اس کو جواب دندان شکن کہیں تو بجا ہو  
 اور اگر جواب برکی برتری سے تعبیر کریں تو  
 زیبا ہے +





آنحضرت صلعم میں سختی تھی پہلے لڑیکا  
 ان خصوصیات کی آنحضرت کے خواص سے  
 تھی۔ اس دعویٰ کی گندیہ وہم جناب کے  
 تخلیق کے لئے جسے بعض ائمہ نامہ اور  
 کاتول پیش کیا۔ تو اپنے آپ کو پڑاؤ  
 اور یہ بات فرمائی کہ میں اس کا عقیدہ نہیں  
 امام ابو حنیفہ کا عقیدہ ہون۔ اس وقت کی  
 تقریب سے جناب کی تشریح ہو رہا تھا کہ آپ  
 سوائے امام ابو حنیفہ کے کسی علم و فہم کے  
 نال نہیں۔ اور ان کے سوا سے اور ایسا  
 کے علم و فہم کو اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے  
 اگر آپ خود خون اور وہ خاکہ یا وہ جو کا تو  
 اس کلمہ سے اس کا رنجی قلم باز بان میں بیٹھا  
 اس لئے کہ اگرچہ ایک تہ مجھ کو فہم و فہم  
 کی نسبت سو فیصد پیدا ہو گئی ہے ولیکن  
 اب تک آپ کی دیانت و پارسانی کی نسبت  
 جو گمانی نہیں ہوئی نہیں نہیں میں  
 بہر حال کیا کچھ کہہ اس میں بھی حائل واقع ہو گیا  
 ہے۔ کیونکہ رسالہ اولہ کا کوئی اپنے خود بنایا۔  
 اور محمود حسنہ کا نام سے مشہر کر دیا۔  
 شاید کہ یہ اس قلم سے بھی انکار کر جائے۔

امام محمد  
 امام محمد

خود تم ہی۔ محمود میں ہی کی طرف سے اس انکار  
 کو شہرہ کر آئیں۔ یہ کر گئے تو پہر میں کچھ قسم  
 وہ بنایا اور طرح اپنے بیان کا ثبوت بہم  
 پہنچا دینا

الحاصل یہ عجیب و خود پسند جناب ان جو  
 باتوں سے متعین کے پیدا ہوئی ہے۔

اور ان کا عاقبت اندیشوں کی حب و حسن  
 اعتقادی آج کے قلم میں ایک بلا ہو گئی۔ اس لئے  
 جیسے پہلے علم و فہم کے انکار کا ارادہ کیا اور  
 پیر و مرید و نو ذریعہ کو اس کی خط پر مست نہ کرنا  
 چاہا۔

میں اس امر کے انکار کا ہر خواہان بن گیا۔  
 ولیکن اس کا موقع نہ آیا۔ جب کہی مولانا کے  
 خیالات و عنایات کے تقاب کا ارادہ کرتا  
 تو یہ مصلحتی خیالات ہوتے کہ تقاب تعالیٰ سے  
 تعصب پیدا ہو جائے اور خصم کا حق بھی حق  
 معلوم ہو جائے۔ لہذا ابکم الصلح خیر مصلحت  
 بہتر ہے اور خاصا نہ درود حق سے غلو فی نصیحت  
 مفید ہے۔

اب جو مولوی صاحب کمال لطف و کرم سے  
 مجھے اپنا مخاطب بنایا۔ اور جو نہ کہنا تھا میرے

خطاب میں کہا تو جسے اس خیال مصاحت کو اٹھایا  
اور وہ موقع جسکامین بدت سے مترصد تھا خود  
خطا فرمایا۔ لہذا اب میں بے تردد اپنی اس راہ  
کے اظہار کے لئے مستعد ہوں۔ اور وہاں تک  
علم و ہم کی تنقید کو بری خوشی سے حاضر۔ جو علم  
و فہم کے لئے دل کا مدین خیر ہو ہے اسکا اظہار  
درست ہمارا تو ہمارا ہی اس تحریر کا مدد ہی ہے  
علامہ دیوان جو علم و فہم جناب بقیہ تحریرات و تقریرات  
کے ذریعہ سے بلند و آفاق ہو رہا ہے اسکی  
تنقید و تحقیق کے لئے بھی یہ تحریر پوری مہیا  
ہے۔ ولیکن غریب و سلیعین میں علم و فہم کا ہونا  
شرط ہے درنہ مثل مشہور ہے اگر صد باب  
مکت پیش نامان۔ بخوانی آپریشن یا ریچو ڈرٹر  
یہ دفعات خمسہ تو لمور خارج از مقصد رسالہ  
اور کہ کامر کے جواب میں ہیں۔ اب جوابات  
مقاصد رسالہ شروع ہوتے ہیں۔ ولیکن  
وہ بھی اہید چند امور پر موقوف ہیں جو بعض  
دفعہ ششم مہد کو جاتے ہیں  
دفعہ ششم جس میں چند اصول موضوعہ عظم  
تعداد و نوع میں کے تہذیب  
اول عقل انسانی احکام شرعیہ میں حاکم و نیز

اور حسن قبح انشیا عقلی و انانی نہیں اسمعی کر کہ نقل  
قبل درود شرح اسباب کو متعلق مدح یا مذمت  
منجانب حق تعالیٰ ٹھیکر اے۔ یا انیز خدا کی نظر  
سے ثواب یا عذاب بخویر کر کے حکم حرمت یا وجہ  
لگا دے

یہ اصل ہر انانیا طلب کے کل تحریرات و تقریرات  
کا جواب کیونکہ عقلی و مدار مذہب و تقریر و شعر پر  
جناب کچھ ہی حسن قبح عقلی ہے۔ جو رسالہ و تحریرات  
میں آپ غالباً نقل سے تعرض نہیں کرتے۔  
کچھ نہ کچھ عقلی وجہ نکال کر اثبات احکام کر دیتے  
ہیں۔ فیہ مقام دہلی اسی جلسہ میں جسکا ایک  
ماجری غریب نقل کیا گیا ہے آپ کہا کہ آپکی  
تصنیفات میں یہ کیا بات ہو کہ نقل کتاب سے  
کہیں نہیں ہوتا فقط توجہات عقیدہ سر کا کلام  
جانا ہے۔ آپ جواب میں فرمایا کہ نقل کتاب تو وہ  
شخص لاوے جو کتاب میں دیکھی۔ یا اپنے  
پاس رکھی۔ میں تو بے مہتیا یہ پاری  
ہوں ہذا العطہ

اور نیز یہ اصل چہا مولانا مخاطب کے جواب میں  
کار آمد و کافی ہے۔ ایسا ہی جناب سید احمد  
خان صاحب آثار و آثار مذہب کے مولانا سید میرزا

کلام کہنے کے لئے محنت دانی ہے  
 یہ صاحب بھی غیبی مہفہ اور خصوصاً حضرت  
 قاسمہ کیط عقل کو حاکم سمجھتے ہیں۔ اور اسل  
 سیکھتے ہیں کہ عقل ترمیم کر رہے ہیں۔  
 اس نظر سے اسکی تفصیل و تطویل میں پختہ خاطر  
 بھی مضمود پر۔ اور انہماک احکام امتاع حباب جوہن  
 دیکھے بے سچو آئیکے اجتہاد و بات پر ایمان لے  
 آئے ہیں نہ مطلب۔  
 یہ امر بھی عرصہ تقریباً دو سال سے مرکز قاطر  
 تھا۔ لیکن ہی لحاظ حوصلہ لانا مخاطب کے خطاب سے  
 منع تھا۔ یہاں بھی منع رہا۔  
 علامہ بران یہاں یہ بھی لحاظ رہا۔ کہ آگے ہی  
 میں ایک ہوں اور سیکھ مخاطب ہزار بر طبق  
 ایک انار و صد بیار۔ اب صد بیجری مذہب  
 کو اور کیوں دشمن بنائوں۔ اور ہر ایک کی  
 جوابدہی سے کس طرح سب آؤں۔ و لیکن جب  
 ضرر اس مذہب کا بہت نظر آیا۔ اور اسکی نسبت  
 اس لحاظ کا فائدہ کم معلوم ہوا۔ تو ناچار  
 اسکے ابطال میں کلام کرنا واجب سمجھا۔  
 اور سکوت بنا جائز ضرر مذہب نیجری  
 مسلمانوں میں مضمود مسلمانان ضلالت بنجا

لاہور۔ جالتہ ہر۔ لودانہ۔ ہوشیارپور  
 انبالہ۔ وغیرہ میں اس کثرت سے پہنچا جاتا ہے  
 کہ کس کو کس عقل کو شریعت پر حاکم بناتا ہے  
 جو لوگ آدرو کے بدو کسی فن میں بیات  
 نہیں رکھتے۔ وہ بھی عقل و حجب کو احکام  
 شریعہ پر حاکم جانتے ہیں اور ہر ایک کو  
 کہ جس حکم شرعی یا خبر قرآنی کو ہم خلاف  
 عقل مانینگے۔ اس پر ایمان نہ لائینگے اور جو عقل  
 یا حکم کو ہم نہ مانینگے ان کو کوئی قول پر کچھ چڑھا کر دیکھا  
 عقل کا نہ ماننا و غلطی ہے خدا کا فعل ہے  
 اور مذہب یا شریعت اسکا قول۔ اور ایک  
 سچے خداوند کے قول و فعل باہم مخالف نہیں  
 ہوتے۔  
 بناء علیہ صد اخبار و احکام مسجد شریعہ کو  
 میں پڑتے ہیں اور بیوں احکام عقیدہ کو  
 برنگار احکام شریعت بناتے ہیں۔ کوئی سود  
 کو حلال بتلاتا ہے۔ کوئی حرام شریعت کو حلال  
 سے مٹاتا ہے۔ کوئی تند و بخل کو حرام سمجھتا  
 نہیں لاتا ہے۔ کوئی شخص سے اونچا زار پہنچ کر  
 میں اٹھاتا ہے۔ کسی کو وجود مانا کہ ہے انکار ہے  
 کسی کو وجود جن و شباطین میں انکار ہے۔ غیر سب

حور و قصور کا ذکر ستر میں تو کہتے ہیں کہ گیارہ  
 رنڈیوں کا چکا ہوا؛ دفن کے آلام اور دوسکے  
 ملائکہ دزانیہ کا حال سنتے ہیں تو کہتے ہیں۔  
 کیا وہ جیلانہ یا پولیس کی حوالات ہیں۔ اسکی  
 زیادہ تفصیل تمثیل اسمعالم میں یعنی ہے۔ وہ پھر  
 کسی موقع پر وقوع میں کی دیکھی۔ شاید اسی پرچہ  
 کے ضمیمہ میں وہ نکلے یا آئندہ کسی پرچہ کے  
 ساتھ ہے۔

اسمعام میں طفیل مولوی محمد ہاشم صاحب  
 بالا جمال سن مذہب کا بخوبی ہوگا۔ اور بطور  
 علمی و اجمالی اسکے اصل اصول کا بطلان واضح ہوگا  
 تاثری ثانیین ملاحظہ حال مذہب کا سمیہ و منجریہ  
 اس اصول کو پوری توجہ سے سنیں و سمجھیں  
 اور چرچت علم کے سبب اسکو خود سمجھ سکیں  
 وہ ادراہل علم سے اسکو دریافت کریں  
 مضمون اصل دل میں ہم سے ہل  
 اسلام کے تین قول ہیں۔

اول قول متزلزلہ۔ تخریج تشبیہ۔ اگر آپ  
 وغیرہ عقل حسن وقوع اشتباہ قبل و بعد شرع  
 سمجھتی ہو ونبہ علیہ اشتباہ پر حکم و جوہریت  
 از خود لگا سکتی ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ شارع نے بھی ہوتا۔ اور ہر افعال  
 بانی ہاتھ قرآن پر حکم عقل ہی احکام لگا کر جانے  
 دوم قول اشاعہ کہ عقل اور اک حسن وقوع اشتباہ  
 سے بالکل بیگم ہے۔ اور حسن وقوع اشتباہ کا فقط  
 بیان شارع مار ہے۔ جس چیز کا شارع نے حکم  
 دیا۔ وہ ابھی ہے جس کو منع کیا وہ برسی۔  
 اگر شارع برمی چیز کا حکم دیتا تو اسکی وجہ کہا  
 جاتا۔

سوم قول بازید یہ (ضعیف) کہ عقل عام  
 ہر نہ محض بیکار۔ نہ قبل و بعد شرع کسی چیز کا حسن  
 یا قبح سمجھ سکتی ہے۔ نہ بعد و بعد شرع محض عقل  
 و سلم بجائی ہے۔ بلکہ بعد و بعد شرع یہ سمجھتی ہے  
 کہ اچھی چیز میں یہ غریبی ہے۔ اسلئے شارع نے  
 اسکا حکم دیا۔ اور برمی میں یہ برائی۔ اسلئے  
 شارع نے اس سے منع کیا۔ ان اقوال و انجلی  
 قائلین کی تفصیل علماء کو معلوم ہے اور ہمارے  
 اشاعتہ انتہہ نمبر (۷) جلد اول صفحہ (۱۲۹)  
 میں مرقوم اسلئے اسمعام میں اس پر شہادت  
 و نقل لانے سے تعرض نہیں ہوا اور ان اقوال  
 سے قول خراج احادیث و باطل کا ابطال عمل میں  
 آتا ہے۔ اولاً یہ بات معلوم کرنی چاہئے

جیسے حسن بروج اس معنی کہ مستعمل ہو چکا ذکر  
عنوان اصل دل میں ہو چکا ہو یعنی متعلق مع  
دوم دنیاوی و ثواب و عقاب اخروی کا ہونا  
ایسا ہی استعمال اسکا اور کوئی معنی سے بھی بروج کا  
معنی اول یہ کہ حسن وہ جو طبع یا حادث یا غیر  
دنیاوی کے موافق ہو۔ اور قبیح وہ جو اس کے  
معنی دوم یہ کہ حسن وہ جو حقیقت کمال پر ہو  
جیسے علم و انصاف و رحم دلی۔ اور قبیح وہ جو  
صفت نقصان شمار ہو۔ جیسے جہل و ظلم اور  
سنگدلی آن دو معنی کے واسطے حسن بروج کے  
اعتلا ثابت ہو ہیں کسی کو نزع نہیں۔ اور نہ  
ہم کو اس میں کلام ہے۔ اسلئے ہم نے معنی ثالث  
کو محل نزع ٹھہرایا ہے۔ اور ایک عنوان اصل  
اول میں بروج کیا ہے  
جب معنی حسن بروج کے (جو محل نزع ہیں) مقرر  
ہوئے تو با حقائق حق ابطال ابطال عمل میں  
آتا ہے۔

پس واضح ہو کہ قول حق ان اقوال نشہ سے  
قول ثالث ہو جو ترمیدہ (خفیہ) کا قول ہے۔  
اور قول ثانی جسکے تفسیر قائل ہیں نیز مع  
سہم ہے اور اس کے تطبیق و توفیق مذہب

حق ہو ممکن مقصود اور قول اول جسکے مستند و غیر  
الہدیت قائل ہیں سرسراطل اور نفس بی ازا  
و لیل تعلی بطلان قول اول پر دوسرے کو  
اعتماد ہے۔ یہ ہے کہ اگر حسن بروج کشیار  
قبل درود و تبرع عقل سے مفہوم ہو۔ اور اس  
احکام و جوہر حرم کا گناہ جائز تو چاہئے  
کہ بدون مثبت ایما مجبور عقل سے انسان  
مکلف باحکام ہو۔ اور ترک ان احکام پر عذاب  
و ظام حالانکہ نفس زمانی اس امر کی کذب ہے  
اور قبل مثبت ایما عذاب نہیں کی مثبت۔  
قال الله تعالى وما كنا بمعذبين  
ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
ہم کبھی عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کہ  
نہ پہنچیں و قال تعالیٰ رسولاً مبشراً  
مؤذنبین لئلا یکن للناسی علی اللہ  
عذاباً کثیراً ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا ہے ہر رسول خوشخبری سنانے والا اور  
و اسلئے ہم نے بھی ہیں۔ کہ لوگوں کو رسول  
پہنچے کے بعد اللہ کے سامنے کوئی ہذر  
باقی نہ رہے۔ وہ عذر یہ ہے جو آیت  
ذیل میں مذکور ہے قال الله تعالى

ولو ابا اهلكا هم بعد ان من قبله لقال لهما  
لو لا ارسلت اليك رسولا فتنبح اياتك  
من قبل ان تدل وعزى ترجمه اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا کہ اگر ہم انکو قرآن یا اور کتب پر بھیجے

پہلے لکھا کہ وہ تو خود کہتے ہیں کہ ہم نے تم پر بھیجے تو تم نے انکار کیا  
رسول کہیں نہ بھیجا کہ ہم تم کی پیروی کر لو اس پر پہلے  
کہ ہم دنیا میں لیل ہوں اور آخرت میں جوار  
اور اس شخص کی آیات قرآن مجید میں اللہ بہت عطا  
اسلام میں قبح عقلی کے لبطال ہے اس لئے لکھا کہ

### قال الامام في الاحكام

احتج بالاشعار بالمقول والمقول  
اما المقول فقولہ تعالى وما كنا بمعذات  
حتى نبعث رسولا فوجه الدلالة منه  
انه امن من العذاب قبل غثة الرمو  
وذلك يستلزم انتفاء الوجوب والحق  
قبل المعنة والاما امن من العذاب  
بتقديرك الواجب فعل الحرام اذ  
هو لا يذمر لهما وايضا قوله تعالى  
لئلا يكون للناس حجة بعد الرسل  
ومعهومه يدل على الاحتياط قبل  
البعثة ويلزم من ذلك انه الواجب

والاحكام

۶۹

امام آمدی نے کتاب احکام میں کہا ہے  
اشعریوں نے اپنے مذہب پر عقلی دلیل  
قائم کی ہے۔ عقلی یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے  
ہم عذاب کرے گا اسے نہیں جنتیک رسول  
نہ بھیجیں۔ وجہ دلائل اس آیت کی اس میں  
چہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل رسول بھیجے  
کے عذاب کر دیا۔ اس سے لازم  
آیا کہ قبل رسول بھیجنے کے واجب حرام کا  
وجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ در صورت  
ترک واجب اور فعل حرام کے عذاب ہو اس  
نہوتا۔ اس لئے کہ ترک واجب و فعل حرام کو  
عذاب لازم ہے اور نیز یہ قول اللہ تعالیٰ  
کا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اس لئے بھیجے ہیں  
کہ لوگوں کو بھیجے بغیر جانے رسول کو بھیجے گا  
اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قبل رسول بھیجنے کے  
انکو بھی عذاب و کلام ہو اور اس سے وجہ

قال البغوی فی تفسیر لایۃ لا ولی  
ومہ دلیل علی ان ما وحی صح  
بالسمع لا بالعقل  
وقی تفسیر لایۃ التانیۃ فیہ دلیل علی  
ان اللہ تعالیٰ بعد الخلق قل یقتہ  
الرسول قال اللہ تعالیٰ ما کمنا بآیۃ حتی  
نعت رسولاً

وقال البیضاوی فی تفسیر لایۃ لا ولی  
فیہ دلیل علی انہ لا یوجب قیل الشریع  
وقی تفسیر لایۃ التانیۃ فیہ سبیلہ علی  
ان یقتہ لایۃ انبیاء الناس ضرورۃ  
لقصور الكل عن ادراك حرمیات  
المصالح والاکثر عن ادراك  
کلیاتہا

وقال الشوکانی فی تفسیر لایۃ لا ولی  
فیہ سبیلہ و تعالیٰ نہ لہ دین رکھ سکا  
ولا احد ہم قیل قائمۃ الحق علیہم  
انظاہر لا بعد یہم لای اللہ یا  
ولا فی الا حرمۃ الا بعد لا عند  
الیہم و بارسال النسل

واجب حرام کی نفی لازم آتی ہے

بغوی نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ ایمان  
اس بات پر دلیل ہے کہ جو واجب ہر شریعت سے واجب ہے  
عقل سے واجب نہیں

اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ  
تعالیٰ مخلوق کو رسول بھیجے کہ پہلے عذاب پہنچا۔  
خدا پہنچا یہ فرماتا ہے ہم کبھی عذاب نہیں کرتے جب تک  
رسول نہ بھیجیں

بیضاوی نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ ایمان  
اس بات پر دلیل ہے کہ قبل درود شریع واجب کا وجود نہیں  
اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ اس میں اس بات پر  
نبیہ ہے کہ رسولوں کا لوگوں کے لئے طرف پہنچا ضروری ہے  
کیونکہ خرمیات (مردعات) احکام کے اور اک سے  
سب عقلاء قاصر و عاجز ہیں۔ اور کلیات (اصول)  
کے اور اک سے اکثر عقلاء

شوکانی نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ  
نے اس میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو سیکار  
نہیں جوڑا۔ اور نہ قبل اقامت حجت (یعنی پہنچنے  
رسولوں کے) انپر مواخذہ کیا ہے۔ اور ظاہر سی  
آیت کے یہ ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں جہان ہر  
انکو عذاب و نحر سے جب تک انکا عذر دور نہ کرے اور



وبہ قالت طائفة من اهل العلم وذهب  
الجمهور الى ان النفي هذا هو عند الله  
لا عند اب الاخرى .

وفيه دليل على ان ما وجب التمازح  
بالسمع لا بالعقل

وفي تفسير الآية الثانية وفيه دليل على  
انه لو لم يبعث الرسل لكان للناس  
عقبة حجة في ترك التوحيد والطاعة  
وعلى ان الله لا يعذب المحل قبل العقبة  
الرسل كما قال وما كنا معد ببعث  
نبي حتى رسول

وفيه حجة لاهل السنة على ان معرفة  
الله لا يثبت الا بالسمع .

وفي تفسير الآية الثالثة وقد قطع الله  
معدنة هؤلاء الكفرة باسم الاله  
اليهم قبل اهل الكفر ليعلموا ان الله  
يعلم ما لا يعلمون وقد جاء ناري في كتابنا  
ما نزل الله من شيء .

رسول نبی محمد سے

یہی سنی ایک جماعت نے معلوم نہ کر دین۔ اور کہہ کر لوگ  
یہ کہہ کر دین کہ بیان جس عذاب کی نفی ہر وہ عذاب نہیں ہے  
نہ عذاب آخرت

اس آیت میں اسباب پر دلیل ہے کہ جو واجب ہوا وہ شرع  
بجسے واجب ہوا نہ عقل سے

پھر دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ اس میں اس سبب  
کی دلیل ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ رسول نہ بھیجتا تو لوگوں کو  
توحید و طاعت الہی پہنچا دینے میں خدا کے سامنے  
عذر باقی رہتا۔ اور اسباب کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ  
لوگوں کو رسول بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کرتا چنانچہ  
فرمایا ہے۔ ہم کہیں عذاب کر نیوالے نہیں جب تک رسول

نبی بھیجیں

اس میں اسباب کی بھی سند ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت  
یعنی (جیسے کہ چاہئے) شرع کے سوائے حاصل نہیں  
ہوتی۔

اور تیسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ  
نے قبل ہلاک کرنے کے کفار کے رسول بھیجا انکا عذر  
دفع کر دیا۔ اس میں اس سبب کی دلیل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ  
کے گناہ کے بیشک پکارے رسول آیا۔ پر ہم نے اس کو  
جہنم لایا اور کہا خدا کچھ بھی نہیں آتا رہا۔

معتبر کہ وغیرہ قائلین حسن وضع علی ان آیات کہ جوابات میں یہ کہتے ہیں (۱) لفظ رسول سے مراد یہاں عقل ہے اسلئے کہ وہ بھی ایک ادوی و سچا رسول ہے (۲) جس عذاب کے قتل رسول پہنچنے کے ان آیات میں نفی ہے۔ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے۔ اور دنیاوی عذاب کے ہوتے تو عذاب کا ہونا لازم نہیں آتا۔

اسکا جواب یہ ہے

(۱) رسول عقل کے پہنچنے سے پہلے کیسی مضطرب ہو چکا خوف و احتمال نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی برات کیوں کی۔ اور بندوں کو اس سے عقلی کیوں لی۔ یہ عذر یا اعتراض تو کسی کی جانب سے متوقع نہ تھا کہ ہمارے بس رسول عقل نہیں پہنچا۔ جیسے جنوں یا سحر سنی میں زمانہ بسر کیا۔ پھر کچھ واجب عقلی کے ترک پر کیوں مضطرب کیا۔ یا انہیہ یہ قول اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا۔

اور کس عذر یا اعتراض کا اس سے ذرا کیا اور نیز جس عذر و حجت کے ارادہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی ہے اس میں رسول عقلی کے نہ پہنچنے کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس رسول کا ذکر ہے جس پر وحی نازل ہوئی۔ اور قرآن اتر اور

اسکو لوگوں نے جھٹلایا بنا سچہ قیسی آیا کا صحیح ہے (۲) جس عذاب کو رسول پہنچ کر پہلے نفی ہے اسکو عذاب دنیا سے خاص کر انہیہ بلکہ خاص ہے اور بلا وجہ البطل اطلاق نصر ومع ذلک وہ بنیادہ پر مضطرب نہ اسلئے کہ عذاب دنیا کے ہونے سے عذاب آخرت کا ہونا یقیناً سمجھا جاتا ہے اور یہ اسکو لازم نظر آتا ہے اسلئے کہ عذاب دنیا بہ نسبت عذاب آخرت خفیف ہے اور اہم ہے۔ اور عذاب آخرت اسکی نسبت شدید و سخت تر۔ اور جبکہ رسول پہنچنے سے پہلے عذاب اہم کی نفی ان آیات میں ہے تو عذاب شدید کی نفی بطریق اولیٰ متیقن ہوئی چاہئے۔ یا یوں کہو کہ جہالت میں متعلق آیات مذکورہ رسول پہنچنے سے پہلے ترک واجب عقلی پر عذاب دنیا کا ہونا غیر متصور ہے تو عذاب آخرت کا ہونا کب متصور ہے

اور اس خداوند ربیم عادل کی یک شان  
ہے کہ قبل ارمال پرل اناست حجت دنیا میں  
توبہ و نحو سانی دی۔ اور آخرت میں گرفتار خدا  
کرے۔ لاجرم خدا ب نیا کی نفی کو خدا ب آخرت  
کی نفی لازم ہے۔ اور وہ شخص بخصص یا بعموم  
عبرت پر و کلام بعد م۔

یہ دلائل تو دیکھ کے لئے ہیں جو قرآن کو مانے  
اور انبیاء کو برحق جانے۔ یعنی فریق اول سنت  
اور ائمہ معادل معتز و مخبر اہل بدعت۔ یا مسلمان  
میں سے جو حق مذہب کے لئے رہے وہ لوگ جو قرآن  
کو نہیں مانتے اور نہ ایک بد کو عمل نیز کے لئے  
مصلحت کو فروری نہیں جاتے جیسے برہم سلج  
باجلی بچھل است لرحکا ایک شعبہ ہادی مسلمان  
بہائیونین آلام (سوانح انعام یا انعام اکثر  
دلائل عقلیہ کی ہوگا جبکہ بطور الزام پیش کیا  
جاتا ہے۔

دلائل عقلیہ بطان قول اول پر رجبنا و کر  
بطور الزام ہے نہ جو تحقیق و التزام) یہ ہیں جو  
نمبر وار پیش ہوئے ہیں۔

دلیل اول عدم وجدان دلیل منی عقل کے ثبوت  
احکام و درک حسن منہج ہونے پر کسی دلیل کا پایہ بنا

تفصیل اسکی یہ ہے کہ اول ثبوت مسائل و احکام  
دو ہی قسم ہوتے ہیں عقلی یا عقلی و سادہ  
عقل کے ثبوت و درک ہونے ہیں دونوں قسم دلائل کا  
وجود نہیں۔ یا یوں کہو کہ دونوں سے اثبات  
اس مسئلہ کا ممکن نہیں۔

دلائل عقلیہ کی سادہ ممکن نہیں کہ عقل کا ثبوت  
احکام ہونا تو حین کل شرع ہے۔ اور اصل  
دعویٰ۔ پس اس کے اثبات کے لئے اسکا  
دلیل بنانا کیونکر ممکن ہے۔

دلائل عقلیہ کی اس لئے ممکن نہیں کہ نقلی  
دلیل کو ہی بسباب میں ثابت نہیں جس سے  
عقل کا ثبوت احکام و درک ہونا صراحتہ یقیناً  
معلوم ہو۔ اور اگر بالفرض کوئی دلیل ظنا یا  
بإشارة اسپر دلالت بھی کرے تو وہ ثبوت  
محمل شرع کیونکر اس قدر کافی نہیں۔

شرع اور اس حسن قبح اشیاء میں قبل و بعد  
شرع و نقل کے ہے پس اسکا اثبات شرع سے  
قبل وجود شرع کیونکر ہو سکتا ہے یعنی جو ثبوت شرع  
یعنی اسوقت ثبوت اس مسئلہ کا بدست آویز  
شرع کیونکر ممکن تھا۔

صالحہ و قورندہ احسن و اجماع ماقالہ

الاعمالی والا حکام حبیت قال واما من  
حیة العقل فاذا هو من الحكم اما لا  
اد بالعقل بالاحیاء ولا شرع قل ودد  
الشرع والعقل معا موحی لا شرع لما  
سنی فی المسئلة المتقدمه فلا حکم

ترجمہ ہکا وہی ہے جو ہر سے بیان میں گذرا  
و لیل ووم عقل انسانی (جس سے ہم جدا ہوا  
انسان کی عقل مراد کہتے ہیں) اور اک حسن فیم  
اشیاء ہیں مختلف ہے۔ ایک انسان ایک چیز کو  
اجما سمجھتا ہے دوسرا اس کو بڑا۔ بلکہ ایک ہی چیز  
ایک وقت میں ایک چیز کو اچھا سمجھتا ہے۔ دوسرے  
وقت میں بڑا۔

میں ایسی باتوں میں اختلاف عقل کا ذکر نہیں کرتا جو  
شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک عقل کی مثل  
یا خیال یا برتاؤ میں نہیں ہیں۔ بلکہ ایسی باتوں میں  
اختلاف کا دعویٰ ہونے کی طرف سب عقلاء کی  
توجہ ہے اور ہر ایک کی بحث ہو رہی ہے۔

پھر وہ ان اتفاق رائے عقلاء کا پتہ نہیں  
دیکھو جو جو عالم یا جو د خالق یا توحید خالق  
غیر اسمہ ہمارے ہمارے عقل کی دوسرے کیسے  
فطریات یا دہیات یا نفسیات فطریات سے ہیں

نکرتی جاہات عقلاء کو زمین میں بھی اختلاف ہے  
سو فی مائتہ وجود عالم ہی کے منکر ہیں اور  
ہر چیز کو محض خیال اور فہم مبالغہ ہیں۔  
وہ سیر وجود خالق کے منکر ہیں۔ اور عالم  
کو مستثنیٰ از خالق جانتے ہیں۔

مجموعہ وغیرہ توحید ذات اہل ہی منکر ہیں۔  
اور تعدد خالق کے قائل۔ ایک کو خالق خبر  
سمجھتے ہیں دوسرے کو خالق مقرر۔

اور توحید صفات ہیں اس سے زیادہ اختلاف ہے  
اور توحید جہات ہیں اس سے بڑھ کر۔

جب ایسی نفسیات ہیں اور عقلاء موجود ہے تو  
بنیاد علیہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عالم کی کسی چیز میں  
اتفاق عقلاء کا وجود نہیں اور کوئی چیز اختلاف  
سے خالی نہیں ہے۔ یہ تو اور اک واقعات و حقائق  
موجودات میں عقل کا اختلاف ہے۔

وہ اختلاف اور اک صفت حسن فیم موجودات میں  
سو عقل بیان نہیں۔

رومی زمین کے مختلف اشخاص اس حسن فیم میں  
مختلف مناقض خیالات رکھتے ہیں۔ اور صدائے  
خدا بہ عقلیہ اسی اختلاف سے پیدا ہوئے ہیں  
کوئی توحید جہات کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور عقل

الآلهة لها واحد الزهد الشی عجاب

کچا رہے۔ کوئی اسکو تعین اشراک کو برا خیال کرتا ہے

کوئی انسان سوا دمار رسالت برا سمجھتا ہے۔ دعائے

الابشر مثلنا دعائے الاله من شیء ان یتیم

الامکن بن کا دم مارتا ہے۔ کوئی اس کے

خلاف ہے

بوجود یکہ ذہن کے سب عقلاء ہیں اور جو کہتے ہیں حکم

عقل کہتے ہیں۔

یہ جو احترام کے مناسب ایک لطیف حکایت

بادشاہی ہے جو میں نے نہایت طالب علمی سے لیا

۱۸۲۱ء میں سید احمد خان صاحب

کی زبانی مقام علی گڑھ منی ہے۔

میں ایک دن سید احمد خان صاحب کے مکان پر مولوی

فیض الرحمن صاحب ہانپوری کے پاس

بیٹھا تھا گا کہ سید احمد خان صاحب نے کمرہ سے نکلے

لاٹھ اور یہ کلمہ کہ بدون اتباع پیغمبر پوری توحید

کی راہ پر چلنا دشوار ہے فرما کر کسی کتاب

تواریخ سے یہ حکایت نقل کی کہ افلاطون دیا

ارسطو نے نہ مرنے کی وقت یہ وصیت کی تھی

کہ فلاں نے بت کیے نام میری طرف سے ایک دعا

فرج کرنا۔

لیچھو غلام عقل کا بہا تنک پرور ہے۔ اور توحید

جیسے روشن پہاڑ ہیں تنی تری عقلا کی یہ

روشن دامناز۔ جب اور اک عقل کی یہ قوت

موجود لانی ہے۔ تو وہ حسن و قبح کے پیچھے واپس

درک و حسن و قبح احکام کی اصلی حاکم کہنے لگے تو

ہے۔

یہ نہ تو اجتہاد فقہانین لازم آوے جو فاضلین

حسن و قبح عقل کے نزدیک محال ہے۔ یا سن

و قبح کا وجود یہاں سے اٹھ جاوے جسکا

خلاف اصل مسئلہ میں مفروض ہے۔

اس ذیل ردوم کا مضمون سید احمد خان صاحب

بھی اپنی تہذیب الاخلاق میں لائے ہیں۔

اور اسی کی مدد پر توحید بنوت کا ثبوت بہم پہنچا

ہے۔

مقام میں نقل کرنا کلام جناب کا انہماک اتباع

جناب کے لئے مناسب سمجھتا ہوں۔ اور جس امر میں

ہماری آپس کے نزاع ہے اس میں جناب کو الزام نہ

کے لئے اسکو کارآمد دیکھتا ہوں۔

آپ بعضین پر چند نمبر ۲ جلد ۶ فرماتے ہیں۔

مضمون نمبر ۲۰

کاشف

کائنات میں جس قدر قوت کمزور ہو جائے گی  
انسان کے دل میں پیدا کی چیز اور جو نیک و بد  
میں تفریق کرتی ہے۔ انسان کے لئے چکر مادی  
اور اصلی پیغمبر ہے۔

یہ وہ مسئلہ ہے جس پر سب زمانہ کے ازمائش اور انسان  
کو غماز رہا ہے افعال کا اسرار والی اس مہذب یا ستر  
کا اصل اصول قرار دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ مسئلہ  
ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

کیا کائنات میں کوئی ایک جاذبہ ہے جو تمام  
میں مددگار نہ اسکی ہدایت کر لے کر خدا کے پیدا کی  
ہے۔ حالانکہ اسکا کچھ ثبوت نہیں۔ اور اگر وہ  
بھی کر لیں تو اس سے کوئی نتیجہ سلی ہدایت اور  
اصلی رہنمائی کا نہیں کائنات میں نہایت عمدہ چیز ہے  
اور انسان کو برائی سے بچانے اور بھلائی میں طرف  
راغب کرے بلکہ بہت اچھا رہنا ہے۔

مگر درحقیقت وہ ایک حالت انسان کی طبیعت کی  
ہے۔ اور اسکی تربیت کا ایک نتیجہ ہے۔ جس نے  
نفس وہ کوئی چیز نہیں بلکہ تربیت سے باخالات  
سے جو کیفیت انسان کی طبیعت میں پیدا ہوتی  
ہے اسکا یہ نام ہے۔

اگر کئی مواقع وہ ایک قوت رہنمائی کے

لے کر ہمارا ایک پیغمبر کے انسان میں ہو تو ضرور ہے  
کہ وہ تمام انسان کے لئے یکساں رہا ہو۔ یعنی  
جن بات کو ایک انسان نیک سمجھتا ہے سب کو تمام انسان  
نیک سمجھیں۔ اور سب بات کو ایک انسان بد جانے  
وہ سب انسان کو ضرور نیک بد ہو۔ مگر کائنات میں  
انسان کو مختلف جگہ متضاد بلکہ بغض یا تو سختی  
طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ بدو سلی ہدایت نہیں  
نہیں ہو سکتی۔

اس سبب کی سبب کہ ان متضاد کائناتوں  
میں ایک غلط اور صرف ہو گا جو کچھ ہماری  
ظاہر میں نکلے نہایت عمدہ بات کہی ہے  
کہ ایسی حالت میں ہم جو چیزیں کہ وہ کوئی چیز  
ہے جو صحیح اور غلط یا سچی اور جھوٹی کائنات میں  
میں تفریق کرتی ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک انسان  
میں نفس ایک جدا گانہ مخلوق ہے۔ اور ہر ایک کا  
پیغمبر بھی اسکا کائنات میں خود اس کے ساتھ ہے

اور اس لئے مجموعی اتحاد کائنات میں کچھ ضرورت  
نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کو اپنی چیز میں ہی ہدایت  
میں مل جائے۔ تو یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا۔  
کیونکہ انہی تک یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ کائنات میں  
درحقیقت ایک جدا گانہ مخلوق قوت انسان

کی جنمائی کے لئے ہے۔ بلکہ ابھی تک جو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ طبیعت کی ایک حالت ہے۔ اور اگر یہ بات ہر تو قبول شدہ شکل سے بحث ختم ہو گئی۔

علاوہ اس کے کہ ہر ایک کا کائنات اس کا رہنا پیغمبر پیر۔ اور ایک دوسرے کے کائنات میں اختلاف متافض کا وجود بالیقین پایا گیا۔

تو ان دونوں کا صحیح رہنا بھی جو ایک دوسرے کے نفی میں ضرور ناجائز ہے۔ شاید ان کا متافض نسبت یا حیثیت کی مدد سے رفع کیا جا

اور یوں کہا جاوے گا۔ کہ رام دین کا ہادیو کی صورت کو پوجنا اس لئے نیک ہے کہ اس کا کائنات اس کو نیک بناتا ہے۔ اور محمود غزنوی

کا سونمات کریت کو توڑنا اس لئے نیک ہے کہ اس کا کائنات اس کو نیک بناتا ہے تو اس کے پیغمبر ہو کر کہ دنیا میں در حقیقت نیک و بد کو ہی خبر

نہیں ہے بلکہ صرف خیال ہی خیال ہے۔ کوئی اہل مذہب تو یہ توہمی ہو یا عیسائی۔ مسلمان یا ہندو۔ بدست ہو یا برہمن۔ اس بات کو تسلیم

نہیں کر سکتا۔ باقی رہا دہریہ۔ وہ بھی اس بات کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بالضرر اگر فو اب

و عقاب ایک شے معلوم ہو تو یہی خود دہریہ اس دنیا میں ہکودہ باتیں بتاتا ہے جو کرنے اور نہ کرنے کے قابل ہیں۔ اور انہیں کو ہم دوسرے نفی میں نیک و بد سے یا منع و جائز سے تعبیر کرتے ہیں۔

قطع نظر اس کے اگر ایک شخص کا کائنات جیسا کہ ایک ہی حال برہمن تو یہی یقین ہو سکتا ہے کہ اس کا پیغمبر اس میں

ہرگز وہ ایک حالت پر بھی نہیں رہتا۔ ستر کے لحاظ سے تجربہ کی زمری سے جمعیت کے اثر سے مستحکمات کے بڑھنے سے خیالات کے تبدیل ہونے

بیکل بدلتا رہتا ہے جس کا عیسائی ہونے پر عیسائی کا مسلمان ہونے پر۔ ہندو مسلمان عیسائی کا یہ ہو ہونے پر۔ یہ ہو کا دہریہ ہونے پر

کائنات کا کل بدل جاتا ہے۔ اور وہ پہلے کو جسکی چاہی پر یقین کامل رکھتا تھا بالکل غلط اور بھوٹا سمجھتا ہے۔ پس یہ صاف دلیل ہے

ہی کہ انسان کا کائنات اس کا پیغمبر اور سچا رہتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ بقول ستر کل صاحب کے کہ اگر دہریہ یا تو نہیں کائنات ہکودہ ہو کا دیتا ہے تو کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اور یا تو نہیں دہوکا نہ بھگا

پس حسیم اور غلط کائنات میں تمیز کرنے کو

کو دوسری کسی جیسے کا ہونا لازم ضرور ہے۔  
یہ اس مطلب کو یوں ادا کر دے کہ ہمارے لئے  
کسی ایسی دوسری چیز کا ہونا ضرور ہے جس کے  
سب ہمارا کامنس یعنی ہماری طبیعت کی  
حالت ایسی ہو مادے کہ ہمارے بھی دنیا  
اور سر اسے پنہر کے ہو۔

یہ طبعیہ کلام جناب ہے۔ اس کے بعد جواب ہے  
اسی تہت نبوت کو متعرج کیا ہے اسکا خلاصہ  
نقل کیا جاتا ہے۔ ایک سوال آئی اس غرض  
سے دار کیا ہے۔  
ہمارے طبیعت کی حالت ایسی کہ نہ ہو جو  
و صو کہ ندی، پہر اسکا جواب موزیل  
کے ضمن میں ادا کیا۔

(۱) انسان کو درجہ انسانی کی نسبت علمی درجہ  
ترقی کی لیاقت رکھتا ہے۔

(۲) انسان کی روحانی ترقی صحیح اخلاق  
باندھنے کے پیدا کر دیتے ہو سکتی ہے۔

(۳) اخلاق باندھنے کا صحیح وسیع ہونا قانون  
قدرت حسین ذرہ اختلاف نہیں وہ چوتھے  
سے بہتہ میں ہی ایسا ہی جیسا بڑے ہمارا میں  
فکر کرنے اور ان علاق کو اسکے مطابق کر کے

ہو سکتا ہے۔

(۴) جو مذکور صحیح اخلاق باندھنے کے

بند ہوئے انسان کی طبیعت ایسی حالت پر  
ہو سکتی ہے جو ہر کو ہر کو نہ دے۔

پھر عنوان قائم کیا ہے۔ انسان کی طبیعت  
کو ایسی حالت پر کر نیکے لئے جو کچھ ہی ہو  
بندی مادی کا ہونا ضرور ہے جس کا ہر  
دوسری زبان میں ہی پانچیم پانچیم  
کو تہرین، اسکا ثبوت بعض موزیل  
میں کیا ہے۔

(۱) ایک قانون قدرتی مطالعہ وغیرہ اخلاق  
مجید کا پیدا ہونا ممکن متعین ہے۔ لیکن ایسی لوگ  
جو ہر فکر وغیرہ مطلب کو پنہاں صدیوں در  
صدیوں میں کم ہوئے ہیں۔

لابد بکت الہی اس امر کی مقتضی ہے کہ دنیا فوٹا ایسے  
لوگوں کو بھی پیدا کرے کہ اخلاق صحیحہ کے علم دینا  
کا وہی ملکہ رکھیں اور انہی فطرت جہالت سے  
آن اخلاق تک حاصل ہوں اور بیان کریں۔

(۲) پہلا شخص قانون قدرت میں جنس کے  
کریسے اخلاق صحیحہ کو پنہاں ہے۔ وہ  
اپنے وصول میں سبب ہوتا ہے کہ پنہاں ہے



یا نہیں۔ اور دوسرے جو یہی لکھ دیا گیا  
ہر بنیاد اصل ہو جاتا ہے۔

اور نیز پہلا شخص اپنی اصطلاحات غور  
پر عوام کو مطلع نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے  
اپنی ہی نسبت کم کو عامہ غلطی تک پہنچا  
سکتا ہے۔ ان دو چیزوں میں فرق ہے لائق نصب  
رہنمائی عامہ غلطی دہی دوسرے شخص سے  
جسکو ہم یہ کہہ جاتا ہے

پہلا شخص جو پتہ نہیں دے رہا وہ اس  
کے لائق ہے لیکن جو پتہ نہیں دے  
ملاقات سمجھو بیان کریں وہ درافت  
کر سکتا ہے۔

اس اہم کام کی تائید میں لیتے یہ بھی کہا ہے  
ہمارا یہ اصول نہایت چاہا ہے کہ انسان  
صرف سبب عقل کے جواسیوں کی مکلف ہوتا ہے  
پس جن بات پر وہ مکلف ہوگا ضرور ہے  
کہ وہ فہم انسانی سے خارج نہ ہو۔ درمیان  
کا وجود بغیر علت کے لازم آتا ہے جو محال  
و منتہی ہے۔ پس جن غلطی کے پکڑنے اور  
چھوڑنے پر انسان مکلف ہے وہ ضرور عقل  
انسانی سے خارج نہیں پس کسی شخص کا

مذہب یا کتاب کے انکوائی انہیں سے بغیر  
پالیانہ منافی ہدایت کی ہر نہ منافی ہدایت  
اور یہی سبب ہے کہ متعدد اقوال اور اصول بغیر  
حکماء کے بالکل مطابق اقوال اور اصول انبیاء  
کے پائے جاتے ہیں اور ان باتوں سے  
انبیاء کی نبوت کے زیادہ تر تقویت ہوتی  
ہے۔ ان ان نازک معاملوں میں رہنمائی  
ہے۔

پھر ایک سوال اس عنوان کا دار کیا ہے  
ہاگر ایسی دہر ہوگا ہونا ضرور ہے تو انکی تصدیق  
کی کیا صورت ہے؟ اسکے جواب میں آپ نے فرمایا  
انبیاء کو چار قسم پھر اچھے اول وہ جو قانون  
قدرت پر کھلا و غیر واسطی ہیں۔ دوم وہ جو  
تو خود اطلاع نہیں رکھتے مگر سمجھانے سے سمجھ جاتے  
کا ملکہ رکھتے اور سمجھ جاتے ہیں  
تسوم وہ جنہیں یہ ملکہ بھی نہیں لیکن جلی  
استقامت و صداقت کے سبب حق  
بات کو مان لیتے ہیں۔

چہارم وہ جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ پھر وہ  
دانشہ غور و کیا شرم یا انسانیت سے نہیں  
ماتے۔ جیسے ابو جہل پھر کہا۔ ان فرقوں

ہیں اس سوال پر بحث کرنے والے وہی لوگ  
ہو سکتی ہیں جو پہلے اور چوتھے یا دوسرے  
فرقہ میں داخل ہیں۔ اور انکو ہم اس سوال کا  
یہ جواب دیتے ہیں کہ اس مادہ کی نصیحتوں کا  
ہم قانون قدرت سے مقابلہ کرینگے نہ  
اور نقد اس رجوع کے علم و عقل و تجربہ کے  
ان دو دوسرے اصولوں کو تلاش کریں گے جو  
اتحاد یا بعد سمجھے و سمجھانے کے دریافت  
ہو سکیں اگر مخالفت یا وپٹے تو انیز  
کریں گے کہ بلاشبہ وہ مادہ ہے  
ہذا آخر ما لخصنا من کلامہ

اس کلام سے جو ہماری دلیل دوم کی تائید  
و تصدیق ہو رہی ہے سو بیان ہے۔  
اور جو اس سے کالتس (یعنی مثل اس کی)  
کا مدد و تنہائی مادہ کے واقعی اور اک  
حسن و قبح ہمارے حاضر ہونا ثابت ہوتا  
ہے وہ مستغنی از بیان۔

ومع ذلک اسکو اس سے کچھ مخالف بھی  
ہے۔ اور وہی فیما بین ہمارے اور آئیچے  
موجب نزاع و اختلاف ہوا و اسی سے  
تفرض کرنے کے لئے جسے اس نام

کلام کو نقل کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ اپنے باوجود انبات اس امر کے  
کہ عقل انسانی واقعی اور اک حسن و قبح استیلا سے  
عاجز ہے اور بدون رہا سے مادہ کے  
وہ بیکار ہے۔ اور وہ کہ دہے کے سبب  
وہ بے اعتبار۔ پہر اسی عاجز و وہ کہ باندہ کو  
اس مادہ کی کاستور کلیہ مادہ یا۔ اور اس مادہ کی  
کی تعلیم (صحیح اخلاق) کی سہائی کا معیار  
اسی خطا کار کو ٹھہرایا۔

ہمارے نزدیک یہ دلیل غلطی ہے۔ اور  
عقل انسانی اس ثبوتی یا ہمد کے لائق  
ہے۔

اور خوب سن کم است کہ ابھری کشی

ہمارے مراد اس سے یہ ہیں کہ سچ مادہ  
کی نصیحت قانون قدرت کے موافق نہیں ہوتی  
یا اسکی کوئی بات عقل بن نہیں آتی۔  
بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ عقل انسانی اگر اسی  
دو مار سال کے ساتھ (جسکے آب متعرف  
ہے) اس وار و خامی کے لائق  
نہیں کہ حجابات کو مادہ کے وہ قانون  
قدرت کے موافق سمجھ لے کہ سچ مانے

اور جو اسکی سمجھ میں نہ آوے اسکو چھوٹ جلائے۔  
اس طرح وہاں کے لائق و متب جوئے جبکہ جملہ  
حقائق کے واقعی ارکان میں وہ یاس ہو جاتے  
اور عجیب و غریب سے بری لکچرے جاتی۔ یا یہ کہ قانون  
قدرت کی کتاب کوئی ایسی بن جاتی۔ جس میں  
عقل کے فہم و ادراک کی مداخلت نہ ہوتی۔  
اور اس عین عقل کی اس تصرف و ہموکہ بازی  
کی گنجائش نہ ہوتی۔ کہ جن امر کو وہ چاہے اس  
قانون کے موافق بنا دے۔ جسکو چاہے  
عکس قانون میں لے آوے۔

اور جس حالت میں عقل نے وہ درجہ یاس کیا ہے  
وہ قانون قدرت کی کوئی ایسی کتاب بنی ہے  
تو کیسے بدایات یا بدیانت کو ایسے نازک ٹکڑے  
پر یا سو کر بنا دے ایسے محل و مہم و مصلحتی کتاب کو  
اسکے لئے دستور القضاء (قانون فیصلہ) ہو گیا  
کہ جائز ہے۔ جس نے اس عہدہ پر مامور ہوئے  
سے پہلے وہو کہ باندی و عسکری کی۔ اس  
اس عہدہ کے فرائض و فصولات میں وہو کہ  
باندی و عسکری ہاں اور وہ بات شریک کی  
کہ اگر بعض قانون میں کاشتیں ہو کہ وہو کہ  
وہاں تو کوئی نہ کر تعین ہو سکا ہے کہ اور قانون

وہو کہ نہ لگتا۔ یہاں صادق نہ آوے گی؟  
یہ بات تو ہمارے آپ کی مانی رہائی ہوئے  
ہے۔ اور اس میں کثرت و تفریع کی جگہ مانی نہیں رہی  
رہی (دوسری بات کہ قانون قدرت میں  
کوئی کتاب تبصیف نہیں ہوئی جس میں عقل  
کی مداخلت یا وہو کہ وہی کی گنجائش نہ ہو۔ سو ہی  
بحکم القضاء شہد و عمل نزاع و ہستناہ نہ ہو  
قانون قدرت اسی نظام عالم اور کما  
بنا دے گا نام ہے جسکو عقل انسانی کی کچھ سمجھ  
رہی ہے۔ کہ آسان کی یہ حقیقت ہے اور زمین  
کی یہ۔ آسان کی یہ بہت و خواص ہیں۔

اور حیوان کے یہ دلی مذا القیاس  
اور اس مجموعہ حقائق و خواص استیلا کے  
بیان میں حقائق نے کوئی کتاب نہیں بنا دی  
جس میں ان سب کی تشریح ہو اور نہ ہستناہ کو زبان  
خالق می ہے جس سے ہر ایک چیز اپنی اپنی حقائق  
و تاثیرات و سمات کے منظر و مبین ہو۔ بلکہ  
اپنی حقائق و سمات کا تعین و تقرر ہر کسی نے  
اپنی عقل سے کیا ہے۔ اور جو کچھ کسی کی سمجھ میں  
آیا ہے اسکی کوشش قانون قدرت یا دیوانہ  
رحو ایچو مان عجیب کہلا جائے۔ ٹھہرا دے۔

یہی وجہ ہے کہ معتد عقول قادر کا  
اعتدال میں اختلاف ہے۔ اسبقہ تشریح قانون  
قدرت میں اختلاف ہے اور اس قانون کا حال  
موسم کی تاباک یا اندھیری کے ماتھی کا  
ساہو رہا ہے

کوئی کہتا ہے وجود آسمان سمائی ہے

کوئی کہتا ہے نفس خیال دوسمائی ہے۔

کوئی سورج چاند وغیرہ ستاروں کی حرکت کا  
قائل ہے۔

کوئی برخاستہ کے حرکت زمین کی طرف قائل ہے  
کوئی آگ کا بالی ہونا۔ اور پانی کا ہوا ہونا اتنا  
بڑے عناصر کے سبب باہر سمجھتا ہے

کوئی ان سب کو محال خلافِ خیال کرنا ہے  
و بناء علیہ سبب انبیاء کو ماطل کر رہا ہے۔

دعویٰ بہ انقیاس۔

یہ اختلاف علوم الناس و جہلہ میں نہیں

جس کو آب عقل سے متوری ٹھہراؤ۔ بلوغ انسان

ساز کر دیں بلکہ خاص کر ان عقلاء میں ہے

جس کو آب حکما رہتے ہیں اور ان کا حقانہ حکم

میں ہمہ انبیاء فرماتے ہیں۔ اور قانون قدرت

پر مطلع خیال کرتے ہیں

تفصیل اقوال اختلافات ان کو کوئی کی

کتاب فلسفہ و کلام میں تو ہم ہر دو علماء کو

بخوبی معلوم۔ لیکن چونکہ اتباع جناب غالباً

علم فلسفہ و مذہب حکماء سے بچ رہے ہیں۔ اس وجہ

سے انکو عوام میں حرکت سمجھتے ہیں اور ان کو

ہم (جو اپنے فلسفہ کو تعلیم کے لئے رکھ کر ہیں)

مجدد و مجتہد خیال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ

میری ان باتوں کو بدین تفصیل مانینگے۔

اور معاملہ اس قول جناب کے کہ قانون قدرت

میں ذرہ اختلاف نہیں اس کو خلاف واقع

مانینگے۔

لہذا امت نمونہ خود راوی کی ارہار کی تفصیل

سے عرض کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ عنصریات (بہائے درکبات)

و ملکیات وغیرہ طبعیات اور آہیات کوئی

اختلاف سے خالی نہیں (مجدد بخیر ہر ایک کی

تعلیمات اختلاف کو مقررہ نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) اجسام کے قدیم حادث ہونے میں

حکماء کے یقین قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اجسام بذات و صفات

حادث ہیں۔

اور سطو اور سکا بنی کہتے ہیں۔ وہ بذاتِ صفت  
قدیم ہیں۔ افلاطون وغیرہ متقدمین کہتے ہیں  
ذاتِ قدیم ہیں اور صفاتِ سرمدات

تیزانِ تقدیمین میں کئی اختلاف ہیں (۱) وہ ذرات  
قدیم جسم ہیں یا نہیں (۲) جسم میں تو عناصرِ اربعہ  
ہیں یا ایک نہیں ہے۔ اور باقی زمین کے بخارات  
سے پیدا ہوئے ہیں۔ یا کوئی اور جوہر یا جوہر  
جوہرے اجسام گروئے شکل میں یا پتھروں (۳)  
جسم نہیں تو ہر کوئی کہتا ہے کہ نور نہایت ذلت کے  
ٹپنے سے عالم پیدا ہو کر۔ کوئی کہتا ہے کہ نفسِ مادہ  
سے۔ علیٰ ہذا القیاس اور اختلافات جو دیونون  
کے خیالات سے بڑھ کر نہیں

(۴) تولیدِ پیدائش انسان وغیرہ حیوانات میں کیا  
کے کئی اختلاف ہیں کہ سطحِ ہوائی اور

کے بعضی قائل ہیں۔ منی میں ترقی قوت  
جو جس کے انسان غیرہ کی بیدارش ہے۔

یہ کہتے ہیں۔ منی میں ترقی قوت  
اولِ خون کو بیضوں کی طرف پہنچنا۔  
اور ہیکو ان پر عملِ تصرف کے ساتھ منی نانا۔  
انہر فعل کے سبب وہ متولدہ کہلاتی ہے

دوم اسکی اکیس مزاجیہ کو جانے لگنا۔ اور  
ہر ایک عضو کے مناسب سین ان کیفیت کا لانا  
پھر ہر ایک کو مزاجِ خاص عطا کرنا۔ اس عمل کی نظر  
سے وہ متولدہ کہلاتی ہے

سوم ہر حصہ منی کو خاص خاص صورتِ اعضا پر  
کرنا اور شکل و مقدار و کیفیتِ خاص عطا کرنا۔ اس  
عمل کی رام سے وہ متولدہ کہلاتی ہے  
غرض یہ تینوں خیالات ایک فوج ہیں۔ ان میں تو  
مجموعہ وہ ایک قوتِ مولدہ ہے۔ چنانچہ شفا  
واشارات سے بھی معلوم ہے

متقدمین قائل ہیں کہ یہ تولیدِ قوتِ متصل  
ہے اور مولدہ ہیکو نام ہے۔ یہ قول

بھی ابنِ سینا کے قول ہے  
جمہور حکما کہتے ہیں کہ یہ تولیدِ قوتِ متصل  
دو قوتوں سے ہے اور مولدہ ہیکو نام ہے۔ یہ بھی  
قانونِ شیخ میں صریح ہے

بعض حکما کہتے ہیں کہ قوتِ مولدہ کوئی چیز  
ہی نہیں۔ اور صدور ان خیالات کا ایک قوت  
بسیطہ جو جسکو شعور و ادراک نہیں بلکہ عقلِ ممکن  
و تصور نہیں۔ یہ لوگ تائیدِ انکار میں  
قولِ سطو پیش کرتے ہیں کہ اجزاء میں

علم پر متفق ہے

اول شکل مسدس کے زاوئے کشادہ ہونے

میں

دوم کسی اشکال مسدسہ کا سوا پہم اتصال

ہونا چاہیے چہ میں خالی جگہ نہیں چھوٹی

سوم شکل مسدس کے سوا سے اور اشکال مسدسہ

پاس میں دو زوایا میں نہیں ہونیں جس بات

آپس میں ملے گا ورنہ خالی جگہ چھوٹی کے

سولہ سے مل ہی نہیں سکتے۔ اور مرعات و

امثال اسکے بقا ویت مل نو سکتے ہیں۔ بر

اُسکے زاوے تنک ہوتے ہیں نہ پتروہ ان

اشکال کے خطوط دروایا میں ایسی مساوات

دوازت مل میں لائے ہر۔ کہ غلط نقشہ نو

سے بدون ہستمانت پر کار و غیرہ آلات کے

مشور نہیں اور نیز وہ اپنی رئیس کہی کی را حکم

عربی میں مصوب کہتے ہیں (اعانت میں ایسی

سرگرم رہتی ہے جیسے عامل نشان ہر حاکم یا

بادشاہ کی اعانت میں۔

(۲) چھوٹی اینرمل (گہر) میں زوایا

کے لئے غلطہ ذخیرہ کرتی ہے جب دائرہ نو

نہ ہوتی ہر نوٹو نوٹو کر دیتی ہر۔ اور جب ہر

شہدہ معتقد ہیں اور ہر خیر رائی کر کے ساتھ تعریف

و نام میں متفق بننا عینہ شکل اس سے پیدا ہوا

کر دی ہونا لازم ہے چنانچہ امر داند نے قضا یا لا

کی جو تصور رکھے ہی شان ہے۔

اور کہتے ہیں کہ بقسط لوط کا جو قول ہر کرنی کے

بزرگ مختلف الحقائق میں جس سے گوشت ہوتا

اسکی حقیقت اور ہر جس سے ہر ہر فنی ہر کسی حقیقت

و علیٰ ذلہ القیاس اس سے بھی اس وضع و ترتیب کا مد

اس سے ممکن نہیں۔ کیونکہ وضع ترتیب کے

مراعات و طرہت سیال کا کام نہیں۔ اور

مختلف الحقائق کے انضمام سے ایسی شکل پیدا

ہونا لازم ہے جیسے کئی کرومی جہام کے کالے

سے حاصل ہوتی ہے

(۳) انسان کے سوائے اور حیوانات کے

لئے لغو نوٹ اور اک کلی کے اثبات میں حکام

کا اختلاف ہر۔ چہ ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر

اور بعض اسکے مثبت ہیں۔

مثبت میں دلیل ثبوت مشاہدات ذیل پیش

کرتے ہیں

(۱) مشہد کی کہی اینر ہر کے غلطہ نوٹ

بنائی ہوتی۔ اور یہ فعل اسکا ان اصول سکینہ کے

سوم از خدایانی که می‌کشد از این بزرگوار

از تو دو پیرین برکتی که از لایق می‌باشد و این اسرار  
 اول زمین کی غم نابت دانو که گاه دیتی ہے  
 دوم دایه کا کر کہنی نہیں ہوتا  
 (۱۳) جو مائیل کی بوتل میں مونہ نہیں ڈال سکتا  
 تو اپنی قوم اسپین دبو کہہ کر چوس لیتا ہے  
 یمنل بھی بدون علم ان امور کے ممکن نہیں۔  
 اول بون کا مونہ تنگ ہو  
 دوم تنگ خبریں اس سے زیادہ موٹی  
 چیر گیس نہیں سکتی۔  
 (۱۴) اونٹ اور گھوڑ اور چوہ اور  
 گدھا جب کسی نسبت پر ملتا ہے تو اسکو خوب  
 یاد رکھتا ہے۔ اور اندھیری راتوں میں سوار  
 کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ امر اور رک عقلی سے  
 خالی نہیں ہے۔  
 (۱۵) مائٹھی سے ایسے افعال عجیب وغریب  
 سرزد ہوتے ہیں جسے عقلاہ متعجب ہیں۔  
 اور وہ افعال مشہور ہیں  
 (۱۶) بعض حیوانات سے ایسے مطالبات  
 مشاہدہ منقول ہیں جنہیں عقلاء اطباء و کھنکشاگرد  
 ہو کر ہنسن  
 ایک حکیم سے جو شکار کا شائق دعاوی تھا

حکایت ہو کہ ایک مسافر نے ہرسانہ  
 کو جلدی را ایک جانور سے جسکی فارسی میں جڑ کہتے  
 (۱۷) سے لڑنے دیکھا تو کسی لڑتے میں چپ کر  
 ناشاد کہنے لگا۔ چر جب معلوم ہوا تو ہاگ  
 کہ کہن چلا جاتا۔ وہاں سے واپس کر ہرسانہ  
 کا مقابلہ کرتا۔ وہ حکیم چپ کر کہنے پہنچے  
 گیا تو اسکو ایک بوٹی جتنی شش کہلاتے دیکھا۔  
 اور یہ سمجھ لیا کہ یہ بوٹی زہر کے لئے تریاق  
 ہے۔ اور چر دوسرے کہانے سے سانپ کے  
 زہر کا علاج کرتا ہے۔ جب چر وہاں سے  
 ہٹا تو اس حکیم نے اس بوٹی کو اکھاڑ لیا پھر  
 جب یہ معلوم ہوا تو اس بوٹی کی طرف  
 مقابلہ کے لئے دڑا۔ وہاں بوٹی کو زبانا  
 توڑ پ کر مر گیا۔ اسوقت حکیم کو اس بوٹی  
 کے تریاق سموم ہو نیکا یقین ہوا اور اس  
 شہد میں اس جانور کا شکار دیا ایسی ہی اور  
 عجائبات و عاقلانہ حرکات اور جانوروں کے  
 جیسے گھڑی۔ لوتھی۔ بکھر۔ کچھو  
 نیولا۔ سنسار۔ اپاہیل۔ کتا۔ شرمغ  
 سنگھوار۔ مادہ پست غر نوق وغیرہ جو ان  
 سے امام رازمی کے مطالب عالیمہ

یونانی کا فریاد کرتے ہیں

(۱۳) قائلین وجود جسمانی افلاک پہرا سکی

سنات میں باہم مختلف ہیں۔ افلاک طو

فیسا غور بس۔ ہر س وغیرہ

اشراقین انہیں وجود فوی حیوانیہ

(جیسے سو پھنا) کے قائل ہیں۔ انہی

اتباع سے مصنا عریں کا تعلق ہر کہ جب

ہو کہ فلیکیات کا جواب یا مدار سی ہیں قرب

ہو نہ ہر تو ہم دمان ایسی خوشبو بین

باتے ہیں جو غبر و کسوری سے نہ ہر

ہیں اور انہوں ہم کسی خبر سے نہ یہ

نہیں دے سکتے۔ حکما و مشائخ

اسکے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ دمان ہوا

ہیں تو افلاک کا سو گھٹا کیونکہ منصوبہ

(۱۴) اکثر فرق عطار فلسفی حکیم و غیرہ

بڑے نام گو خدا کے قائل ہیں لیکن درخت

شکر۔ اس مٹی کہ جن اوصاف سے خدا کو

پہچانا جاتا ہے۔ انکو نہیں پتا اور اس

خدا تبار کو خالق۔ قادر و مخبر۔ مہر

کہنات۔ عالم جبریات نہیں جانتے

خدا کا خالق ہونا اس دلیل سے باطل کہ

یہ کہ بڑا اور راج میں نقل کی ہرین خوف طوالت

سے ان سب کا استنباط ہوا

(۱۵) وجود جسمانی افلاک میں سکھار کا اختلاف

حکما و یونان (قائلین نظام قدیم)

تو ان کے وجہ حسالی کے قائل رہتے

اور انہی جام کے ساتھ موس فلیکہ اور

لکھے اور اک بدستور و حرکات را دیہ کو نیتے

رہے۔ اور اختلاف حرکات ستاروں کے

سبب ہر ایک ستارہ کے لئے ایک ایک

آسان بنا گئے۔ اور خاص کر غمہ منجرہ

کے لئے رحمت کو سبب افلاک کے سخن

میں ایک ایک چوٹا آسان اور بھی تجویز

کر گئے۔

اور قائلین نظام جدید (حکومتی جوتے

پابند کے لوگ مان رہے ہیں) اس وجود

کے منکر ہیں اور اختلاف حرکات ستاروں

درجہ طریق سے رفع کرتے ہیں حکو

ہو ق عوام و خواص طلباء مدارس

جامعہ میں اور آپ بھی اسیکو مانتی ہیں

اور اسی سبب قائلین نظام قدیم کو

بہت افلاک تہذیب الاخلاق میں غلط



ہیں والو احلہ لا یصل مرصہ کلا والو احلہ  
یعنی فات واحد و بیکہ ایک ہی خیر صادر  
ہو سکتی ہے۔ اور اس دلیل پر اس خرافات کو  
ستغیر کر گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جب عقل  
اول کو ہی خیر پیدا نہیں کی پھر عقل اول  
نے ایک آسمان و عقل دوم پیدا کی عقل دوم  
نے ایک آسمان و عقل سوم پیدا کی و عقل  
چہارم تعالیٰ عقل نہم تک سلسلہ چلا۔ عقل نہم  
نے ایک آسمان و عقل دہم پیدا کی و عقل  
دہم نے بقیہ عالم پیدا کیا۔ انکو نزدیک  
خالق دنیا وہی عقل جانتے رہے۔ جسکو عقل  
تعالیٰ کہتے ہیں۔ اور اسکا مبداء فیاض نام  
رہتا ہے۔

اسی قسم کے خرافات و دغی قدرت و اختیار  
و علم خدای بوجہ خردی میں پیش کرتے  
ہیں جو کتب فلسفہ و کلام میں موجود ہیں۔  
اور علماء اہل ملت اس انکار کو کفر جانتے ہیں  
اور یقین ہے کہ آپ بھی جلد اہل ملت محمدیہ  
سے اسباب میں متفق آکر آہو گے۔

بنیاد خباب مولوی مہدی علی صاحب  
خدا کے علم یا تجزیات کے انکار کو معصون

موجودہ میں ضلالت قرار دینا اور انکا اس  
معصون کو معصون نمبر ۱۰ میں تصدیق کرنا  
اس یقین کا موجد ہے۔

(۸) نفس کی وحدت و تعدد میں کھار کا  
اختلاف ہے

اور سطو و غیرہ فائین وحدت میں۔ اور  
جالیٹوس قائل تعدد۔

(۸) نفس کے حادث و دائمی ہونے میں کھار  
کا اختلاف ہے اور سطو حادث ہونیکا قائل  
ہے۔ اکثر لوگ دائمی ہونیکا

(۹) سفارت بدن کے بعد نفس کے بقاء و

وفار میں اختلاف ہے۔ بعضی قائل ہیں

کہ سفارت بدن کے بعد وہ فانی ہو جاتا

ہے۔ بہر اسکا وجود و اعادہ محال ہے۔

جالیٹوس اس میں توقف ہے انکا کشف

اسکی بقاء کے قائل ہیں۔

(۱۰) اس اختلاف پر ایک اور اختلاف متفرق

ہے۔ کہ نفس کے لئے معاد و محل تحنن

قواب و عقاب ہے یا نہیں قائلین

فنا نفس کو اس سے انکار کرتے ہیں۔

جالیٹوس کو اس میں توقف ہے۔

عالمین میں تبہ جس سے زمین و آسمان میں  
 بیشک کیا و ناسخ کئے گئے ہیں۔ اور  
 اسی دنیا کو منجھوڑا دینا تو نسل بناتے ہیں۔  
 جیسے اس زمانہ کے ہر دور افتادہ کٹر ہیں۔  
 اگر کشیدہ ناسخ کے ساتھ ہیں و سوسو کر  
 عالم دنیا کے اور عالم مہم کی نسل میں  
 وہ بھی مایوس کی کو میں مانگو۔ و نہ خود درو  
 کو صحت بخیر ہیں۔ شہ اسما کو وہ محل سمجھتے  
 میں در علم و سند کو خدا بنائی سے نکل  
 نامکمل خیال کرتے ہیں۔ جیسے منکرین و  
 کہ ہیں بنیاد سے خدا تعالیٰ نے قرآن میں  
 نقل کیا ہے وَ قَالُوا لَوْلَا اَصْلَانَا فَاِذَا  
 اُنْزِلَتْ اِنَّا لَنَفِيْ جَنَّةٍ لِّدُنَا عَادَا اَمَلْنَا  
 وَ كُنَّا تَرَا بَا ذٰلِكَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّهِ  
 ان لوگوں کے برویکہ و ورغ نفس کے  
 انہی قسم و قسم کا ام ہو کر سبب بد معاشرت  
 بدین حکمت و رہ و خیالات باطلہ کے حامل  
 کر نیسے پیدا ہو گا۔

بہشت اسی رحمت و سرور کا نام ہے جو سر  
 کو عہد و خیالات و ممالک و ممالک کے حامل ہے

وہ لوگوں کے  
 کہ ہیں بنیاد سے  
 خدا تعالیٰ نے  
 قرآن میں  
 نقل کیا ہے  
 وَ قَالُوا لَوْلَا  
 اَصْلَانَا فَاِذَا  
 اُنْزِلَتْ اِنَّا  
 لَنَفِيْ جَنَّةٍ  
 لِّدُنَا عَادَا  
 اَمَلْنَا وَ كُنَّا  
 تَرَا بَا ذٰلِكَ  
 رَحْمَةً مِّنْ  
 رَّبِّهِ

اسکے سوا کوئی اور تیر نہ سنا ہے۔ نہ ملوک  
 نہ نبی۔ نہ خلیفہ۔ نہ پیر۔ نہ پیر۔ نہ پیر۔  
 نہ جو ہیں۔ بجائے اثبات انکار کرتے جیسے آئے  
 ہیں و تفریق پروردگاری میں اس کے منظر  
 میں ہر

ہمارے اس زمانہ میں جو بہشت کی کتب ہیں  
 کیا وہ نہ ہو چکا ہے یا جہاں اعدا و فرج کو کہتے  
 ہیں کیا وہ جہاننا یا حوالہ ہے انہی میں سے  
 کی کہ میں در جو بہشت محمدیہ فرق است ممالک  
 کے خلاف۔

اور طریقہ یہ کہ اس گندہ لکھ رہیں بعض  
 ائمہ دین و اکابر مسلمان کو اپنا ہم مشرب خیال  
 کرتے ہیں۔ اور یہ دھرم کہتے ہیں کہ سزا الی  
 وغیرہ اہل اسلام و خائف بھی فقط اسی حشر  
 مدعا کی نویسی ہم غیر مانی کے قائل ہیں  
 بات انکی سراسر کذب و مفسد و مفسد  
 علماء مسلمان میں کوئی حشر و عذاب کا شکر نہیں  
 اور یہ ہم لام جہانی بہشت و فرج کا غیر مستند  
 اور غامض و نامعلوم کتاب حیات  
 میں بہت جگہ حشر و مانی نویسی جہانی پر تفسیر  
 ہیں و اس سے انکار کرنے کو نہ کھتے تھے



یہی مضمون آئیے کئی رسائل و قیعات میں مرقوم ہے اور اگر آپ کہیں احوال ہرنغ و شربین  
ایسی تقریرات بھی دلی ہیں۔ جنس حشر و دغانی مہموم ہو۔ یا نصیہ و التام کا وجود خیالی یا عقلی بہت  
ہو تو وہ ان کو کونکر سمجھانے کے لئے جواب دیا کے مسکریں۔ اور انکی ایسی بات کو کونکر عقل میں  
نہ آوے نہ تسلیم میں کہنے ان تقریرات میں امام غزالی رحمہ نے اپنا عندیہ ظاہر نہیں کیا  
اور یہ مسلمانوں کا اعتقاد متدیانہ ہے بلکہ مسکریہ کو یہ سمجھایا ہے کہ اگر کوئی ان امور کی عقلی حقائق  
کو نہ مانے۔ اور مانی نامی سے انکو خلاف عقل و محال جانے تو اسی عقلی خیالی وجود سے  
مان لے۔ اور اسطورہ اسکا امکان تنویر کر کے تفسیر سے باز آوے۔ نہان چند فقرات انکی  
متعدد تصنیفات کے بطور تہادت پیش کرتے ہیں

امام غزالی نے احیاء میں کہا ہے ۔

قال الغزالی فی الاصل الاول  
المرکب الرابع من الفصل الثالث  
من کتاب قواعد العقائد من الاحیاء  
للحشر والشر قد ورد فی السبع وهو  
والصدق یوکل واحد لا یفعل  
مکرم معناه الاحادۃ علیہ السلام  
معدون للشیء کانتشاء الاستواء  
اللہ تعالیٰ قال من یخفی العظام  
سعیتم فی کل حیثۃ الذی فی السماء  
اول حشرہ۔ فاستدل بالاملاء  
علی الاسادات

حشر و شر شرع میں آجکل ہے۔ اور وہ حق ہے اور  
اسکا ماننا واجب۔ کیونکہ حکم عقل ممکن ہے۔ اسکے  
مستغنیہ اس کے بعد دوبارہ پیدا کرنا ہے۔ سوائے کی  
قدرت میں ہے۔ جیسے پہلی بار پیدا کرنا۔ چنانچہ  
اسد قتال نے فرمایا ہے کہ انسان ہنک کہتا ہے کہ  
جب ہڈیاں کھوکھری ہو جائیں گی تو انکو زندہ کر  
کر چکا تو (اسکے جواب میں) رسول مبرا یہ کہہ  
کہ انکو وہ زندہ کر چکا۔ جس نے پہلی بار پیدا کیا۔  
سو خدا نے دوبارہ پیدا کرنے پر پہلے پیدا کرے

کہ دلیل ثبوتی

اور تمام غالی نے ایسا دین دوسری جگہ فرمایا ہے  
تو جان لے کہ موت کی حقیقت دین لوگوں کے کئی  
بہوٹے خیال میں - جن میں وہ جوگ ہیں - بھوکا  
خیال ہے کہ موت ایک نالودگی ہے - اور کوئی حشر  
و بشر نہیں ہے اور نہ نیکی و بدی کا کوئی انجام ہے  
انسان کی موت ایسی ہے جیسی حیوان کا مر جانا -  
یا بوٹی کا خشک ہو جانا - اور یہ خود کوئی واسطہ  
اور ان لوگوں کو کچھ جو اس قدر قیامت پر ایمان نہیں رکھتے  
اور بھوکا یہ خیال ہے کہ موت سے انسان نابود  
ہو جاتا ہے - اور جینک قبر میں ہے کچھ لذت و  
عذاب نہیں پاتا - یہاں تک کہ وقت حشر اسکا اعادہ ہو  
اور حشر جم کہتا ہے یہ معتزلہ و غیرہ اہل بدعت کی  
واسطہ ہے اور بھوکا یہ خیال ہے کہ روح باقی  
ہے کہ موت سے نابود نہیں ہوتی اور ثواب عذاب  
بھی انہیں ارواح کو ہوتا ہے - یہ اجسام کو - اور اجسام  
اٹھائے نہ جاویں گے - اور جمع ہو گئے اور یہ سب  
جو بہوٹے خیالات ہیں - اور حق سے پرے ہوئے اور  
اعتقاد حق جیسے غور و فکر کا شایہ ہے - لا فرقان و مدین  
ما بطن - یہ ہے - کہ موت سے نہ تو نقد ایک مال کا  
بدل جاتا ہے اور روح بعد مفارقت بدن باقی رہتی ہے

وقال في الباب السابع من كتابه  
معادنا من الاحياء اعلم ان الله  
في حقيقة الموت طموكا قد قد اخطانا  
بها - فظن بعضهم الموت هو الغدوم انه  
لا حشر ولا حشر ولا حافة للحشر والشر  
موت الانسان موت الحيوانات جف  
الساكنات هذا رأى الملحدين وكل من  
لا يؤمن بالله واليوم الآخر وطعن قوم  
انهم يعلمون بالموت لا يتألم العقاب  
ولا ينعم بثواب دام في القبر الى ابد  
وقد ثبت الحشر وقال الحرفون الروح  
باقية لا تنعدم وانما اللذات المعاف  
والاعراض والاحساد والاشياء  
لا تتبع ولا تنضم الى كل هذه  
طوائف فاسدته وما فلكه من الحق -  
بل الذي يتبعها لاسطر الا اعتداله  
ونظروا الى ان لا حشر ولا حشر  
معناه تغير حال عظام الروح باقية  
بعد مفارقت الجسد

اما معدنہ واما معدنہ الی ان قال لا  
 یعلان یعاد الروح الی المحدث العار  
 تم ذکر ما ورد فی السیف فی سماع الی  
 من الخیاطۃ العقلاء عارہانہ قال  
 فاما الی حدیثہا لھا طوارف معتبرہ  
 واما رجوعیہ وکثیرہا عند اہل البصر ورجوعیہ  
 لہ تم تکلف لہا ثنائہا فلا یسوان سکر ہوا  
 بل اقل در بیان اکابر التصدیق  
 والتسلیم

فان قلت فخر شاہد کافر و تواتر  
 مدبہ و تواتر شاہد سبب مدبہ  
 ذلك معا وجه التصدیق علی خلاف  
 فاعلم ان لك دلائل مقامات  
 فی التصدیق واما الی حدیثہا  
 احملها و هو لا یطرق الا عند اہل السلام  
 تصدیق واما موجودہ وھی ذلج المیت  
 و لك ان لا تنافد لك فان حدیثہ  
 العین لا تصلم لتاخذہ الامور المکذوبہ  
 وکل ما یغلط بہ حصرہ من عالم الملائکات  
 العناتہ رضی اللہ عنہم کیف کلوا و شربوا  
 حشر شیل ما کان فیہا ہل نہ یومس یا قہ

مذہب میں یا سمت میں۔ اور روح کا جسم کی طرف پھیرنا  
 قبر میں بید نہ ہیں  
 پہر غزالی نے اسکا ذکر کیا جو حدیث میں آیا ہے  
 کہ قبر میں بنایا وہ پھو ہو گئے۔ پھر کھا  
 ایسی امانت کے ظاہری معنی صحیح ہیں۔ اور انہی امر  
 خفی میں جو صاحبان بصیرت پر کشف ہیں جنہر  
 حقائق نہ کھلیں احو یہ نہ جاسکے کہ ظاہر کو نہ مانے  
 بلکہ اوسنے مدجہ ایمان یہ ہے کہ انکو صحیح جانے  
 اور مان لے۔

اور اگر نوا اعتراض کہے کہ ہم تو ابجدت کافر کو  
 قبر میں دیکھتے رہتے ہیں۔ اندہ دان کوئی سانپ  
 پھو نہیں پاتے تو ہم انکو خلاف شاہد کہہ کر ایمان  
 لیں۔ تو اسکی جواب میں یہ سمجھ لے  
 کہ انہی تصدیق و تسلیم کے تین مقام ہیں  
 مقام اول جو بہت ظاہر ہے اور بہت سیم اور بہت  
 سالم کہ تو اس بات کو مان لے کہ وہ ان سانپ پھو  
 موجود ہیں و لیکن تجھے نظر نہیں آتے۔ اسلئے  
 کہ یہ آنکھیں امور آخرت کے بہتادہ لگے لائق  
 نہیں ہیں کیا تجھے یہ علم نہیں کہ جبریل کا آنحضرت  
 مسلم کے پاس آنا اصحاب دیکھتے اور مان لیتے  
 کہ آنحضرت انکو دیکھ رہے ہیں

فان كنت لا تؤمن بهذا فتبين اصل  
الايان بالملائكة والوحى  
عليك

وان كنت امت بحدوث انبياء  
التي لا تشاهد الامه وكيف لا تخبر هذا  
في الميت

وكما ان الملك لا يشبه الاله مبين  
فالحيات والعقارب التي تلدغ في القبر  
ليست من جنس حيات عالمنا

بل من جنس اخر وبذلك محاسبة الله  
ثم ذكر المقام الثالث الذي يبين فيه الجنات  
الحيات في الجنات العقاب

وبعد المقام الثالث الذي هو في الجنات  
العتلى او السحى لها

وذلك لانهم المكونين الملكيين  
المسلمين كما شهد بصدقه كلامه  
الذي نقلناه

ثم فصل ما ورد في الكتاب السبعة من  
الجناتية واما المجلداتية والجناتية

پس اگر تو ایسے باتو کہ تو نہیں مانتا تو تجھے ایمان کی  
بڑا اعتقاد وجود ملے کہ در بدل دمی کا درست کرنا اور  
سمانا بہت ضروری ہے

اور اگر تجھے دمی کے آسے پر ایمان ہو اور تو ہمت  
کو ممکن سمجھتا ہے کہ ایک چیز دینے جبریل کو انحراف  
و علی اللہ علیہ وسلم دیکھیں اور تو نہ دیکھی تو پھر میرے

غذا میں سب بات کو کیوں نہیں سمجھتا اور تجویز نہیں کرنا  
کہ جیسے فرشتہ انسانوں اور حیوانات کا مشکل نہیں  
دیسے ہی پہنچاؤ اور جو حوسیت کو دوستی میں  
اس عالم کے سانچوں کے سمجھیں نہیں

بلکہ وہ اور ہی جنس میں جو اہم ہی انھیں سہ نظر آتی ہیں  
پھر مقام ثانی کو ذکر کیا جس میں وجود حیاتی سانب  
بسمو کا بیان فرمایا

اسکی بعد مقام ثالث کو ذکر کیا جس میں انحر وجود  
عقلی یا شبہی کو تجویز کیا

یہ ان لوگوں کے سمجھانے کو جو نبوت کے منکر ہیں اور  
انبیاء کی ان باتوں کو (جو عقل میں نہ آویں)  
مکذب چنانچہ صدر کلام جناب جو عین نقل کیا ہے

اس پر شاہد ذائق ہے  
پھر امام غزالی کے ان لہذا و آلام  
جسمانی کو مفصل بیان کیا۔ جو بہت و دروزخ

من الخوف والظهور ولا تهازل في التور  
 سلاسل ولا علال ونحوها  
 وقال في كتابه في فصل التفرقة بين الاسل  
 والبرذخ بعد ما بين للارتز الخسنة  
 الامتلاء ومنه قول العاطف الدالة عليه  
 من المجرى الذي الجحيم والحق والحق  
 ودكر قانون الماويل الملهي بصم  
 عن التكهيد وهذا هو الماويل الماويل  
 الماويل محمد علي في المضمون الماويل  
 نماذج من بعد الاحاطة بوضع مسكن  
 في المضمون الثاني العايد التسلية له  
 والواقع ما حصل من الماويل من الماويل  
 الماويل الماويل الماويل من الماويل  
 ولا ينبغي ان ساد انصالي تكهيد في كل  
 مقام مثل بطريرك فاكاه في الماويل  
 ماصول الدين وجماعة ولا يكفر كالتاويل  
 في كواكب ابراهيم التي ساهما انها هو  
 وعلى مودى عصاه وتحمل المسامري  
 وما يتبع من هذا المجلس ماصول  
 العقائد المحمدي في الماويل  
 من يعبر طاهر وعايد برهان

میں ہونے والی ہیں اور کتاب دست میں دارد  
 جیسے حور و قصور و زہریں اور ہیل اور زنجیر اور طوق  
 اور امام عزالی نے کتاب فی فصل للتفرقة بین  
 الاسلام والزندقة میں (بعد بیان مراد  
 نمہ وجود ستیاء و مذکورات الفاظ کے جس سے مراد  
 وجود ذاتی۔ اور حسی اور خیالی اور عقلی اور شہسی  
 ہے اور بعد ذکر قانون تاویل کے جس سے تاویل  
 کنندہ کو کہ بطرف مسوب ہو فیسح جانا ہے۔ اور  
 یہی بیان عزالی کا مولوسی مہدی علی صاحب  
 کے مضمون مبراشی شکا (حکومت اپنے نمبر ماسی میں  
 تسلیم کیا ہے) اصل (باندھو) باطن الفاظ فرمایا ہے  
 بعض لوگ بدوئل قطعی مضمون خیالات سے تاویل  
 کہ طرف دہرے تھے ہیں (یعنی یہ ہرگز نہ چاہئے)۔  
 اور یہ بھی نہ چاہئے کہ ہر ایک تاویل کنندہ کی تفسیر  
 پر مبادت کریں۔ بلکہ (یہ چاہئے کہ) اپنی تاویل  
 کے عمل کو دیکھیں۔ اگر وہ ایسے امر میں جو اصول  
 و مقاصد دین کے متعلق نہیں ہے جیسے ابراہیم  
 کے ستاروں میں یہ تاویل کہ وہ جواہر میں یا موسیٰ  
 کی جوتیوں اور لکڑی میں یا سامری کے پہرے  
 کی تاویل۔ تو اسکی مرتب کو کافر کہیں۔ اور  
 اگر وہ تاویل ایسے امر میں ہے جو اصول دین



فاطمہ کالدی یسکر حشر کہ جسادو۔  
یتکر العقوبات الحسبۃ (الاحقر)  
نطون وھام واستعدادات  
من عید برھان وکل ذلک یکھر  
من یمعی علم الحریات عن اللہ تعالیٰ

قائلین مائہ لکھاں صلاح الحلق  
فی ان یعتقد واحشر کہ محصاد نقصو  
فھم عن صرک المعاد اکل وکان صلاح  
فی ان یعتقد وان اللہ عالم بالجمہ  
علیم و رقیب علیہم لیس رث ذلک  
رغبت فی شہ جبار للرسول ان  
یفھم ذلک فلیس نکاد من  
اصلم عاب کا حال مایہ صلاح ان لکھن  
قالہ

وھذا القول مائل قطعاً لانه تصحیح  
التکلیف لطلب عذر فی ان  
لعدک مہجہ لعل مصیب اللہ  
من حدیہ المذلة قلت وقد صنف  
الغزالی الرسالہ

اور ہم عقائد ایسے ہے تو اس کے مرتب کی (جو بلا یا  
قطعی ظاہر نص کو بلا دے) تغیر واجب ہے۔ جیسے  
شکرین حشر اجساد و شکرین جسی عقوبات قیامت میں جو  
مجرد اوٹام و خیالات سے انکار کرتے ہیں۔ اور بلا  
دلیل اسکو بعید سمجھتے ہیں ایسا ہی انکی تغیر واجب ہے  
ز جو نہایت کے کافریات سے علم ملنے ہے۔ اور  
اس انکار و استبعاد پر اپنا کی طرف سے یہ عذر پیش  
کرتے ہیں کہ شکر کی رد و حالی کے سمجھنے کا لوگوں کو  
مادہ نہ تھا۔ اور عقائد و شکر جہانی میں انکار فائدہ  
اسی طرح انکار اس عقائد میں کہ دنیا میں جو ہم  
رہا ہے سب خدا جانتا ہے اور وہ ہر ایک کے حال پر  
مطلع ہے) انکی اصلاح و ہدایت تھی۔ اور سبب  
وجود خوف و رغبت اس کے رسول کو ان باتوں کا کہنا  
جائز ہو گا و واقع میں ان باتوں کا وجود نہیں۔ اور  
ہیں کہ میں باتوں کی بیان میں لوگوں کا فائدہ ہو سکے  
(اور معصمت آمیز ہے) انکا بیان کرنے والا  
جو نہ نہیں (غزالی کہتا ہے) یہ قول انکا یقیناً  
باطل ہے۔ اسمین انہوں نے پہلے ہیو کچھ جو نہ  
بہایا۔ پر انکے جھوٹ بولے ہر سبب بتلایا اس  
کہ نہ میں سے منصب نبوت کا برتر چھنا واجب ہے  
میں مقرر جسم کہتا ہوں کہ امام غزالی نے ایک

القدسیہ فی العقائد الدلیلیہ

وقسمها علی اربعہ اقسام کما روٰی فی الکفر

المرام منہ فی البقیات الخت فیہ

الخسر الجمالی عدل القار وصال

و کبر و المیزان الصراط و حلل الجہنم

وصف رسالہ الحرم سماھا الحصون

علی عبد اہلہ وانت جہا العادۃ الروح

الی الحد ندفع مقالہ من استعدھا

وانت جہا اللذات المحوسۃ للوجود

فی الحد و اطل قول من انکھا و

بہا الاسوی سماھا الاقصانی

الا اعتقاد و حلل لہ رتقہ انطا

بانت فی القطب المرام الخسر و الشر

والحد و لہ اعدا القار و قد

رأیت خلد السرائل کلھا یعین ہاذا

و دجلہا ما انقلت ہم سابلہ غین

وقد استقر عن العرب الی القول بالمحکم

عابدہ لا تہتاج حجت میرتہ کل احد من

الصغار و الکثائر اب عنی ذلک علی العوام

لا عذرہ لہم فانہم کما لا یلام

قال العلماہ القصار فی شرح المقاصد

رسالہ قدسیہ تصنیف کیا ہے جسکو چار کان پر تقسیم

کیا ہے جن سے ایک کن ان تو نسخے بیان سکے لیکن

کیا حکما بیان شروع سے سنا گیا ہے۔ اس میں شہود عذاب وغیرہ

اثبات کیا اور جسکو منکرین نے بعید سمجھ رکھا ہے۔

اور ایک رسالہ اور تصنیف کیا ہے جسکا نام مضمون

پر علی غیر اہلہ رکھا ہے۔ اس میں روح کا جسم کی طرف بہر

نہایت کیا ہے اور اسکو پسینہ دہنے والے کی بات کو رد کیا ہے۔

اور لذات محسوسہ بہشت کو نہایت کیا ہے اور قول منکرین

کو باطل ایک رسالہ آپ اور بنایا جسکا نام اقتصاد

فی الاعتقاد و تجویز فرمایا۔ اسکے چار قطب مقرر کئی

انہیں سے رابع میں خسر و خسر۔ و درج و بہشت وغیرہ

اور تجویزی ثابت کویں میں اپنی ان انکھوں سے

ان رسائل کو مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ یہاں نقل کیا ہے

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ سبھی رسائل الخیر و دین ہیں

جو خلاف بیان مذکور کو غزالی کی طرف منسوب کرتے

ہیں اور اپنی ہوائی نفسانی بین بخشی سوانقت کر دے

ہیں۔ اور اس خسر جمالی کا قائل ہونا اس غزالی

سے ایسا مشہور ہے کہ اسکو چوٹے برٹے علماء پہنچ کر

ہیں۔ اگرچہ عوام پر یہ مخفی ہے۔ اور انکا کچھ اعتبار

بھی نہیں ہے وہ تو جا نور دن کی طرح ہیں

علامہ تصانیف انی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں

فہرست کتابت حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب کتابت کتب خانہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

وما وقع السند من بعض العوام انه ينكر  
 حشر الجساد فاناء عليه كيف قد  
 صرح نبي مخلصهم من كتاب حياء  
 وغيره وذهب الى ان انكاره كهر  
 واما ما نشره من كذب كذب من قائل  
 طاهر لا يخرج الى زيادة بيان  
 قال الصدوق في حاشية شرح  
 ذكر النسيم العراني في بعض مسرحة  
 نقول ان اللذات المحسوسة للوعود  
 في الجنة من اكل شربة كراح <sup>بالحسد</sup>  
 بها لا يمكنها والذات كما تقدمت  
 ونحوها لا عقلية اما المحسوسة فلا يحصى  
 معناه وامكانه في لك العالم كما  
 في هذا العالم فانه بعد من الروح  
 الى الممدن - وقام الله على مكانه

واما الكلام في ان حشر هذه اللذات  
 كما لا يرعب فيها رغبة كما مله بعض  
 العقلاء كاللذات ولا مستند في العلم

حور بان روحهم دورا ہے کہ امام غزالی شریعہ کے  
 شکر ہیں۔ یہ انہیں بہتان ہے۔ وہ تو کئی جگہ ایسا  
 شریعہ اور تعزیر کہ چکے ہیں۔ اور اس سے انکار  
 کو کفر خیال کرتے ہیں۔ اس کو بہت تفصیل سے بیان  
 نہیں کیے تو اسکی وجہ خود گئے ہیں کہ وہ حشر  
 ایسا ظاہر ہے کہ بہت بیان کا عمل نہیں  
 صدر الدین شیرازی نے شرح ہدایہ حکمت  
 کے خاتمہ میں کہا جو کہ شیخ غزالی نے اپنی کتب  
 میں بایں لفظ ذکر کیا ہے کہ لذات محسوسہ جو بہت  
 میں ہونیکا حکم و حد دیا گیا ہے۔ جیسے کھانا پینا  
 جماع کرنا۔ انکھوان لینا واجب ہے۔ اسلئے کہ انکا ہونا  
 ممکن ہے۔ اور لذات روحانیہ پہلے ذکر ہوا تین  
 قسم ہیں۔ حسی۔ خیالی۔ عقلی حسی کے معنی ظاہر  
 ہیں (یعنی جو واقعہ میں ہوا اور اسلئے سے نظر آئے)  
 اور اسکا اس عالم میں ہو سکنا ایسا ہر فیاس  
 عالم میں ہے وہاں ان لذات کا وجود ہوگا تو ان  
 کے بدن یکطرف پھر آئینے بعد ہوگا اور اسکی  
 پر دلیل قائم ہو چکی ہے

رہا یہ اعتراض کہ ان لذات میں (جو قرآن  
 میں مذکور ہیں) بعض ایسی لذتیں ہیں جنکی طرف  
 عقلاء کی پوری رغبت نہیں ہے جیسے روده -

انکھوان لینا واجب ہے۔ اسلئے کہ انکا ہونا  
 ممکن ہے۔ اور لذات روحانیہ پہلے ذکر ہوا تین  
 قسم ہیں۔ حسی۔ خیالی۔ عقلی حسی کے معنی ظاہر  
 ہیں (یعنی جو واقعہ میں ہوا اور اسلئے سے نظر آئے)  
 اور اسکا اس عالم میں ہو سکنا ایسا ہر فیاس  
 عالم میں ہے وہاں ان لذات کا وجود ہوگا تو ان  
 کے بدن یکطرف پھر آئینے بعد ہوگا اور اسکی  
 پر دلیل قائم ہو چکی ہے

المصنوع واللسد المخصوص تار هدا  
 حوط به حمانه لعظم ذلك  
 اعلم وليست هه عاينه التوضيح و  
 اكل احمد في الحنه ما يتفق كقول  
 ولكم فيها ما استخف انفسكم  
 ولكم فيها ما اتقون

تعديد الحيات العقل على وحدها  
 الحسى بل ثوبك وواقعه وذلك  
 لاحكام المستبعدات واحكام  
 الممكدين للمسلمين: كالتقاء  
 وجهه

اس تفصيل او بل سے ثابت ہوا کہ امام غزالی حشر اجساد کے مسکرہ ہیں۔ اور نہ بہشت و دوزخ  
 کی خیم و آلام حسالی سے انکار ہی ہیں۔ اس زمانہ کے نیچری مسلمان اپنے باطل خیالات میں  
 امام غزالی کو ناحق اپنے ساتھ ملائے ہیں اور وہ مسلمانون کو یہ بات جملاتے ہیں کہ امام غزالی صیغہ  
 حقائق آگاہ ہمارے خیالات میں شریک ہیں تو یہ خیالات خلاف ملت اسلام کیونکر ہو سکتے ہیں۔  
 اور یہ بات کا کذب ہو جا جیسا بیان مذکور سے عیان ہے ستغنی از بیان ہے اور آفتاب نیر و کربط  
 یہ امر نمایان ہے کہ ایسے باطل خیالات میں بجز فلاسفہ وغیرہ کفار کے کوئی انکا مقتدی میر سامان  
 نہیں ہے۔ یہ ہنپے چند تمذیلات اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ ہیطرح اور ہزار اختلاف ہیں جنکی تفصیل  
 اس محل میں اجنبی ہے جسقدر ایمان یہاں ہوا یہ بھی حضرات احمدیہ کی خاطر ہے۔ اور  
 انکی جابجاست و فتنہ انکار کے خوف سے ورنہ یہ رسالہ ایسی ردی و باطل مذاہب کی نقل کر دینا

ریشین کپڑا۔ کیلا۔ سیری کا درخت (یعنی پھر انکا  
 ذکر کیوں ہوا تو جواب اسکا یہ ہے کہ) ان چیزوں  
 بیان سے وہ لوگ مخاطب ہیں جنکی مٹھا ہو نہیں ان  
 چیز و بھی ٹرٹی غلمت ہے۔ ادا کنی یوری حواہش  
 اور ہشت میں ہر ایک کے لئے وہی ہے جو چاہے  
 چنانچہ قتالے نے فرمایا ہے۔ تمہارے لئے ان  
 باغون میں وہی ہے جو تم چاہو اور طالب کرد

یہ صدر بر این امام غزالی سے لذات خیالی عقلی کا ایسا  
 بیان ہے جو وجود لذات حسی کل مخالف نہیں۔  
 بلکہ مؤید و موافق ہے۔ سو بھی ان کو گونگے سمجھائے  
 اور ساکت کر دیکو جو وجود لذات حسی کو دماغ بعید  
 ہیں اور میان انیاد کو اسباب میں نہیں مانتے۔

اس تفصیل او بل سے ثابت ہوا کہ امام غزالی حشر اجساد کے مسکرہ ہیں۔ اور نہ بہشت و دوزخ  
 کی خیم و آلام حسالی سے انکار ہی ہیں۔ اس زمانہ کے نیچری مسلمان اپنے باطل خیالات میں  
 امام غزالی کو ناحق اپنے ساتھ ملائے ہیں اور وہ مسلمانون کو یہ بات جملاتے ہیں کہ امام غزالی صیغہ  
 حقائق آگاہ ہمارے خیالات میں شریک ہیں تو یہ خیالات خلاف ملت اسلام کیونکر ہو سکتے ہیں۔  
 اور یہ بات کا کذب ہو جا جیسا بیان مذکور سے عیان ہے ستغنی از بیان ہے اور آفتاب نیر و کربط  
 یہ امر نمایان ہے کہ ایسے باطل خیالات میں بجز فلاسفہ وغیرہ کفار کے کوئی انکا مقتدی میر سامان  
 نہیں ہے۔ یہ ہنپے چند تمذیلات اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ ہیطرح اور ہزار اختلاف ہیں جنکی تفصیل  
 اس محل میں اجنبی ہے جسقدر ایمان یہاں ہوا یہ بھی حضرات احمدیہ کی خاطر ہے۔ اور  
 انکی جابجاست و فتنہ انکار کے خوف سے ورنہ یہ رسالہ ایسی ردی و باطل مذاہب کی نقل کر دینا

نہ تھا۔ تاہم اس نقل و تفصیل میں معذور  
سمجھیں۔ اور ان مذاہب باطلہ کے ابطال سے  
تقصیر بخیر کر بھی ہی وجہ خیال کریں کہ وہ  
تفصیل و بحث اس مقام میں جتنی ہے۔  
مطلب کی بات جو اس مقام سے علاوہ کہتی  
ہے فقط اس قدر ہے کہ حکماء و فلاسفہ جنگو  
آپ قانون کی تہ بطلان خیال کرتے ہیں نظام  
عالم و حقائق و صفات موجودات میں (جسکو  
آپ بخیر یا قانون قدرت سے تعبیر کرتے ہیں)  
استقرار اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ (اختلاف  
عامہ جملہ کے خیالات و مفادات میں متفق  
نہیں ہیں اگر قانون قدرت کوئی مشن و  
مقرر ہوتا اور اسکا وجود کہیں خارج از عقل  
بایا جاتا تو اس قانون کے ناظرین و مطلقین  
میں استدار اختلاف واقع نہوتا۔  
آئیں اختلاف سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ قانون  
قدرت کی آج تک کوئی کتاب تصنیف نہیں  
ہوئی۔ اور اسکی حالت موجودہ ایسی نہیں  
جسکے تحصیل و تفرق میں عقل کا دخل نہ ہو۔ اور  
اسکے تصرف و تدبیر کہ بازی کی دمان گنجائش  
اس بیان سے ہماری و دوسری بات

اور اسکا ذکر سورہ ۸۱ سے شروع ہے قدرت کو بھی  
اور پہلی بات (یعنی عقل کی خطا کاری و  
خدا کی) آپ خود مانی ہوئی ہے  
اب آپ ہی انصاف سے فرما دیں کہ ان دو  
باتوں کے ہوتے عقل انسانی اس قدر روغنی  
کہ ایک مصدقہ تھی ہے اور اسے با دمی کی تعلیم  
کی محنت کلی سطح ہو سکتی ہے کہ جس میں با دمی  
پر وہ صواب کرے وہ با دمی سمجھا جاوے اور  
جس پر اسکا صواب نہ ہو وہ دلیل قرار کیا  
کیا اس فیصلہ درمیان میں وہ اپنی قدرتی حلی  
خفا رہیں (جسکا نتیجہ عقل میں مثل ہونا آئیں  
ہیکے ہیں) کہیں نہ پڑھیے اور اس میں روغنی  
کی کارگزاری میں مشرب کل کی بات (جو  
صفحہ ۷۷) و (۸۰) میں گذری ہے)  
کہیں صادق نہ آوے گی؟  
شاید آپ بالیکے اصحاب احوال بن سوسے  
بات فرما دیں کہ ہنہ اس با دمی کا معتمد عقل  
کو نہیں شیر یا بلکہ قانون قدرت اور اسکی  
سوانحت و مطالبہ کو بہ معتمد قرار دیا ہے  
یا اس مطلب کو یوں ادا کریں کہ عقل کو معتمد  
بنایا بھی ہے تو اسکی ذاتی و قدرتی قوت پر

رجسٹرون خطا بھی داخل ہے، اسکا داغ دکھائی دے گا۔  
 کیا۔ بلکہ اسکے ساتھ اسکی عدالت واستقامت  
 کے لئے ایسا قانون دستور العمل جسکی رعایت  
 کرنی واجب رہے سے وہ خطا کرنے نہ پاوے۔  
 اور اسکی کسی کام گذری سٹرکچل کی ذمہ داری  
 صادقہ آوے (تخلیہ کر دیا ہے)۔

ولیکس کنجیہ سوچ دنا مل کو کام بین الاقوامی  
 ہمارے میان سابق بین غور فرمادین تو یہ باتیں  
 ہرگز کہیں جس حالت میں ہم ثابت کر چکے  
 ہیں کہ قانون قدرت بھر قرار داد عقل کوئی  
 غیر نہیں۔

اور اس کی کوئی بات بجز  
 لوح عقل کہیں بھی نہیں ہوئی۔ تو بہر  
 قانون قدرت کو متفق بنانا عین عقل کو متفق  
 بنانا ہوا۔ سو ہی محض اسکی ذاتی و قدرتی  
 قوت و لیاقت کے اعتماد پر بدون اس کے  
 کہ اسکے لئے کوئی دستور العمل مقرر کیا گیا ہو  
 یا اسکے ماتھے میں کوئی کتاب قانون دی  
 گئی ہو۔

ایسی حالت میں وہ (عقل) کیونکر خطا کر سکتی  
 اور اسکی کارروائی پر سٹرکچل کی کیا کیونکر

صادق نہ آئیگی اسن بحث پر مباحثہ عقل  
 انسانی کا اپنے مادی کی تعلیم پر دار و غم  
 ہونیکے لائق نہوتا ثابت ہوا (جس سے  
 اُس قیل غلطی جناب کا (جو صفحہ ۹۰ میں تہذیبی  
 گئی) ثبوت بہم پہنچا، ویسا ہی یہ بھی ثابت  
 ہو گیا کہ عقل انسانی بدون رہنمائی سچے  
 مادی کے (جسکو دوسری زبان میں  
 پنیر یا پنہی کہتے ہیں) مرضیات حائق کو  
 پہنچ نہیں سکتی اور مجرد مطالعہ قانون  
 قدرت سے اُن اخلاق پر جو مادی بتلا گئے  
 ہیں مطلع نہیں ہو سکتی۔ اس سے

دوسری غلطی جناب (جو پہلی غلطی  
 سے بڑھ کر ہے) ثابت ہوئی اور جو آپ  
 نے اسکے خلاف بین تقریر کی ہے جو غیر  
 سابق میں مضمرہ، منقول ہوئی۔ وہ سب  
 سب کا فور ہوئی۔ اس لئے کہ جس حالت میں  
 بحکم بیان سابق قانون قدرت کی کوئی کتاب  
 تعین نہیں ہوئی اور اسکی کوئی مات  
 بجز لوح عقل کہیں بھی ہوئی نظر نہیں آتی  
 تو عقل کا غم کرنا کس چیز میں متصور ہے  
 اور کس چیز کے مطالعہ سے اسکا اخلاق صحیح

مطلع ہونا ممکن ہے

کا شک آپ پہلے قانون قدرت کی اشترک

کر لیتے یا اس میں کوئی کتا تصنیف کر دیتے۔ یا

پہلے کے مولف نسخہ پر نشان دہی کرتے

پھر یہ دعویٰ (کہ وہ دن رہنمائی نادی کو

مجرد مطالعہ قانون قدرت سے اخلاق صحیحہ کو

اطلاع ممکن ہے اور بعض حکماء کو یہ حاصل

ذائقہ یا تسلیم میں آتے۔ کما قیل

ثبت العرش ثم نقش

اور جو آپ نے اس دعوے کی تائید میں ایک

دعوے کیا ہے اور جو نہر سابق میں بصفہ ۹

منقول ہے) کہ بعض حکماء کے متعدہ و ہول

بالکل موافق و مطابق ہول انبیاء کے پاس

جاتے ہیں یہ ہرگز ہرگز مسلم نہیں

اور نہ تسلیم کرینے لائق ہے۔ جب تک کہ آپ

بطور قیاس ایک دو ہول حکماء منہصل بیان

فرمیں۔ اور ان اصول پر یہ دلائل تعلیم

انبیاء کے حکماء کا مطلع ہونا پھر ان ہول کا

اصول انبیاء سے متوافق ہونا مدلل نہ ہو گیا

ہم راہ چہ خیال ہے کہ ایسی ایک بات

بھی اصول انبیاء کے موافق نہیں ہے اور

اگر کوئی بات موافق نظر آتی ہے۔ تو وہ انبیاء

بالکل اتباع سے سنی سائی ہے۔

جب ہم اہمات اصول انبیاء میں

زحیرہ توحید۔ نبوت۔ تعاد (حکماء کا اختلاف

دیکھتے ہیں تو موافقت کی امید کہاں رکھیں۔

اور اپنے اس خیال کو کیونکر غیر صحیح سمجھیں۔

ہم اس خیال کو حکماء و شرار باد و حکمت

روح و اقدہ میں جملہ وسفہات ہر کی نسبت

کیونکر تہنیت سمجھیں ججالت میں ہم صاف

دیکھتے ہیں کہ جسکو ایک دفعہ اس میکہ میں

گذر ہوتا ہے۔ اور ایک جبر عدا اس سراب کا

اس کے خلق میں پہنچتا ہے۔ تو وہ ہونٹ جو ہیں

چھوڑ دیتا ہے۔ اور اہمات ہول انبیاء کا

مخالف بناتا ہے۔ گو دل یار بان سے وہ

انبیاء کا مصدق ہے۔ اور ان کے تسلط

میں داخل کہلاوے۔

رئیس فلاسفہ متاخرین شیخ

ابو علی بن سینا کو دیکھ کر کہ آپ

مسلمان کہلاتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے۔ پھر ہول

دین محمدی (زحیرہ حشر جبار و با علم بالجزئیات)





مال ماں بینکر واعلمہ مطلق القول  
ارسطو آویولوں اما یعلم من الامور  
المتعبد علیہا کما بقوله  
ان سینا۔

وحقیقۃ ہذا القول انکار علمہا  
فان کل موجود فی الخارج فهو  
خارج عن الاغراض کل منہا معنی  
انک لا تسمی الا علیہا صفاتہا واعمالہا  
فولہو علم الا کلیات لم یعلم سینا  
لوجودات وکلیات انما توجد کلیات  
فی الاغراض الا علیہا

وانکارہ علی ہولاء قد نسطف موضع  
اخر فی بحث تعارض العقل والنقل  
وغیرہ

فان کھر ہولاء اعظم من کفر الیہود  
مال و مشرک العرب اذ جمیع ہولاء  
یقولون انہ الذی خلق السموات والارض  
والذی یصلی المخلوقات مستبہ وقد مر

اور تہ یہ کہتے ہیں کہ امدتہا نے آسمان کو قدرت  
وامادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور نہ یہ کہتے ہیں کہ امدتہا  
تعالیٰ کو جزئیات کا علم ہے

بلکہ کیا تو بالکل منکر ہیں۔ چنانچہ ارسطو کا قول  
ہے۔ اور کیا اسطرح قائل کہ امدتہا نے بدلنے  
والی چیز کو مکمل طور پر جاننا ہے نہ بوجہ جزئیات  
ابن سینا کا قول ہے

واما کناہ کہنا ہی در حقیقت علم الہی سے کل موجودات  
کی نسبت انکار کرنا ہے۔ اسلئے کہ جو چیز عالم میں موجود  
ہے ہر افلاک وغیرہ موجودات اور انکی صفات وفعال  
یہ سب جزئیات ہیں

پس جس نے ان جزئیات کو سمجھا اسنے کسی موجود  
کو سمجھا۔ اسلئے کہ کلیات کا تو بدون الزمان عالم میں  
وجود ہی نہیں ہے

ان لوگوں کے ساتھ ہماری گفتگو اور مقام بدین تبصیر  
موجود ہے۔ جہاں عقل و نقل کی باہم مخالفت  
ہونے کی بحث ہو

ان لوگوں کا کفر یہود و نصاریٰ سے بلکہ مشرکین عرب کے  
کفر سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ سب قائل ہیں کہ امدتہا نے  
آسمان و زمین کا خالق ہے۔ اور اپنے مخلوقات کو  
قدرت وامادہ سے بنایا۔

واریطو و یحییٰ من متفلسفة اليونان  
کا نواب بعد ان انکو الکیلا صنام  
الایعرب المملکة فکالا انبیاء

ولیس و کتب اریطو و کونین لک  
براماعا علی القوم لایطی الطبیعة اما  
الاکتمة کلایم و یا قلیل کثیر الخطا  
و البیحد و النصب علی حد السیم و التبدیل  
احکم لالهیات مدیم مکتیر و کتب  
هم کاس سید المرادی و یلقوا ابن

کلام اولئک و ابی ملحوت فی اصل  
فاحل و اسیماس بصر اصل الیغیر  
و کواحد و غیر قول لئک مدیم  
الیة متفلسفة اهل الملل

و فی المسند و النفاص ما فیہ علی  
فی غیر هذا الموضع

دھولاء لمراد ان امر الیصل کوئی و  
رحمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم  
قد ظہر فی العالم و وحد کالانبیاء قد  
لک المملکة و الحوادد ان یجمعوا

ذلک و یدیر الی سائر فہم لایوان الذین  
ہم من بعد الخون من مرقہ اللہ و ملکہ کتب

اور اریطو و غیرہ یونان کے فلسفی ستاروں اور  
بتوں کو پوجتے۔ اور نبوت انبیاء و وجود فرشتہ کتب  
مستند نہ تھے۔

اریطو کی کسی کتاب میں ان باتوں کا ذکر نہیں  
یہ لوگ غالباً امور طبی کو جاننے آہیات میں کم بولے  
ہیں سو بھی بکثرت خطا

ہو و دھار سے نسخ و تحریف کے بعد ان سے بڑھ کر  
آہیات میں عالم ہوئے ہیں۔ و لیکن فلاسفہ کے  
متاخرین نے (جیسے ابن سینا) جاننا کہ فلاسفہ اور  
انبیاء کی کلام کو باہم ملا دیں۔ پس کوئی مسلمانوں  
سے جہیہ و مغز کے اصول کو لیا اور کچھ اصول  
فلسفہ کو اور ان دونوں کو ملا کر ایک مذہب بنادیا  
جسکی طرف مسلمان فلسفی منسوب ہیں

اسیوں جو فساد و باہم اصول کا تاقض ہے وہ  
دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
(صلوات اللہ و سلامہ علیہم) کی شان عالم میں غما  
ہو چکی ہے۔ اور ان انبیاء کو دیکھا کہ یہ فرشتوں  
اور جنوں کو نوکر کرتے ہیں۔ تو جاننا کہ کلام انبیاء  
اور پہلے یونانیوں کو (جو خدا کے اور اسکے  
اور کتابوں اور برہمنوں کی معرفت۔ سے سارے

واللہ قد استوعقوا عشرہ یوم  
الجہرات والمعارقات واصل ذلك  
منہم من معارف النفس للبدن  
تلك معارف لمعارف المادة ومجرد  
لتجربتها عنها وانتبوا للاخلاق  
كل فلك حساوا اكثرهم حكمة  
وضمهم حقائق اجزاء هذه البحرة  
التي استوعبها ترجم عند التخصيص بالامور  
موجودة في الارض لا في الاعيان  
كما اثبت اصحاب ارسطو اعلاها  
محددة وكما اثبت ادلائق المثل  
البحر والارض والسموات محددة على  
الصورة مدة وخلع  
محددين

قد اعتد هذا قلم بادل  
انما يتحقق في الارض لا في الاعيان  
فلما ارادوا هؤلاء المتأخر منہم  
كان سيدان بنيت امر النبوة على الامور  
الناصرة في عمارة النبوة لها خصائص

جہان کی مثبت دور پڑے ہوئے ہیں) باہم ملائز  
تو انہوں نے زشتوخی جگہ عقول عشرہ کو ثابت  
کیا۔ جنکو مجربات و معارفات کہتے ہیں معارف نفس  
کو کہتے ہیں جو بدن سے جدا ہو (اسکے نزدیک)  
عقول بدن سے جدا ہیں۔ اسلئے معارف کہلاتے  
ہیں۔ اور ہر ایک آسمان کے لئے ایک ایک نفس  
ثابت کیا۔ جنکو اکثرہ عسفیون نے عرض (جو کسی  
محل میں پاپا جاوے اور اسکی صفت سے ہو)  
پیرایا ہے۔ اور عسفیون نے جوہر (جو کسی محل  
میں پاپا جاوے بلکہ بذات خود قائم ہو) اور  
یہ مجربات تحقیق کر لیے موجودات نہ منہم کہتے  
ہیں نہ موجودات خارجیہ۔ چنانچہ ارسطو کے اتباع  
نے اعداد مجرد ثابت کئے ہیں۔ اور افلاطون  
نے مثالی خبریں جنکو مشمل افلاطونیہ کہتے  
ہیں۔ اور انہوں نے خالی از صورت و ظاہر مجرد  
بھی ثابت کیا ہے

اور انہیں کے ماہرین نے اقرار کر لیا ہے کہ ایسے  
امور ذہن میں پائے جاتے ہیں۔ خارج بہ متحقق  
نہیں ہو سکتی۔ جب ابن سینا وغیرہ متأخرین  
فلاسفہ نے اپنے ان اصول پر اثبات نبوت کا  
ارادہ کیا تو یہ خیال جا کیا کہ نبوت کی بین منہم میں

بھاگوہی

ان کی لفظ علیہ السلام القویۃ اللہ

بال بھا العلم ملا تلم

جو کوئی ان صفات سے بے عیوب ہو وہ ہی ہے

(۱) اس میں ایسی قوت علمی ہو جسکے ہونی سے بن سکے

وہ حقائق استیلا کو جان جائے۔ اسکو وہ

قوت قدسیہ کہتے ہیں

مترجم کہتا ہے یہ وہ قوت ہو جسکو ہمارے زمانہ کے فلسفی مسلمان کائنات کہتے

ہیں۔ اور اسکو قانون قدرت کے مطالعہ میں مصروف کر نیسے بدون ہدایت انبیاء

کے امتلاق صحیح کے دریافت کر چکے ہوں کافی سمجھتے ہیں۔ اور ایسی قوت

والو کو بخوبی سمجھ قرار دیتے ہیں۔ تہو زمانہ گذریگا تو یہ حضرات بر ملا پیغمبری

کا دعویٰ کر چکے۔ اور عالم نسبین کی رسالت کو رلاملا دینگے۔ سچ ہو جو تو

یہ اپنا کام ابھی سے کر چکے ہیں۔ اور ابطل نبوت کی پٹری حاکم کیونکہ فلاسفر

نبوت کی خصوصیت انبیاء سے مشادے ہیں۔ اور اپنے لئے قولاً وفعلاً انکی تجویز

کر رہے ہیں۔ قولاً تجویز انکی انسی مضمون کائنات سے (جسکے متعلق بحث

ہو رہی ہے) ظاہر ہے اضمضمون کو گو اسنے معتقدین مثبت نبوت سمجھتے

ہو گئے۔ ولیکن میں اسکو بطل نبوت خیال کرنا ہوں۔ چنانچہ اسکی دلیل غریب

قلم بن لانا ہوں عملاً یہ کہ تعلیمات نبویہ کو پنچرہ بگا بگا کر میم کر رہے ہیں۔ اور

پنچر کی مدد سے نئے نئے اعتقادات و اعمال کی از خود شریع کرنے ہیں اور

یہ دونوں امر نیشہ پہلی شریعت کا نسخہ ورمیم کرنا اور دوسری شریعت کی تفسیر پنچر

ہی کے کام ہیں۔ اب انکی طرف سے فقط دعویٰ پنچری باقی ہے۔ وہ بھی

چند روز میں بشرط انکی امت کے بڑھ جانے۔ اور معارضین کے کم ہو جانیکے ظہور

میں آبا ننگہ میری اس پیشین گوئی کو (جو تقریبہ و قیافہ مشاہدہ حال ان حضرات

کے ہوئی ہے) ناظرین یاد رکھیں۔ اور آج کی تاریخ کو نوٹ بابک پنچر

محکم بما تشاهد من الظواهر والله يعلم بالقضائر والسرائر

اور بکھلے قوت تخیل سے  
فی نفسہ محبت میں ہی نفسہ صوا  
ولیسیم فی نفسہ صونا کما یراء الذائم  
ولیسیمہ کما یکرر لھا وحقہ فی الخارج  
وذرکوا ان تلك الصور هي ملائکة  
الله وتلك الاصوات هي کلام الله

(۲) اس میں ایسی قوت خیالی ہو جس کے سبب وہ اپنے  
عقلی معلومات کو ایسا خیال میں لاسکے کہ کچھ  
نئے سے دیکھ لے یا کان سے سن لے۔  
جیسے کوئی خواب میں دیکھتا سنا ہے۔ اور  
واقع میں اسکا وجود نہ ہوتا۔ ان لوگوں کو  
اعتماد میں منسلک بھی خیالی صورتیں ہیں جو  
انہیں دکھاتے ہیں۔ اور کلام الہی بھی خیالی  
آواز ہیں جن کو وہ سنتے۔

مترجم کہتا ہے۔ اگے چکر شیخ نے ذکر کیا کہ بقول فلاسفہ جبریل سے خیال  
کا نام ہے جو آنحضرت کے دل میں متکفل ہوتا۔ ہمارے اس زمانہ کے فلسفی (ماتریم)  
مسلمان بھی جبریل و میکائیل وغیرہ ملائکہ کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتے۔ اور اس کے  
نئے وجود خارجی بخیر نہیں کرتے مابین ۱۹۰۰ء میں ایک درست منہج  
ہوشیار پور میں میرے پاس دوسرے درست کی شکایت لائے اور یہ  
فرمانے لگے کہ فلاسفے صاحب یہ کہتے ہیں کہ جبریل آنحضرت مسلم کے پاس قرآن لیکر  
آتے۔ اور بر ملا پڑھ کر سنا جاتے دیکھیں یہ صاحب مجھ سے کہہ کر کیا خیال رکھتے  
ہیں اور حقیقت وہی کہ کیا ہے بیٹھے ہیں میں انہی یہ بات سن کر متعجب ہوا اور یہ سمجھا  
کہ قرآن میں جہاں کہیں جبریل و میکائیل کا ذکر ہے۔ اسکو یہ لوگ محض خیال سودائی  
محال سمجھ رہے ہیں اور جو احادیث میں وارد ہے کہ ملائکہ نور سے مخلوق ہیں۔

اور جبریل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر دیکھا۔ اور کئی بار جبریل  
آنحضرت کے پاس بصورت انسان متکفل ہو کر آئے۔ اور عامہ صحابہ کو دکھائی دی

یہ سب ان حضرات کے نزدیک مقسوسی و موضوع ہے۔ یا اسی خیال پر مبنی۔ اس لئے  
سے غم و محتالات ان حضرات کا میری دل میں نہجۂ ہوا اور مافی الضمیر خدیاں  
کا اظہار ضروری نظر آیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے وہ دوست اس مضمون کو  
اسٹان نظریے سے دیکھیں گے۔ اور پوری توجہ سے اپنے خیالات کے اصل و اصل  
کو معلوم کر جائیں گے کہ وہ سب خیالات فلاسفہ اور کچھ نہیں اور ان خیالات میں  
امام یا استاد و فلاح و ارسطو و بوعلی سینا وغیرہ اور کوئی نہیں۔

لوگ ان باتوں کا موجب و موجب و اثر و اثر پیل پیدا احمد خاں صاحب تہی۔ آتش  
آبی کو سمجھتے ہیں۔ اور اصول مذہب پجری کو ان کے مصنوعات و مخلوقات خیال  
کرتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ خیالات میں غلطی پر ہیں۔ یہ تو فلاسفہ یونان وغیرہ  
کے پرانے خیالات ہیں۔ یونان سے مترجم ہو کر عربی میں رہے تو عوام میں  
شائع ہوئے بلکہ خواص عربی خوان ان کو جانتے رہے۔ جب یہ ایکذت سے گری  
وغیرہ زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئے ہیں۔ تو جناب مہدی انکو عوام میں شائع  
کرنے لگے ہیں۔ پس جو لوگ فلسفہ قدیم سے سبخر ہیں۔ وہ انکو جناب مہدی کے  
مصنوعات سے سمجھتے ہیں۔ اور نئے خیالات جانتے۔ و کاکر ماکانیا کا

اور اس میں ایسی قوت موثرہ ہو چکے سبب  
سے وہ میسولی (دادہ) عالم میں باثر  
کر کے

وان یكون له فوہ فعالۃ یاثرہا  
فی هیولی العالم

انہوں نے انبیاء کی کرامات و معجزات  
اور جادوگر و سخی خدق عادات کو اسی

وجعلوا الکرامات و معجزات  
و عوارف السیخ من قوی النفس

۱۔ پھر لوگوں کو ایسا مادے اور الی کو ہوا۔ ایسا ہر اذیہ میں تبدیل و تعبیر کرے۔ حکما ہیولی و تعبیر کے لایک  
ایک ہر ۱۰ حاشیہ

فاقر وامرء لك بما يوافق اصولهم

دون قلب العصا حته و دون

الشفاق الفرمشود لك فاحكم بیکرد

و حرد هدا

قوت کی تہ تیغ سے پھیرا رکھا ہے۔ اس پر اسلی جو خوار تر

اس منہ سے ہون۔ انکو مان لیا ہے۔ اور چوہے

نہیں۔ جیسے لاشی کو سانپ بنا دیا۔ یا جانے کو دو

کر دینا۔ انکو نہیں مانا

مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ کے مسلمان لطفیوں نے بھی صد در خوار کی

(جنگورہ برائے نام ناتوہین) شیخ و اہل ہی قوت موثرہ کو پھیرا رکھا ہے جسکا نام پھون

نئے قوت مقنا طیبسی رکھا ہے۔ لیکن اسکی تاثیر کو اس حد تک نہیں مانا کہ وہ

حنائن عالم بن تاثیر کرے۔ اور آگ کو پانی یا پانی کو ہوا بنا دے۔ بلکہ اسکا اثر سفید

مانا ہے کہ وہ خیالات خلائی میں موثر ہو جاوے۔ جو امر صاحب قوت کے خیال میں

آوے۔ وہی دوسروں کے خیال میں وہ ڈال دے۔ اسنے نزدیک سحر ساحر

یا معجزہ نبی کی حققت اس سے بڑھ کر نہیں۔ سحر و زعربان و حضرت موسیٰ علیہ السلام

اور لاپیون کو سانپ بنا دینا واقعی نہ تھا۔ جو کچھ تھا وہ لوگوں کی نظروں اور خیالوں

میں تھا۔ مضمون ابطل سحر تہذیب الاخلاق اس بیان پر شاہد میرج ہے

اور جمل اشارہ انکار معجزات انبیاء اسنے مضمون کائنات میں بصغہ (۱۵) سطر (۸)

کالم (۲) نیز پایا جاتا ہے۔

یہ حضرات ابطل معجزات میں فلاسفہ یونان سے بھی بڑھ گئے۔ اور انکے خوار کی

میں انہوں نے منکرین کے بھی کان کاٹے و لیکن بعض عقلاء کے نزدیک

یہ انکار انکاجے ٹھکانہ ہے۔ اور اس مثل کا مصداق کہ پٹنی سے سیانہ

سو دیوانہ

✽ جیسے چٹکا بیولے میں اہم اتحاد ہے اور اس اتحاد کے سبب آپس میں القاب و تبدل مائر ہے حاشیہ

قد بسطنا الكلام على هؤلاء  
في مواضع وديار كلهم هم هذا  
مراد كلامهم ان هذا الذي جعلوا  
من حصاد الله سبحانه ما هو  
اعظم من احوال العامة ولا قل

انتاع الانبياء

اور ہم نے بہت جگہ متکرمین معجزات پر تفصیل اور ان کے  
ہم - اور بیان کر دیا ہے کہ یہ گنگو انجی بڑی فاس  
دیا مل ہے - اور یہ کہ جس امر کو وہ مناسط و مدار نبوت  
بھیڑتے ہیں اور فرائض پندرہ سے بتلاتے ہیں -  
اس سے بڑھ کر انبیاء کی عوام امت اور چھوٹے چھوٹے  
متبعین میں یا ہی جاتی ہیں -

یعنی فقط اہلین برین صفتوں یا قوتوں رکاشنس - قوت خیالی - قوت سوزہ یا تاثیر  
کے انسان میں پائے جانے سے اسکی نبوت ثابت نہیں ہوتی - یہ تو چھوٹے  
چھوٹے لوگوں میں پائی جاتی ہیں - پھر وہ نسی نہیں جاتیں - از انجملہ القار  
غیبی ہے - جسکو دوسرے زمان میں نفث فی الردع یا وحی یا انہام کہتے ہیں  
اور وہ کسی را اختیار ہی نہیں ہوتا ہے - اور اسکا ماخذ و مخزن کتاب عقل یا دلچا  
قدرت نہیں ہے - اور اسکا حصول صبح و رزمی و فکر و تدبر سے نہیں ہوتا  
اسکی تفصیل اور سپردیل ہم بحث اثبات نبوت میں ذکر کرینگے انشاء

اللہ تعالیٰ - مترجم

ماں الملہ مکة التي احسن بها لعل  
احياء ناطقوا اعظم مخلوقات الله  
وهم كذا دون ولا يعلم حود ذلك  
الا هو وليسوا عشرة وليسوا اثنا  
لا سيما وهو لا يعرف عموما الا الصا  
الاول هو العقل الاول في علمه

اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ فرشتے جنکے رسولوں  
خبر دی ہے زندہ ہیں اور بولنے والے - اور خدا  
کی جملہ مخلوقات میں سے بہت بڑے - اور  
وہ شمار میں بہت ہیں جنکو خدا ہی جانتا ہے -  
خالی دس ہی نہیں (بسیہ فلاسفہ کہتے ہیں)  
اور نہ وہ اعراض میں خصوصاً حسن حالت میں فلان  
کلیہ اعتقاد ہے کہ اشیاء عالم سے جسکا ضد و رمد

ہم کہلا سکتے بلکہ مناسط نبوت و فرائض خاص انبیاء ہی اور کسی اور میں نہ ہو سکتا

کلی ما سواہ



ہوا چو عقل اول ہے۔ اسکے سواے جو کچھ ہے

وہ عقل اول سے ماورہ ہوا ہے

وہ عقل اول اس کے نزدیک اللہ کے سوا کسی سبب خیر و  
کی برودرگاہ و خالق ہے۔ اہل طبع ہر ایک عقل

دوم سے ہم تک اپنے نیچے کے عقول و افلاک

کئی پروردگار و خالق۔ اور عقل ہسم (جس کو عقل

فناں کہتے ہیں فلک ثمر (آسمان دنیا) کے

تحت کل اشیاء کی خالق ہے۔ اور یہ ایسی

باتیں ہیں جتنے مساد و بطلان بے اختیار دین

اتنی بے معلوم ہو رہے ہیں۔ خدا کے سوا کسی

خواہ زربستہ ہو خواہ اور کوئی مخلوقات کا خالق

نہیں ہے۔

یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عقل جسکا ہم اثبات کرتے ہیں

وہی ہے جسکا اس حدیث میں ذکر ہے جو مروی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عقل کو پیدا کیا پھر اس کو

کہا تو آگے آ۔ وہ آگے ہوئے پھر کہا یہ پہلے

اُس نے بیٹھ بچہ مروی۔ پھر خدا نے کہا مجھے اپنی

عزت کی قسم ہے میں تجھے سے بڑھ کر معزز کوئی چیز

پیدا نہیں کیا۔ تیری ہی سیبے میں لوگوں کو موت

کر دکھا۔ تیرے ہی سببے بخشش تیری ہی سببے

جزا و گناہ تیرے ہی سببے سزا اور سبکو وہ فلسفی

مہود عند ہم رب کل ماسوی اللہ

وکل ان کل عقل رب کل

مادورہ

والعقل الفعال العاشر رب کل

ما تحت فلک الثمر۔ دھند اما بعلم

صاۃ تالا خطر اربع بنزل الرب

فلیس احد من الملائکہ مہد عا

کل ماسوی اللہ

وہو لاء برعموں ان العقل اول

هو العقل المذکور فی حدیث

بروی ان دل ما خلق اللہ العقل

فقال لا اقل ما اقل فقال ادیر فاد

فقال و عمر فی ما خلقت اکرم

علی مک مک اخلد و بای

اعطی و بای التوام علیک

العقاب

ویمودہ ایضا القلم لما روا انه قد  
روی ان اول ما خلق الله القلم

مہمان قلم پھیرتے ہیں۔ حسب وہ بعض احادیث میں  
یہ ذکر و کچھ پاسے کہ حکو خدا نے پہلے پیدا کیا ہے  
وہ قلم ہے

والحدیث اللہ فی کرمہ والعقل اکمل  
من صواع عدل والمعرفۃ الحدیث  
دلائل اوحائہ السیف والوہد اللہ فی  
الحو و عیادہم بالسحر حونی شیئ من دناؤں

اور یہ حدیث جیسکو انہوں نے ذکر کیا ہے چوتھی  
اور وضعی ہے چنانچہ ابو حاتم اور بیہقی اور ابو الحسن  
دارقطنی نے اور ابن جوزی نے ذکر کیا۔ اور کسی  
مستند کتاب حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہے

مترجم کہتا ہے کہ کوئی نہ کہے کہ یہ حدیث تو احیاء العلوم میں موجود ہے۔  
اور غزالی جیسے امام نے اس سے استناد کیا ہے بہر موضوع دے ٹھکانہ کیونکہ نہ کہہ سکتی  
ہے۔ اسلئے کہ احیاء حدیث کی کتاب نہیں ہے۔ اور نہ اسکا مولف امام غزالی  
حدیث کا امام ہے۔ اس کتاب میں تہری حدیثیں نہیں اور بے ٹھکانہ ہیں۔ جنکے حسب  
احیاء میں کے نزدیک میسب ہو رہی ہے چنانچہ ناظرین کچھ صحیح عرافتی بات  
محسوس نہیں ہے۔ اور امام غزالی کو عالم مکاشفہ و اسرار میں ماہر مگنے جاتے ہیں  
ولیکن علم حدیث میں متماہل ہیں۔ اور یہ کچھ انوکھی بات نہیں ہے بہتر ہے  
ایسے امام سلف میں ہوئے کہ ایک فن میں امام تھے۔ دوسرے سے محسوس خبر  
اسکی تائید ہم فیہم سفیر ہند مطبوعہ گتہ میں ملے طبقات ذہبی سے  
کر چکے۔ جو یا ہے اسکو ملاحظہ میں لائے علما وہ یہ کہ امام غزالی نے اس  
حدیث سے اس عقل کا اثبات نہیں کیا جسکے ثبوت کے فلسفی مدعی ہیں یعنی جوہر  
مفارق مادہ سے بلکہ اس سے انہوں نے اس عقل کو سمجھا اور مراد رکھا ہے  
جو انسان کی صفت ہے اور اس میں موجود ہے قطعاً لفظ اس سے اس حدیث  
کے منہ پہ نہیں جو فلسفی سمجھتے ہیں کہ خدا نے جسے پہلے عقل کو پیدا کیا بلکہ معنی

لے کے یہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو سب سے پہلے اس کو وہ بات سزا  
جو حدیث میں مذکور ہے اور لفظ اول مبتدا ہوئے کہ مرفوع نہیں ہے۔ بلکہ  
بتا بر ظرفیت منصوبہ اور لفظ قال کے متعلق اس بات کی تصریح و تشریح شیخ نے

خود کی ہے

اس تفصیل سے ہمارے خیال کا منہج و ماموع  
ہونا صاف ظاہر ہے اور یہ تفصیل ہماری  
سند منہج کی پوری معنوی ہے۔ یہ تفصیل  
سنکر بھی آپ اپنی ذمہ داری سے دست بردار  
نہوں اور ہمارے خیال کو بجا سمجھیں تو  
ہماری منع کو اٹھا دیں اور بدلیل بتین بروقت  
اصول حکما کی اصول بنیاد سے ثابت کر  
دکھا دیں۔ بہت نہیں تو کسی ایک حکم سے  
لفظ ایک ہی بات کا ثبوت دین۔ یعنی فقط  
اعتقاد توحید صفات یا توحید عبادت یا افتاد  
ضرورت نبوت عامہ یا اعتقاد حشر جہانی کے  
کسی حکیم کی تعلیم میں نشانہ ہی کریں اور اسکا  
صرف عقل فکر سے ان باتوں کا قائل ہونا اور  
سمجھنا بانا مدلل کر دکھا دیں

اتنا بھی نہیں کہے تو اپنے دل میں آپ ہی انصاف  
فرمادیں اور دعویٰ بلا دلیل سے رجسکو  
مہر چکا دیگی سمجھتے ہیں (دست بردار ہو جاؤ)

اور جو آپ نے بتلایا اس معنوی کی یہ تقریر  
کی ہے کہ ہمارا اصول نہایت جفا ہوا ہے  
کہ انسان صرف سبب عقل کے جو اس میں ہے  
مکلف ہوا ہے۔ پس جہاں پر وہ مکلف  
ہو گا ضرور ہے کہ وہ عقل انسانی سے خارج  
نہو ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم  
آتا ہے جو محال یا ممتنع ہے

اسکا ظاہر مغرب رجحان سیاق و سباق مقام  
مفہوم ہوتا ہے (یہ ہے کہ انسان عقل کے  
سبب مکلف ہے تو ضرور ہے کہ جس امر میں  
وہ مکلف ہوا ہے اسکی عقل میں خود بخود  
آجاوے۔ اور کوئی نہ کوئی افراد انسان  
سے اسکو بدون تعلیم نادمی کے عقل سے  
جان سکے۔ بنا و علیہ بعض حکما کا بدوان  
ہدایت و تیار اخلاق معیہ کو جان لینا جائز  
ہوا۔ اور جو نتیجہ ہماری کلام کا ہوا اسکا ماتا  
یہا۔

اور اس تقریر سے اس دعویٰ کا ثبوت  
ممکن نہیں مان قلت بذرو و سوز فکر خیاب  
(جس کو تیسری غلطی کہا جاسکتا ہے)  
ثابت ہو چکتی ہے

حس منی کو عقل کو آپ نے علت تکلیف  
سمجھا ہے اس معنی کہ وہ علت ہدین - اور  
جس معنی کہ وہ علت ہے اس معنی کہ اسکے علت  
ہوئیے کسی انسان کا بدون رہنمائی ملی دی  
کے اخلاق صیحہ کو جان لینا لازم نہیں  
آتا - اور نہ اسکی نفی سے وجود معلول بدو  
وجود علت لازم آتا ہے ۔

انسان کا عقل کے سبب مکلف ہونا - اور  
عقل کا علت یا سبب تکلیف ہونا تو مسلم ہے  
ولیکن اس کے یہ سبب نہیں (جو آپ سمجھے  
ہیں) کہ انسان کا خبریات احکام کو دین  
سے وہ مکلف ہے) جان لینا یا یاد رکھنا  
جزئیہ انبر مطلع ہونا علت تکلیف ہے اس معنی  
کہ عقل علت تکلیف ہو تو جیسے کہ جس فرد  
ان میں یہ علت یا مٹی جاوے اور جہاں  
اسکا معلول (یعنی انسان کا مکلف ہونا)  
متوقف ہو وہاں سمیٹی کا لحاظ و اعتبار ہو

اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر فرد بشر (جو  
مکلف ہو سکی لائق ہو) جملہ احکام کو زمین  
اسکا مکلف ہونا مسلم ہے جو ہر فرد مکلف ہو سکے  
پہلے جان لے - اور اس جاننے کے پہلے  
کسی فرد کا کسی زمین مکلف ہونا مقصور نہ ہو سکے  
کہ وجود علت کا وجود معلول سے مقدم ہونا  
ضروری ہے - یا یوں کہئے کہ وجود معلول  
قبل وجود علت محال منتہی ہے بنا علیہ خصوصاً  
نماز (مثلاً) رکوع و سجود و قیام و قنوت  
تہ ہی فرض ہوں - جب وہ مکلف  
ہوئیے پہلے ان سب کو عقل سے جان لے  
اور صحیح بھی اسی فرض ہو - جو قبل رضیت  
اسکے ارکان و اجزاء از خود پہچان لے۔  
و علی ہذا القیاس

اور اس بات کا اور کوئی مسلمان کب قائل ہوگا  
آپ خود ہی قائل نہیں اور ہر ایک انسان کا اپنی  
عقل سے حملہ احکام شرعیہ پر (جس کو آپ بخلاق  
صحیحہ سے تعبیر کرتے ہیں) مطلع ہونا تجویز  
نہیں کرتے - بلکہ یہ منصب خاص حکماء کے  
لئے تجویز فرماتے ہیں - اور ایسے کو گو کہ کما  
ہونا صدیوں در صدیوں میں تباہ و تاراج

بتلاتے ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ اس منی کا کوئی قائل نہیں  
اگر عقل کو انہیں منی کو علت سمجھا گیا ہو تو اس کا  
علت ہونا (باعتنی) غیر مسلم ہے۔

یہی امر نوا دل مل تنازع ہے۔ اور عین حق  
پہر اس کا دلیل ہونا کب تصور ہے؟ اور کب  
بلا دلیل مل لونا کب جائز ہے؟ ہمارے

خیال میں عقل کی علت ہونے کے یہ  
منی ہیں۔ کہ ان کا قائل ہونے دینے  
مجنون اور منیر سن ہونے کے سبب سے

مکلف پر اور اس کی صفت یا قوت عقل (روح  
سچ یا دیوانہ بین نہیں ہوتی) سبب علت  
تکلیف ہے

اس منی کو عقل کی علت ہونے سے کسی  
(مشتق تکلیف) کا قبل درود شرع عقل مز  
آجانا ضروری نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کے  
عدم سے وجود معلول بدون وجود علت  
لازم آتا ہے۔ یہ تب ہی لازم آتا۔ جبکہ  
کوئی بچے منیر سن کو مکلف ٹھہرانا۔ یا  
مجنون کو مامور و مخاطب باحکام قرار دینا  
و لا یقولہ احد۔

خلاصہ کلام لائق فہم عوام یہ کہ عقل  
کے سبب انسان کے مکلف۔ نیکی۔

منی نہیں۔ کہ قبل درود شرع وہ عقل سے  
احکام کو جان سکتا تھا۔ اس لئے مکلف ہوا

رجس سے ایک دعوے ثابت ہوا اور حکما کا  
بدون ہائیت انبیاء و احکام شرعیہ پر مطلع ہونا

جائز تھکے) بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ انسان  
عقل ہونے اور مجنون ہونے کے سبب مکلف

ہوا ہے اور اس سے ایک حکم کا بھی جان لینا  
قبل درود شرع لازم نہیں آتا اس کا لازم تو یہی

ہے کہ مادی کے بتانے سے وہ احکام کو جان  
جائز ہے۔ اور مجنون منیر سن تکلیف کا مستحق

اس بیان سے ثابت ہوا کہ وہ دلیل دعوے  
جناب کی مثبت نہیں۔ اور اس سے بخرقت

تدبر و تدبیر فکر جناب کچھ ثابت نہیں ہوتا۔  
اس دلیل کے ضمن میں کہنے دفع عقل

مقدور کیا ہے اور جو آپ کے بیان سے بطلان  
نبوت ظاہر ہوتا تھا اس کی پردہ پوشی کے

لئے فرمایا ہے "پس کسی شخص کا بذریعہ لکھنا  
اس کو یا انہیں سے بعض کو پالینا نہ منافی ہے

ہے نہ منافی رسالت اور ان باتوں سے

انبیاء کی نبوت کی زیادہ تر قنوت ہوتی ہے  
اس سجدہ و غل مقدور ہے نہیں ہو سکتا۔

اور اس عذر ہر گز نہ ہوتا ہے کہ وہ بطل  
نبوت آپکو دامن تقریر سے دور نہیں ہوتا۔

آپ کا بیان سن کر اگلے آخرہ بطل نبوت ہر  
پہر اسکی اصلاح اس روحانی معذرت سے

رجو عقل تسلی کہا جا سکتا ہے کہ کس طرح متصور  
ہے **وَلَنْ يَصْلِحَ الْعَطَا مَا اَفْسَدَ اللَّهُ**

یہ وہ بات ہے جسکا ادعا ہم اس خبر میں مضمون ۱۰۶  
کر چکے ہیں۔ اب اسکو بدلائل قلیہ سچا کر دکھاتے

ہیں۔ بس کجوشش و پوشش بنا چاہئے کہ  
اس عذر سے ہر بار سے دلائل تین ہیں بخیر و

یا مفہوم کلام جناب ابی سے استفادہ ہیں  
**دلیل اول** جو منطبق کلام جناب ہے

اور اسکی صحت و تسلیم میں کسی کو دم مارنے  
کی جگہ نہیں دیدیہ ہے کہ آئینہ انسان کا

بدون رہنمائی پیغمبر کے اپنی عقل سے احکام  
شرعیہ (یا اخلاق صحیحہ) پر مطلع ہونا ممکن نہیں آیا

اور اس منصب کو حکما کے لئے ثابت بھی  
ہو گیا کہ اگر ہمارے پیغمبر کا دعویٰ کیا تھا انکے حضرت اکرام کو اس کے اس لئے یقیناً اور

کر دیا اور ان حکما کو اس خبر میں پیغمبر ہونا مان  
لیا۔ اور اس بات کو اپنی کلام کا نتیجہ ہونا  
تسلیم کر لیا۔

اور یہ صاف و صریح اقرار ہے کہ نبی و نبوت  
انبیاء کی حکما کو ضرورت نہیں۔ اور وہ اخلاق

میسور کے دریافت کر نہیں تعلیم انبیاء کے  
محتاج ہیں۔

بقول جناب انبیاء فقط جاہلون و اعمقون کی  
تسلیم و ہدایت کے لئے آئے ہیں۔

اور محتاج بعثت و ہدایت انبیاء و پیغمبران  
پس یہ وہی بات ہوئی جو ابن صبیہ و

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہی تھی  
کہ میں اس بات کا اتوار ہی ہوں کہ تو نبی ہے

مگر تیری نبوت ایمون (جاہلون) کے  
لئے مخصوص ہے۔ ایسی ہی حضرت کو

علیہ السلام کو کسی حکیم نے سنائی تھی اور  
انکی نبوت کو مان کر جاہلون کے لئے

انکی تخصیص کی۔ اس میں گونے البطلہ  
اور خاص جاہلون کے لئے ضرورت نبوت کا

پس یہ بات کہ اگر ہمارے پیغمبر کا دعویٰ کیا تھا انکے حضرت اکرام کو اس کے اس لئے یقیناً اور  
ایک سوال میں کہ جس میں وہ اس کو دیکھی اس آیت میں آنحضرت نے اس نے فرمایا کیا تیری سورت کا تو ذریعہ ہوتا  
سنے وہ خواب دیا جناب صلی اللہ علیہ وسلم کا امیہاں۔ دیکھو ہم بخاری و مسند و دیگر کتب میں

افراد ہے۔ مگر اسکے علوم و فنون کا صاف  
و وسیع انکار۔۔۔

اگر کسی بدیشہ غلیان کرے کہ اگرچہ جناب  
خان جادو نے سکاد کو بننے پر توجہ قرار دیا ہے  
مگر یہ دو فرق انہیں لگا دئے ہیں

اول سکاد کا اپنا علم و موصول ہیں شہینہ  
دو دم انکا اپنی بار یک اصلاحات پر عامہ  
کو مطلع نہ کر سکتا۔ اور جام ہانت کے لائق  
نہ ہوتا۔۔۔

ان دو فرقوں کے سببے انخرق میں بھی ضرورت  
انبیاء کا ثبوت ممکن ہے۔ اور علوم نبوت مانی  
رہتا ہے تو اسکا اثر الہیہ ہے کہ فرق ثانی کا  
تواضع ہی مفاد ہے کہ سکاد آپ کے نزدیک  
عام خلافت کے مادی یا نبی ہونے کے  
لائق نہیں آتے انکا اپنی ذات کے لئے ہادی  
نہ ہوتا اور اپنے سلوک میں دوسرے مادی کا  
محتاج ہونا لازم نہیں آتا

دعا فرق اول اسو اگرچہ مستدر ضعیف  
کہ تاہر کہ رفع شہادہ موصول نہیں کے لئے سکاد  
بھی انبیاء کے محتاج ہیں لیکن منطوق اصول  
جناب جسکو آپ نے نہایت چاہا ہوا فرمایا ہے

اس انشاء و پیچا رہ کا بطل مذہب ہے۔ اسین  
آپ نے صاف فرمایا ہے کہ انسان عقل کے  
سببے مکلف ہوا تو ضرور ہے کہ حیات پر وہ  
مکلف ہو وہ فہم انسانی سے خارج نہ ہو جسکا  
مطلب یہ ہے کہ کسی نہ کسی کا فرد انسان سے  
بدون تسلیم انبیاء و حکام شرعیہ کو جان لینا  
ضروری ہے۔

اور جب منطوق اس اصول کے بعض حکما کا  
احکام شرعیہ (یا اخلاق مجسمہ) پر مطلع ہونا  
ضروری ہوا اور عقل ان کی کار جو علت  
تکلیف ہے۔ یہ لازم ذاتی غیر انویہ تجویز  
حدا ممکن قدم اطلاع دو شہادہ کا سبب  
یا مدار بالظہور ہے کیا معنی رکھتا ہے؟

کیا ایک شے کی ضرورت اسباب اور امکان  
میں مشافہہ نہیں۔ اور تفسیر ممکنہ عامہ سالیہ  
تفسیر ضروریہ مطلقہ سوجہ کی نفی نہیں؟  
اسباب کو وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جو علم منطق  
فی البدیہہ شہنائی رکھتے ہیں۔ عوام کو ہم  
یہ مطلب سمجھا سکتے ہیں کہ آپ نے بعد تجویز شہادہ  
یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بعد شہادہ عقل بعض حکما  
کا اخلاق مجسمہ پر مطلع ہونا ایسا و۔۔۔

ہے جسکا ہونا محال ہے پر کسی حکیم کے مصلح  
ہونے میں وجود اشتباہ خود اس شخص کو ہو  
جسکا مصلح ہونا جو چہ ضرورت تسلیم کیا گیا  
ہے۔ جواب کسی دوسرے حافل کو (جو اس  
امر کو ضروری سمجھتا ہے) کس طرح مقصود ہے  
اشتباه نہ ہو جبکہ کسی حافل کے نزدیک عدم  
اطلاع کا بلی احتمال میں نہ ہو۔ اسکے تو آیا  
حافل نہیں پر فائل اشتباہ کیونکر ہو سکتے  
ہیں۔

معلوم ہیں اس قول کے ساتھ اسے پہلے  
قول کو مستخرج کر دیا یا پہلا قول ہو کر کہہ دیا  
یا ایسے دو قولوں کا مطلب نہیں سمجھا۔  
بہر حال اس سچے ہوئے اصول جناب کے  
مقابلہ میں ہم اس اشارہ صیغہ کا اعتبار  
نہیں کرتے اور آپ کے اس مفقہ اشتباہ  
کو احتمال نسخ بالنیان یا عدم توجہی پر حل  
کرتے ہیں۔ اور آپ کے پر زور دعاوی نظر  
کے منطوق سے ہم یقیناً یہ نتیجہ نکالتے ہیں  
کہ آپ بعض حکماء ناظرین قانون قدرت کو  
رہنما سے امداد سے مستغنیہ ہاتھ دیتے ہیں۔  
اور ہدایت اشیاء کی ضرورت خاص جانوں

اور حقوق کے لئے سب سے بڑے ہیں۔  
اور یہ بات آپ کی ہمارے اور کافر مسلم  
کے نزدیک تسلیم نہوت کے مخالف ہے اور  
اسکی عموم و شمول کے مصل  
دلیل دوم ہو کلام جناب سے مفہوم ہے  
اور اسکو وہ لازم ہے کہ آپ نے منصب  
کی ابتداء کے لئے تجویز نوکی و کیوں نہ تھی  
و انکے حقوق کی تسلیم کی ایسی صورت نکالی  
ہے جس سے وہ تصدیق وجود میں نہ آئے  
اور اگر برائے نام تصدیق وجود میں آدے  
تو انکے حقوق کی تسلیم بھی ہونے لگا دے  
اور یہ امر اگرچہ صورتاً درست ہے لیکن  
معنی انکار۔

اسکی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو چھٹ  
کالاج تجویز کریں اور اسکی لیاقت کا مستحق کسی  
جیسا اسی کو جو نہ فرائض جمعی کو جائز ہے نہ  
قانون کو پہچانتا ہے بنامین یا کسی ایسے  
عیدہ کو جو وقائق قانون اور یا پلینٹ کے  
فیصلحات پر مطلع نہیں اس عہدہ پر مامور  
کریں اور ان مخصوص نکتہ یہ اختیار دیدین  
کہ اگر تمہاری سمجھ میں یہ سچ انش عہدہ کے



لائق ہوا اور اسکے احکام فیصلیات تہااری  
 سبب کے مطابق ہوں تو تم اسکو ج مانا اور  
 اسکی طاعت کرنا۔ نہی تو اسکی طاعت سے  
 ماتحت کہیں لینا اسصورت میں کیا وہ چیرنی  
 اس کے احکام و اصول سے پیچیدہ ہو گئے  
 سبب سے **زمکھ** **من جھل** **تیبنا** **اعلا** )  
 اسکا منکر ہو گا اور وہ پیڈر نے ابلد  
 قانون دانی کے سبب اسکی جی کا قائل بھی  
 ہوا تو پھر کیا اپنی منتہی کے ناز پر اسکے  
 فیصلیات کو اپنی کم علمی کے سبب خلاف  
 قانون سمجھ کر اسکے فیصلوں پر متعرض ہو کر اسکی  
 اطاعت سے باہر نہو گا ؟  
 اسطو پر اس جج کا عہدہ جی پر امد کرنا  
 کا عدم ہے اور اسکی جج کہنا جج سنیہ برابر  
 یہی کام جیسے اپنے تجویز نبوت انبیاء و  
 نبین کیا ہے۔ اور اسکی نبوت و طاعت کا  
 مرتبہ ان لوگوں کے ماتحت میں ویدیا ہے  
 کہ اولاً تو وہ اس جیروسی کی طرح نبی کی نبوت  
 ہی کے قائل نہیں اور اگر جائے نام ہوں  
 تو پھر اس پیڈر کی طرح اسکی اطاعت سے  
 خارج نہیں۔

ہن لوگون کو اپنے انبیاء کی معیتوں کا متحرک  
 بنایا۔ وہ در علم جناب مکلا و قسم اول عقلا  
 سے کیوں نہیں ) اہل سنت کے نزدیک  
 قیل و دود شرح کے اور اک احکام میں انبیاء  
 سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو چیراسی جیف کو  
 کے جیوں سے نسبت رکھتے ہیں۔ اور فرقہ  
 مسترلہ وغیرہ (جو عقل کو حاکم جانتے ہیں)  
 بھی انکو اس پیڈر سے بڑھ کر نسبت نہیں  
 دے سکتے۔ یہ لوگ گو حسن تیج عقل کے  
 قائل ہیں لیکن منجواسے **ملا** نہ ہر جا ہے  
 مرکب نوان ناختم کہ با نامہ پربا بداند  
 بعض احکام کے اور اک سے عقل کو عاجز جانتے  
 ہیں اور انکو محض تقلید انبیاء سے مان ہے  
 ہیں۔

پھر حید عام مسلمانوں میں ایک آپان  
 کے خلاف کے مدعی ہیں اور قسم اول کے  
 لوگون (حکامات) کو انبیاء سے وہ نسبت  
 ہیں جو جیف کو رشکے جج آپ میں نسبت رکھتے  
 ہیں۔ ولیکن آپ اپنے اس خلاف پر کوئی دلیل  
 قائم نہیں کی۔ مجرد عادی سے صنہ  
 قرطاس کو رونق بخشی ہے۔ لہذا ایک غلط

نبوت کا عدم ہے اور باتفاق اہل اسلام  
رہنسی۔ معتزلی۔ شیعہ۔ خارجی۔ کوئی  
محقق انہما کی نسبت جیسا ایس بیڈر سے  
بڑھ کر نہیں ہے۔ یہاں سے لوگ انہما کے  
مؤمن نہیں رہے۔ اور انکی عقل و تہذیب  
تعلیمات پنہر کی کوئی مقرر ہوئی۔ تو انہما  
کی نبوت اور انکے حقوق کی تسلیم و طاعت  
ہو چکی۔ نہ

مگر بہین کتب ست و این کا طفلان تمام چہرہ  
ان لوگوں کے معنی ہونے اور انکی عقل کے  
معیار امتحان ہونے کی صورت میں اولاً ان  
چہرہ کی طرح کوئی نبوت کا اقرار ہی نہ ہوگا۔  
اور اگر برائے نام ہوا تو ہمیشہ اس بیدار  
اطاعت سے خارج و باغی رہیگا۔

شق اول ایسے قزاقی نہ ہونا تو بہت عاقل  
ہندان بیان ثبوت کا محتاج نہیں۔ جو شخص  
کسی امر سے جاہل ہوگا وہ اسکو کتب انہما  
چہرہ ہی صحت فیصلہات صحیح کتب قائل ہوگا۔  
اور غرض ہندسہ سے مادہ تکمل ہر دسی یا ہمار  
کا ثبوت کتب تسلیم کر لیگا۔

اسی طرح منکر رسالت محمدیہ و قائل و اسرار

تعلیمات نبوت کو تازیانہ روزہ یا حج میں عقل  
یا پنہر سے کیا سمجھ گیا اور اس سمجھ کے  
ذریعہ سے نبوت کا کیا قزاقی ہوگا؟  
بلکہ اگر ہکو معنی قرار دیا جاوے اور اس  
عقل و فہم کو ان تعلیمات اور انکی تعلیم کی  
صداقت کا معیار بنایا جاوے تو وہ دوسرے  
انکار ہوگا۔ اور اپنے منصب حکومت کے  
بہرہ سے اسی سے ابطال نبوت کر لیگا۔

مازمین وہ یہ کہیگا کہ انکے افعال خصوصاً  
پنہر کے خلاف ہے اسلیئے کہ اس میں سر کو  
بچے اور عقیدہ کو ادیر کیا جاتا ہے۔ اور  
کا کہنا مانہ کی طرف آتا ہے اور بدن کا خون  
سر اور آنچوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس میں  
کئی اراض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

اور روزہ میں یہ کہیگا کہ دن بہر کے فاقہ سے  
خون خشک ہو جاتا ہے اور رطوبتیں سلب  
اور اعضاء کی غذا کا انقطاع۔ جس سے انسان  
کی جسمانی و عقلی کمالات میں نقصان کا  
احتمال ہے

باقی نمبر آئندہ

فیروز تخت لیر و مرترا

انشاء اللہ السنۃ النبویہ

جلد سوم

علی صاحبہ الصلوۃ والتیمۃ

نمبر پنجم

بابت جمادی الاولیٰ والثنیۃ ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۸۸ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ بحسب تمام جدید

۱۔	بیت قیمت	تفصیل خرید و بیع مندرجہ	رقم سالانہ
۲۔	۱۲۱۱	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	کم از کم ایک سو
۳۔	۱۲۱۱	گورنمنٹ انگریزی و مندرجہ داران گورنمنٹ و عائدہ انگریزی و اسلامی	کم از کم ایک سو
۴۔	۱۲۱۱	موسسات اعلیٰ و سست	۵
۵۔	۱۲۱۱	کم و سست لوگ شکی آمدنی و سربس باجوری سے زیادہ نہیں	۵
۶۔	۱۲۱۱	پرست جو دوسرے پرستوں کی آمدنی پر نہیں لگے مگر علی غفلت کہیں میں اور ہر سال	نواب کیوت

بقیہ شرح و شرط مراتب مطابق تفصیل سابقہ۔ خطہ کماث و اصل نہ رہا ہم ہر برس عنوان و نشان مندرجہ  
سے ہونا چاہئے۔ معذرت

نو حضرت نادہندگان جدید کے عدم توجہ  
کے سبب لکھی روپیہ معارف طبع کے لئے  
مبستر آج۔ سناوین اس عذر کو معروض  
قبول میں جگہ دین اور اس قسم کی توفیق  
سے جو غیر اختیاری سیون سے پیدا  
ہوتے ہیں۔ کشفہ خاطر نہوا کریں۔  
سہ و العذر عندک ارم الناس مقبول۔

جو معاویہ سال سال کی قیمت پیشگی  
عطا فرما چکے ہیں انکی خدمت میں رقم  
بڑے ادب سے معذرت رسالہ  
ہے کہ اس مدت توقف رسالہ میں عین  
دفتر میں بیمار ہوا۔ اور سہل و غیر معافی  
طولیہ میں مصروف رہے اسلئے اول تو معذرت  
رسالہ لکھا نہ گیا۔ پھر جب معذرت تیار رہا

ابو سعید محمد حسین پور پشاور لکھنؤ انتہہ مقام لاہور محل سید مہر۔

منطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

اطلاعیہ: تمام سنی کتب خانہ دارین کی نوید ہوئے ہیں کہ اس کتاب سے تمام حقیر شائقین علم و ادب کو فائدہ ہوگا۔

## التفرقة بين الاسلام والزندقة

یہ ہے جسے اسلام کہتے ہیں

اس معنوں میں امام حمزہ الاسلام ابو جاد مغیرانی نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا ہی نام ہے جو کہ  
اس معنوں کا عنوان ہے۔ اس رسالہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ منکر و مذنب رسول مقبول صلعم کا کافر و  
مکذبی النبی ہے۔ مگر چونکہ اس انکار کا کسی تاویل کی آڑ میں مرتکب ہو وہ کافر نہیں ہو بشرطیکہ وہ جمل  
جسینہ تاویل کا مرتکب ہو تاویل کی گنجائش رکھتا ہو۔ اور اسکی تاویل میں قطعاً ضرورت  
دین سے انکار نہ پایا جاتا ہو۔

و اگر اسکا انکار نفی رسول مقبول ازراہ سید احمد خان صاحب بہادر کی مذہب رسول  
اور جن تاویلوں کے آڑ میں وہ انکار و تکذیب کو مرتکب ہیں اور تاویلوں کی نفی میں بھی  
نہیں ہو اور انہیں قطعاً ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہو و نہایت علیدہ رسالہ آپ پر فرمایا  
تکفیر لگاتا ہے اچھے تہذیب الاخلاق ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۲ ہجری و محرم و صفر ۱۳۸۳ میں اس رسالہ  
پر ایک ریویو لکھا ہے جس میں اس رسالہ کے اکثر مطالب کو رد کیا ہے۔ اور از اسکا ایک ادہ بات کو بوجہ  
تفصیل و شرائط مفید مدعا بنا کر لے لیا ہے۔

میں اس ریویو پر ریویو لکھنا جانتا ہوں جس سے میرا مقصد وہ ہے کہ جن باتوں کو آپ  
مفسر مطلب سمجھ کر رد کر دیا ہے انکی صحت ثابت کروں۔ اور جس بات کو آپ نے مدعا کے موافق بنا لیا ہے  
اسکا مخالف مدعا جناب جو ثابت کر دیا ہوں۔ اور اس رسالہ منبر کو آپ کے تقریرات و خطرات  
سے پاک کروں اور اسے مصف علام امام حمزہ الاسلام کی نصرت و حمایت عمل میں لاؤں +

یہ بحث علم مباحث متعلقہ جناب سے اہم و مقدم ہے کیونکہ آپ کی جگہ اور دائیوں کا دارائی و ملی  
انکار ہے اسی نظر سے مباحث سابقہ کو ناقص چھوڑ کر اسکی طرف توجہ و رجوع کی گئی ہے۔ ناظرین بھی اس کے  
پڑھنی اور سمجھنی میں پوری توجہ مبذول فرمائیں۔ و تا اختتام اس بحث کی تمام مباحث سابقہ و حالیہ

اس پہلے اتوال ام غزالی کو جو محل بحث میں نقل کیا جا چکا ہے ہر نقیبات و تصرفات جناب مغنیہ کو قلم میں لایا جا چکا ہے۔ ہر ایک جواب پیش کیا ہوگا ہے و ما فیہ فی الا یا المدسہ احمل و انحل و انحل و افصح ہو کہ اس رسالہ کے دیباچہ میں یہ بیان ہے کہ یہ رسالہ امام صاحب نے ان حاسد و کج جوہر

میں دجوال کی کتب ہر اور معاملات دین پر مبنی ہوئی اور یہ خیال کی تھی کہ ہمیں مذہب تقدس میں اشاعرہ کا خلاف ہے۔ اور اشاعرہ کا خلاف بالنت یہ کیوں نہ ہو کہ یہ تالیف کیا ہے۔ اور ہمیں اپنے بعض احباب کو یہ ارشاد کیا ہے کہ ان حاسد کے اعتراضات سے دل میں نیکی نہ لائیں اور ان کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

قال الغزالی بعد الحمد والصلوة - المبدأ فی  
رایتک ایہا الخ المشرق والہدیۃ النقیب  
سوغر اللہ قسم الفکر لما فیہ سمعک من طعن طائفۃ  
من الخبۃ علی بعض کتب المفسر فی ہر معاملات  
الدین و زعمہ ان فیہا ما یخالف مذہب الامام المتجددین  
و المبتدع المتکلمین ان العدل من مذہب اشاعرہ  
و لو فیہ شہر کفر فقولنا المشرق لکسر

اس قول میں انراہل صاحب نے اشارہ کیا ہے کہ اشارۃً لہذا فیات کو یہی خلافیت امام غزالی میں داخل کیا ہے اور اس نے احباب کو اسی پہ پرواہی ہو کہم دیا ہے۔ چنانچہ پرچہ محرم ص ۱۲ میں فرمایا ہے ہر ایک شخص کے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ ایسے شخص کی ذات شریف کو مراد رکھتے ہیں، غرض کہ وہ فرد ہے کہ وہ معاندین کی باتوں پر صبر کریں اور یقین کریں۔ کہ الحق بیلو و لا یملی اور اس وقت کے اس کے منظر ہیں۔

راقم کتبا ہے یہ تو آئینہ بجا فرمایا مگر یہ نہ سوچ لیا کہ ہمارے خلافیات کو امام غزالی کے خلافیات سے کیا نسبت ہے۔ غزالی نے خلاف کیا ہے تو صرف اشعری یا باقرانی کو خلاف کیا ہے جو واقعی لائق پرواہ نہیں ہیں تو خدا و رسول کا خلاف کیا ہے۔ اور توحید و انجیل و زبور و فرقان سب کو طاق میں رکھ دیا ہے۔ ہم اس خلاف پر کوئی کر کے ڈر دے پرواہ ہو سکتے ہیں؟ اور کسی طرح

ایام نثرالی کے قرین بن سکتے ہیں ۹

اس کے بعد ایام صاحب نے ہی دوست ہے مخاطب ہو کر فرمایا ہے اگر تو اپنے اور اپنے منہ لگا کر  
کے دل سے یہ کائنات دریغ کام نکالنا چاہے تو اپنے آپ سے اور اپنے مخاطب فاسد و طاعن سے کفر  
کی حقیقت دریافت کر۔ اگر وہ کہے کہ کفر وہی ہی  
جو مذہب اشعری یا مذہب معتزلی یا جنہی کے مخالف ہے  
تو تو جان لے کہ وہ کون ہے جو کہ میں پڑھوں  
اور ناہیبہم تقلید میں مبتلا ہوا۔ لیکن مسکلی اصلاح  
و خطاب میں ہے اوقات کو مناسب کر کے سب  
کہنے کو کہ یہی دعویٰ ہے مخالف کی طرف سے پیش کرنا  
کا فی نہ کہ نہ کہ وہ اپنے میں اور یہی مخالف  
مقابلہ میں کوئی فرق نہیں نکال سکتا بتا دے  
وہ سب مذہب اشعری کے خلاف مائل ہیں  
اور یہ خیال رکھنا ہو کہ اشعری کا خلاف ان  
خاص باتوں میں جو اس سے مراد ہوئی ہیں کہ کفر  
کفر ہے۔ لیکن اس سے پوچھ کہ اسکو یہ کہاں سے ثابت ہوگا  
ہر کہ حق اشعری برا بھلا ہے جسکے سبب وہ باقلائی  
کو کافر کہتا ہے کیونکہ وہ اشعری کا مسلک صدقہ بقا  
میں مخالف ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ منہ بقا خدا تعالیٰ  
کی ذات سے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اشعری کا  
اس مخالف کو سبب قلائی کیوں لائق تکفیر ہوا اور  
اشعری بتائیں باقلائی سے مخالف ہونے کو سبب کیوں

فان اردو ان شتر مذہب الحکیم من صدرک  
و صدر من فی مثل مالک فمطلب نفسک  
و مخالفک و طالبہ بعد الکفر فان زعم ان  
حد الکفر ہو ما یخالف مذہب الاشعری او  
مذہب المعتزلی او الحنبلی او غیرہم فاعلم انہ  
غیر ہلکۃ قد قیدہ التقلید فہو اسے من  
العمیان فلا تصح باصلاح الزمان و ما یک  
حجۃ با فحاشہ مقابلہ دعویٰ بدعویٰ خصوصہ  
افولما یکید من نفسہ و ہنس سائر المقلدین  
المتأثرین لفرقا و فضلا و لعل صاحبک  
یسئل من ہین سائر المذہب الی الاشعری  
و زعم ان مخالفۃ فی کل ما ورد و صدر من  
الکفر الخلی فاسئل من این ثبت کون الحق  
و قضا علیہ حتی یخالف باقلائی فی ان مخالفۃ فی حقہ بقا  
لہ تعالیٰ و زعم انہ لیس و صفرا ید علی الذات  
و لم صار الباقلائی اذلی بالکفر بخلاف الاشعری  
من الاشعری بخلاف الباقلائی و لم صار الحق  
و قضا علی احد ہما و ذن النانی اذ لک

سبق الزمان فقد سبق الاشعری غیر  
 من المعتزل فلیکن الحق للسابق علیہ ام  
 لا بل التفاوت فی الفضل والعلم فبای میزان  
 وکیال قدر درجات الفضل حتی لا یلح لکان  
 لا افضل فی الوجود من قبوعه ومقلده فان  
 رخص للباقلانی فی المناقظ فلم یحج علی غیره  
 واما الفرق بین الباقلانی والکرا بیسی  
 والقلانی وبادیر کا تخصیص ہذا رخصت

کافر نہوا۔ ان میں ایک شخص حق کو کیوں موقوف  
 سمجھا گیا ہے اگر یہ سبقت زمانہ اشعری کی ہے  
 ہے تو اشعری سے پہلے معتزلہ گذر چکے ہیں  
 پس حاجی کہ یہ بخیر عاقبت معتزلہ کر لئے ہو اور  
 اگر یہ علم و فضیلت میں تفاوت کو سبب ہر تودہ  
 میزان بیان کرنی چاہے جس سے معلوم ہوا ہے  
 کہ بکے متبوع و امام سے کوئی افضل نہیں ہے  
 یہ سنکر اگر وہ باقلانی کو مخالف اشعری کی رخصت  
 دے تو پھر اور دن کو اس مخالفت سے کیوں منع کرے۔ باقلانی و کرا بیسی و قلانی میں کیا فرق ہے  
 اور اس رخصت خلاف کی اشعری سے خاص ہونے کی کیا وجہ ہے۔

**اس قول میں** انرا یہ لکھا ہوا ہے کہ جو امام غزالی نے اسلامی مذاہب بھی  
 مختلف کئے حق میں فرمایا ہے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر سے باہمی خلاف کے سبب منع کیا  
 ہے اور اپنے مذہب کو دوسرے مذاہب اسلامی پر ترجیح دینی اور بالخصوص حق پر جانتے سے  
 روکتا ہے اس میں انرا یہل مرجع نے فرقہ ہائے مخالفہ مذہب اسلام ہونے کی ہند و محوس کو یہی  
 مثال کر لیا ہے اور اہل اسلام کو ان فرقوں کی تکفیر سے بھی منع کر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے یہ تقریر  
 امام صاحب کی نہایت عمدہ اور سلیکھ کے قابل ہے مگر انہوں نے اسکو نہایت محدود خیال کیا ہے  
 یہہ تو ایک بڑا منہمک ہے۔ صرف اشعری باقلانی اور معتزلے ہی پر محدود نہیں ہے بلکہ ادیان  
 مختلفہ سے بھی متعلق ہے۔ یہودی عیسائی اور مسلمان و مجوس ویر بھی سب کی نسبت یہی بحث ہے  
 ایک مسلمان کیوں صرف اپنے مذہب کو حق اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذاہب کو باطل اور انحراف  
 پیروں کو کافر کہتا ہے اسکا سبب بخیر کے اور کیا نہیں کہ وہ اپنے متبوع پر اور اسکی کلام پر پورا  
 اعتقاد رکھتا ہے۔ مگر یہودی عیسائی مجوسی و براہمی بھی اسطرح اپنے مذہب پر اعتقاد رکھتا ہے

انبیاء و کتب و احکام کی تجویز تکفیر پائی جاتی تو یہ دعویٰ آپ کو زیب دیتا ہے۔ کفر و اسلام کو یکساں و یک جہے کر کے تو یہ دعویٰ کسی صورت سے مناسب نہیں ہے اور یہ اختلاف و خلاف بانی رفاہ و مہذبین کے شان کے لائق نہیں ہے۔

نصیحہ عرض کرتا ہوں کہ جب آپ کو کوئی ایسی بات فرمائی گئی تو جس سے پہلے ایک دفعہ تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف سامیہ کر دیکھ لیا کریں بلا ملاحظت کلام سابق کوئی بات زبان یا قلم سے نہ نکالا کریں۔ اسکے بعد امام مذہب سے فرمایا ہے شاید تیری بہ خواہش ہو کہ تو کفر کی تعریف پہنچاؤں تعریفات

مشتافہ کے سوا جو کچھ مفسدین سے بچنے پر قربان جانے کہ اسکی شرح طویل ہے اور اسکی جاننے کے موقع پوشیدہ ہیں لیکن میرے ایک صحیح طاعت کفر جو افراد غیر کفر کو مانع اور افراد کفر کو جامع ہو رہا تاہوں کہ اسکی پیش چشم کرے اور اسکے سبب اہل اسلام کو (گو وہ مختلف مذہب رکھتے ہوں) کا کفر نہ ہو انکی نسبت زبان حداری کرنے سے رکھا ہے جب

کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سمجھے واپس کہتے رہیں۔ اور کوئی قول یا فعل اسکے بڑا یا نکم نہیں کریں۔ پس میں کہتا ہوں کہ کفر کی تعریف یہ ہے کہ رسول کی کسی بات میں جو وہ لکیر آئے تکذیب کریں۔ اور ایمان یہ ہے کہ رسول کی سبھی باتوں کو مان لیں۔ بناؤ علیہ یہودی و نصرانی دونوں فریق کفر

فصل ثلث ہئی ان تعرف حد الکفر بعد ان  
تتقن عندک حدود احواف المتعبدین عالم  
ان شرح ذلک طویل و مدار کہ نامفہم  
ولکنی اعطیک علامۃ مطرۃ منعکسۃ تختہ  
مطہع فطرک و ترعوی بسببیا عن تکفیر اقر  
و تطویل المسان فی اہل الاسلام و ان مختلف  
طرفہم اذ امو یقولون لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
عقادین غیر متناقضین لہا فاقول الکفر  
ہو تکذیب الرسول صلعم فی شئی مما جاورہ  
والایمان تقدیفہ فی شئی مما جاورہ فالیس  
والنصرانی کا فران تکذیب بیہا الرسول الہی  
کا فربطریق الاولی لانہ انکمرح رسولنا سار  
الریسل والدیہری کا فربطریق الاولی لانہ  
انکر الرسل مع المرسل ونبی لان الکفر حکم شرعی  
کا لرق و احر یہ مثلاً اذ معناه اباحۃ الدم



والتحكم بالخلع وفي النارة وندك مشرعي قيدرك  
 المتبني أو لقياس وقد وردت الشواهد اليه  
 والنصارى والتحق بهم بطريق الأولى البراهمة  
 والتشوية والزناقة والديهرية وكلهم مشتركون  
 في انهم كاذبون للرسول فكل كافر هو كاذب  
 وكل كاذب فهو كافر فيه وهي العلامة المحرقة  
 المنعكسة

میں کیونکہ وہ ہمارے رسول کو نہیں مانتے۔ اور  
 برہمبی اسے بڑا بکر کا قرین کیونکہ وہ کسی رسول  
 کو نہیں مانتے۔ اور وہ ہر ایسے ہی بڑا بکر کا قرین  
 کیونکہ وہ انکار رسولوں کے ساتھ وجود خدا  
 سے نبی انکار رکھتے ہیں ان رب کو جتنے اسلئے  
 کا ذکر کہا ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے جبکہ مطلب  
 حکم مخلوق فی الذل یعنی ہمیشہ کے لئے ایک میں نہیں

ہے اور وہ شرع ہی سے معلوم ہو سکتا ہے نفس سے یا قیاس سے۔ (یہاں قیاس سے مراد امام غزالی کی قیاس بالاولیٰ ہے جبکہ دلائل النفس کہا جائے اور کجیت پیچیدگی میں جنکریں قیاس علیہ کو بھی حکام نہیں ہے) سو یہود و نصاریٰ کے کافر ہونے میں تو نفس و ارادہ میں اور براہید و تنبیہ و زیادہ قہود ہر یہ حکم قیاس بالاولیٰ لائق ساتھ ملحق ہیں اور یہ کذب رسول قبول میں شریک ہیں جس کو کافر ہے وہ رسول کا کذب ہی اور جو کذب رسول ہی سو کافر ہی یہی ایک غلامت ہے جو تعریف کفر نہیں مانع اور جامع ہے۔

یہ قول امام غزالی کا دوم اس مذہب جناب مخاطب تھا اور بنظر اہل تہذیب رسول کے خوب  
دور و زہر تحریر و تقریر میں آپ سے سرزد ہو رہی ہے صاف طور پر آپ کے تکفیر کر رہا تھا اپنے کو  
صاف رد کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اس مقام پر امام صاحب نے بات کو غلط مطلق کر دیا ہے نہ ٹھیک ہے  
کہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور منکر یا کذب رسول کا کافر ہے۔ مگر شرعی کافر۔ پس ایک سو حد جو پورا ابورائشیک  
طور پر کامل و جہت ہے مگر وہ نفس و ملت ہی کا منکر ہے اور اس لئے کسی رسول کو نہیں مانتا اس کے کفر ہی کو شرعی  
ہے مگر سب غلو و فی الزار کا حکم دیتا جیسا کہ اس مقام پر امام صاحب نے بیان کیا ہے صمیم نہیں۔ محمد

۱۰ یہ بات اگرچہ سچی ہو جائے تو اس سے غیر ملکہ میں آج بخت لی ہوئی ہے۔ یہ بڑی قیمتی تہذیب و ثقافت  
میں قوت پانے کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جو کسی نئی کو لانے وہ کافر نہیں ہے۔

کے کفر کوئی نفس وار نہیں ہے۔ بلکہ بنیاد کے نفس والی ہے قیاس جو نفس پر مبنی ہو بلکہ مطلق قیاس ہی موجود نہیں ہے۔ انبیاء صرف خدا کی وحدانیت پر یقین دلائیکو اور اس کی عبادت کی ہدایت کرنے کو مبعوث ہوئے ہیں اور موجود اس پر کامل یقین رکھتا ہے پھر اسکے کفر مطلق پر قیاس ہی موجود نہیں ہے۔ کفر شرعی اور کفر مطلق دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں جن میں عموم و خصوص منہا کی نسبت ہے۔ اور غلو فی اللہ صرف کفر مطلق کا نتیجہ ہے۔ اور وہ کفر صرف شرک حقیقی سے خواہ ذات میں ہو خواہ صفات میں خواہ ذات میں متحقق ہوتا ہے کسی دوسری چیز سے لائے بغیر مادون ذلک۔

راقم کہتا ہے۔ اس کام مخالف والا مقام میں جو تناقض و تباہی ہے وہ انشاء اللہ نمبر جلد ۲ میں تبلیغ ۱۴ بیان ہو چکا ہے یہاں صرف اس بات اثبات مطلوب ہے کہ رسول کا کذب غلو فی اللہ ہے۔ سو بہت سے آیات و احادیث میں پایا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ منکر و مکذب نبی کا کفر ہونا تو اس میں اب بھی مان بکڑ ہیں گو یہ جو ذلیل و سستہ سے انکار ہے۔ اور جو کوئی اب بھی اسکو مانے وہ اسکا نبوت انشاء اللہ نمبر جلد ۲ میں دیکھ لے جس قدر آیات و احادیث کے لئے غلو فی اللہ کے مثبت ہیں وہ سب کے سب منکرین و مکذبین رسول کے لئے لازم

+ لفظ غلو لفظ خدا کی تہذیب اور بہ عظمت ہے کہ ہی خدا ہی کی وحدیت پر یقین دلانے کو آئے ہیں نہ کسی اور کی وحدانیت پر تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سوائے یقین دلانے وحدانیت خدا کے دوسرے مطلب کو نہیں آئے تاکہ اسکا انکار کفر ہو اور اگر یہ قید فقط یقین دلانے اور ہدایت کرنے کی ہے اور یہ مطلب ہے کہ انبیاء صرف خدا کا یقین دلانے اور توحید کی ہدایت کرنے کو آئے ہیں سو اس میں یقین وحدانیت و توحید کے دوسری بات بتانے کو نہیں آئے تو یہ دعویٰ محض غلو ہے۔ انبیاء جیسے خدا کی وحدانیت پر نفس والی و توحید سکھانے کو آئے ہیں ویسے ہی خدا کے اور احکام و انبیاء پر ہوجا کر ہیں جس سے دنیاوی کی پاک بات کو ماننا اس میں مغرور الہی خلاف کیا۔ وہاں شیعہ کافر ہوا ہے۔

۱۱ یہ شخص غلو ہے کفر مطلق کفر شرعی میں عموم و خصوص مطلق پر ختم ہو سکا بلین نمبر جلد ۲ میں ہی ہو چکا ہے۔

ان الذين كفروا والوان لهم ما في الآف من عذاب  
معد لبقته وادمن هذا يوم القيمة ما تقبل منهم  
ولهم عذاب الیم۔ یریدون ان یخرجوا من النار  
و ما هم بخارجین من النار ولهم عذاب  
مقیم۔ (مانندہ)

اے انبات بین ظاہر الدلائل ہیں جسے آیت سورہ مائدہ جیسے میں ہارتا ہے۔ جنہوں نے کفر کیا اگر انکو  
جو کچھ کہ زمین میں ہو اور دیہائی ساتھ ہو کجا  
ناکدہ اسکو عذاب روز قیامت کر بدادین تو ہے  
قبول نکلیا جاوے گا اور انکو دیکھ کا عذاب ہوگا  
وہ دوزخ سے نکلا جائیگی مگر نکلا نہ پاوے گی  
اور انکو دائمی عذاب رہیگا۔

اسی قسم کی سورہت سی آیات ہیں جن میں خاص کر خدا کے منکر یا کسی مشرک کے خلو کا ذکر نہیں بلکہ  
عموماً یہی کہا کہ لہو خلو کا انبات ہو۔ مگر شاید آپ ان آیات کو ظاہر و عموم کو دو اعتبار شہر لیں اور ربط  
اسکو کفار مشرکین سے مخصوص کریں اسلئے اس مقام میں ایسی بات کہ ذکر کیا جاتا ہے جن میں عسکران کافر و کبی  
لہو خلو کا انبات ہے جنہوں نے رسول کو مانا اور جو آیات رسول پر نازل ہوئیں انکو جہودھا جانا۔  
سورہ اعراف میں بالکبار آیات رسول کی تکذیب کرتیہ الوں کے لئے خلو دجہنم کیا ہے اور انکو دوزخ  
قت سزایس کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور انکو اتباع سے منکر کرتے ہیں

ان الذين كفروا باآياتنا واستكبروا عنها لا تفتح  
لهم ابواب النار ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل  
في سم الخيل وكذلك تجزي المجرمين لهم من جنهم ما  
ومن فوقهم غواش كذلك تجزي الظالمين والذين  
امنوا وعملوا الصالحات لا نكلف نفسا الا وسعها  
او تلك اصحاب الجنة هم فيها خالدون۔ اور

لہو آسمان کے دروازی کو کھولنا چاہیے اور وہشت  
میں داخل ہونے کو یہ کہہ کر سوتی کرنا کہ میں نے نشہ  
گہن چو۔ مجرموں کو ہم ایسی سزا دیتے ہیں کہ انکو  
دوزخ سے بھجواتے اور اسکا اڑنا۔ ظالموں کو  
ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے  
اور انہوں نے ایسے کام کئے ہیں کہ

اوسکی طاقت سے مارج کام نہیں تائی کو ہیشت والے ہیں وہی سہیں رہیگی۔

اور سورہ وعد میں بافکار خسر جمالی رسول کی تکذیب کرنے والے کو خلو دوزخ کا دینا ہے اور صف  
وان تعجب عجیب تو ہم اذالنا تراباً وناقصی خلق جہنم

اولئك الذين كفروا بربهم واولئك الاغابون  
 في امانتهم واولئك اصحاب النار هم فيها  
 خالدون - (رعد ۱۶)  
 (ان تعذب محمد من تكذيب الكفار انما يعذب الله)

کہ جب ہم مٹی ہو جائیں تو کیا کسی سے  
 پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ گنہگار  
 میں چھلنے کے سبب خدا سے منکر ہو کر  
 گمراہ بن گئے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو ہمیشہ  
 گمراہ رہیں گے اور خود نار کا شرہ

اور سورہ اتراب میں رسول کی اطاعت مکر فرماؤ کہ کفر و لغت کا خلعت یا اور خود نار کا شرہ  
 سنایا اور انہیں اہل وجہ کے خیال کو پورے اور صاف طور پر باطل کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے خدا نے

کافروں کو پھر کھارے اور ان کے لئے آگ کو تیار  
 رکھا ہے ہمیشہ سبب کے اور سبب کوئی کا سبب  
 و رد کارہا و شیعہ جہنم آگ میں آکر تہہ پٹائی  
 جاوے گی اور وہ کنگی کا شیعہ اور رسول کی اطاعت  
 کر کے کنگی کے پتھر پر تہہ پٹائی اور ان کی امانت کی  
 امانت کو پھر تہہ پٹائی اور پھر تہہ پٹائی اور پھر تہہ پٹائی

ان اللہ لعن الکافرین واعدلہم سعیرا فالیوم  
 فیہا ابد لا یجدون فیہا ولیا ولا نسیر یوم  
 تغلب وجوہہم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا  
 اللہ واطعنا الرسولا قالوا ربانا انا اطعنا ساد  
 وکبرانا فافعلوا السیلا ربنا انہم ضعیفون  
 من العذاب والعنہم لعنا کبیرا - اتراب ۸

اور سورہ فاتحہ میں خبر قیامت میں رسول کو چھلایا جائے اور آیات کو نبی میں اور انہیں ایک دوسرے کے  
 ڈر سنایا اور صاف طور پر فرما دیا ہے جو لوگ کافر ہیں انکو (قیامت کو دن) کہا جاوے گا کیا تم پر میری آیتیں  
 پڑھی نہ جاتی تھیں اے تم کلمہ کرنا اور مجرم رہو اور  
 جہنم کہا جاتا تھا و وعدہ حق ہے اور قیامت میں  
 شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے  
 ہم تو انکل کیلے ہیں ہکولین نہیں ہے۔ انکو کہے  
 جیسے کام فاسد ہو گئے۔ اور جس عذاب سے نبی نے  
 وہ نازل ہو گیا انکو کہا جائیگا تمہیں آج ہم  
 جاوے گیے یعنی تمہارے جزا لیتے ہیں تمہارا

واما الذین کفروا العلم کن آیاتی تنزل علیکم  
 فاستکبرتم وکنتم قوماً مجرمین واذ ذلک ان  
 وعد اللہ حق والساعه لا ریب فیہا قلتم مات ربی  
 ما الساعه ان لئن الاطفا ومانحن مبستقین  
 وبدالہم سبتا ما علما وحق بہم ما کانوا یستہزئو  
 وقیل الیوم ننساکم کما بنسیتہم لعلہم یؤلمون  
 واما الذین کفروا ما لکم من ناصر الاکم

اور انہیں ایک دوسرے کے ڈر سنایا اور صاف طور پر فرما دیا ہے جو لوگ کافر ہیں انکو (قیامت کو دن) کہا جاوے گا کیا تم پر میری آیتیں  
 پڑھی نہ جاتی تھیں اے تم کلمہ کرنا اور مجرم رہو اور  
 جہنم کہا جاتا تھا و وعدہ حق ہے اور قیامت میں  
 شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے  
 ہم تو انکل کیلے ہیں ہکولین نہیں ہے۔ انکو کہے  
 جیسے کام فاسد ہو گئے۔ اور جس عذاب سے نبی نے  
 وہ نازل ہو گیا انکو کہا جائیگا تمہیں آج ہم  
 جاوے گیے یعنی تمہارے جزا لیتے ہیں تمہارا



موافقہ معانی کا نام ہے اسی نفرت آپ پرچہ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ میں اس منفرت کے مستحقین میں سے ایک ہیں۔  
 کو بشارت لائونف علیہم ولا ہم عنہم کا مورد پھر ایسا ہوا ہے اور اگر منفرت سے بلاس مناب خزانہ  
 مراد ہے تو پھر کفر مطلق و کفر شرعی کا تفرق حکم غاوی میں مین ہے اور معالطہ ہے۔ جب مسکرو مذہب  
 رسول کے لئے بلاس مناب و حل جہت کے تجویز کیا ہے تو عذاب باخلود کہ شخص کے لئے ہے۔  
 بالجمہلہ جو کچھ مناب میں اپنے کہا ہے ظلم و معالطہ ہے اور امام خزانہ کا یہ کہنا کہ رسول کا مذہب  
 کا فرقہ لہذا فی الہا ہے نہایت درست و صحیح ہے اور یہی مذہب کفر کی معجم علامت ہے جو  
 افراد و یونانغ اور کفر افراد کو جامع ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ جو ہے تفریق و حد کفر میں بیان کیا ہے باوجود اسکے کہ  
 ہونگی حسین بن علی کی گنجائش ہے پہلے کہ میں بیان کرتا  
 آویز ہر ایک فرقہ اپنے مخالف کو رسول کا مذہب  
 کہہ سکتا ہے مثلاً جنابی اشعری کو کافر کہہ سکتا ہے  
 یہہ سبحانکہ وہ خدا کے جہد فوق اور استوا علی  
 ثابت ٹکڑے میں رسول کا مذہب ہے اور اشعری جنابی  
 کافر کہہ سکتا ہے سبحانکہ اسے خدا کو خلق کی مثال کا اندازہ کہ  
 میں کہ (خدا کی مثل کوئی چیز نہیں) جب وہ اسے سمجھا۔  
 اور اشعری مقرر کیا کہ کافر کہتا ہے یہہ جاہل کہ خدا  
 دیدار تجویز ٹکڑے سے رسول کی مذہب کہتا ہے اور ایسا  
 خدا کی صفہ علم قدرت وغیرہ صفات کی ثابت

واعلم ان نبی الذی ذکرناہ مع خبیثہ تحفہ ظلمہ  
 بل تحفہ کل العلوان کل فرقہ تکفر مخالفہا  
 فیسبھا الی مذہب الرسول فالنبی یکفر الاشعر  
 زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم ثبوت الفرق  
 للہ تعالیٰ ولی الاستواء علی العرش والاشعر  
 یکفر زاعماً انہ شکیبہ کذب الرسول فی انہ  
 لیس کذلک بنسبہ و ہوا السبیح العظیم۔  
 والاشعری یکفر المقلد زاعماً انہ کذب الرسول  
 فی عدم جواز رویتہ اللہ تعالیٰ فی عدم ثبوت  
 صفۃ العلم والقدرة وغیرہا من الصفات والمقرر

+ اسکا کہتا ہے کہ یہ امام صاحب نے لفظ الہام نقل کیا ہے اور منکر در حقیقت خدا کی زوقیت و استوا علی العرش  
 ناجز کہ نہیں تیسیر و ماخذ غفلت کے مستند کہ نہیں میں جہانہ اعتقاد کا بیان بغیر مثال دوم و جہد قتل کے آویز

یکفر الاشعری زانما ان زشات الصفات کمثیر  
لا فداء و تکذیب الرسول فی التوحید فلا ینحیک  
من بذه الورطة الا ان تعرف هذا التکذیب  
والتقدیق و تحقیقها حتی ینکشف لک فلو نزه الفرق  
و اسرارها فی تکفیر بعضها بعضاً × × × ×

تأیت مکرر سے اور معتزلی اشعری کو کافر کہتا ہے  
یہ خیال کر کہ خدا کو کئے صفات کا ثابت کرنا کئی  
خداؤں کا تخریر کرنا ہے۔ اور یہ رسول خدا کی توحید  
میں تکذیب ہے۔ پس اس گرداب سے بچنے کے لیے  
نہیں کہ تو تقدیق و تکذیب کی حقیقت پہچانے گا کہ  
ہر ایک تو کہ ایک دوسرے کی تکفیر میں زیادتی معلوم ہے

اس قول کو جواب دینے کے لیے جو موافق سب سے بڑی خوشی سے قبول کیا ہے اور اس کی مدح میں فرمایا ہے  
کہ جو کیا امام صاحب نے لکھا ہے و تحقیق الہام ربانی معلوم ہوتا ہے اور تحقیق کا ایک دریا و عین سچا  
کہانی دیتا ہے۔ اور اپنے خیال میں اس سے یہ نتیجہ قائم کیا ہے کہ اسی قول کے رو سے نجیر کی تکفیر ہی زیادتی  
میں داخل ہے۔ مگر حقیر اپنے یہ نہ سوچا کہ جن باتوں میں حاربہ دانشمند و معتزلہ ایک دوسرے کی  
تکفیر کرتے ہیں۔ اور امام غزالی اسکو زیادتی فرماتے ہیں وہ اس قسم کی باتیں ہیں جنہیں امام غزالی  
کے نزدیک تاویل کا مستلزم ہے۔ اور انکی تاویل یا انکار میں ضروریات دین کا انکار نہیں پایا جاتا۔  
بخلاف ان باتوں کے جنہیں انکی اور آپ کے فلاسفہ ہلاف کے لوگ تکفیر کرتے ہیں کہ وہ محل تاویل و تفسیر  
نہیں ہیں اور انہیں تاویل و تحریف کرنے سے ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہے لہذا یہ ہیں اس قسم کی  
باتیں نہیں ہیں جنہیں ایک کو دوسرے کی تکفیر زیادتی میں داخل ہے۔ اور امام غزالی کو اس سے  
روکنا مقصود ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے حقیقت تقدیق کو بیان کیا اور فرمایا کہ تقدیق خبر کی طرف راجع ہوتی

ہو اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کی رسول نے خبر  
دی ہو اسکا وجود مان لینا چاہے مگر جو دلی کئی  
مراتب میں اٹھنے والے خبر نہ ہو اسکی سیوا ایک فرقہ  
دوسرے فرقہ کو رسول کا کذب بٹھاتا ہے۔ دوسرا

فأقول التقديق انما يطرأ الى الخبر حقيقة  
الاعتراف بوجود ما أخبر الرسول صلى الله عليه وسلم  
الا ان لا وجود خمس مراتب لاجل النفقة عنها ثبت  
كل فرقته صاحبها الى التکذیب فان الوجود

ذاتی وحشی و خیالی و عقلی و شہیہ -

من اعترف بوجود ما اجبر الرسول من وجوده  
من هذا الوجود المسمی فلیس ہو یکنب  
علی الاطلاق -

وتمکدک سائلہا فی الایات انا الوجود الحشی  
هو الوجود البقی الثابت خارج الحس والعقل  
ولکی یا هذا الحس والعقل مہ صوره مہی  
اخذہ اوراکا و بدالوجود اسماء الارض  
والسموان والنات و هو ظاہر بل هو المعروف  
لہ ی لا یعرف الا بکثران للوجود مہی سواہ  
واما الوجود الحشی فهو ما مثل فی القوة الباق  
من العین مالا وجود لہا فی الخارج من العین  
فکیون وجودہ اش الحس و یتمتع بالحس  
ولایشرک غیر ذلک کمایشاد انما یمیل کما  
ایشادہ المریض المستفیظ اذ قد تمثل  
امور لادحد لہا خارج حسہ من یثادہ  
کما یشادہ سائر الموجودات الخارجیۃ  
بل قدرتمثل للاشیاء الاولیاء مہ الیقظہ  
والنعمۃ صور جملہ کما کہ فیہا ہر الملائکہ -

پانچ میں وجود ذاتی حشی خیالی عقلی و شہیہ -

پس جس شخص نے وجود ان اشیا کا خبر وجود  
انہما علم نے فرمایا ہے اس مرتبہ سے  
کسی مرتبہ مان لیا وہ انہما کا ملبہ ہوا -

اسکی تفصیل مہ تمثیل بیان کی جاتی ہے - وجود  
ذاتی اشیا کا وہ وجود حقیقی ہے جو عقل اور  
رویت سے خارج پایا جاتا ہے - عقل اور اسکی وجود  
سو صوره علیہ حاصل کرتی ہے جسکو اور کثرت میں  
اسکی مثال وجود آسمان و زمین و حیوان و درخت  
اور یہ الیہا ظاہر اور معروف ہے کہ انکے سرے  
وجود کے معنی اکثر لوگ نہیں مانتے -

وجود حشی وہ ہے جو ہر ذائقہ کے ذکاوتی نیاز  
انکے سے خارج ہکا وجود نہیں ہوتا - ہکا  
انکے ہی اور اسکی سکتی ہے جیسے حشر و انہما  
و یکہنا ہے بلکہ ہکا سرفین ہی ایسی ہوتی ہیں کہ  
جسکا خارج از حس وجود نہیں ہوتا بلکہ انہما  
داو لیا ہر حالت بیداری و سجتہ میں ایسی  
عمدہ صورتیں و یکہتہ میں جو ہکا کی اصل ہکا  
نقشہ دکھاتے ہیں -

ہکا کی حشی صوره کی نام لائی تھیں و اگر کہ میں ہکا زیادہ کثرت میں گاہ میں آجی غرض حشر کی ہکا تصویر ہر ہر  
کریہ انہما ہکا کی اصل و ذاتی صورتیں مشاہدہ کرتی ہیں و ایسے کبھی کبھی حشی صورتیں ہر دیکھتے ہیں



میں چند ان مقامات میں نہیں ہے۔ لیکن اگر اس سے آگے چلو اور آسمان کا جسم یا جسم الیہ ماہیہ  
 حکما اور یونان نے مانا ہے اور علماء اسلام نے بھی ہسکو تسلیم کر کر غلطی سے وہی مطلب قرآن کا یہی قرار  
 دیا ہے تو اس میں کام ہی اور پھر کس طرح سمجھ و وجود ذاتی کی مثال نہیں ہو سکتی۔ اور انکو ساتھ عدد کو ہی  
 وجود ذاتی کی مثال میں داخل کرنا تعجب بہ تعجب ہوتا ہے۔ عرض کر سکی کہ خریف یا انکے جسم کی حالت یا  
 اہت خدا نہیں مانی اور کوئی وجہ نہیں کہ انکے وجود کو وجود عقلی سے خارج کر کے وجود ذاتی کی مثال  
 میں داخل کیا جاوے۔ پس یہ وہی گندایا فی ہے جو اس شفاف دریا میں مل گیا ہے۔

اس قسم کہتا ہے یہ اعتراض جناب کا نہایت محل تبہ ہے اور انکو کمال انصاف و فیہ نقیبی  
 خبر دینا ہے۔ جس حالت میں مطلق سمیت وجود آسمان کو جناب مخالف مولوی محمد علی صاحب غیرہ کو مقابلہ  
 سے عاجز کر خود مان گئے ہیں چنانچہ تہذیب الانطلاق منبرہ بلکہ مطہرہ لفظہ میں بھی یہ جہاد یا ت کو حسین  
 آسمان کا کر پڑا بیٹھ جانا پہٹ جانا اس میں دروازوں اور جہوں کا ہونا یا یا جاتا ہے ذکر کر کے فرماتے ہیں۔  
 ایک ہمارے شفیق نے نہایت خوشی سے ہسکو الزام دیا کہ تم کہتے ہو کہ لا وجود للہما جب مانا اور اگر وہی  
 سقف مصداق آیات ہو تو اس کا ہی تو جسم ہی خود تمہارے لغز سے تمہارا قول غلط ثابت ہوا۔  
 بلاشبہ یہ الزام ہم پر بہت بڑا الزام ہے جسکو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر جناب آسمانوں کی اسی حیثیت  
 ماننے میں ہسکو کچھ عذر نہیں ہے ہم تو اس حیثیت کے منکر ہیں جسکو حکما یونان نے قرار دیا ہے۔  
 جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ میں جو ہم گمراہوں کے بدایت کے لئے لکھا ہے اس میں  
 فرمایا ہے کہ ہمارا دین مولوی محمد علی صاحب کا اعتقاد نسبت آسمان کے یہ ہے کہ وہ ایسی چیزیں ہیں کہ  
 خدا نے انکو بنایا ہے۔ اور ہمارے اوپر ہیں اور خلقت انکو ہماری خلقت سے محکم تر۔ اور مندرجہ ذیل  
 ہے ستر ہفت قدرت کا طے مرفہ اور شمس و قمر و نجوم کے معانی ہیں اور شمس و قمر و نجوم انہیں میں اور  
 قابل انشقاق و انظار ہیں۔ پھر وہ دین مولوی محمد علی صاحب (کہتے ہیں کہ ہم اس اعتقاد کے منکر کو  
 منکر آیات قرآن سمجھتے ہیں۔ جو کہ مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا ہے اگرچہ کہ کیتھولک مذہب کے لائق ہے  
 کہ یہ سب اس کے انکے ہی نہیں پھر جناب مخاطب نے اس میں ترمیم ہی کی مگر اس کے جسم و مخلوق ہونے کو انکے نہیں سمجھتے۔

اور امام غزالی نے بھی اس تمیز میں مطلق صحت اور اہمیت وجود آسمان سے کچھ بڑھ کر نہیں کہا ہو کہ یہی خصوصیت و کیفیت کا جو یونانی بیان کرتے ہیں و دعویٰ نہیں کیا یہ خباب غائب کا اس تشبیہ پر مستمر ہے اور وجود آسمان کی ذاتی و حیاتی ہونے سے انکاری ہو کر اسکا وجود حسی یا خیالی یا عقلی یا شبہی ہو کر نہ کرنا محض تعجب نہیں تو کیا ہے اور بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ آسمانوں کو سات عدد کہا اور آسمانوں کو سات یونانیوں کی تقلید پر مبنی ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ قطعی سموت قرآن میں موجود ہے اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے جو آپ نے اس انکار کی وجہ بیان کی ہے کہ جو چیز نہ فی ہر اد کہا فی دینی ہونے جس و خیال سے معلوم ہوتی ہو تو اسکا وجود ذاتی مع الشخص کیونکر کرنا جاسکتا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ کا وجود بھی ذاتی نہیں عقلی ہے یا شبہی ہے کیونکہ وہ ظاہر و باطن و بنا ہے اور نہ سر و خیال میں آسکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اخبار تیرہویں صدی میں بیان کیا ہے کہ ہمیں پیچہ وجود خدا کے یہی منکر ہیں حقیقت میں سچ ہے۔ اور اسیکا بہر دعویٰ کہ خدا ہی صرف زبانی زبانی کسی حکمت علمی کی نظر سے ہی دل میں وجود ذاتی خدا سراپا کیونکر آسکتا ہے۔

ایسا بھی آپ کی ہر کلام سے کہ عرس و کرسی کی تعریف یا انکی صورت یا انکو جسم کی حالت یا انکی ماہیت خدا نے نہیں بتائی اور کوئی دوسرے نہیں ہے کہ انکے وجود کو عقل سے خارج کیونکہ وجود ذاتی کی مثال میں داخل کیا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے وجود کو بھی ذاتی نہیں مانتے صرف عقلی خیال کرتے ہیں اسلئے کہ خدا نے انہی کو ہی کوئی حقیقت یا ماہیت یا صورت یا جسمیت نہیں بتائی ہر اگر آپ کے اعتقاد میں کسی چیز کا وجود ذاتی بدوں علم کسی حقیقت یا صورت یا جسمانیت کے ثابت ہونا ممکن نہیں تو آپ کے اعتقاد میں خدا کا وجود بھی ذاتی نہیں۔

بالجملہ امام غزالی رحمہ اللہ کا وجود ذاتی کی تمیز میں وجود آسمان و عرس و کرسی کو ذکر کرنا یونانیوں کی تقلید پر مبنی نہیں غزالی نے انہی کہا ہے جو ظاہر قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور آپ کو بھی فی باطلہ اچھے امتزاج ہے۔ مان آپ کا اس سے انکار اپنے اقرار کے خلاف اور تقلید فلاسفہ فرنگ پر مبنی ہو انکار

اس سے پہلے منہ نہیں ہے کہ جو صورتیں ملائکہ کی انبیاء کو نظر آتی ہیں وہ صرف حسی ہوتی ہیں خارج از عقل  
ملائکہ کا وجود نہیں ہے جیسا کہ جناب مخاطب کا اعتقاد ہے اور اسی اعتقاد کی تائید کے خیال سے آپ  
ان تمثیلات کو تفصیل نقل کیا ہے۔

اس کے بعد امام صاحب فرمایا ہے وجود خیالی وہ جو محسوس صورتوں کی نفی سے غائب ہو جائے  
کے بعد خیال میں رہتا ہے تو سپرد رہ کر ہاتھی اور گھوڑے کی صورت اپنے خیال میں بنائے اگرچہ آنکھوں کو  
بند کر رکھے وہ ہاتھی اور گھوڑا پوری صورت  
سے تیرے ذہن میں موجود ہوتا ہے  
اور خارج میں تیرے سامنے کچھ بھی  
نہیں ہوتا۔

ایما لوجود الخیالی فهو وجود صورہ بذہ المحسوسات اذا  
غابت عن حرك ما یک تقدیر علی ان تخیر فی خیالک  
صورہ فیل و فرس ان کنت متفقہ بیک حتی کا کنت  
و ہونہ وجود یکمال صورہ فی دماغک فی خارج۔

وجود عقلی کسی چیز کی روح و حقیقت کا نام ہے عقل صرف اس چیز کے لئے اخذ کرتی ہے اس کو لکھ  
کوئی صورت خیال یا حس یا خارج میں  
نابت نہیں کرتے جیسے ہاتھ ہے کہ اس کی  
صورت حسی و خیالی بھی ہے اور اسکے  
ایک منہ بھی ہیں جو اس کی حقیقت (عقلی)  
ہے۔ وہ بکڑنے کی قوت ہے اور بکڑنے  
کی قوت عقلی ہاتھ ہے (ایسا ہے)  
قلم کی صورت و حقیقت یہ ہے کہ اسکے ذریعہ  
سے علوم نقش کئے جاتے ہیں۔

واما الوجود العقلی فهو ان یکون للشیء صوح حقیقۃ  
و معنی فیلتی العقل مجرد معنای و ان نشیت  
صورہ فی خیال او حس او خارج کا لید متکافان  
صورہ محسوسہ و منجذہ و معنی وہو حقیقہ وہی القدرۃ  
علی البشر و القدرۃ علی البشر ہو الید العقلی و للعقل  
صورہ و حقیقہ و لا کثر حقیقہ یا تنفرج العالم و ذبا  
یتلقا العقل من غیر ان یکون مقروءا بسو خشب  
و قصص من الصور الخیالیۃ و الحسیۃ۔

اس کو عقل سمجھیں اس امر کے کہ کوئی لکڑی یا نیزہ کی

وجود و حسی بھی ہے کہ خود تو چیز موجود نہ ہونہ  
بصورت نہ حقیقت

واما الوجود الشبہی فهو ان لا یکون لشیء  
موجودا لا بصورہ نہ ولا بحقیقہ۔

لا فی الخارج ولا فی الخس ولا فی خیال ولا فی عقل ولا فی  
 یعود الوجود سنیاً آخریاً فی عالم آخری  
 و صفت من صفاتہ و ستفہم ہذا اذا ذکرنا مثالہ  
 فی السایلات فہذا مراتب وجود الاشیاء  
 اسمع الان امثلة هذه الدرجات فی السایلات  
 الوجود والذاتی فلا یحتاج الی المثال بالذاتی  
 بحکم علی الشاہد والایوان و هو الوجود المطلق  
 الحقیقی و ذلک کا خیال الرسول صلعم جن العرش  
 والکایسی و اسموت السبح ان یجری علی ظاہرہ و  
 اجسام موجودہ فی القبا اورکت بالحق والہیل  
 اولہ تذکرہ۔

خارج میں نہ حس میں نہ خیال میں نہ عقل میں نہ  
 کوئی دوسری چیز کی غایت صفت میں نہ ہو سکتا  
 موجود ہو۔ اسکو مثال سے سمجھنا چاہیے ہم اولیٰ  
 کی مثالیں ذکر کرتے ہیں جو دنیا کی ترسیل میں  
 آپ انکی مثالیں لیں۔ وجود ذاتی تو مختلف مثال میں  
 وجود ذاتی وہی ظاہری وجود ہی جیسے اولیٰ میں  
 اور یہی حقیقت موجود مطلق ہے اس کی  
 مثالیں یہ ہیں جو اخفرت صاعق فرسش و کرسی  
 و ستا اسما کی نبردی ہے ان چیزوں کو ظاہری  
 معنی جو درجہ میں کیونکہ یہ چیزیں نہ خود وجود  
 موجود ہیں جس خیال سے کوئی انکو جانے خواہ جائے۔

اس مثال میں امام صاحب پرنا طبع ہے کہ یہ آخری کی ہے کہ یہاں غیر فقرہ امام صاحب اور جو مثال کی امام صاحب نے  
 مقام پر دی ہے یہ وہی تعلیمی و تربیتی بندش ہے جو نوٹ نہیں سکتی۔ تعلیم نے جو ابتدائے انکے اول پرست  
 کے جسم کا ایسا ہی یقین بنایا دیا ہے جیسے کہ زمین کا اسلئے اور ہونے میں یہ مثالیں ہیں جن آسمان پرست  
 میں کہہ امتیاز نہیں کیا۔ یونانیوں کی نسبت نے انکے ساتھ جہد ہونے کا اور انہوں نے ملک تو بہت اور  
 زمین ملک ظلمت کی ایسا یقین دلا رکھا تھا کہ انکی تعداد کا بھی ایسا ہی یقین تھا جیسا کہ زمین کا اور کہ  
 یہ غلط یقین کی ہوئی چیزیں نہ انکو دکھائی دیتے تھے نہ محسوس ہوتی تھیں اسلئے کہ باری اورکت ہوا  
 و الخیال اولہ تذکرہ۔ اور یہ نہ سمجھی کہ جو چیز ظاہر و دکھائی دیتی ہو جس خیال سے معلوم ہو سکتی ہو تو  
 اسکا وجود ذاتی مع الشخص کو نہ کرنا جاسکتا ہے اور وہ جسے کیونکر وجود ذاتی کی ان معنوں میں جہاد نہ تھا  
 بیان کیا ہے مثال ہو سکتی ہے۔ وجود ذاتی کی نسبت زمین کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سموت کے نقطے  
 اگر بھی نیلا نیلا گنبد ہو کہ وہ دکھائی دیتا ہے سر او ہو گو اسکی بائیت یکجہ ہی ہو تو یہی وجود ذاتی کی مثال دینے

الجنة في السماء كما دلت عليه طواهر الاخبار  
 فكيف تبسح استمار بشفرة اسفل الدنيا  
 من الدنيا وقد يقطع السؤل هذا التعجب  
 فيقول المراد تقاطع معنوي عقلی حسی  
 خیالی كما يقال مثلاً هذه الجوهره عشرة  
 اسفل هذا الغرس في المائيه ومناه  
 المدرك عقلاً وادون مساحه المدركه بالحواس  
 والتحصيل -

پہر است تعجب آتا ہے کہ جنت تو آسمان پر ہی ہے  
 تو اہر حدیث سے معلوم ہوا ہے اور آسمان ہی منجمل  
 دنیا ہے پس اس آسمان میں دنیا سے دس گنا چیز کا سمانا  
 کیونکر ممکن ہے۔ پہر است تعجب کو مثال قطع کرنا ہی تو یہ کہتا  
 ہے کہ دس گنا سے تقاطع معنوی و عقلی اس ہے  
 حسی و خیالی ہر دو نہیں جیسے کہ ہے کہ یہ عقلی اس  
 گہرے سو دس گنا ہی ہر قیمت و مالیت جو عقل سے جوہر ہوتی ہے  
 میں جس گنا ہی نہ یہ مالیت میں جو حسی خیالی میں آتی ہے۔

اس مثال پر جناب مخاطب نے عجیب اعتراض کیا ہے جس میں انہی چیز پرست کا خوب اظہار کیا و تکذیب رسول  
 و انکار نفوس کو پورا کر دیا چنانچہ فرمایا ہے۔ "اس مثال میں امام صاحب نے صرف ملازمین سے پر ہے  
 انہوں نے بلا تفریق اس بات کے کہ فوق کے اور آسمان کے یا درجت کے اور دوزخ کے وجود سے بخل تمام  
 وجود کے جو انہوں نے بیان کئی ہیں کو نسا وجود متحقق ہے اس حدیث کو مثال میں پیش کر دیا ہے اور  
 اسی تعلیمی و تربیتی بندش سے بہشت اور دوزخ کو منوالی کے باغ اور کھلوار کے بیٹھ کی مانند تعلیم  
 کر لیا ہے جلیقہ کمال العجب۔"

اس کلام سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ بہشت و دوزخ کا وجود ذاتی نہیں ہے صرف مشابہ ہے۔  
 چنانچہ اس کلام کے بعد آپ نے کہا کہ فرمادیا ہے کہ جو لوگ بہشت یا دوزخ کا وجود صرف مشابہتی قرار دیتے  
 ہیں وہ کیوں کافر ہیں۔ اور اپنی تفسیر سر البخلاف و ترویز میں اس سے بڑکے فرمایا ہے اور نعیم الدین  
 بہشت کو بنی میں اور الیہ چنانچہ اس کے صفحہ ۳۶ میں فرمایا ہے "بہشت یا بہشت کی مابیت جو خود خدا تعالیٰ  
 نے بتلانی ہے وہ تو یہ ہے فلا تعلق نفس انھی لہم من قرۃ اعیانہا باکانہا لہم من قرۃ اعیانہا کوئی نہیں لگا کر لکھ کر  
 آنکھوں کی تہ تک (یعنی راحت) چپا کر رکھی گئی اس کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔"

چنانچہ خدا تعالیٰ نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسے کہ بخاری و مسلم نے وہ ہر یہ کی سند پر بیان کیا ہے۔

وہ یہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اعدت لعبادی السالین بالاصین <sup>۱</sup> ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر  
یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طیار کی ہے مینے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ خیر جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے  
اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اسکا خیال گذر ہے۔  
پس اگر حقیقت بہت کے یہی باغ اور بہرین اور موتی اور جانی سونے کی اینٹوں کے مکان اور وہ نہ  
اور منہ کے سمندر اور لذیذ مہوے اور خوبصورت عورتیں اور لڑکی مہوں تو یہ تو قرآن کی آیت اور خدا کے  
فرمودہ کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ کسی  
عمدہ حیرین نے آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنین نہ یہی ولا خطر علی قلب بشر سے خارج نہیں ہو سکتی  
عمدہ ہونا ایک صفائی صفت ہے اور جب کہ کسی سب چیزوں کا مزہ دنیا میں ہو چوے تو کسی صفت اجنبی کو  
جہان تک کہ قی دیتی جاؤ۔ انسان کے دل میں اسکا خیال گذر سکتا ہے حالانکہ بیش کی ایسی حقیقت بیان  
ہوئی ہے کہ لا خطر علی قلب بشر میں بیش کی جو یہ تمام خیریں بیان ہوئی ہیں وہ حقیقت بیش میں  
جو قرآن میں ہوگا اسکو سمجھنا کو قید طاقت بشر نہیں ہیں۔ بیش کی حقیقتیں۔

انسان اپنے سوانح فطرت کے انہی چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور انہی کا خیال اس کے دل میں آسکتا ہے  
جو چہنے دیکھی یا چھوئی یا چکھی یا سونگی یا قوت سامعہ سے محسوس کی مہوں اور بیش کے جو قرآن میں ہے  
رحمت بالذات ہی اسکو نہ انسان نے دیکھا ہے نہ چھوئے نہ چکھا ہے نہ سونکھا ہے نہ قوت سامعہ نے  
اسکا حس کیا ہے۔ پس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اس کا بتلانا ناممکن ہے اس کے سوا ایک اور متکمل  
دریش ہے کہ جبکہ انسان کو بتایا جاتا ہے وہ ان الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے جو انسان کے بول چال میں  
ہیں اور جو چیز کہ انسان نے نہ دیکھی نہ چھوئی نہ چکھی نہ سونگی نہ قوت سامعہ سے حس کی ہے لہذا کوئی لفظ

<sup>+</sup> اس مطلب کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ لا خطر سے خارج ہونا لا خطر میں داخل ہونا ہے اور  
یہاں کہہ دیا کہ مخالف ہے اس کا اپنی کلام کی مطلب کہ نہ سمجھنا اور نہ اپنی انہی لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے  
اس پر بھی دیکھا یہ دعویٰ کہ آپ نے فہم میں اور اردو لٹریچر میں بڑے اہل کمال تعجب کا عمل ہے۔ ۱۲۔

وجود ذاتی خدا کا ثبوت ہے۔

اب آپ سوچ لیں امام ثوآلی رحمہ اللہ محل اعتراض تعجب ہیں یا خود بدلتے۔

اس کے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے وجود حسی کی مثالیں بہت ہیں انہیں سے اس مقام میں دو مثالوں پر اکتفا کرے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ موت کو قیامت کے منڈپے کی صورت میں لائینگے اور ذبح کر ڈالینگے۔ پس جسکے نزدیک استیلا پر دلیل قائم ہے

اما الوجود الحسی فامثلہ فی الماء یلا

کثیرۃ فاقبح منہا بمنزلتین احدہما قولہ

یذاتی بالموت یوم القيمة فی صورۃ کبش

ایض فی ذبح غنم من قلم منہ البرکون عوان المذبح

عدم وان قلب العرفن جتا مستیل خیر مقدہ فی منزل الخیر

علی ان اہل القيمة یثابدون ویعقدون انہ الموت ویکو

ذکک موجوداتی جسمانی فی النبیج ویکون سببا لحوالہ التیز

بالمیاس عن الموت بعد ذلک والمذبح یابوس عند ذلک

بقیم منہ البرکون فہذا یعقدا ان نفس الموت یتسلب کثا

فی ذاتہ ویدبح۔

المسائل الثانی فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخیرۃ فی موضع ذبا

کہ موت ایک جسم کی کیفیت، حریقہ تہ حرقہ قلاب نہیں ہوا وہ

عدم نفس کا نام اور ایک جیسے غیر قائم بالذات یا نفس مبدع کا

جسم ہو جانا محال ہے تو وہ اس حدیث کو اس طرح کر لینگے

کہ قیامت کو دن لوگ ایسا دیکھینگے اور اس صورت

محسوس کو موت خیال کرینگے وہ موت انہی کے حسن بن

نہ خارج میں مروجہ اور موت سے ابوس مچا بیٹھا

سبب ہوگا۔ اور جس شخص کے نزدیک موت کا جسم بڑا محال

نہیں وہ شاید یہ امتقاد کر لینگا کہ موت ہی میت کا

ہو جاوے گی اور ذبح کیا دیگی۔

و دوسری مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ موت

حجاب مخاطبہ لفظ محرم کو حرم میں کہیں سے ہے، عرض نفع میں مہیا ہو اور اسکا ترجمہ چران کیا ہے جس

کی بیرون الفاظ آپ کے ترجمہ میں ہیں اور ایچا دو تین الفاظ میں نے بیان کی ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ

شما کی وجہ ہیں کہ سید احمد صاحب تم مولوی کیوں نہیں کہتے۔ اہا اسکے سبب سے وہ بکلاما سیر سفیر مذہب میں

برہا کا لیلان ہی میں ہے کہ ان الفاظ کو دیکھیں پیر فصاحت کہیں کہیں شخص کی ملامت تقیہ میں یہ بیعت ہووہ

مولوی کہلاتے کا کیونکر مستحق ہے۔ ہاں اگر تیری فلاسفی خیالات میں دو غلط کہیں ہیں جسکے سبب یہ خیال غلط سفر گزار

کہلاتے کے مستحق ہیں مولانا العابد کا استعمال سے انکی نسبت ہم بھی درج نہیں کرتے۔ ۱۲۰ حاشیہ

من قام منذ البرهان على ان الالهام  
لا تستد اخل وان الصغير لا يشيع الكبير على ذلك  
على ان نفس الجنة لم ينقل الى الدنيا لكن  
تمثل للحسنة في الدنيا على ما في الجنة  
ولا يستعمل ان يشاهد مثال كسرة جرم صغير كما  
يشاهد السمان من مائة صغيره

اما الوجود والخيال فمنه لا يعلم كاني الاثر له  
اخي يونس بن سبي عليه الصلوة والسلام عليه صارت  
قطر ايتان عليه وبجدة الجمال والدفقاني وبار  
لنعمل لبيك يا يونس

فالظاهر ان هذا الباري من مثل هذه الصورة  
في خيال اذ كان وجوده في العالم سابقا  
على وجود رسول الله صلى الله عليه وسلم وقدمت  
فلم تكن موجودة في الحال ولا بعد ان  
يقال ايضا تمثل بها في حسه حتى ما يشاهد  
واما الوجود العقلي فامثلة كثيرة فاقنع  
بما بين احدهما قوله صلى الله عليه وسلم اخر  
من يخرج من النار يعطى من الجنة عشرة اشكال  
الدنيا فان ظاهره الشير الى عشرة  
امثلة في الطول والعرض والعمامة وهو  
التفاوت الحسي والخيالي ثم قد يعجب مثال

اسد يوارى في جانب من مير سائس في شمس  
وبحسب ندر كذا الالهام في تندخل بنو اورط في شمس  
چوئی شمس باله بر دلیل قائم ہے وہ اس حدیث کو  
اسیر حمل کر لیا کہ جنت نہایت خود اس دیوار میں آگئی  
ہو لیکن اسکی صورت دیوار میں دکھائی دے گی اور  
منکل نہ ہو کہ چوئی شمس میں آسمانی صورت نظر آگئی  
وجود و خیالی کی مثال آنحضرت معلوم کا یہ قول  
ہو میں گو یا ہے بھائی یونس بن سبی (ذبی) کو دیکھ  
راہوں اسیر دو قطراتی عبائیں ہیں اور اولیہ  
پکار رہی ہیں اور پہلے میر ہیں اور خدا تعالیٰ ہی ہوتا  
آی یونس میں تیرے پاس بہت سو ظاہر ہے کہ یہ  
میر سنائی کی حکایت ہو کیونکہ اس حالت کا پہلی وجود  
تو آنحضرت معلوم پہلے ہو چکا تھا اسوقت کیوت میں اسکا ہونا  
اور یہ میری عید میں کہ یہ وجود اور آنحضرت کی عید میں جو  
آنحضرت کو جس میں اکی موت مثل ہو گئی ہو۔

وجود عقلی کی بہت سی مثالیں ہیں ان میں سے  
دو مثالوں پر قناعت کرے۔ ایک یہ جو آنحضرت نے  
فرمایا ہے کہ جو آخر زوج میں سے نکلیگا وہ دنیا سے  
اوس گناہت دیا جاوے گا۔ اسکے ظاہر الفاظ  
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طول عرض و پائش میں  
دس گنا ہے اور وحشی و حیوانی تفاوت ہے



انسان کی زبان میں نہیں ہوتا۔ اور اس لیے اس کا تعبیر کرنا گو کہ خدا ہے تعبیر کرنا چاہے محالات ہے ہر  
 ایک سوئے ایک اور سخت مشکل ہے کہ کوئی انسان ان کیفیات کو بھی جو اس دنیا میں ہیں تعبیر نہیں کر سکتا  
 کوئی شخص کہاس مٹاس نہ دے کہ برنج و راحت کی کچھ بھی کیفیت نہیں بتا سکتا یا اسکے لہر و سرفلظ بلیا  
 دیتا ہے یا کوئی مشابہت اور نظیر نہیں لآتا ہے جو وہ بھی مثل پہلے کو محتاج بیان ہوتی ہے پس بہت کی کیفیت  
 یا لذت کا جسکو قرۃ العین سے تعبیر کیا ہے بیان کرنا گو خدا ہی کا بیان کرنا چاہے محال ہے ہی بڑے محال ہے۔  
 مگر جبکہ انسان کو ایک بات کے کرنے کو اور ایک بات کے نہ کرنے کو کہا جاوے تو باطبیع انسان انکی  
 منفعت اور مضریت کے جاننے کا خواہن ہوتا ہے اور بغیر جاننے کے نہ کرنے پر راغب یا مقصر نہیں  
 ہوتا اس واسطے ہر ایک چیز کو بلکہ ہر ایک رفتار میں سے منفعہ کو اس منفعت و مضریت کا کسی تشیل  
 و تشبیہ سے بتانا پڑتا ہے۔

قرۃ العین کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اصلیت کا بتانا تو محالات سے ہے اسلئے انبیائے ان  
 راحتوں اور لذتوں یا رنج اور تکلیفوں کو جو انسان کے خیال میں ایسی ہیں جو ان سے زیادہ نہیں  
 ہو سکتیں بطور جزا و سزا ان افعال کے بیان کیا ہے اور غرض اس سے بغیر ہی اشتیاء نہیں ہیں  
 بلکہ جو رنج و راحت لذت و کلفت ان سے حاصل ہوتی ہے اس کیفیت قرۃ العین سے تشبیہا بیان  
 کرنا مقصود ہوتا ہے گو وہ تشبیہ کسی ہی ادنیٰ اور ناچیز ہو۔

موشی نہ اس قرۃ العین کو اولاد پیدا ہونے سے پہلے برتنے رزق کے فوائد ہونے و دشمنوں پر غلبہ پانے  
 اور اس کلفت کو اولاد کے مرنے و قحط پڑنے و باپیلے شکست کھانے کی کیفیت کا تشبیہ میں بیان کیا ہے  
 پہلے تشبیہ نہیں اگرچہ بنی اسرائیل کے دل پر بہت اثر تھا نہیں مگر وہ حقیقت ایسی نہ تھیں کہ جو تمام  
 انسانوں کی طبیعت پر فوادی ہوں محمد مصطفیٰ نے اسکو ایسی تشبیہوں میں بیان کیا ہے کہ تمام  
 انسانوں کی طبیعتوں پر جادوی ہیں اور کل انسانوں کی حلقہ اور جبلت کی نہایت ہی مناسب میں  
 تمام انسانوں کی خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہوں خواہ گرم ملک کے، مکان کی آراستگی مکان  
 خوبی یا غ کی خوشنمائی بہنے پانی کی دلربائی میوں کی تر و تازگی سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت

پیدا کرتی ہے، اسکو سو حسن یعنی خوبصورتی سب سے زیادہ دل پرائے گی والی ہے خصوصاً جبکہ وہ انسان میں ہو اور اس سے بھی زیادہ جیکر وہ عورت میں ہو۔ پس رشت کی قرۃ العین کو ان فطرتی راحتوں کی کیفیات کی تشبیہ میں اور دوح کے مصائب کو آگ میں جلنے اور لبو بیب پلائی جانے اور تھپو رکھلائی جانے کی تشیل میں بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی رحمت و لذت یا سخت سے سخت عذاب و دہن موجود ہے اور وہ حقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت و دہن ہے انکو اس سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے یہ تو صرف ایک عظمیٰ رحمت و احتفاظ یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کر دیکو اس میں از حد احتیاجی اعلیٰ احتفاظ و رنج کو خیال کر سکتا تھا بیان کیا ہے۔ یہ سمجھنا کہ جنت میں ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے بڑے اور محل میں باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں دو وہ و شراب و شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں ہر قسم کامیوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساتین نہایت خوبصورت چاندی کے گنگن پہنے ہوئے جو ہمارے دہن گہو سنن پہنتے ہیں شراب پلا رہی ہیں ایک ختی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک تے ران ہر دہر ہے ایک جہاتی سے لٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کر لور لیا ہے۔ کوئی کسی کو نہیں کچھ کرتے ہے۔ کوئی کسی کو نہیں کچھ ایسا میبوہ وہ پس ہے جسے تعجب ہوتا ہے اگر بہت ہی ہوتو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ اور ہاتھ لٹا کر شہد کی ۱۱ سر میں نفس منہن و افح البیتان اپنے فرمایا ہے جناب سید الحاج کے نزدیک اگر وہ کی یہی حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت رنڈی اور غلمان کی یہ حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت لڑکا تو بلا شہد میں کہنا ہوں کہ اس حقیقت پر وہ معمول نہیں۔

راقم کہتا ہے جو کچھ امام صاحب نے بہت کی نسبت فرمایا ہے۔ اور جن نعیم و لذات کو جناب محافل نے منہی میں اور فرمایا ہے وہ سر کے سب بلکہ چند در چند بڑے بڑے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں جنکے مانعہ اور اعتقاد و فرامین سچر خدا و رسول کے کسی کی تعلیم کو دخل نہیں ہے۔ ازراہ محکمہ جنید نعیم و لذات کو بلور مست نمونہ خروار دیکے از نہر ارفعل کیا جاتا ہے۔

قائم ہے بہشت کی مخلوق اور وسیع ہونے کی نسبت فرمایا ہے دو درجہ کی مسافت

سابقہ الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها كعرض  
السماء والارض احدت للذين امنوا بالهدى والحق

اور بہشت کی طرف جسکی فراخی آسمان کی جیسی جو  
خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار ہے۔

یہاں نفس فراخی میں قیاس ہے نہ مقدار فراخی میں اسلئے کہ مقدار بہشت بالنسبت آسمان بدرجہ

بڑھ کر ہے چنانچہ نصوص آئندہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت

آسمانوں پر ہے اس سے صرف چند اور مکان بہشت کا بیان مقصود ہے نہ یہ کہ بہشت آسمان

میں محدود ہے بلکہ آسمان اس پر محیط ہے آنحضرت معلوم سے ابھر رہے ہیں چنانچہ بہشت کس چیز سے

بنی ہوئی ہے ایسے فرمایا ایک ایٹھ چاندی

کی ایک سونے کی اور اسکا گارا کستوری ہے

خوشبودار اور اداسکے کنکر موتی و یاقوت ہیں

اور مٹی زعفران ہے جو زمین داخل ہوگا خوش

رنگ کا غنہ نازک نہوگا ہمیشہ رنگ کا سرخا رنگ

نہ اس کے کپڑے پر اسے ہونگے نہ جو انی

منا ہوگی۔

عن ابی ہریرۃ قال یا رسول اللہ علمم من خلق  
الخلق قال من المار قلۃ الجنة ما بنا لها قال  
الجنة من فضۃ ولبنۃ من ذهب و ملاطبا المسک  
الا و فرح صبا ہا الا و لود الی قوت و ترابھا  
الزعفران من بدخلھا بنعم ولایا من و خلجہ  
ولایموت ولایسلۃ ثابہم ولا یفنی شبابہم  
رواہ الترمذی۔

اور آنحضرت معلوم فرمایا ہے بہشت میں سو درجے ہیں ایک درجہ سے دوسرے درجہ

اس قدر فاصلہ ہے جیسے زمین و آسمان

میں فاصلہ ہے۔

ان فی الجنة مائة درجۃ بین کل درجۃ مثل ہذی  
السماء والارض رواہ الترمذی۔

اور اللہ تعالیٰ نے بہشت کے آسمانوں پر ہونے کے بیان میں فرمایا ہے کہ چھ

معلم نے جیل ریل علیہ السلام کو اور دفعہ ہی دیکھا کہ

سدرۃ المنتہی کے یا حق منۃ المادہ ہے۔

و لعدۃ را ترۃ اثرے اخر عند سدرۃ المنتہی  
عند درجۃ المادۃ۔ سورہ نجم ۱۱

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیحہ میں (جو صحیحین وغیرہ میں ہر دو ہیں) سدرۃ

المتہی کا چمکانا ساتویں آسمان کے اوپر بتایا ہے اور اس کے بعد بہشت میں جانا بیان فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے بہشت کے دروازوں کی نسبت فرمایا ہے کہ جب پرہیزگار

جماعتیں نیکی بہشت کو دیکھ کر اور دروازہ کو کھلی جانے لگیں اور فرمایا کہ انکو رہبر کی بہشت کے دروازہ کو کھلی کر دے

حتیٰ اذا جاءکم وفتح ابوابہا۔ زمرہ ۶

جب تک کہ تم نہ فتح لیں ابواب سورہ زمرہ ۶۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے کی دو جہانوں میں ایسی وصعت ہوگی

جیسے مکہ اور بصرہ میں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ما بین ہمدان و بصرہ

الجنة کما بین مکہ و بصرہ۔ رواہ الشیخان

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتا اول

من یحجر حلقۃ الجنة رواہ الترمذی و ترمذی

جامع حلقۃ باب الجنة فافقہا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی

الجنة ثانیۃ ابواب باب منہا یسیر الیہا

لا یدخلہا الا الصائمون رواہ الشیخان۔

لکن الذین اتقوا ربہم لہم غرف من فوقہا

غرف مبنیۃ۔ سورہ زمرہ ۲۲۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں میں

حلقہ (کرہ یا گنڈی) ہونے کا بھی فکر کیا اور

فرمایا سب سے پہلے حلقہ دروازہ بہشت کو بن جائے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں کا عدد بھی بتایا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں

از انجو ایک ایک پر اس میں خبر دہا دے گا کوئی اور

اور اللہ تعالیٰ نے بہشت کے

بالا خانوں کی نسبت فرمایا ہے۔

پرہیزگاروں کے لئے بالا خانہ ہیں انکے اوپر بالا خانے بنے ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلندی (پہر حکم)

ہیں) اسکو اوپر بالا خانہ والوں کو ایسا دیکھ

جیسے نقہ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہیں۔

اور ایک حدیث فرمائی بہشت میں ایسے بالا خانے ہیں

جسکا اندر سے باہر نظر آتا ہے اور باہر سے اندر۔

عن ابی سعید ان اہل الجنة یترآؤن اہل

الغرف من فوقہم کما یترآؤن الکواکب

الدردی النابری الا ان فی رواہ الشیخان۔

ان فی الجنة لغرف فایرے طبقہ ہاں سے دیکھو

و دیکھو یہاں سے دیکھو۔

ان للمومن في الجنة ليمتد من ثلثة مائة الف سنة  
 ولو لم يمتد من ثلثة مائة الف سنة ليمتد من ثلثة مائة الف سنة  
 عليهم المومن فاما في بعض النسخة - رواه الشيخان

اور اللہ تعالیٰ نے بہشت کو درختوں اور سایوں اور میوں کی نسبت فرمایا کہ

و اما صاحب الیمن یا صاحب الیمن فی سدر  
 محفوظ و طلع مقصور و ظل ممدود و مار سکوب  
 و فاکہ کثیرة لا یقطو عہ ولا تموت عہ - سورہ زمرہ ۱۲  
 فیہا فاکہ و شغل و رمان - سورہ رحمان ۲۶  
 و دانیة علیہم ظلالنا و ذللت قلوبنا  
 تذلیلہ - سورہ دہرہ ۱۶

فیہا من کل فاکہ ذوجان - رعن ۲۶  
 ولہم فیہا من کل الثمرات سورہ محمد ۲۷

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہشت میں الیسا درخت ہے جسکے سایہ میں  
 عن ابی ہریرۃ ان فی الجنة شجرة یسیر الی اکبت ظہباتہا  
 عام لا یقطعہا و اقراء ان شتمہ ظل محمد و رسولہ - رواہ بخاری

اللہ تعالیٰ نے بہشت کو چستی اور نہروں کی نسبت فرمایا ہے بیشک کو نہروں کو باغوں کے

حیات عدن تجری من تحتہا الانہار - بقرہ ۲۴  
 مثل الی و عدالتقون فیہا انہار من ما غیر اس  
 و انہار من لہن لم یغیر طعمہ و انہار من ثمر لہ  
 للثا و بین و انہار من غسل مصفی و لہم فیہا  
 من کل الثمرات و منفرة من بہیم - سورہ محمد -

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن کے لئے  
 ایک موی کا فیہ ہونگا جسکا طول ساڑھے میل ہونگا  
 اس میں مومن کے اہل بیت ہونگے جو ایک دوسرے کو نہروں کی  
 اور سایوں اور میوں کی نسبت فرمایا کہ  
 کہ وہ نہروں کی کتاب و اس کے فی خارجہ ہونگا کہ تو  
 کیلے اور دراز سایہ اور گہرے ہوئے پانی اور بہت  
 میوں میں ہونگے جو نہروں اور تاروں کی جادو ہونگے  
 انکے لئے اُن باغوں میں میوے - اور کچھ  
 اور فاما ہونگے - اور فرمایا انہیں میوہ دار درختوں  
 کی شافین جبکی ہونگی -

اور فرمایا ان باغوں میں ہر میوہ سے دو قسم  
 ہونگے - انکے لئے ہر قسم کے میوہ ہونگے -

سو ہر سبک سوار چلتا ہے تو ہر سبک  
 نکرے - چاہو ہر آیت کو چاہو لو و ظل ممدود -  
 اللہ تعالیٰ نے بہشت کو نہروں کی نسبت فرمایا ہے بیشک کو نہروں کو باغوں کے  
 شیعہ نہروں جاری ہونگے - اور فرمایا ان بہت  
 کو چلا ہر نہر کا رنگ و عودہ دیا گیا ہے غصہ اور  
 حال یہ ہے کہ اس میں کئی نہروں پانی کی ہیں  
 جو کبھی نہ ٹپے اور کئی نہروں جو وہ کی ہیں  
 ذائقہ نہ بدلے - اور کئی نہروں شرب کی ہیں

جو پیچہ والوں کو لذت دین اور کئی نہرین شہد خالص کی ہیں اور انکو ان باغون میں ہر قسم کے میوے اور خدا کی طرف سے بخشش ہے۔

اور فرمایا ہنسی تھکے کوثر عطا فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوثر کی تعریف فرمائی کہ وہ نہر ہے جسکا فائدہ مجاہدین و عدا کیلئے دو سو سو زیادہ سفید ہو اور شہداء سے زیادہ میٹھی۔ اور فرمایا اسکے دو نون کنہائے موتیوں کے ہیں اور اسکا کچر گسٹوری۔

آء اعطیناکم کوثر۔ سورہ کوثر۔

نحن السرخ قال صلح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الا کوثر قال  
وہک نہر اعطایہ اللہ یغفر فی القلۃ شہداء  
منہن داخل من العسل رواہ الترمذی  
وفی ردایۃ البحاری مینا انا امیر فی القلۃ اذا  
بہنر خانہ قتال الدرد الجوف قلت ما ہذا کوثر  
قال ہذا کوثر الذی اعطاک ربک فاذا ظنبتک لفر

اور اللہ تعالیٰ نے بہشتیوں کو کہا ہے اپنے قرش لباس زیور و خا و مولیٰ و غلام

کی نسبت فرمایا ہے جسے ماہر کی کتاب دیکھ  
اجبی میں ہونگے۔ اور جو باغون میں چکے کوثر

مہونی حیت راغیرتہ جتہ مالیتہ فطوہا و انیت  
کلودنہر یو انیت۔ سورہ مرسلات ۱۱

جسکے ہوئے ہونگے انکو کہا جاوے گا کہ باو اور بیو خوش آتا۔

اور فرمایا ساتھین و مقربین (دوسرے سے) بنے ہوئے تھنوں پر کچھ لگا کر اپنے سامنے بیٹھے ہونگے

انکو اگر کوثر کے ہمیشہ دے والے پھر نیلے  
انہوے اور کوزہ لیکر شراب جاری سے جس سے  
نہ انکے سر درو کوٹیکے نہ وہ بیہوش ہو گئے اور بیو  
جو وہ ہنس کر نیلے۔ اور خانوہ کو کوثر جو چاہے

علی سر موبوہ متکین علیہا متقابلین لطوف  
ولدان مملوون ماکواب و الباقی و کاسین  
محبین لا یسعدون فیہا و لا یزفون و لا یکتب  
فیہم خیر و لا یلم فیہم خیر۔ سورہ ۱۲

اور فرمایا آپس میں ایک دوسرے سے بیالے غراب کے

لینے کھین نہیں ہو گئی ہوگی۔ گناہ کی بات نہ  
آگے بھیجے سے غلام پیر نیلے کہ وہ گویا موتی ہیں  
جیسا کر رکھے ہوئے۔

یتنا دعون فیہا کاسا لا یزفون فیہا و لا یکتب  
فیہم خیر و لا یلم فیہم خیر۔ سورہ ۱۲

لطوف علیہم ولدان فخلدون اذرا بہم جہنم  
لو لو مشورا - و ہر ۱۱  
ولطف علیہم تصواف من ذہب الکواب و فیہا  
التشہد الانفس لکذا الامین - ز عرف ۲۷

اور فرمایا انہر لکے میٹھ رہے والے بہرے لکے  
لو ویکھو تو بکھرے ہوئے مونی خیال کرے -  
اور فرمایا انہر سوئے کے طباق اور انجورہ لکے  
اور زمین جو چاہیں اور اس آیکٹین لذت یار  
اور فرمایا انہر باندی کے برتن اور آنجوس  
کے شیشے اسبی مقدار و مدار کے کہ  
وہ بلیا سکین -

ولطف علیہم یانہ من فنتہ و اکواب کانت قواریر  
قواریر من فنتہ قندہ و تقدیرا - و ہر ۱۲  
آن اہل الجہۃ یا کمون ویشیر لون ولا یقتلون  
ولا یبولون ولا یتخوٹون ولا یتخولون قالوا  
فقال الطحاسم قال منار و رشح کرشح المک  
رواہ مسلم -

اور آنحضرت صلعم فرمایا لب کہ اہل جنت کہانگے  
اور شیعہ آورہ لول تزار بہو کہ ریٹھ کے محتاج نہونگے  
کہ لکے چاہوں اللہ کہاں کا لکے حال ہے سکا فندہ کیڑ کر  
خارج ہوگا سچے فرمایا آرزو سے اور حق سے  
بسکی خوشبو گستوری کی سے ہوگی -

علیہم ثیاب سندس من خضر و سبرق -  
و علواہا و من فنتہ - و ہر ۱۳  
یحولن فیہا من اسبا و من قہیب و یلبسون ثیابا خضر  
من سندس اشبرق متکین فیہا علی الاکاک (کفہ ۴)  
متکین علی فرش لہا نہا من سبرق - و من  
متکین علی روف خضر و عقرے  
حسان - و من -  
و نہا من معقوفہ و زراہی میثوہ - باشد -

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہر کبرے ہونگے باریک ریشم سبرق کے اور گہاڑے ریشم کے اور وہ گنگن  
ہوئے پٹائی جائیگی -  
اور فرمایا وہ سونے کے بھی گنگن پٹائی جاوے گا  
اور لباس نہر ریشم پٹے اور گہاڑے کا پٹیکے ٹیخو پیر  
تکلیہ لگائی ہوگی - اور فرمایا وہ ایسے فرشوں پر  
تکلیہ لگائی ہوگی ٹیخو پٹیکے ٹیخا ستر گہاڑے ریشم ہوگا -  
اور فرمایا کہ وہ سبرق قانیون اور عمدہ لباسوں پر  
تکلیہ لگائی ہونگے - اور فرمایا کہ ان باغون میں  
تکلیہ چھوڑ کر ہونگے اور فرش بکھرے ہوئے -

اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی بیویوں اور حوروں کے بیان میں فرمایا ہے کہ ان کے

لوہان پاک بیویاں ہوں گی۔ اور فرمایا جو مرد بڑی آنکھوں والی حوروں سے انکو نکاح کر دے تو ہیں

اور فرمایا ان باخون میں ایسی عورتیں ہیں جو اپنے خاوند کے سوا کہیں نہ دیکھ سکیں۔ انکو خاوند

پہلے نہ کسی انسان نے ان کی صحبت کی ہوگی نہ کسی جانور کی۔ وہ ایسی نہ بدشعور ہوں گی جیسی یا قوت دوسرے

اور فرمایا پیچھے وہ کواریاں اور خاوند نہ نکو

نیاریاں اور ہم عمر نیامین تھیں۔

اور فرمایا جو بھیر گاروں کے لئے مراد کو باہر نکلتے

اور آگود اور ہم عمر عورتیں اُسہری چھاتیاں والی۔

**انحضرت** کلمہ نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی

کوئی عورت دنیا کی طرف نگاہ کرے تو آسمان دنیا

کو روکشن کر دے اور خوشبو سے بھر دے اگر

او بڑی تمام و نہایت بہتر ہے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ پہلے جامع جو بہشت میں داخل ہوگی باذن اللہ

نہ ہوگی نہ چاہے جائیگے ان کے برتن سونے اور چاندی

کے ہوں گے اور کنگیاں سونے چاندی

کی اور جلانے کی انگلیٹیاں عود کی اور

ان کا پتہ تکستوری ہر ایک کے لئے دو

بیویاں ہوں گی جس کے بندے کا بیجا گوشت

کے باہر سے نظر آوے گا۔

ولہم فیہا ازواج مطہرات و ہم فیہا خالدا و قیومون

وزوجنا ہم بحور عین۔ و خان ۳۲۔

فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن احد من قبلہم ولا جارح

کاتہن الباقوت والمرجان۔ رومن ۳۲

انما ائمتنا من انسا را جعلنا من البکا کعربا

اترا با الامحاب الرمین۔ (واقعه ۱۲)

ان للمتقین مغنا حدائق واعنا با وکومب

اترا ما۔ (لنبا ۱۲)

قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم لو ان امرة من سبا اہل

الجبۃ اطلعت علی الارض لاصارت باہتہا و لکلت

ما فیہا سوا لفسیفہا پیچھے الخمار خیر من الدنیا

وما فیہا۔ رواہ البخاری۔

من ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اول امرؤ

تلج الجہنم نمر تم غلۃ صوره القمر لیلۃ البدر

لا یصدقون ولا یتخطون ولا یتوطون انہم

من الذہب والفضۃ و محاسنہم الالوة و محاسنہم

المسک لکل واحدہم زوجان یریدون

سوقہما من و اراد اللہ و اراد النبیان۔



## جلد سوم

وفی روایت لائرنڈی اکل جمل نہم روحان کا  
کلی زبوتہ سبعون قاتہ یرسح سو قہاس  
ورائہا۔ قال الترنڈی حدیث حسن صحیح۔

ایک حدیث میں ہے کہ ان پر ستر قاتہ  
میں سے ایک سے ایک بیچے سے ان کے بندہ لوباز  
کلی سچا نظر آئے گا۔

اسی مضمون کی میسون آئین۔ اور صد ہا حدیثیں اور میں زمین بشت کے عیم واند است ہی  
تشریح و تفصیل سے وارد ہیں جس کے مسلمان محققین اور غالباً آپ بھی اس تفصیل کے در و درمیان  
اب رہی یہ بات کہ ان چیزوں کے وجود سے وجود خارجی و ذاتی مراد ہے جیسا کہ امام خزان  
اور بروئے زمین کے مسلمان زمانہ رسالت سے لیکر آج تک اعتقاد رکھتے ہیں۔ یا وجود مستحیی  
مراد ہے جیسا کہ آپ بتقلید گذار فلسفہ قرار دیتے ہیں سو اسباب میں پورا فیصلہ تو دلون ہوگا  
جہاں اپنے امام کی محبت تکفیر و قانون مادیل پرکتہ چینی کی ہے۔ اس مقام میں اس قدر کہا جاتا  
کہ ان اشیاء کی خارجی و ذاتی وجود مراد ہونے پر دو دلیلین قائم ہیں۔ ایک یہ  
کہ وجود ذاتی وجود اشیاء کا پہلا مرتبہ ہے اور اشیاء کا مدلول ظاہری وہی وجود ذاتی ہے  
پس جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس وجود کے محال و متعق ہوئے پر قائم نہ ہو تب تک اس وجود ذاتی  
سے انکار و انحراف اور دوسرے وجود شبہی یا عقلی کی تجویز جائز نہیں ہے۔ یہاں ایسا قانون  
ہے کہ آپ کے ثانی انتہین صدق حکم طعی جناب مولوی مہدی علی صاحب نے  
اسکو تسلیم کیا ہے۔ اور آپ نے اسکو تہذیب الاخلاق شہ جری کے ساتویں  
نمبر میں شائع کیا ہے اور پھر آٹھویں نمبر میں خود اسکو تصدیق کیا۔ چنانچہ اس قول  
مولوی مہدی علی صاحب اور جناب کا اس بوجہ فیصلہ کے ذیل میں نقل کیا جائیگا۔  
بتاؤ علیہ کیا جاتا ہے کہ ان اشیاء کے وجود ذاتی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔  
بلکہ اسکا ممکن ہونا۔ اور خدا کی قدرت میں داخل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ ہمکا نبوت بھی عقوبت آتا ہے  
لہذا اسی خود ذاتی پر ان اشیاء کے محال کرنا واجب ہے اور یہی حق پر اسر تحقیق ہے۔

دلیل دوم یہ کہ الفاظ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے وہی معنی لئے ضرور ہیں جو موعود اعراس اور خصوصاً مخاطبین قرآن نے وقت نزول قرآن بھیجے ہیں۔ آیات کو آپ نے تہذیب الاخلاق کے پانچویں نمبر میں تسلیم کیا ہے اور اس سے بڑھ کر خود آسمان کا ہنسنے کی جسمانی ہونا جو علامت یونان نے قرار دیا ہے باطل کیا ہے۔ چنانچہ اس پرچہ کے ص ۷۷ میں آپ نے قرآن کا دوسری یہ کہ الفاظ قرآن مجید کے وہی معنی لئے جو ان بڑے اہل عرب انکے معنی حقیقی اور ظاہری میں اپنے بول چال کے سمجھتے تھے : وہ کہ کسی ملک کے عالموں نے موجب اپنے اصطلاح کو قرار دی ہیں کیونکہ خود حدائق نے فرمایا ہے : وما ارسلا من رسول الا لبسان قومہ۔ پھر اس کے بعد ص ۷۷ میں فرماتے ہیں : فاموس میں ہے اسماء معروف بیتہ آسمان وہ ہے جسکو سب جانتے ہیں پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے جسکو سب آسمان جانتے تھے یا جانتے ہیں بنجر اس نیلی یا بنجر کے جو ہموں کو کہلاتی تھیں ہر اور کسی چیز کو کوئی شجر اور شجر کی لکڑی و مولوی نہیں) نہ آسمان جانتا تھا اور نہ پتھر جانتا ہے یہی نیلی یا بنجر چیز جو ہموں کو کہلاتی تھیں ہے سما کا کسی بھیجا جاتا ہے۔

اور عرب موعودانے جو قرآن مجید و حدیث شریف کے اول مخاطب تھے ان الفاظ کے جو معنی جنت میں وارد ہیں وہی معنی سمجھے ہیں جو ان الفاظ کے معنی حقیقی ہیں اور خارج میں بذات خود موجود۔ دودھ سے بھی دو دھتور میں کیلے سے یہی کیلے جو کہاتے ہیں گوبرے سے یہی گوبر اور سپر گوبر میں ملتا ہے

ایک اسرائیلی کو گوبرے کا شوق تھا اس نے اسی صحیحہ اور خیال میں کہ بہشت میں دنیاوی چیزیں موجود ہوتی ہیں (انصاف ص ۷۷) سے سوال کیا کہ بار رسول اللہ بہشت میں گوبر اور گوبر کا انصاف ص ۷۷ میں فرمایا کہ بہشت میں دنیاوی چیزیں موجود ہوتی ہیں (انصاف ص ۷۷) میں بہشت میں شہزادہ قوت کا گوبر اور گوبر جہان تو چاہیگا سچے اور ڈاکر لیا ہیگا۔

وعن بريدة رغب قال قال رسول الله صلعم فقال بل في الجنة خيل قال ان الله اذ خلک الجنة فلا تشاء ان تحمل فيها فرس من ياتوتم حمرا لتسير بك في الجنة حيث شئت الا كان فقال اخبر بل في الجنة من ابل قال ان يخلک الجنة لكن فيها ما استثبت لنفسک ولدت عينک۔

پہر ایک اور اعرابی نے اسی خیال پر یو جہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت میں اونٹ  
بھی ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے خدا تعالیٰ نے بہت داخل کیا تو جو کچھ چاہیگا یا دیکھا۔

ایک اور اعرابی کے پاس تین حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہیشتی کے کہتی  
کی درخواست کرنے کا ذکر کیا تو اس نے  
کہتی کے وہی مٹے سمجھ جو دنیا میں ہے  
جاتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
جواب دیا کہ یا رسول اللہ یہ شخص بہت  
میں کہتی کی درخواست کرنے والا کوئی  
قریشی یا انصاری ہو گا جو کہتی کرتے ہیں ہم  
تو کہتی کرنے والے نہیں ہیں۔

ومن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یحدث عنہ  
ربیع بن ابی الباہوۃ ان یلا من ابی القیس مذن  
ربیع فی الزعم فقال لہ انت قیما شیت قال لے  
والکنی احب ان ازعم فبذر فبذر الطرفین  
وہستو لہ و ہستعدوہ فکان امثالہ لیلال  
فیقول اللہ تعالیٰ و ذلک یا من آدم فاذ لا یشیک  
شی فیقال للاعرابی واللہ لا تجدہ الا قرشیاً و  
الانصار یا فانہم احباب زعم و ما نحن فانا  
باہباب زعم ففعلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را و ما یجوزک

اور کسی عربی یا اسرائیلی نے جس کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا ۱۲ ان الفاظ سے بجز ان کے معانی  
حقیقی اور وجود ذاتی کے اور مٹے عقلی یا شبہی کو مراد نہیں سمجھا اگر سمجھا ہے تو انہی لوگوں نے  
سمجھا ہے جو اسلام میں داخل ہو کر کفریات فلاسفہ کے معتقد ہیں اور انہی اعتقادات کفریہ کے بنا پر  
حشر و نشر حساب کتاب و عذاب سے منکر ہیں وہی لوگ فلسفی مولویت کے اقتدار سے  
انہی انبیاء کے وجود ذاتی کو محال سمجھتے ہیں۔ اور باوجود ان کے وجود و شبہی جو زیر کرتے ہیں۔ اگر خدا  
مخاطب یا ان کے حواریین کو اس کے خلاف کا دعویٰ ہے تو کسی عربی یا اسرائیلی سے نہ لے کر طیکہ و فلسفی  
مولوی نہ تو بتقل صحیح ثابت کریں کہ اس نے ان الفاظ سے معانی حجازی کو مراد سمجھا ہے۔ اور ان کے  
وجود کو وجود شبہی قرار دیا ہے اور اگر اس بات پر قادر نہ ہو تو تباہ فہم عرب و عجم انہی انبیاء کے  
وجود ذاتی کو مان لیں اور مانی ہی اصول کے رو سے اپنی بات کو غلط مان لیں۔

یہہ تو ان انبیاء کے وجود ذاتی کا کافی الجھ اشیات ہے اب اس کے خلاف صرف وجود شبہی

کی تجویز کا ابطال کیا جاتا ہے۔

جناب مخا طلب نے دعوہ ذاتی کی نفی اور دعوہ شہسہ کی اثبات پر دو دلیلین قائم کی ہیں۔  
ایک دلیل نقلی حیکما حاصل یہ ہے کہ خدا و رسول نے صاف فرما دیا ہے کہ بہشت کی نعمتیں ایسی  
ہیں حکموں کی شخص ہیں جاتا ہے کہ کسی کو نہ ملے گا نہ کسی کا نہ سننا۔ نہ کسی کا دل پر لگا  
خیال گذرا اور یہ کہنا صرف کیفیت رحمت کی نسبت صحیح ہے جو نہ جو اس میں آسکتی ہے کسی  
لفظ سے بتائی جاسکتے ہیں اگر خود خدا تعالیٰ مانا جاتا ہے۔ ان ظاہری اشتیاد و دودہ شہدانی و غیر  
کی نسبت یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ان چیزوں کو سب کوئی جانتا ہے اور دیکھتا ہے  
اور مستحق ہے اگر کہ بہشت کی نعمتیں ایسی عمدہ ہیں جو کسی جہنم دیکھی اور نہ سینوں کو کیا جاوے گا  
کہ فرض کیا وہ نعمتیں دیکھو منہ میں تین تین مگر وہ خیال میں آسکتی ہیں جہاں تک انکو ترقی دیتی جاوے  
دل میں انکا خیال گذر سکتا ہے مگر بہشت کے نعمتوں کی نسبت تو کہا گیا ہے کہ کسی دل پر بھی  
نہیں گذری ہیں۔

دوسری دلیل عقلی حیکما غلامہ یہ ہے کہ بہشت میں عورتوں کا ہونا اور مردوں کا انکو باطن  
کرنا خراباتی (یعنی شوبہا پن و بے حیائی) ہے۔ پس اگر یہ باتیں وہاں ہیں تو ہماری خرابیات ہم  
سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اور یہ دو دلیلین سراسر باطل ہیں اور معانی لفظ و مفہم کے تو ہیں اسلام پر منہی۔  
ابطال اول دلیل یہ ہے کہ نعمت رحمت کو کسی کا نہ جانا اور نہ دیکھنا اور نہ سننا اس سے کہے کہ نہ  
جنت نعمت دنیا کی نسبت اعلیٰ درجہ پر ہیں لہذا کلام اور صورت میں اشتراک ہے مگر بوری حقیقت کو کہ بہشت  
میں نہایت فرق ہے بہشت کا دودہ ایسا ہے دودہ ہے جو دنیا میں جیتے ہیں اور ایسا ہی کام دنیا  
جو دنیا کا دودہ کام دنیا پر ہی اس لذت اور کیفیت میں تھا فرق ہے بہشت کی شراب ایسی ہے کچھ بھی جیسی دنیا میں  
ہی جاتی ہے مگر اسکی نیکی کیفیات میں نہایت فرق ہے۔

اس شراب دنیوی میں شہ ہے اس اُخروی میں نہیں ہے۔ اسکو پینے سے سرور و ہوتا ہے۔ انکو پینے

سے نہیں ہوتا۔ اس سے بہوشی ہو جاتی ہے اور بکواسی ٹھنڈے ٹھکرتی ہے وسط ذالقیاس۔  
اسی نظریہ ارشاد ہوا ہے کہ دودھ۔ شہد۔ حور تصور وغیرہ نعمتیں جو تجھے دیکھی یا سنی یا خیال میں چلا  
رہی ہیں بہشت میں ایسی نعمتیں نہیں ہیں بلکہ اُنکے بدرجہ ہمارے دیکھنے سننے میں کسی  
نہیں آتی۔ اور نہ کبھی خیال میں گذری ہیں۔

اور جو اسیرِ تیرے اعتراض کیلئے کہ عمر کی نفعہ کو چاہتے تھے ترقی دیتی مگر انسان کے دل میں اسکا  
خیال گذر سکتا ہے پہر کیوں کہا کہ وہ کسیکے دل پر نہیں گذرے۔ اسکا چوب بہہ ہے کہ ان  
نعمتوں کی خیال میں گذر سکتے کی تو قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ **ان** اُنکے خیال میں گذرنے  
کی نفی کی جو سو سکی وجہ یہ ہے کہ جس خبر کو انسان خود دیکھ نہیں لیتا یا اسکی بوجہ کی کیفیت و صورت  
سُن نہیں لیتا اسکا بعد اقلتہ قیاس مانگوں اور نظیر دن کے اپنے خیال میں نہیں جانتا۔

مثلاً ایک شخص نائٹ ہر لندن میں دیکھا اوسکے نظائر ہزاروں شہر و عمارتیں دیکھی ہیں  
وہ شخص خواہ کتنا ہی خیال وادے اور لندن کے عمارت و مکانات کو کھلتے مابقی کے انگریزی  
عمارات و مکانات پر قیاس کرے تو یہی اسکا اہلی اور پورا بقعہ ہے کہ دل پر نہیں جیتا۔

خدا علیہ اسکو کہا جاسکتا ہے کہ لندن ایسا شہر ہے کہ تیرے خیال کبھی نہیں گذرا۔ جس سے یہ کہی  
یہ کہہ سکتا کہ لندن کا وجود ذاتی نہیں یا اسکا ایسا وجود ہے جو خیال میں نہیں آسکتا۔

ایسا ہی نیم خست کی نسبت ہبات کے کہنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ نعیم حبت کا وجود ذاتی نہا  
یادہ ایسا وجود ہے جو کسیکے خیال میں آہی نہیں سکتا۔

**البطل دلیل دوم۔** بہر دلیل اپنے یہود و نصاریٰ و غیرہ کفار سے اقیاس کی ہے اگر وہ لوگ  
مسلمانوں کو ایسی باتیں کیا کرتے کہ بہشت میں ایک مرد کے لئے متعدد حور تین ہیں تو چاہے  
کہ ایک عورت کے لئے بھی کئی مرد ہوں۔ اب آپ اُنکے نائیت بنے ہیں اور وہی باتیں کرتے۔ لکن  
کہ بہشت میں حور تون کا ہونا اور مردوں کا اُنکے مباشرت کرنا خرافاتی و بے حیائی ہے۔  
اسکو چوب نے مختصر گزارش ہے کہ اگر مردوں کی جنسی حور تون سے مصاحبت و مباشرت کرے۔

خرابی تو بے حیائی قرار دیتے ہیں تو اس قسم کی خرابی کے بہشت میں موجود ہونے کے مسلمان قائل نہیں ہیں بلکہ ان عورتوں سے مردوں کی معاشرت کے مسلمان قائل و معتقد ہیں جو ان کے ازواج ہو گئے دنیا کی مسکوہ ہوں خواہ بہشت کی حوریں جیسا کہ قرآن و حدیث میں محدود دفعہ میں ان عورتوں کی نسبت لفظ ازواج آچکا ہے جیسے ہم و ازواجہم فی ظلال علی ہر ایک یہ مقرون۔ او علو النہ اسم و ازواجکم۔ و ازواجہم مجور ہیں و امثال ذلک۔

اور اگر آپنی ازواج سے معاشرت کو بھی آپ خرابی تو بے حیائی میں داخل کرتے ہیں تو سہزادہ نیچر اور شریفیت و دن کے مخالف ہیں نیچر اور شریفیت دونوں نے اس معاشرت کو جائز و مباح بلکہ واجب کر دیا ہے اور قیام سلسلہ سچے آدم و انکس حیوانات اسی پر موقوف ہوا ہے اگر یہ خرابی (مذہب خراب) علی میں نہ آتی تو کوئی چیز دنیا کی (حکما و الدنسا) اسی خرابی سے ہے (وجود میں نہ آتی۔ نہ کوئی مذہب پیدا ہوتا نہ کوئی رفتار نہ نہ کی تلافی نہ نیچر کا ناظر قبل اسی خبر کو جو اصل اصول بقا سلسلہ بنی آدم و غیر حیوانات ہے خرابی میں داخل کرنا اور بہشت میں اسکی تجویز کو بے حیائے قرار دینا ان لوگوں سے کب زیادہ ہے جنکا وجود اسی سے ہے۔

جو لوگ بہشت کو مذہب یون کا چکھ مانتے ہیں وہ اس بات میں غور فرما دیں اور غور و سوچ کر یہاں دیں کہ وہ بہشت کو کن سے کر چکھ کہتے ہیں۔ اگر وہ کسی سے یہ بات سُن بیٹھے ہیں کہ بہشت میں اپنی عورتوں سے معاشرت و معاشرت کے مسلمان قائل ہیں اور یہ سنکر وہ بہشت کو چکھ کہنے لگے ہیں تو وہ اس بات کو انفراد سمجھیں اور اس طعن سے باز رہیں اس بات کا کوئی مسلمان قائل نہیں اور نہ اسلام میں اسکا ذکر ہے اور اگر ازواج سے معاشرت کو بھی وہ چکھ والوں کا فعل شمار کرتے ہیں تو اس میں وہ ایسی ہی گمان میں موندھل کر دیکھیں پھر اگر وہ اپنے ہی آپ میں یا مریاد میں اور نیچر کو بھی اسکی موافق دیکھیں تو اسکو چکھ والوں کا فعل کہنے سے بتر مادیں۔

انرا یہ پہلا سبب اور اس کے ہم خیال وہم مذہب سببات کو ہی خیال میں لا دین کہ نیچر کے مطابق  
 تو ان کے نزدیک حق کی شرط یا علامت ہے۔ انکا قول ہے کہ جو اعتقاد یا مذہب نیچر کے مطابق  
 نہیں ہے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے یہ بھی انکا قول ہے کہ مذہب خدا کا قول ہے اور نیچر  
 اسکا فعل اور خدا واحد کے قول کا اسکے فعل سے مخالف ہونا جائز نہیں ہے۔ آخر جس حالت میں  
 معاشرت ازواج نیچر کے عین مطابق ہے تو پھر اسکا ہیئت میں ہونا کیوں محل اعتراض انگار  
 ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ جو ازواج معاشرت ازواج یکم نیچر کی عالم دنیوی سے مخصوص ہے  
 اس عالم آخری میں اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہیں ہے تو  
 کہا جاوے گا کہ اس عالم آخری میں اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہیں  
 تو اس کے عدم یا محال ہونے پر کب اسکی شہادت پائی جاتی ہے۔ نیچر سے ہرگز ثابت نہیں  
 ہوتا کہ معاشرت ازواج باوجود جسمانی لذات کا عالم آخری میں ہونا ناممکن و محال  
 ہے پھر پیردان نیچر کس دلیل سے اسکی نفی کرتے ہیں اور کیوں اسکو محال یا معدوم جانتے ہیں۔  
 اگر حضرات نیچر پر حشر اجسام کے منکرین اور اس عالم آخری کو محض دعائی بلا تعلق جسمانی  
 خیال کرتے ہیں و بناءً علیہ لذات جسمانی کو روحانیت کے مخالف سمجھتے ہیں تو اس انگار  
 میں بھی وہ کوئی مستند نہیں رکھتے۔ نہ نیچر حشر اجسام کی نفی کرنا ہے نہ عقل اسکو محال جانتا  
 ہے اسباب میں منکرین کا مستند بجز استبعاد اور کچھ نہیں ہے چنانچہ البدائع نے اشارہ کیا  
 قدیم سے یہ استبعاد نقل کیا ہے اور پھر اسکو خود ہی بدلائل رو کیا ہے اور اسی نیچر کی  
 شہادت سے منکرین کو ملزم کیا ہے چنانچہ  
 فرمایا ہے کہ انسان (منکر حشر) نے پیدا کیا کہ  
 جسے اسکو ایک قطرہ سے پیدا کیا اب وہ جسے  
 صاف بھگڑتا ہے اور اپنے پہلی پیداوار  
 کو بھگڑ گیا ہے اور یہ بات نیا تاجہ کہ خدا و رب

اولم یز الانسان اما خلقناہ من نطفۃ فاذا  
 ہو خصیم مبین۔ و ضرب لنا مثلاً ولنسئ خلقہ  
 قال من یحیی العظام وہی رمیم۔ قل یمہیا  
 الذی انتہا اول مرۃ وہو بکل فن یمیم  
 الذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناریفا فاذا انتم مرققون

اور ليس الذي خلق السموات والارض لقادر على ان  
يخلق مثلهم له وهو الخلاق العليم - سورہ یس ۲۴

بڑیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ تو کہہ دو انکو وہ  
زندہ کرے گا جسے پہلی باری پیدا کیا ہے۔ اور  
وہ سب پیدا کر کے جانتا ہے۔ وہ جو سبز درخت سے آگ نکالتا ہے جس سے تم آگ ملکا لیتے ہو۔ کیا  
جس نے آسمان و زمین پیدا کئے وہ سپر قادر نہیں کہ ویسے پھر پیدا کرے کیوں نہیں وہ بڑا پیدا کر  
والی ہے اور خوب جانتے والے۔ اور فرمایا ہے تم سب کا پیدا کرنا اور اودھانا ہمیں ایسا آسان ہے  
جیسا ایک جان کا پیدا کرنا۔

ما خلقكم ولا تعلمكم الا كنفس واحدة - لقمان ۲۷

اور فرمایا کیا یہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے جنہے اسکو کیونکر بنایا اور زمین کیا اسکو  
سنگاف نہیں اور زمین کو پہلایا اور آسمان کو  
کو رکھ دیا اور اس میں قسم کی بارون بنی اور آگ  
سو جانے اور یاد دلانے کو ان سب بندوں کے  
جو اسکی طرف رجوع رکھتے ہیں اور آسمان پانی  
برسایا برکت والا پھر اس سے اگلا کر باران اور  
دانے کئی کیتوں کی اور لے لے درخت خرما  
حنیکا کا بانو برتو ہوتا ہے اسے بندوں کو

اولم يطرء الى اسماء فوقهم كيف ينبتون  
وبالها من فروع والارض مدونا والقيتا  
فيهار واسى وابشاشا فيها من كل فروع  
تنبؤة وذكرى لكل عبد منيب - تنزيل اسماء  
ما مباركا فابشاشا به جنت وجب الحصيد والنظر  
بلسقت لها طلع نصيرز فاللعباد فاجينا  
به بلدة ميتا كذا لك الخروج - سورہ ق ۴۱

کہلانے کے لئے اور اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا ایسا ہی تمہارا قبروں کو نکلتا ہے۔  
اور فرمایا وہ دنہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو اور زمین کو اسے مردہ  
دینے خشک ہو جانے کے بعد جلا آج انکو  
کو دیتا ہے اس طرح تم سب کی جاؤ گے۔

خرج الحي من الميت ويخرج الميت من  
الحي ويحي الارض بعد موتها وكذا تخرجون يوم  
القيامة

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خراج حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ابن آدم نے مجھے مبتلا کیا ہے  
اور میرا سکو لائق نہ تھا اسکا جیسا نہ میرے جود  
کتنا جو خدا مجھ کو بارہ نہیں اور میں کتنا ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وآله قال الله تعالى كذبني ابن  
آدم ولم يكن له ذك ولا مستغنى ولم يكن له ذك



انکد یہ آیائی فتور لن یعدی لکما بئنی ولیر  
بادل الخلق بامون علی تن الامواتہ۔ رواء البخاری

پیدا کیا۔ حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا  
کرنے سے مجھے سنبھل نہ تھا۔

اسی مضمون کی اور بہت آیات و احادیث ہیں جنہیں خدا اور رسول نے منکر بن حشر اجسام کے استہزاء  
تکرار دیا ہے اور اسی عالم کے حالات سے دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کرتے ہیں، اسکا مکان ثبت کیا ہے  
ان آیات اور بیچر میں غور کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حشر اجسام سے انکار باقی نہ رہے گا اور جب  
حشر اجسام کو تسلیم کر لینگے تو نعیم جسمانی بہشت کو بھی ماننا پڑے گا۔ اور اس عالم اخروی کا اور  
اس عالم دنیوی کے حالات کو یکساں تسلیم کرنا ضروری ہوگا جب جسم ہوا تو لازم جسم کہانا  
پینا اور نون سے معاشرت کرنا اور اسکے اسباب و ذرائع دودہ مشرب طہور و حور و قصور  
کا وجود ضرور ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے کافروں میں سے ان مضمون و لذتوں جسمانی کے وہی لوگ منکر رہے ہیں جو حشر  
اجسام کے منکر رہے اور جو حشر اجسام کے قابل ہیں اُن میں سے اُن نعمات جسمانی کا کوئی منکر  
و لذت نہیں ہے چنانچہ امام غزالی نے رسالہ مضمون بہ علیہ غیر الیہ میں فرمایا ہے اُن لذت بہشت  
دجیسے نکاح کہانا مینا لباس خوشبو، اُس عالم میں مشاہدہ میں آنے سے وہی منکر ہیں جو حشر  
اجسام کے منکر ہیں اور روح کا جسم کی طرح پرانا حال  
جانتے ہیں اور اسکے حال ہونے پر کوئی دلیل قائم  
نہیں ہے بلکہ بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ بعض جسم  
تھاں جو جس بعد موت روح کا تعلق ہو جس کوئی  
استیلا نہیں نہ قبر میں اور نہ قیامت میں جس قدر  
الایاں فلسفوں نے چکے محال ہو سکتے ہیں قائم کر  
ہیں وہ محقق و لایاں نہیں ہیں اور مترجمین حشر  
اجسام وارہ ہو چکا ہے لہذا اسکی تصدیق و حقیقت

قال الغزالی فی رسالہ المضمون بہ علی غیر الیہ  
واللذات المحسۃ الموجودة فی القیمۃ من  
الکون منکوح و ملبوس من شرم بکب التقیدین ہا  
لا مکا ہا۔ الی ان قال ان ہذا انما ینکر من  
ینکر حشر الاجساد و یحیل رد الفیل الی الجبد  
و لم یقم علی استمالہ بران حقیقی بل استمالہ  
یوضع بغير الاجسام لیل النفس لعل الموت و لا  
استمالہ فی ذلک لانی القبر و لا فی القیمۃ۔

او کلمات و کلمات اول من الدلائل علی حاله لیست  
محقق والشرح قد ورد فیجب نقدی فی فصل  
و نسبتہ بنسبت کلام الشیخ ابی علی بن سینا۔

پہر اہام غزالی نے اوں دلائل کا تصنیف کیا  
بہ تفصیل بیان کیا ہے۔ اور شیخ ابو علی سینا  
کی کلام سے اس پر استنباد کیا۔

یاجلہ حشر اجسام حق ہے تو اس عالم دنیوی اور اس اخروی کا حال یکساں ہے معاشرت لری  
یہاں موجود و یکجہ میجر و نہر لیت جائز ہے تو وہاں ہی اسکا موجود و جائز ہونا ضروری ہے۔ اور  
اگر منکرین نعیم جسمانی کو حشر اجسام سے انکار ہے تو بدون اثبات استحالة حشر اجسام کے انکار  
نعیم جسمانی عیث دلے کا رہے۔ بحکم ثبت العرش فیما تعلق پہلے وہ حشر اجسام کا محال ہو جائیگا  
کرین اذہ خدا تعالیٰ نے امکان حشر اجسام پر پیچر سے دلائل قائم کئے ہیں انکو بدلائل قطعیہ  
رذکرین پہر نعیم جسمانی کے انکار سے لب ملاوین۔

انرا یہاں صا جب بہادر کو بھی اگر حشر اجسام سے انکار ہے تو پہلے اس انکار کو مدلائل قطعیہ  
پہر انکار نعیم جسمانی کو زبان پر ملاوین قبل البطلان حشر اجساد انکار نعیم جسمانی سوزبان کو نہر  
یہہر تو حضرت کی دلیل دوم کا جواب ہے اب ان منکرین (یہود و یغاسی) کے اعتراض کا جواب دیا  
ہے جسے آپ نے اس دلیل کو اقتباس کیا ہے۔

انکا یہہر کہنا کہ اگر بہشت میں ایک مرد کے لئے متعدد عورتیں ہوں گی تو چاہئے کہ ایک عورت کے لئے  
بھی متعدد مرد ہوں۔ بحکم عقل و پیچر کا طل ہے نہ پیچر کے رد سے انسانوں بلکہ اکثر عیوانوں  
میں یہی قاعدہ مقرر ہے کہ جانب اثاث میں بہ نسبت عاقل و کو رکت و تعدد پایا جاتا ہے۔  
اور ایک نر سے کئی مادہ کی حاجت ردا کی کا کام لیا جاتا ہے۔ اور اگر کہیں سکے برخلاف عمل پایا  
ہے خصوصاً نوح انسان میں تو اسکو خلاف قانون قدرت سمجھا جاتا ہے۔ پس اس خلاف کی  
تجو بہشت میں پیچر کب روا کہتا ہے۔

عقل کے رد سے عورت بہرہ فرشتہ مملوک ہوتی ہے اور مرد اسکا مالک و متصرف اکثر  
میں عورتیں مردوں کی محتاج ہوتی ہیں اسی لئے انکے متبذل اور مردان کی حاجت ہوا ہوتی ہیں

اور اسکے سامنے معزز۔ پس مرد و عورت کی خاطر جانب انات میں تعدد تجویز کرنے میں مرد و عورت کا  
 اعزاز مقصور ہے جیسے ایک شخص کے لئے کئے غلام اور کئے خادم اور کئے مرکب اور کئے مکان  
 اور کئے فراش تجویز کروینے میں اسکی عزت ہے۔ اور عورتوں کی خاطر جانب ذکر میں تعدد  
 تجویز کرنے میں انکی ذلت مقصور ہے۔ جیسے ایک غلام کے لئے کئے مکان اور ایک مرکب کے لئے کئی  
 سو اور ایک مکان یا فراش کو کئی استعمال کرنے والے مقرر کر دینے میں اس غلام اور مرکب  
 اور لباس و فراش کا مستند ہونا مقصور ہے۔

غلام کے لئے بھی عزت ہے کہ اکیلا ایک کے لئے ہو۔ گھوڑے کی اس میں عزت ہے کہ وہ خاص ایک  
 شخص کا مرکب ہو کہ یا فراش و ہی نہیں یا غیر سبھا جاتا ہے جو بجز ایک شخص کے کسی استعمال  
 نہ آتا ہو۔ اور چونکہ تمیز بہت میں اعزاز و اکرام اہل محبت مد نظر ہے اسلئے مرد و عورت کو لگو  
 تعدد ازواج تجویز کیا گیا ہے۔ جس میں انکی عزت مقصور ہے۔ اور عورتوں کے لئے وحدت ازواج  
 جس میں انکی عزت مقصور ہے۔ اس سہ کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی مقرر فرمایا ہے  
 فرمایا ہے جہاں ازواج کو کیا ہے مرد و عورتوں پر منصب لفظ لکھتے ہیں ایک اسلئے کہ خدا

عقل و تمیز و قدرتی و غیرہ فطرتی حساب  
 میں ایک فرق کو دیکھتے ہیں جو ہم دیکھتے  
 ہیں وہ مرد اسلئے کہ وہ مال بیچ کر لیتے ہیں۔  
 اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تم قرآن میں  
 ہر طرح کی مثالیں لیا کی ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھیں۔  
 وہ قرآن عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ وہ  
 لوگ جو عربی ہیں یا عربی زبان جان سکیں ہر  
 انکار سے بچیں۔ اور ایک مثال خدا انیہ میں  
 کی ہے۔ کہ ایک آدمی کئی شتر کیوں کے ملکیت

الرجال تو امون علی النساء ما فضل  
 اللہ لجنسہم علی بعض و بالانفقا۔  
 سورہ نساء ۵۔

و لقد ضربنا للناس فی ذہ القرآن  
 من کل مثل لعلہم یتذکرون  
 قرآن عربی غیر ذی عوج لعلہم یتقون۔  
 ضرب اللہ مثلاً رجلاً ذی شراکاء مثلاً کون  
 و رجلاً مسلماً لعلہم یتذکرون مثلاً اللہ  
 بل اکثر ہمہ لعلہم یتقون سورہ زمر ۳۶۔

جو سب کہتے ہیں چمک دینے والے ہیں اور ایک خائف ایک شخص کا گیا یہ دونوں برابر ہیں اور اگر کہیں خدا تعالیٰ کے لائق ہے جسے ایسی مثال پوری دی ہر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ اکثر لوگ ان سنانوں کے اسرار و مقاصد سے بے خبر ہیں وہی لوگ کہ جو احکام و افکار پر اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ منجہل شئیہ اعداد یعنی جو کسی چیز کا جابل ہو تا ہے اسکا دشمن ہو جاتا ہے۔ تحکو بندوں اور عیسائیوں پر اس قسم کے اعتراض کرنے کا استدرا فوس نہیں جعفر حضرت شیخ پر اس فوس ہے پر زبانی اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں پر اسی قسم کی باتیں جو منکر اسلام کہتے ہیں بر ملا کرتے ہیں۔

چند روز کا عرصہ ہوا ہے کہ ایک نوجوان پیری جو مدرسۃ العلوم علیگڑہ میں تعلیم پاتا ہے لاہور میں آیا اور مجھ سے ملاقی ہوا اور یہی بات حکم جو آپ دیا گیا ہے زبان پر لا جا اور ملاو ہم آں اس پر یہ بھی کہتے ہیں چڑا دیا کہ اگر ایک ایک مومن کے لئے بعض ایک دفعہ یا فی جلائے کے یہ قدر زور دین ملتی ہیں تو ہر بہشت میں اور رند یوں کے چمک میں کیا فرق ہے۔ اسکی آزدی دیکھ کر سچے اسکو تو جواب سے مخا طب نہ کیا پر اس خیال سے کہ اب یہ لوگ ان باتوں کو تو عام مسلمانوں سے پہلے لگو ہیں اسکا جواب اس مقام میں مناسب سمجھا اور اسکو بھی یہی کہہ کر سبابت کا جواب اسناغہ النشہ میں تحریر کرینگے۔

یہاں سے اہل اسلام تاثیر تعلیم مدرسۃ العلوم علیگڑہ کا اندازہ کر لیں اور جو ابطال و انکار اصول اسلام اس سے متفرق ہونے والے ہیں اسکا منہ یہی ایک بات دیکھ لیں۔ دامیان مدرسۃ العلوم کہتے ہیں کہ مدرسۃ العلوم کی تعلیم میں سید احمد خان صاحب کو خیالات و اعتقادات کو کیا دخل ہے۔ وہاں مذہبی تعلیم اہل سنت کو تو کتب اہل سنت سے پہلی ہے اور شیعوں کو کتب اہل تشیع سے مگر یہ بات انکی سرسراہر ہو کر ہے۔ مانا کہ وہاں دس ہندو منہ کے لئے بدایہ یا شریعہ کا شغل کرایا جاتا ہے مگر اس شغل کے بعد تو تمام مدرسہ ہی بے شغل و خیال رہیں رہتے ہیں جو دین و ایمان کے مخریب ہیں کہیں تہذیب الاخلاق مطلقہ میں لگو۔

کہیں تفسیر سزا پھر تخریف یا کسی اور ہر یہ یورپ کی تالیف پڑھی جاتی ہے۔ کہیں ازراہل سید احمد تھاکر  
بہادر کلکتہ یا شملہ سے آتے یا جامائے کوئی لکچر سٹیل ہول اسلام و عروج ہیں۔ کہیں آئیے حوا میں آئی  
تائید میں سیچ فرما رہے ہیں۔ غرض یہاں وہی وہی طالب علموں کے کان میں پڑتی ہے۔ یہ زبان  
دس ہندو سنٹ کے غفل شرح و فائید یا شراج کی کیا چلتی ہے۔

و یہ ہوش کج بنے سکولوں میں قرآن ہی پڑھا جاتا ہے مگر جب ساتھ اسکے انجیل کا سبق پڑھا  
تو وہ قرآن کا پڑھنا کس کام آتا ہے۔

نہیں نہیں مٹی غلطی کی مدرسۃ العلوم علیگڑھ میں سکولوں کے برابر نہیں۔ بلکہ اس سے  
بہتر ہے اور اہل اسلام کے لڑکوں کے لئے نہایت مفید۔ ایسے اگرچہ مشرق میں پادری  
انجیل پڑھاتے ہیں مگر مسلمانوں کے اکثر لڑکے اس لئے کچھ ضرر نہیں پڑتے وہ مذہب عیسائی کو بظاہر  
سمجھ کر جو کچھ زبان سے پڑھتے ہیں دل سے اسکو جھوٹ جانتے ہیں اور اسکی سبب اپنے اعتقاد کو چھوڑ  
نہیں دیتے بخلاف خیالات سید احمد خاں کے کہ قرآن وحدیث کو لباس میں حاضر کر دیا جائے مگر  
اسکو مسلمانوں کے موافق لڑکے قرآن وحدیث کو مطابق سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں اور اسلام کو  
باتہ سے دے بیٹھتے ہیں۔ وہی نوجوان مدرسہ علیگڑھ میں جانے سے پیشتر فاضل پکا مسلمان تھا  
مگر جب علیگڑھ سے ہو کر آیا تو کچھ کچھ بن گیا۔ صورت و سیرت و لباس و قول و عمل و اعتقاد سے اسلام  
کا معارضہ نظر آیا۔ یہ ذکر مدرسۃ العلوم بذیل اعتراض اس نوجوان کو متبادا اتفاقاً ہو گیا پھر مستقل  
طور پر اسکا ذکر جمیل ہر کسی موقع پر ہو گا اس مقام صرف اتنا بیان کرنا مقصود تھا کہ جو اعتراض  
اسلام پر ہندو و عیسائی کرتے ہیں وہ اپنی بھڑکی کر کے لگے ہیں۔ اور اس اعتراض میں وہ ہندو  
اور عیسائیوں کی نسبت زیادہ افسوس کا محال ہے۔

الحاصل دونوں دلیلین خدیجی طب امام غزالی کے مقابلہ میں باطل و ناتمام اور امام  
غزالی کے دعویٰ کو اوٹھا نہیں سکتے ہیں۔

اس بیان میں گو سید در تعویل ہو گئی ہے مگر اس تعویل سے یہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ جو کچھ

ایام نزاری یا تمام مسلمان ہیئت اور نماز ہیئت کی نسبت خیال رکھتے ہیں وہ صحیح و حق و نقل و نقل کے مطابق ہیں اور جو جناب مخاطب اس سیرکتہ جینی کی ہے وہ مشرہ اور نیچو کر خلاف ہے۔ اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے دوسری مثال وجود عقلی کی آنحضرت صلعم کا یہ قول ہے

المثال الثاني قوله صلعم ان البدن خير آدمية  
اربعين مباحا فقد اثبت للبدن تعالى يدا  
ومن قام عنده البرهان على استحالة  
البعد للبدن تعالى التي هي جارية محسوسة متغيرة  
قيمت للبدن تعالى يدا روحانيا وعقليا  
اعني انه يثبت معنى البدن حقيقة وروحه  
دون صورته لا روح البدن ومعناه يظهر  
ببإدخاله في العقل والنجس والبدن تعالى  
يمنع ويصل الملائكة - x x x x x

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی مٹی کو چالیس دن تک اپنے ہاتھ سے گوندھا ہے اس سے خدا کے لیے ہاتھ ثابت ہوتا ہے اور جس کے لئے تیرہ ایک خدا کے لئے ہاتھ (جو ایک نظر آتا یا خیال کیا جاتا غصوبہ) کا ہونا محال ہے وہ خدا کے لئے ہاتھ اور عقلی ہاتھ ثابت کرنا ہے یعنی ہاتھ کی صفت اور حقیقت اور اس کی روح نہ اس کی صورت ہاتھ کی روح اور حقیقت بہرہ ہے کہ اس سے بڑا جادے اور لیا دیا جادے اور اللہ تعالیٰ

فرشتوں کے واسطے سے دیتا ہے اور روکتا ہے یعنی اس ہاتھ سے فرشتہ مر رہا ہے۔

وجود و شہدائی مثال غصہ مشوق خوشی بہتر وغیرہ صفات میں جو خدا کے حق میں ہوتے ہیں غصہ کی حقیقت یہ ہے کہ خون دل جو ش میں آتا کہ اس سے دل کا کارمان نکل جادے

اما الوجود والشهيد مثال الغضب المشوق والفرح والشعر وغير ذلك ما ورد في حق الله تعالى فان الغضب مثلا حقيقة انه عليان وم القلب لا رادة للشغى -

اور یہ اس نقصان اور رنج سے خالی نہیں اور جس شخص کے نزدیک خدا کے لئے وجود ذاتی وحسی و خیالی و عقلی غصہ کہ محال ہے بوجہ دلیل قائم ہے وہ اس غصہ کو اور صفت نہ تعبیر کرتا

وبذا ينفك عن نقصان والم من قام عنده البرهان على استحالة نبوت نفس الغضب شيئا ذاتيا وحسيا وخیالیا وعقلیا تر له على نبوت صفة اخرى يصدر منها البصير

من الغضب كما رادة العتاب والارادة  
لا تناسب الغضب في حقيقة ذاتها لكن الخاصفة  
من الصفات تعار بها اثار من الازمان بعد  
عباراً وبلا لایلام۔

جس سے وہی اثر ظاہر و صادر ہوتا ہے جو غصہ سے  
صادر ہوتا ہے جیسے ارادہ انتقام اس ارادہ  
کو غصہ سے حقیقت ذاتی میں مناسبت نہیں  
ہے بلکہ صفت میں جو اس حقیقت کے قریب

قریب ہو یا اثر میں جو اس سے صادر ہو وہ کیا ہے؟ کیا وہ کہہ سکتا ہے یا محلیف دنیا۔  
راقم کہتا ہے جن لوگوں سے امام صاحب کے سوال دوم وجود عقلی اور مثال جو دستیابی کا دلیل  
نقل کیا ہے وہ فلسفی مسلمان ہیں جو ایک دفعہ دریا فلسفہ میں ڈبے میں تو پیر باد وجود و لذت و مابہر  
تکے کی اس سے نقل نہیں ہو سکتی کسی کسی بلکہ میں پیر اسکو ابتداء نہیں سمجھتے سادہ  
بعض انہیں ایسے ہیں کہ ایک ہرے قرین مستغرق ہیں اور بحر شریعت اسی دریا فلسفہ کو سمجھتے  
ہیں۔ جناب مخاطب اور انکے ہم مذہب ان ہی لوگوں کے مقلد ہیں اور انکی تعلیم سے صفات ہائے  
یہی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ مولوی مہدی علیہ صلب نے معنوں نہ صرف فیہ فیہ خدایہ کے کہ تاہم کہ وہی  
وجود عقلی سے ماہل کیا ہے اور جناب مخاطب نے معنوں نہ صرف فیہ فیہ خدایہ کو تصدیق فرمایا اور سوا  
اسکے اور بہت جگہ ایسا ہی فرمایا ہے۔ لیکن سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ فقہاء و محدثین  
انکے مخالف ہیں۔ وہ جملہ صفات مادیہ و جسمانیہ و غیرہ کو نہ ظاہری معنی پر جو جسم کے سبب  
ہیں محمول کرتے ہیں اور نہ انکی تاویل وجود عقلی یا شعبی سے جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت ان  
صفات کو خدا کے سپرد کرتے ہیں اور انکے وجود پر جس سے کہ خدا نے ارادہ کیا ہے اور اسکی ذات  
کو لایق ہے ایمان رکھتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ماتہر ہے نہ ایسا جیسا ہمارا یا کسی اور مخلوق کا اور نہ ان سے کہہ کر کہ  
کوئی قوت یا قدرت مراع ہے بلکہ اس سے کہ جو خدا کی ذات کو لایق ہے اور خدا کے نزدیک و مراع  
اسکی حقیقت کا ہر علم نہیں ہے بلکہ لازم و آثار و افعال کا علم حاصل ہے۔ لہذا دنیا و مافیہا  
و غیرہ افعال اسکے لازم و آثار ہیں۔ و علیٰ ہذا العیاس وہ ہتیمہ صفات کو متحمل کرتے ہیں۔

خدا کا صفت! اری میں یہی اعتقاد ہے جسکو متعصب نادانوں کو کجیم و تشبیر سے تعبیر کرتے ہیں اور اس اعتقاد کے معتقدین کو مجسم اور مشبہ نام رکھتے ہیں۔

امام الحنفیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مثیلہ استواء کو باب میں فرمایا ہے کہ اسمین وہی قول (مقبول) ہے جو تمام صفات باری میں ہے جن صفات سے خدا نے اپنے آپ کو موصوف فرمایا ہے ان میں سے ایک صفت میں وہی قول ہے جو وہ سرے میں ہے مذہب سلف ائمہ اور ابائیدہ اس میں یہ ہے کہ ہم خدا کو ہر صفت سے موصوف کریں جس سے خدا نے اپنے آپ کو اور اسکو رسول نے خدا کو موصوف کیا ہے نہ اسکو تحریف (یعنی تاویل کر کے بے معنی کر کے) کر دیں اور نہ اسکی کوئی مثال و کیفیت بیان کریں نہ کسی صفت کی نفی کریں نہ کسی صفت کو صفات مخلوقات سے تشبیہ دیں وہ خدا تعالیٰ ایسا کہ اسکی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنے اور دیکھنے والے ہے کوئی چیز نہ اسکی ذات کی مثل ہے نہ اسکی صفات کی نہ اسکو افعال کی۔ مذہب سلف سب سے وہ مذہبوں کے بیچا بیچ میں ہے دو گروہوں کے بیچ میں وہ ہدایت ہے پہلے کہ خدا کی صفات کو ثابت کریں اور مشابہ مخلوق کو مایوس پس خدا کا یہ قول کہ اسکی مثل کوئی چیز نہیں ہے

اللہ فی الامتواء والقرنل کا لفظ ہے  
سائر الصفات التي وصف الله نفسه  
كما في كتابه رسول الله صلى الله عليه وسلم فان الله تعالى  
سبحه وتعالى في وصف نفسه بصفات فالقول  
في بعض هذه الصفات كالقول في بعض برب  
سلف الائمة وائمة الائمة ان الله تعالى  
بالوصف في نفسه بما في حق رسول الله صلى الله عليه وسلم  
تحريف ولا تعطيل ولا تكليف ولا قبيل ولا يجوز  
نفى صفات الله تعالى التي وصف بها نفسه ويجوز  
تمثيلها بصفات المخلوقين بل هو سائر  
كذلك في قوله هو المسيح البشير ليس كذلك  
لاني ذاته ولا في صفاته ولا في افعاله  
ومذہب السلف مذہب میں مذہب میں  
وہرے میں الصلواتین اثبات الصفات  
ونفی ما نکر الخاقات فقوله تعالى ليس  
كذلك في قوله هو المسيح البشير  
وقوله هو المسيح البشير وقوله هو المسيح  
والعطيل فاما مثل الله والعطيل



والمثل بعد صفات المعطل بعد مدعا

خدا کی صفت کو مخلوق سے تشبیہ و تمثیل دینے

والون پر رد ہے اور خدا کا یہ قول کہ وہ سستے اور در دیکھتے والے ہے۔ ایسی صفات کو مٹانے والا اور اسکو صفات سے میکا کر کے والون پر رد ہے۔ صفات خدا کی مثال بنانے والا نیم کو دے اور خدا کو صفات سے معطل کرنے والا لفظ ہے۔ تشبیہ و تمثیل والا لفظ کی پشت پر کرتا ہے اسکو صفات سے معطل کرنے والا محض ہدم کو بوجہ ہے۔

سہی اعتقاد و اکابر ائمہ مجتہدین نے سلف سے نقل کیا ہے اور اس کے خلاف کو ضلالت سے تعبیر کیا ہے

امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ زندی مین اپنی کتاب سنن جامع مین (بذیل اس حدیث کے) کہ

خدا تعالیٰ پاک صمد کو اپنے دلہنے کا ہتھ سے

قبول کرتا ہے اور یا یہ کہ بہت سے اہل علم نے اس

حدیث مین اور جو اسکی مثل صفات باری مین

وارد ہیں فرمایا ہے کہ سبب مین جو کہہ اور

اس پر ایمان لائے ہیں اور اس مین جو نہیں

دور آتے اور یہ نہیں کہتے کہ وہ کہو گھر مین۔

ایسا ہی امام مالک و سفیان، عبد اللہ بن مبارک

سومروی اور انہوں نے کہا ہے کہ ان احادیث کو جیسے

یہ آئی ہیں۔ یہی جاری کرو اور انکی کیفیت سے

تعرض نہ کرو یہی اعتقاد اہل سنت و جماعت کا ہے

فرقہ جہتیا کے منکر مین اور اس اعتقاد اہل سنت کو

تشبیہ کہتے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ نہ بہت مجاہد

کتاب مین ملاحظہ فرمائیے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا ہے

تو اسکی جیسے و نحوہ اہل علم و عہد و کتب میں کہتے ہیں کہ

و قد قال غیر واحد من اہل العلم فی بذل الحث

و ما یشبہ بذل من الروایات من الصفات

و نزول الرب تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الہام

الدنیا قالو قد ثبتت الروایات فی مذکور

بہا و لا ینویہم و لا ینال کیف بکذا روے

عن مالک بن انس و سفیان بن عیینہ و عبد

بن مبارک اہم قالو فی مذکور الاحادیث

آمر و بلا کیف و بکذا اذ قال اہل العلم من اہل

السنة و الجماعة و اما الجہتہ فانکرت بذل الروایا

و قالوا بذل تشبیہ و قد ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ

فی غیر مواضع من کتاب الہد و المسیح و البصر

فما ولت الجہتہ بذل الایات و فسر و لا علی غیر

ما نسر اہل العلم و قالوا ان اللہ لم یخلق آدم

سیدہ و قالوا انما الید القوۃ و قال سحافر

ابن ابراہیم اما کیوں التنبیہ اذا قال کید  
او مثل مد او سح کسح او مثل مع فاذا قال  
سح کسح او مثل مع فہذا تشبیہ واما اذا قال  
کما قال البطلان ید و سح و بعر ولا یقول  
کیف ولا یقول مثل مع ولا کسح فہذا  
کیوں تشبیہاً و ہو کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ  
فی کتابہ لیس کثلک شئ و ہو السبع البعیر۔

سے قدرت مراد ہے اسحاق بن ابراہیم کہ  
رو میں کہتے ہیں کہ خدا کے لئے ہاتھ ثابت  
کرنے میں تشبیہ ہو جبکہ اس کے ہاتھ کو کیے  
ہاتھ کی مثل کہا جاوے اور اسکے سنے کو کیے  
سننے کی مثل۔ اور اگر صرف اتنا ہی کہیں تشبیہ  
خدا نے کہا ہے کہ خدا کے لئے ہاتھ ہے اور  
اور سنا ہے اور دیکھا ہے اور نہ دیکھیں

کہ کیسا ہے اور نہ یہ کہیں کہ کسی مخلوق جیسا ہے تو یہ تشبیہ نہیں ہے چنانچہ خدا تعالیٰ خود  
فرماتا ہے لیس کثلک شئ و ہو السبع البعیر یعنی اسکی مانند کوئی چیز نہیں۔ اور رسول دیکھنے والا ہے  
اور ملخص طبقات فہمی میں بذیل ترجمہ خطیب بغدادی مرقوم ہے کہ خطیب کی کلام  
یہ ہے کہ کلمات باری میں کلام اور جو اس میں کتب سنن و صحاح میں مذہب سلف مراد

من کلام الخطیب اما الکلام فی الصفات واز  
ماروی فیہا فی السنن و الصحاح مذہب  
السلف احرار علی ظہور اہل و فنی الکلیفۃ و تشبیہ  
عہا و قد لقنا قوم فابطلوا اما اثبتہ اللہ تعالیٰ  
و حقہا قوم من المتبعین فخرجوا فی ذلک ضرب  
من التشبیہ و التکلیف و انشدنا ما ہو سلوک الخیر و  
المیسطر بین الامرین و دین اللہ تعالیٰ علی النالی  
فیہ و المفسر حنہ و الاصل فی ہذا ان الکلام  
فی الصفات فرع الکلام فی اللہ و یجوز  
فی ذلک خذوہ و مثلاً فاذا کان معلوم

ہی یہ ہے کہ انکو ظاہری معنوں پر ارجح  
ذہن جلالت میں جاری کیا جاوے اور کیفیت  
و تشبیہ کو ان سے دور کیا جاوے۔ ان صفات کو  
ایک قوم دینیہ جہتہ مقلدین فلاسفہ نے تو فی  
ہا یا ہے اور جو خدا تعالیٰ نے ثابت کیا ہے سکو  
انہوں نے باطل کیا اور ایک دم دینیہ فرقہ جہتہ  
نے ایسا ثابت کیا ہے کہ اس اثبات میں تشبیہ  
کیفیت کا رستہ اختیار کیا ہے۔ مبادیہ دینیہ  
کہ دونوں مذہب کے بیچ گے راہ چلین اور ظاہر  
اہل ثبات اور تقریظ اہل نفی کے مابین دین

ان اثبات رب العالمین اما بوجہ اثبات وجود  
لا اثبات کیفیت لکن انک اثبات صلتہ انما بوجہ  
وجود لا اثبات تحدید و تکلیف فاذا قلنا لہ  
یہ و مسح و بصر فاما ہی صفات اثباتہ الدلیل  
لنقدہ ولا نقول ان معنی الید القدرہ ولا ان  
معنی السمع والبصر العلم ولا نقول انہا جوارح  
ولا تشبیہا بالاعمال الا سہم والا بصر البی  
ہی جوارح و ادوات القول و نقول انہا و اثباتہا  
لان المتوکیف و رد بہا و وجب نقلی التشبیہ  
عہا لقولہ قل لیس کثلہ شے و لم یکن الکفر و

اختیار کرین۔ اصل اسمین یہ ہے کہ خدا کی صفات  
میرکلام کرنا اسکی ذات میں کلام کرنے کی مرہر  
اور یہ ہے قائم مقام اور اسکی مثال ہے اور  
ظن ہے کہ خدا کی ذات کا اثبات انسی حد تک  
ہو ہے کہ اسکا وجود ہے نہ یہ کہ اسکی ذات  
کسطرح کی ہے اور اسکی کیفیت کیا ہے۔ آیت  
اسکی صفات کا اثبات ہستقد ہو سکتا ہے  
کہ ان صفات کا وجود ہے نہ یہ کہ انکی کیفیت  
ہے بوجہ ہے کہ خدا کے لئے نہ ہے پس  
تو اس سے یہی مراد ہے کہ یہ خدا کی صفات میں  
جنکو خدا نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے۔ اسمین ہم یہ نہیں کہتے کہ ہاتھ سے مراد قدرت ہے  
اور سمع اور بصر سے مراد علم ہے۔ اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے جیسے جوارح و آلات جسمانی ہیں۔ ہم  
تو یہی کہتے ہیں کہ ان صفات کو وجود سے شاعر نے محکوم و واقف کیا ہے اسلئے ہم یہ انکا ماننا و جہت  
اور انکی مخلوق سے تشبیہ یعنی کی نفی ہے و جب خدا نے خود فرمایا ہے اسکی مثل کوئی غیر نہیں ہے۔  
اور اسکا کوئی ہمتا نہیں ہے۔

اور تفسیر معالم التبریل میں بذیل آیت تم استوی علی العرش فرمایا ہے کہ معتزلہ اسہو انکو استیوار  
تأویل کرتے ہیں مگر اہل سنت کہتے ہیں کہ استوار  
علی العرش خدا کی ایک صفت ہے جسکی کیفیت نامعلوم  
ہو انسان پر وجہ ہے کہ ہر ایمان والا اسے اسکی  
(حقیقت کا) علم خدا کے سپرد کرے۔  
ایک شخص نے امام مالک سے آیت الرحمن علی العرش

و اولت العرش الاستوار استیوار فاما ال  
السنہ فقولون الاستوار علی العرش صفتہ  
لہ معانی ما کیف یجب علی الرجل الا یان بدلیل  
العلم فی الالہ مذہب و جل و سال و جل مالک بن انس  
من قولہ الرحمن علی العرش استوی کیف استوی

فاطر بن رستم ملایا و غلامه الرضا و تم قال الاستاذ  
غیر مجہول و الکلیف غیر معقول و الایمان چوب  
و السؤال منہ بدعت و ما اهلك الان لا تخم لمزج  
فاخرج و ردی عن سفین الثوری و الا و نسک  
و الایث بن سعد و سفین بن عیینہ و عقید  
بن المبارک و غیر ہم من علماء السنہ فی ذلک  
التي جاءت فی العنايات اثنتان بيات كبروا  
كما جاءت بلا کیف۔

استوی کا مطلب پوچھا اور کہا کہ خدا کا شہاد  
عوض نہ کیونکر ہے تو اپنے دیر تک سر کو نیچے کر کے  
اور دائیں پسند آگیا پھر فرمایا کہ خدا کا عوض نہ  
ہو نامعلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول اور  
اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال بدعت  
ہے میرے خیال میں تو کوئی گمراہ معلوم ہوئے  
پیر اپنے حکم دیا تو وہ شخص نکلا گیا نہ اور سفین  
ثوری اور ادرامی اور لیث ابن سعد و سفین

بن عیینہ و عبد اللہ بن مبارک و غیرہ علماء اہل سنت سے یہی نزدی ہے کہ ان آیات کو جو صفات متشابه  
میں وارد ہیں جیسی یہہ وارد ہیں و لیہ انکو جاری کرو اور انکی کیفیت سے تعرض کرو۔ سبب میں کہ یہاں  
مستقبل سلف و خلف نے تالیف کچھ اور وہ خدا تعالیٰ کی عنایت سے جیسے شایع ہی ہوئے ہیں از انجملہ  
دور سال نہایت عجیب ہیں التحف فی الارصاد الی مذہب السلف تالیف امام حمزہ بن علی مشکوکی۔  
و جواب سوال انہ شیخ محمد بن ناصر حارمی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سلف صالحین صفات باری عین تقویٰ فیض و تسلیم کے قابل نہیں نہ انکو صفات  
مخلوق کی مانند سمجھتے ہیں نہ انہیں تاویل کو پسند کرتے ہیں۔ تاویل و تعطیل اہل بدعت و ضلالت  
از فلاسفہ یا مقلدین فلاسفہ کام مذہب ہے جو جناب مخالف اور انکے ہم مذہبوں نے اختیار کیا ہے۔  
ولیکن اس تعصب کو جناب مخالف ک سنتے ہیں اور ترمذی یا قہبی یا امام مالک یا عبد اللہ  
بن المبارک کی تکب مانتے ہیں اور کسی محدث یا مفسر یا صحابی یا تابعی کو وہ کیا جانتے ہیں۔

† یہہ مسئلے لاہور میں حافظ جہاد روین ٹیکہ دار ساکن کوچہ گندگیران۔ اور شیخ محی الدین تاجر کتب  
ساکن بارہ کشتی سے نفیست سے مراد معقول تاک مل سکتے ہیں ایسا ہی اور سائل کو حید و صفات۔

پس وہ ساف ضامین کی متابعت سے تفویض کو کئی کر قبول کرتے ہیں اور اپنے فلسفی مذہب و دین کو  
کس طرح بدعت سمجھ سکتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ ان کا افہام غیام عقلی تقریر سے عمل میں آوے۔ اور کسی  
نیچیری کی کلام کو اس میں بطور سند پیش کیا جائے۔ سو جواب خود بدولت ہی میں جو صفات باری میں اپنی عقل  
سے وہی تقریر کر چکے ہیں جو مذہب محمدی کے نزدیک قریب ہے۔

چنانچہ تہذیب الاخلاق صفحہ نمبر چارم میں بصفحہ ۱۰ آپ فرماتے ہیں۔

مضمون نمبر ۲۰

عقائد مذہب اسلام

عقیدہ سوم

متعلق صفات باری جل جلالہ

وہ ہستی جس کو ہم خدا یا علت العلل کہتے ہیں نہ ہمارے دیکھنے میں آتا ہے نہ چہونے میں اور تعیال  
میں تو ہم بغیر انسانی بات جاننے کے کہہ کر اور کچھ حقیقت اس کی ذرت کی نہیں جان سکتے خدا بھی تو انسانی  
کی حقیقت ہم کو نہیں بتا سکا۔ موشے نے پوچھا کہ فرعون کے پاس تیرا پیغام لیکر جاؤں تو کیا بتاؤں  
کہ تو کون ہے تو یہی جواب ملا کہ میں وہی ہوں جو ہوں پس جبکہ ہم ایک ذات کی حقیقت نہیں  
جان سکتے تو اس کی صفات کی حقیقت بھی نہیں جان سکتے بلکہ وہ حقیقت اس کو کسی صفت کا  
محل نہیں قرار دے سکتے

عام صفات جس کو ہم خیال کر سکتے ہیں وہ سب مغوبات ہیں جو ہم نے بجا ان چیزوں کے حال و  
حال کے جس کو ہم دیکھتے ہیں یا چہونے میں یا سونگتے ہیں یا سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں اخذ کئے ہیں مگر جب  
کہ وہ ہستی باری ان سب سوسن سے اوپر ہے تو ہم کو فکر جان سکتے ہیں کہ وہ صفات اس میں ہیں  
یا وہ ان صفات کا محل ہی ہو سکتی ہے اس لئے عام صفات جو خدا کی طرف نسبت کیجاتی ہیں ان کو یوں  
کہا جاتا ہے کہ وہ صفات تو اس میں ہیں مگر وہی نہیں ہیں جیسے کہ ہم جانتے ہیں یعنی جو حقیقت

اس منات کی جتنے موجودات عالم سے اخذ کر کر سبھی ہے وہ حقیقت ان صفات کی نہیں ہر جو انسان  
ہیں اور یہ کہنا ہمارا صاف صاف یہی کہتا ہے کہ ان صفات کا جنکو ہم جانتے ہیں ان میں ہر  
نہیں جانتے۔

خدا کو تہہ پاؤں والا ائنبہ والا اولہا چلتا پھرتا سنا دیکھا کرنا کرنا جتنا جاگتا خوش ہونے  
خفا ہونے والا سب کچھ کہتے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ یہ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے سے تہہ پاؤں ہمارا  
سامنے ہمارا سا بولنا ہمارا سا چلنا پھرنا ہمارا سا سنا دیکھنا ہمارا سا کرنا کرنا ہمارا سا چلنا  
جاگنا ہمارا سا خوش اور خفا ہونا نہیں ہے۔ مگر یہ یوچو کہ اگر ویسا نہیں ہے تو یہ کیا ہے  
تو جواب یہی ہو گا کہ ہم نہیں جانتے۔ بات کا تو بہت اُلٹ پھیر ہوا مگر نتیجہ یہی نکلا کہ ان  
صفات کا جنکو ہم جانتے ہیں اس میں ہونا نہیں جانتے۔

صفات باریکا اسکی نسبت یقین کرنا اس یقین سے نہیں ہو کہ درحقیقت وہ صفیقین جطر جرم  
انکو جانتے ہیں انہیں ہر ماہ وہ انکا محل ہے بلکہ یقین اس وجہ سے ہو کہ ایسی ذات کو جو علت  
ہے ان صفات کو مشابہ مصفون کا مصروف یا ان صفات کی مانند قدر لون رفاور ہونا لازم ہو  
کیونکہ بغیر انکے وہ علت العلل نہیں ہو سکتی جبکہ علت العلل ہونا تسلیم کیا تھا۔

زندگی اور موت دو مصیقین میں جسکے مفہوم کو ہم نے جاندار خیر و ن کی حالات سے اخذ کیا ہے پس کیا ہم  
یقین کر سکتے ہیں کہ اس زندگی یا موت کا جنکو ہم جانتے ہیں خدا محل ہو سکتا ہے یا انہیں ہم ہو سکتا  
ہے یا موت کہتے ہیں۔ دہریوں نے مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں ان لفظوں کو جو صفات ابرا  
کی نسبت بولے گئے ہیں انہی کا مفہومات کا وال سمجھ لیا جو انہوں نے موجودات و حالات سے  
اخذ کئے تھے اور پھر ان صفات کے مسکریہ کر کہنے لگے کہ ہم کو مگر یقین کرین کہ صفت قدرت کی یا ہم  
کی اس میں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم کب یقین کرتے ہیں اور ہم کب ان مصفون کا ہم جانتے ہیں انکو  
محل قرار دیتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جس مصفون کو ہم جانتے ویسے ہی کچھ اس علت العلل  
کی ذات کو لازم ہیں اور اسنی لئے انکے لوازم ہونے پر یقین ہے۔ XXX XXX XXX

بانی اسلام نے بھی اسکی ذات کی حقیقت نہیں جانتے اسلم اسکی صفات کی حقیقت کو بھی نہیں جانتے  
 بانی اسلام نے بھی اسکی حقیقت کا حقائق کا خبر نہیں قرار دیا بلکہ خود اسے اسکی حقیقت کو کچھ  
 خود نہیں بتلایا غفور - رحیم - قادر - حی - لایموت بتلایا اور اس جانتے اسکی ذات کا فعل ہونا  
 لازم نہ آیا تو ایسا خیال کرنا خود ہماری عقلی ہے۔

خدا کے ساتھ جن مخلوق کو ہم بتاتے ہیں گو انکے معنویات تو مودعات کے حالات سے اندک کم ہو کر  
 ہیں مگر خدا کی طرف سے حیثیت لاطلاق نسبت کر سکتے ہیں بلکہ اطلاق کی قید سے بھی مطابقت رکھتے ہیں  
 تاکہ صرف مفہوم ہی مفہوم باقی رہ جائے اور اس لیے جب کسی صفت کو کہتے ہیں کہ ہے تو پہلے ہی  
 کہتے ہیں کہ ایسے نہیں ہے۔

یہ ایک بحث عام صفات باری کی نسبت تہی اور آئینہ ہم وقتاً فوقتاً ہر ایک صفت کی نسبت  
 خاص خاص بحث کر چکے ولی التوفیق۔ (در اقسام سید احمد)

یہ کلام انرا بیل صاحب ہا و اگرچہ شکر و کرب سے خالی نہیں کیونکہ اسکی کسی فقرہ میں تعریف  
 و تسلیم صفات مناسب ذات باقی ہے چنانچہ اہل حدیث کا اعتقاد ہے اور کسی فقرہ سے نفی  
 و تعطیل ملتی ہے جو جیسے کا اعتقاد ہے و لیکن ہلکو آپ کے جہان فقرت سے کچھ کام نہیں بلکہ  
 مقام الزام میں صرف اپنی فقرت سے احتیاج و استدلال کافی ہے جنہیں تعویض باقی جاتی ہے۔  
 اور ان پر خط کینچر منبر و نشان لگا نہ لگوں۔ ان فقرت شمس کی دست آویز سے انرا بیل صاحب  
 بہادر اور انکے ذریات کو الزام دیتے اور یہ کہتے ہیں کہ جس حالت میں خود انرا بیل صاحب ہا و  
 صفات باری میں ایسا کچھ کہہ چکے ہیں جسکے رو سے خدا کے تہ و غیرہ صفات کا وجود ذاتی  
 مناسب ذات خداوندی ممکن ہے تو پہلے ہلکو بوجہ عقلی کیوں نہ لکھا جاتا ہے اور اسکا بوجہ  
 ذاتی موجود ہونا اور اسکی حقیقت و کیفیت کا علم خدا کے سیر و مبرا کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اور اسکی  
 نسبت ہر کیوں نہیں کیا جاتا جسے اپنے ان فقرت میں کہا ہے کہ تہ و ہمین ہے گویا انہیں مناسب ہا و تہ و  
 (۲) جس تہ و ہمین اسکا ہونا اس میں نہیں جانتے (۳) برحق تہ و ہمین جانتے ہیں

ایسا ہی کچھ اس ملتہ العلل کی ذہن کو لازم ہے (۴) با انہمہ جرح ہم اسکی ذہن کی حقیقت نہیں جانتے اسلیج اسکے ماتہ کی حقیقت نہیں جانتے بانی اسلام نے بھی اسکی ماتہ کی حقیقت کا ماتہ ہمارے ایمان کا جزو قرار نہیں دیا۔ یہ اللہ حقوق دیدہ ہم۔ بلکہ وہ مسوطان۔ دوسرا دنیا لیا بایہ۔ یعنی اللہ ملا و غیرہ فرما دیا (۵) اسو اسطہ جرح ہم ماتہ کو کہتے ہیں کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے (۶) جیسا ہمارا کہ ہم بیان الزام و انفیاض میں چون کے لہذا اگر وہ منقل مون (۷) کافی برہن ہے اور جو منقل نہ ہوں اسکے سامنے بدیہی سے بدیہی دلیل ہے منقل و تنہا ان ہے۔ اور اس مقام میں کہ اس مسئلہ کا ذکر صرف الزام شجرہ کو کئے نہیں ہوا بلکہ عامہ خیالات کی اصلاح بھی اس میں مد نظر ہے اکثر لوگ منقل صفات میں حق و تحقیق سے ناواقف ہیں اور اس ناواقفی کے سبب زبردستی اہل حق و محمد میں اختلاف پیدا ہو رہا ہے اور ظنی رکبتے اور ظن کرتے ہیں کہ یہ لوگ خدا کو عرض بردہ مستقر بتاتے ہیں اور اسکا عرض بردہ اور اسکے ماتہ پاؤں اپنے سے جانتے ہیں۔ یہ سور ظنی و ناواقفی نہ صرف موام جہلا کو ہے۔ بلکہ خود علماء و بزرگ خود فضلہ کو بھی واسطیکر ہے۔ اسی جہنہ میں دہلی کے مقلدین نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں انہوں نے میری اس بات کا جواب دیا ہے جو میں نے مبشر جلد ۱۲ کے صفحہ ۱۲۵ میں لکھی و غیرہ مباحثہ کے جواب میں لکھی تھی کہ مقلدین کو غیبی الہیہا مناسب نہیں۔ ہم اور مقلدین باوجود کہ مسائل فزویہ عملیات میں باہم مختلف ہیں تاہم اصول اعتقادات میں متفق ہیں۔ اور نیز جو کہ دونوں میں ہم دونوں فرق کے مخالف ہیں ایسی حالت میں ہم دونوں فریق کو مناسب ہے کہ باہمی فزویہ جگہ چھوڑ کر ان مخالفین کی تحریروں و تقریرات خبر لینا اس جواب حضرت مقلدین کا جہاں یہ ہے کہ تم خدا کو عرض بردہ تمکین کہتے ہو پھر تیار تیار کیا اتفاق و اتحاد ہے۔ اس بیان میں ہم نے ان حضرات کی سور ظنی کا یہی علاج کر دیا ہے اور خوب تفصیل سے بتایا ہے کہ اہل حق و عدل و وجہ وغیرہ صفات باری میں وہی اعتقاد ہے جو تمام سلف صالحین صحابہ و تابعین الہ مجتہدین کا اعتقاد ہے۔ اب تو تو ہمارے حریفہ بدگمانی اور ٹھانڈا پن اور ہم سے اتحاد و یکجہنہ پیدا کریں۔ اور آپس میں اتفاق کر کے اعدا و دین خیرین کی تحریروں و تقریرات خبر لینا۔ اور



سب ازت و غارت جنگی کو چھوڑ دیں۔

یاجملہ جن لوگوں سے امام غزالی نے مثال دوم وجود عقلی اور وجود شعبی کی تاویل کی ہے وہ اہل بدعت و فلاسفہ مشربین اہل بدعت ائمہ ہدایت سنت اس تاویل کو پسند نہیں کرتے۔ ان درجات وجود اور انکی تمثیلات بیان کرنے کے بعد امام صاحب فرمایا ہے تو جان

تجسّسے صاحب شریعت کی کسی قول کو ان درجات میں سے کسی درجہ پر مجبور کیا وہ اس کے تصدیق کرنے والوں سے ہوا۔

سنا کہ کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے کہ ان سب درجات کو مٹا دیے اور یہ خیال کرے کہ جو سنا رہے کہا ہے اسکا کوئی واقعی مطلب نہیں سنا رہے لوگوں کو دہو کہ دینے کی نیت سے یا دینی یا منسلک سے کہا ہے جو کہا ہے تبہ خیال محض ہے اور جیسا ارادہ اسے

مگر تاویل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا جب تک کہ تاویل کرنے والا قانون تاویل کے حکم سے نہیں ڈکڑ کرے کہ لازم پکڑے۔ تاویل کنندگان کی تکفیر کیونکر جائز ہے حالانکہ اہل اسلام سے کوئی فرق ایسا نہیں ہے جو تاویل کا محتاج نہیں ہے۔

اعلم ان من نزل قولاً من اقوال صاحب الشریع علی درجہ من بدو الدرجات فہو من المفسرین وانا الکذیب ان یشی جمیع بدو العلمی ویرغم ان ما قالہ لایمنہ وانا ہو کذب محض غرضہ فیہا قال التلبیس او مصلیہ الدیاء ہو الکفر المحض والزندہ ولا یزعم کفر المؤمنین واولوہ یلایزمن قانون التاویل کما شیشیر الیہ وکیف یزعم الکفر وامن فریق من اہل الاسلام الا وہو مضطر الیہ فاجد الناس من التاویل احمد بن حنبل و البعد التاویلات علی الحقیقۃ و اقربہا الی ان یجعل الکلام مجازاً او استعارۃ ہوا الوجود لعقلی و الوجود التشیبی و الحیثی مضطر الیہ و قائل بہ الی ان قتل امیر ذلک من احمد وغیرہ۔

سب سے بڑا پکڑ تاویل سے دور رہنے والے احمد بن حنبل ہیں اور سب تاویلوں کی نسبت حقیقت سے دور اور غارت کے قریب وجود عقلی اور شعبی ہے اور جنہی بھی اس کے محتاج اور تاویل میں پھر امام صاحب نے اوین تاویلوں تفصیل کی جو احمد بن حنبل وغیرہ اہل سنت کے کی ہیں۔

اور ان تاویلات سے (دفعہ امام) کی کو چارہ نہیں ہے قتل کی ہے منہ کو زائد از ناست کی ہے  
چوڑ دیا ہے۔

اس قول میں جو امام نے تکفیر مؤلین سے منع کیا ہے اسکو تو خیاب محاط ہے  
بڑی خوشی و افتخار سے قبول تسلیم کر لیا ہے اور اس پر چند تاج کو بطور سبوتا مستغرق کیا ہے۔ اور  
جو اس میں سے غامضی کو سہو اور معافی جازی لینے کو تاویل قرار دیا ہے اور تاویل کے جواز کو  
پابندی قانون تاویل سے مشروط ٹھہرایا ہے اسکو رد کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے آپ ہم  
اب ہم بوجہ ہیں کہ بموجب اس تفسیر کے جو امام نے بیان کی کیا وجہ ہے کہ جو لوگ سببات کا تعلق  
کرتے ہیں کہ الانصار من الحد والذم مگر ان کے رد ایک دلیل سے ثابت ہوئے کہ جنت و دوزخ منہا  
ہالی کا سامع اور کلو الوار کیسی اٹھی نہیں ہو سکتی اور اس لئے وہ اسکا وجہ و شہی قرار دیتے  
ہیں یہ وہ کیوں کافر ہیں؟

وہ لوگ شک نہ نزدیک کہے دوسرے جسم غیر مرئی وغیرہ محسوس کا مضمونی لافسان یا تاوی لافسان  
ہونا محال ثابت ہوا ہے اور اس لئے وہ شیطان یا ملائکہ کے جو خارجی کے منکر ہو کر اسکا وجہ و فی  
نفس الانسان تسلیم کرتے ہیں اور بعض کے کہ عورت کی رحم میں ایک مصروف شدہ گہاسوا بھیر  
قوت معروضی پر ملک کا اطلاق کرتے ہیں کیوں کافر ہیں۔

جو لوگ کہ لوح محفوظ کو لکھ کر کسی تختی اور قلم کو نیزہ یا شیشی کا قلم نہیں سمجھتے بلکہ اسکا وجہ  
عقلی تسلیم کرتے ہیں وہ لوگ کیوں کافر ہیں؟

جو لوگ کہ وہی من اللہ میں کسی دوسرے کیونکہ سبب لایل محال سمجھتے ہیں اور وہ اسی قوت  
کو جو انبیاء میں ہے، جسکے سبب ان پر نزول وحی ہوتا ہے اور جسکو ملکہ نبوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے  
جبرائیل امین تسلیم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ الجبریل حق ہے وہ کیوں کافر ہیں؟۔ علاوہ اسکے  
بے انتہاء دریا انہی قسم کی مثالوں کا اس چشمہ سے جسکو امام صاحب نے کہو لایا ہے  
بہر سکتا ہے۔

یہ کلام جناب مخاطب تو مقام تسلیم میں ہے اور جو مقام زکوٰۃ میں اپنے فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ و  
لفظ امام صاحب کے سخت گرفت کے قابل ہیں اور صرف گرفت ہی کے قابل نہیں ہیں بلکہ غلط ہی  
ہیں۔ وہ اس طرح پر مبنی قرار دینے کو بیس طرح پر بیان ہوا تاویل کہتے ہیں تاویل کے معنی انہوں نے اپنے  
بیان کے لئے کیا ہے کیا وہ اس کلام سے معلوم ہو کہ ان الفاظ کو ظاہری معنی میں سمجھ کر سختہ و سختہ تو ہوسکتا ہے مگر  
کیجاوے تاکہ قول قابل صحیح ہو جاوے لہذا انشاء یہ ممکن ہے کہ بغرض تفہیم قول قابل وہ تاویل  
کی گئی ہے اگر یہی مطلب امام صاحب کا ہو تو بیشی غلط ہے اور خدا و خدا کے رسول کے کلام کو ایسا سمجھنا  
مساوی تکذیب کے ہے جسکو انہوں نے کفر اور کفر منہی قرار دیا ہے۔ تاویل کے معنی اگر صرف  
صرف عن الثاہر کے لئے یا وین تو میں اسکو تسلیم کرتا ہوں اور اگر اس کے معنی صرف عا قالہ العالم کے  
لئے یا وین تو میں اسکو کفر منہی سمجھتا ہوں۔ ایک شخص نے کہا کہ زید سہلہ اور لفظ سہلہ قابل  
کی مراد ہے کہ زید شجاع ہے تو اب چہرہ سہلہ کے معنی شجاعت کے لئے ہیں وہ درحقیقت تاویل نہیں ہے  
کیونکہ سہلہ وہی معنی ہے ہیں جس کے لئے قابل نے یہ لفظ بولا ہوتا اور اس طرح پر معنی لینے  
کہ تاویل کہنا صاف ظہور میں داخل ہے کیا فرق ہے ہمیں کہ ایک شخص نے شجاع کے لئے اس کا لفظ  
اختیار کیا ہے اور ایک شخص نے سہلہ کا اپنے بیٹے کے لئے شجاعت تو حیوان مطلق مع لفظ انھیں مراد  
لینا تاویل نہوا اور سہلہ شجاعت پر اولینا تاویل ہو۔

\*\*\*\*\*

وہ سہلہ لفظ وہ ہے جس سے امام صاحب نے قانون تاویل کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس قانون  
آگے بیان کیا ہے ہم اس قانون تاویل کے صحیح ہونے پر بحث نہیں کرتے بلکہ امام صاحب نے جو شرط  
عدم کفر کو اس قانون پر مشروط کیا ہے اس پر بحث کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قانون تاویل  
بنانے والا کون ہے امام صاحب؟ اگر وہی ہیں یا اور کوئی انسان تو بات کو کہنے میں  
کہ جب تک تاویل کرنے والا ہمارے قانون تاویل کا پابند ہو گیا و سو وقت تک اس پر کفر لازم  
نہیں ہو گا اور اس بات کے کہنے میں کہ جو شخص جب تک ہمارے مسائل کا پابند ہے مذہب کا پابند  
رہ گیا اس وقت تک اس پر کفر لازم نہ ہو گا کیا فرق ہے اشعری و معتزلی و جنہوں کی مخالفت کو لو کہوں

وقت وصات خدا پہلے میں کیوں نہ ہو جب کفر قرار نہیں دیا تو امام صاحب کے بنائے ہوئے قانونوں  
تاویل کی مخالفت سے کیوں کفر لازم آوے گا پس یہ وہی مسئلہ ہوئی کہ فرسین المطر وقع تحت  
الغیراب کوئی شخص جسکو امام صاحب نے مؤل کہا ہے جب تک کہ وہ تاویل کرتا ہے اور تکذیب نہیں  
کافر نہیں کہا یا جاسکتا گو کہ اسکی تاویل کسی ہی غلط ہو۔ کیا کہو گے حضرت امام علی الدین ابن عربی  
کو جبکی تفسیر السیر رکبک آویلوں سے بہری ہوئی ہے جبکہ لے کوئی قانون ہی نہیں آویلوں  
کافر فہم ذالک منہا۔

راقم کہتا ہے کہ جو کچھ آپ نے مقام تسلیم میں فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جس حالت میں  
بنیاد تشریح امام صاحب کو باب تاویل مفتوح اور اسکا جہہ جاری ہے اور مؤل کی تکفیر ناجائز ہے  
تو پھر جو لوگ دوزخ و بہشت کو جو دو نسبت ہی تاویل کرتے ہیں اور شیطان و ملائکہ کی بقول  
انسانی۔ اور لوح و قلم کے وجود عقلی اور حیرت کی نقوت بلکہ نبوت تاویل کرتے ہیں انکو کافر  
کی کیا وجہ ہے۔

اور چونکہ یہ سوال محض الزامی ہے جو امام غزالی کی اس تشریح و تسلیم تاویل پر مبنی ہے۔ اسلئے امام  
غزالی کی طرف سے اسکا یہ جواب کافی ہے کہ جو جسمانی نعم و آلام بہشت و دوزخ کو جو دو  
شعبہ ہیں اور وجود ذاتی جبریل وغیرہ ملائکہ کو جو دو عقلی تاویل کرتے ہیں والہ کو کافر کہنے کی کیا  
تقدیر کیا یہ وجہ ہے کہ وہ ہماری شرط تاویل کا پابند نہیں ہے۔ اور جس محل میں وہ تاویل  
کرتا ہے اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے اس محل میں تاویل کرنے سے مہات عمائد و فضلاء  
دین کا انکار یا یا جاتا ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان اس قول کے بعد دو سرے اور میرے قول میں  
آتا ہے۔ رہا اسیر مخالف کہ وہ استدلال کی جنبل اور اشعری کے خلاف سے کس طرح کفر لازم آسکتا ہے  
سو عقرب دفع کیا جاتا ہے۔ اس جواب سے یہ پوچھا سوال تو تصانیف اچھے کیا اور نجلی  
ثابت ہوا کہ مؤلین جو جسمانی نعم و آلام بہشت و دوزخ و جو ذاتی جبرائیل و ملائکہ کو کافر کہتے  
اس تشریح امام غزالی کی مخالف نہیں ہے۔ اس تشریح کے صحیح ہونے کے ساتھ ہی وہ لوگ امام

تو اُن کے نزدیک کافر ہیں۔ اور اُن کے کافر ہونے کی وجہ امام غزالی کی کلام آئینہ میں بہ  
بسط نام مذکور ہے۔

اور جو یہ امام رد میں اپنے رفق و فرمایا ہے اسکا حاصل تین اعتراض میں۔

اول یہ کہ تاویل کے معنی صحیح صرف الکلام عن الظاہ میں لینے کلام کو اسکے خلاف معنی سے  
پہیرنا۔ اور امام صاحب نے تاویل کے معنی صرف الکلام عما قالہ الغائب لینے کلام کو مفسر اور مستطیع

قرار دینے میں جو ساوی تکذیب ہیں اور کفر محض۔ **اعتراض دوم**۔ امام صاحب نے

بوقت نقد زمینے ظاہری کلام کے معنی شعبی و مجازی مراد لینے کو تاویل قرار دیا ہے۔ اور

یہ حماقت ہے۔ اسلئے کہ معنی مجازی تاویل نہیں ہے بلکہ حیالات میں مراد متکلم دہی معنی مجازی  
ہوں تو وہی معنی اس لفظ کے اصلی معنی ہیں۔

مثلاً زید کو شیر کہنے کے وقت لفظ شیر معنی ایک انسان پیدا در بو لا گیا ہے تو یہ در حقیقت

اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ نہ تاویل معنی میں جسے کسی شخص کا شمس نام رکھنے کے وقت

شمس کا اطلاق اس پر بطور حقیقت ہوتا ہے نہ بطور تاویل۔

غرض آپ کے نزدیک منقول مجاز میں کچھ فرق نہیں ہے۔ دو نون کا استعمال بکسار

اصلی معنی میں ہوتا ہے۔

**اعتراض سوم**۔ اس قانون کی تاویل بنانے والے امام غزالی خود ہیں پہر انکا یہ کہنا

کہ جو کوئی ہمارے قانون کی تاویل کا باند بنو گا وہ کافر ہے ویسا ہی فاسد و باطل ہے جیسا کہ شی

یا جنلی کا اپنے مخالف مذہب کو کافر کہنا باطل ہے۔ اور حق اسباب میں یہ ہے کہ تاویل کا کوئی

قانون نہیں ہے اور نہ اسکا صحیح و غیر صحیح ہونے کی کوئی شرط ہے۔ جب تک کوئی تاویل کرتا ہے

کو وہ تاویل اسکی کسی ہے غلط ہو وہ کافر نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ حمی الدین بن عربی نے اسی ہی

تاویلین و کتب اپنی تفسیر میں کی ہیں جسکے لئے کوئی قانون نہیں ہے یہ وہ کافر نہیں ہے۔

جواب **اعتراض اول**۔ امام غزالی کی کسی لفظ میرج یا اشارہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا

کہ نیک نزدیک تاویل کے معنی وہی معتبر ہو آپ کے نزدیک کفر میں یعنی صرف الکلام عما لا ینالین  
یہ کفر تو آپ ہی کے دل و دماغ سے پیدا ہوا ہے جو کفر کا مخزن و معدن ہے۔ ۱۔ اس میں آپ کے  
دیکھ کر تو تاویل کے وہی معنی معتبر ہیں جبکہ آپ ہی جانتے ہیں جسے صرف الکلام عن الظاہر  
انکا مقصد مدعا جیسے انکے الفاظ ناظرین میں یہ ہے کہ جب تک کلام خدا اور رسول کے ظاہری  
معنی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہوگی اس کلام سے وہی ظاہری معنی مراد سمجھی جائیگی اور یہ  
اسکے ظاہری معنی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہوگی تو ہم یہ یقین کرینگے کہ یہ ظاہری معنی  
ہرگز ہرگز خدا اور رسول کی مراد نہیں ہے اس وقت سے اس کلام کو ظاہری معنی سے پیر کر کے  
سبب مجازی پر عمل کرینگے اور اس کو مراد منکلم قرار دینگے۔ اس مدعا کا یہ مطلب قرار دینا  
کہ ہم مراد منکلم سے کلام کو پیر کرنا بخیر کرنا کہ اس کا یہ مطلب قرار دینا اپنے ہی فہم و خیال  
کو مورد کفر بنانا ہے۔

جواب اشعراف و مہر یہ ہے کہ اگر کسی اہل علم کی قلم بازیان سے سرزد ہوتا تو یہی ہوتا  
دیا جاتا کہ اس اشعراف کو زبان پر لائے ڈوب کر مر جانا بہتر ہے جسے کبھی استانی جی سے یہی  
تہذیب منطق یا تلخیص معانی یا مئاری اصول پڑی ہوگی اس سے یہ جرات نہ ہو سکیگی  
کہ معنی مجازی کسی لفظ کے اصلی و حقیقی معنی مضمونہ لہ کی نسبت تاویل نہیں ہے۔ اور منقول  
و مجاز میں اصلی معنی میں اور تاویلی معنی میں مستعمل ہونے کے واسطے فرق نہیں ہے۔ مگر  
آپ معذور ہیں۔ ان علوم منطقی و معانی کو گزشتہ اور معمول کو ڈکھو سہ و شکستہ سمجھ کر  
کو جب کی استثنائی کو یاد دہیائی یا ہرزہ درائی جانتے ہیں منع و لکنا ینامیل اور بڑے جلیل  
القدر میں اسلئے آپ کی خدمت میں اسکا جواب بھجرا سکے کہ یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ جن لوگوں  
نے حقیقت و تجار و مقول و مقول وغیرہ اصطلاحات مقرر کئے ہیں اور یہاں الفاظ  
انکے محاورہ و استعمال میں آئے ہیں انکے نزدیک لفظ مستعمل معنی مجازی و جیسے لفظ شیر جو  
یعنی انسان شجاع میں مستعمل ہوگا تو منظر مراد منکلم وہ مول نہیں ہے۔ مگر اصلی معنی مضمونہ لہ

کی لفظ سے وہ مول ہے اور معنی غیر اصلی و غیر حقیقی بن ستمل ہوا ہے۔

اسکو کوئی اہل لسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس معنی میں یہ اس جگہ ستمل ہوا ہے وہی درحقیقت دور اصل معنی اس لفظ کے ہیں بخلاف اس لفظ کے جو اپنے اصلی معنی سے منقول ہو کر دوسرے معنی میں مشتبہ ہو جیسے لفظ غم جو معنی غم سے متعلق ہو کر کسی انسان کا نام مقرر ہو گیا ہو اور وہ سب اہل لسان کے نزدیک معنی ثانی پر بولے جانے کے وقت یہی اصلی و حقیقی معنی میں جو موضع ثانی اس کے معنی قرار پائے ہیں استعمال سمجھا جاتا ہے اور اسکو کوئی شخص تاویل نہیں کہہ سکتا۔

اسکی وغیرہ یہ سمجھ کر ان لوگوں کے نزدیک مجاز و منقول میں فرق نہیں ہے ہمارا وہ لفظ ہے جو اپنے اصلی معنی موقوفہ لہ یعنی جن معنی کے لئے وہ بنایا گیا ہے کہ سوا انہی معنی میں جو اصل معنی کے مشابہ و مناسب ہوں استعمال کیا جاوے۔

اور منقول وہ ہے جو اپنے اصلی اور حقیقی معنی موقوفہ لہ میں (موضع ثانی کیوں نہیں استعمال منقول ان کے نزدیک بحیث نقل حقیقت میں داخل نہیں اور مجاز اسکی نقیض مقابل ہے۔

الحقیقۃ الکلمۃ المستعملۃ فیما وضعت لتک الکلمۃ لہ فی اصطلاح وقع بہ التماثل بالمجاز الکلمۃ

المستعملۃ فی غیر ما وضعت لہ فی اصطلاح بہ التماثل (مختصر المعانی مختصراً)

وان کثر معناه فان وضع لکل ابتداء اے ملا تامل النقل مشترک والا اے وان لم موضع ابتداء

فان استہ فی الثانی منقول شرعی اور غیر عام او خاص قال سیبویہ الامام کباب منقولات

والاحقیقۃ و مجاز (لاحسن مترجم مختصراً)

ان استعمال اللفظ فیما وضع لہ فاللفظ حقیقۃ وان استعمال فی غیر علامۃ متنبہا مجاز۔ اولاً لعلاتہ

فمحمل و محققہ الینا للوضع الہدیہ۔ والانتقال لہ ما ظہر معنی مجازی للموضع لہ الدل حتی ہر الاولی

وہر حقیقہ فی الاولی مجاز فی الثانی من حیث اللغۃ بالعکس لہ حقیقہ فی الثانی مجاز

فی الاول من حیث التماثل۔ (توضیح مختصراً)

اور لوگوں کے نزدیک مجاز و منقول کو یکساں کہنا حقیقت و مجاز کو ایک کرنا ہے اور حاکمات میں داخل ہے جیسے آپ کے نزدیک منقول و مجاز میں فرق نہ کرنا حاکمات ہے۔

لفظ حقیقت و مجاز و حقیقی و مجازی تو آپ کی تصنیفات میں بھی کم سے کم سو جاہ میں موجود ہے بلکہ ہو تا ہے کہ حضرت نے ابتدائی زمانہ محبت طلباء کے سنے سنائی الفاظ یاد کر رکھے ہیں جنکو آپ موقع یا موقع زبان و قلم میں لے آتے ہیں یہ ان کے معانی کے سمجھنے کو غیر مناسب لوگوں کی رسم و مادت سمجھ کر اس سے پرہیز رکھتے ہیں۔

شبائید آپ یا آپ کے جواب اس کے جواب میں فرما دیں کہ ہم معانی حقیقت و مجاز کو تو بنیادی سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہم تقلید کو شرک جانتے ہیں اس لئے ان معانی کے جانتے ہیں علماء معانی و اصول و معقول کی تقلید نہیں کرتے نہ اعلیہ ہم منقول و مجاز میں فرق نہیں کرتے دو تکرار یکساں اصلی معنی میں استعمال سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اہل لسان کی بول و چال و محاورہ و استعمال میں پابندی کو بھی تقلید مذموم سمجھتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے کہ حقیقت کا نام مجاز رکھیں اور مجاز کو حقیقت فرما دیں پیناب کو پانی کہیں اور پیناب کا نام پانی قرار دیں اور اگر اہل لسان پابندی سے کلام کریں تو اس باب میں ان ہی کی بول و چال و محاورہ استعمال پر فیصلہ مقرر فرمائی ہے حقیقت وہی ہے جبکو وہ حقیقت سمجھتے ہیں اور نیز موضوعات میں استعمال جانتے ہیں کرتے ہیں مجاز وہی ہے جبکو وہ مجاز سمجھتے ہیں اور نیز موضوعات میں استعمال جانتے ہیں اور سببات کا مان لینا تقلید ہی نہیں جو بے دلیل قول ماننے کا نام ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کا قول و محاورہ اسباب میں محدود دلیل ہے اور اگر یہ بھی تقلید ہے تو یہی تقلید سے کسی محقق کو بھی چارہ نہیں ہے نہ ہر جاہ و مرکب تو ان مآخذ سے جائز سیر باید انداختن۔

جواب اعتراض سوم یہ کہ اگر تاویل کا مقرر نہ کیا جاوے تو دنیا میں کوئی کافر نہ ہو گا کیونکہ



# اشاعت السنۃ النبویہ

نمبر ہفتم و ہشتم  
 علیٰ تناسلہ الصلوٰۃ الختم  
 بابک رجب و شعبان ۱۲۸۴ھ مطابق جولائی و اگست ۱۸۸۶ء

شرح قیمت و غیرہ امور متعلقہ سالہ اشاعت ہجریہ جدیدہ

درجہ و قیمت	تفصیل خریداران شرح	تقریب سالانہ
(۱) نصف قیمت	اسلامی ریاستوں کے نوپ اور رئیس	۵۰ لکھ
(۲) نصف قیمت	گورنمنٹ انگریزی و سرحد و ایران گورنمنٹ و دارالخلافہ و امیر و سرحد و ایران گورنمنٹ	۵۰ لکھ
(۳) نام قیمت	سرطان صحت	۵۰ لکھ
(۴) نام قیمت	گورنمنٹ انگریزی و سرحد و ایران گورنمنٹ و دارالخلافہ و امیر و سرحد و ایران گورنمنٹ	۵۰ لکھ
(۵) نام قیمت	گورنمنٹ انگریزی و سرحد و ایران گورنمنٹ و دارالخلافہ و امیر و سرحد و ایران گورنمنٹ	۵۰ لکھ

قیمت ہر دو کتاب مطابق تفصیل سابقہ  
 ختم کتابت ہجریہ و قمریہ

## شکر و شجاعت

جن معاونین نے شکایت مندرجہ رسالہ نمبر ۱ کی طرف توجہ فرما کر زر و واجب الادا اکل یا جزوہ سال فرما کر ہم کو زیر بار احسان کیا، ہر تم انکا دل سے شکریہ ادا کرنا ہے اور بذکرہ مواضع اقامت ان حضرت کے و سبب شکایت انکے واسطہ ضمانت سے دور کرتا ہے وہ مواضع یہ ہیں - بنارس - چٹالہ - جلیپور - دہلی - دہاکہ - راولپنڈی - کوٹلہ مالیر - کوٹمانہ - مظفر گڑھ - قراقرم - کوئیٹہ

اللہم فیہم فی اعمالہم و اموالہم و انفسہم کما یشعرون ستمہم - اور جن حضرت نے ایک اس شکایت ماہ اپریل کو اس ماہ ستمبر تک کچھ نہیں بھیجا اور نہ ان رقعات کا جو ایک ایک اور دو دو دفعہ انکے نام جاری ہو چکے ہیں کچھ جواب دیا ہے انکی خدمت میں اب بارہم ماہ یا چارم مکلف ہے کہ وہ حضرت بے اعتنائی کو دور فرماویں اور اگر کوئی

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

اطلاعات و غیرہ امور متعلقہ سالہ اشاعت ہجریہ جدیدہ



## بقیہ تفرقہ بین المسلمین والفرقہ

یعنی چھپی تفرقہ اسلام میں تفرقہ کا بقیہ

جسے کہ جن لوگوں کو جناب مخاطب انراہیل صاحب بہادر زبان سے کافر کہتے ہیں (گو  
دل سے وہ کسی کو منکر فرما ہو خواہ ممکن ہو رسول کا فر نہیں جانتے) وہ بھی کسی کسی  
تاویل کی آڑ میں بے کھلم کفر کر سکتے ہیں اور پھر کافر نہیں بنتے۔ اسلئے کہ جس حالت  
میں تاویل کے لئے کوئی قانون یا قید نہیں ہے اور انہیں صحت کی یہی شرط و ضرورت  
نہیں بلکہ غلط سے غلط تاویل کو بھی یہاں گنجائش ہے تو پھر کفر کا وجود کہاں ممکن  
ہے۔ اور کسی کافر کا فر ہونا کب مقصور ہے۔

اس بے قانون اور وسیع تاویل کے ذریعہ سے تو جلد رسول و فرس اسلام وغیرہ مثل سلاویہ  
کا اٹھا کر ہو سکتا ہے اور پھر کفر اس نہیں پہنچتا بلکہ کفر کافر غیر مول کا بھی گنجائش  
تاویل رکھتا ہے۔

کتنا ہی بڑے سے بڑے کافر فرض کیا جاوے (جیسے کفر فرعون یا ابوجہل) اس میں بھی کوئی  
نہ کوئی غلط تاویل ممکن ہے۔ اور کیسا ہی منکر سے منکر مدعی کفر خیال کیا جاوے  
اسکے کفر و انکار کی بھی تاویل مقصور ہے۔ پھر تو دوسرے زمین پر ڈھونڈے سے کفر نظر  
نہ آئیگا۔ اور کافر کا نام جو اہل مذاہب سماویہ کا زبان زد ہے محض فرضی و معیشتی  
وجود و عقائد قرار پائیگا۔

تاویل دو قسم ہو ایک وہ تاویل جو کار عمل میں لانا ہو اور اسکو آڑ میں اپنے کفر کو چھپانا جو درستی تاویل  
جو کار (مول ہو خواہ معاند) کی کفر میں مدعی اسلام ہو یا کسی ذریعہ سے ہو کفر سے بچا تاہم اسلام خالی  
کا قانون تاویل و دو قسم کی تاویل کو مثال ہے اور اہل صحابہ کی لئے جیالہ تہی و ذہنی قسم کی تسلی ہے اور  
تسمیہ یہاں تفرقہ ہوا اور دو فرقہ میں قانون تاویل کے کالافہ کے نتائج کو بیان کیا گیا ہے۔



یہ پہ شخص ہی خاصہ دین والا الہ اللہ کا مصداق ہے اس لئے کہ اس میں تاویل کرتے ہیں  
اسکا صاف منکر نہیں ہے ایک اور مشرک بت یا کسی بزرگ کو آگے سجدہ کرتا ہے  
اور اسکو معبود بناتے بیٹھا ہے اس تاویل سے کہ جو عبادت خدا کے ساتھ مجسمہ  
ہے وہ حقیقی عبادت ہے جو غایت تذلل و ذلی سے عبارت ہے اور اس میں دوسرے  
کو شریک کرنا شرک حقیقی ہے کیلئے آگے سر جکھانا اور زبان سے گرو گروانا عبادت  
میں داخل نہیں ہے آپ کے اصول پر یہ مشرک بھی موجد ہے خدا کی عبادت کا منکر  
اور اسکو غیر اللہ کے لئے مثبت نہیں ہے اس لئے کہ معنی عبادت میں تاویل کرتا ہے۔  
ایکہ منکر رسالت کہتا ہے کہ عیسیٰ و موسیٰ و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہم اجمعین  
پیغمبر تھے مگر احمقوں اور جاہلون کے لئے تھے۔ جہنم اور فلا سفروں کے لئے وہ  
پیغمبر تھے۔ آپ کے اصول پر یہ شخص صاف منکر نہیں ہے بلکہ رسالت کا تاجدار  
وخصیص مصداق ہے۔

ایک مرتد و منافق کہتا ہے کہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ جو مذہب میں وارد ہیں ان سے  
مراد وہ معالی و حقایق نہیں ہیں جو اہل مذہب نے قرار دئے ہیں۔ اور ان میں معمول  
و سراج ہیں۔ بلکہ نماز سے مراد صرف دعا ہے۔ یا کوونا اچھنا اور سرین کو بلانہ  
اور روزہ سے تمام روز چپ رہنا۔ حج سے مراد علیگڑھ یا لندن کا سفر کرنا۔  
زکوٰۃ سے مراد مدرسہ علیگڑھ میں چندہ دینا اور جو مذہب میں شراب  
کی ممانعت آئی ہے اس سے وہ شراب مراد نہیں ہے جو مذہب لوگ نہایت  
حمدگی و صفائی سے پیتے ہیں بلکہ وہ شراب مراد ہے کہ عرب کے گواند و نیچے تہذیب  
سے تیار ہوتے تھے۔ اور جس خمر کی ممانعت مذہب میں آئی ہے اس سے مذہب خمر  
مراد نہیں ہے جو نہایت موٹے و نازے سفید رنگ کی تہذیب سے پالے جاتے ہیں  
بلکہ وہ خمر مراد ہیں جو کالے کالے اور ڈیلے پیلے بے تہذیب سے عرب کے غیر مذہب



کسی نہ کسی قانون کا یہ فرضوری ہے ورنہ الحاد و ارتداد کا وہ ارزہ کہیں نہ بیٹھا اور  
تاویل کے ذریعہ سے الحاد اور دہریہ بن چکا ہوگا۔

یہ بات دراصل ایک نئے انہین منہاق ملک خمی مولوی مہادی علی صاحب فرمائی ہے  
اور آپ نے بڑی خوشی سے اسکی تصدیق کی ہے مولوی صاحب مروج کے تفسیر الہدایہ

جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ پر جہنم میں جو یہو ام غزالی کی تقریر کو رد و الفاظ میں بیان کیا ہے پہلے  
ان ہی مرتبہ مروج کو جو ام غزالی نے بتا کر میں بیان کیا اس کے بعد یعنی وہی بہر جو

ام غزالی نے کہا ہے اسکو ضمن میں اس بات کو بضرع بیان فرمایا ہے چنانچہ کہا ہے سزا  
کہ جب مدلول الفاظ کے مرتب کی حقیقت معلوم ہو گئی تب ہم کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث

کو الفاظ و کلمات کو سمجھنا ان مرتب پہنچنا نہ کہ اول مرتبہ پر محمول کرنا چاہی عیسائی اور  
جب دلیل قوی اس کے استحکام پر قائم ہو اور کسی مرتبہ پر سمجھنا ان مرتب کو مروج

کیا جاوے و عہدہ باطنی تفسیر اور اسکی تائید میں اور جیتک کوئی شخص خدا کی حرام کو سمجھا  
مرتب کو کسی مرتبہ پر محمول کیسے اسکی تصدیق کر دیتا کہ وہ تصدیق کرنا قبول و ان ٹھہر گیا۔

انکار کرنے والہ لیکن اب یہ بتا جیتک تائیدی رہی کہ خدا کی کلام کو سمجھنا ان مرتب کو کسی مرتبہ  
محمول کرنا عہدہ اصول کیا ہے جس سے وہ اسلام قائم رہے۔ کیونکہ اگر کوئی حد مقرر نہ کی

جاوے نہ ہر لمحہ دست آوریل بڑا دلیلا اور لفظوں کے فرضی معنی بنانے لگیگا اور انہی میں  
مصدق قرآن کہیگا یہ سمجھ کر کہ وہ کسی ایک مرتبہ پہنچنا ان مرتب پہنچنا نہ کہ لفظ کو محمول

کرنا ہو پس خدا کی توحید اسکا علم بالجہلیات مسائل فرائض وہ احیات وغیرہ کا انکار  
بھی انکار قرآن نہ سمجھنا دلیلا و مانڈ لافضال حسین اس واسطے ہم نے ان معانی کے

مراد لینے کو بے قید نہیں رکھا اور چند ایسی قیدیں لگادی ہیں کہ جس کے لحاظ کرنا سے  
کبھی دست بردار الحاد نہ پڑے گا اور لاندہ ہی اور دہریہ بننے پر اطلاق تصدیق قرآن

نہوگا وہ قیدین جو سمجھنے کی زمین ہیں۔

اولاً عقلی برادری سے مخالفت قرآن کی کسی فصل سے منجملہ اصول دین نہ ہو۔ دوسرے مخالفت اسکی کسی مسئلہ سے منجملہ مسائل صحیحہ عقلیہ کی تیسری مخالفت اسکی کسی امر سے منجملہ امور واقعہ کی چہرہ اسکی تشریح بطور تمثیل کی ہے۔ مخالفت اصول دین کی مثال میں لفظ (بید اللہ) کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے اگر بید اللہ کے معنی فابری لئے جاویں تو وہاں نقد خدا کا خلاف ہوتا ہے۔ اسبطح مسائل عقلیہ و امور واقعہ سے مخالفت کی تمثیل کو ذکر فرمایا ہے۔ ہر جدیدہ قیود و تمثیلات خود محل کلام ہیں چنانچہ تمثیل اول میں کلام نمبر سابقہ بقوہ ۱۸۱ وغیرہ گزر چکا ہے۔

اسبطح بقیہ تمثیلات میں مفصل و دال کلام نہایت قلم سے لکھ چکا ہے جو کسی موقع پر پیش ہونے والا ہے۔ و لیکن آپکا یہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون مقرر نہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی دلائل ہی کا رد و ازہ کہو لہذا ہے بلا خلاف ہمارے مدعا کے تصدیق کرتا ہے۔ اور جو اثر امیل صاحب نے اسکی تصدیق میں گوہر نشانی کی ہے وہ اسی جلد کے نمبر نمبر میں ببطح موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

مجھے تہلہ می

میں آپکا مضمون جبکہ عنوان سوال و جواب ہے دیکھا اور اسبطح بے قصور سے اُٹھنے والے شوق سے وجہ کیا جیڑج کہ آدم نے ان جان جانب کار خدا کی بات پر وجہ کیا تھا۔ زندہ باشی و جان من باشی الخ ×××××××× آپ فرماتے ہیں اس اعتراف کے بعد اب آپکا یہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون نہیں ہے اور جب تک کوئی انکار لغوص میں تاویل کرنا ہے کہ اسکی تاویل کسی ہے غلط سے غلط یہ وہ کار و نگر لغوص نہیں ہے کہ لائق قبولیت و اعتبار اولیٰ الالبصار ہو سکتا ہے۔

شاید آپ اسے جواب میں کہیں کہ میں جو اس پرچہ میں کہا ہوا ہے اسکا جواب ہے اور جو کہا ہے جیڑج کہا ہے حق وہی بات ہے جو آپ بگو سہو جہا ہے۔ یہ کہنا کہ یہ ہے کہ اسکا جواب ہے کہ میں نے کہا ہے کہ ایک جیڑج یا غلط بات نہ مانا کہ یہ کہنا ہے کہ



کی تقلید سے ہٹنا خلاف کرنا تو ہم آپ کی کلام و سیرت میں بہت دیکھتے ہیں تہذیب و تمدن  
 سنیں گذشتہ و تہذیب حال میں کچھ دیکھا ہے، لیکن اس سے اس دوسری بات کا  
 صحیح و لائق اعتبار ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کو نہ سے ایک دن کسی تقلید کے بغیر  
 دوسرے دن دوسری تقلید سے اس کو مخالف کہہ اور تو اس کی بات کا اعتبار ہی کیا ہے۔ کیا  
 یہ ہے جو بات آپ حق قرار دی گئی ہے کل کو وہی جھوٹ اور غلط قرار دیا دے  
 اس لئے آپ کا یہ جواب لائق قبولیت نہیں ہے اور آپ ہی کی کلام سے آپ پر الزم نہیں  
 یا چکا اعتراض غلام خباب ہی پہلے دوا اعتراضوں کی طرح محض غلط و ساقط الاعتدال  
 اور جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ تاویل کے لئے قانون الیٰ بامدی ضروری ہے نہایت  
 صحیح و درست ہے۔

اور جو اعتراض سوم کی تائید میں تپے تفسیر شیخ محمد الدین بن عمری کا حوالہ دیا ہے لار کہا ہے  
 کہ انکی تعلیل ہی رک ایک تاویلوں سے بھری ہوئی ہے جو کہ کوئی عقل مند نہیں ہے بہر حال وہ  
 کافر نہیں ہے۔ سو محض مخالفت ہے اس تفسیر میں ایسی تاویلیں نہیں ہیں جو با معنی و آیت  
 کو مخالف ہوں اور ان میں ظاہری معنی آیات کو ترک کر گیا ہو بلکہ وہ ایسی تاویلیں ہیں  
 جن میں ظاہری معنی کے مراد ہونے کے ساتھ باطنی معنی کی طرف بھی آیات کا اشارہ  
 مراد ہونا قرار دیا گیا ہے جیسے لفظ فرعون ہے کہ اس سے وہ فرعون (جس کے مقابلہ  
 موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا) ہی مراد لیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی لفظ امارہ  
 پر انسان کو بھی مراد لیا گیا ہے۔ جو معنی اور صفت فرعون ہے۔ کہا قال فانہم  
 نفس مارا کتر از فرعون نیست لیک اور اعدان مارا اعدان نیست۔  
 یا جیسے لفظ نوح اور اس کی قوم ہے جس سے نوح بنو اور اس کی قوم ہی مراد لی گئی ہے  
 دمع ذلک نوح سے ہر ایک انسان اور اس کی قوم سے انسان کے لئے اسے لئے ہے  
 دے نذالقیاس۔

تفسیر ابن عربیہ سوقت میرے پاس نہیں ہے ورنہ میں اصل مبارک کتاب نقل کرنا اور عربیہ مخاطب کے معاملہ کو اچھی طرح جانتا۔

رہا یہ امر کہ ایسے اساتذہ آیات سے مراد لینے صحیح اور کسی قانون پر مبنی ہیں یا انہیں سوسائیز وہ لوگ قدیر حدیث سند پیش کرتے ہیں جو حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت

نے فرمایا ہے کہ قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے۔ ہر ایک آیات کے لئے ایک

ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور ہر ایک معنی کو دیکھنے کے لئے ایک مقام ہے علما اپنے

کہا ہو کہ ظاہری معنی کو دیکھنے کا مقام علوم عورت ہیں اور باطنی معنی کو دیکھنے کا مقام کبریا

عن ابن مسعود قال انزال القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهروا لطن

و لكل حد مطلق رواه في سترج السنن۔ قال السعيد جمال الدين فمطلع الظاهر فاعلم

الحرية و اتمرن فيها و تتبع يا يوتوق معرفته الفا موضح الباطن نصفيه النفس بالرائد النبوي

نفس ریاقت ہے۔

ولیکن ہیکو انفس کا تاویل کے صحیح یا غیر صحیح ہونے سے بحث نہیں ہے اس مقام میں یہ بحث تفصیل محض اجنبی ہے یہاں صرف اتنا ہی مقصود ہو کہ ابن عربی کی تفسیر میں اس قسم کا تاویلین

نہیں ہیں جبکہ لوگوں امام غزالی نے قانون تجویز کیا ہے اور معتزلیوں کو ان کے یہ قانون جو کادھو ہے سو اس جہاں سے نبوی ثابت ہو گیا باہدالتوفیق۔

اس کے بعد امام صاحب نے وہ قانون تاویل بیان کیا ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

خبرنا محمد فرمایا ہے اب تو تاویل کا قانون سن لے تو تم جان لیا کہ سب فرقوں کو دینا

ختمہ تاویل پر اتفاق ہے ان فرقات میں کسی کلام کو تاویل کرنا اس کو چٹھانا نہیں ہے

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس تاویل کا

فاسح الان قانون التاویل فقد عرفت اتفاق الفرق على بده الدرجات الخمس

التاویل والاشیاء من ذلك ليس من حيز التكذيب والافتقار الى ان جواز

ذلك موقوف على قيام البرهان على

استحالة الظاهر والظاهر الاول هو الوجود  
الذاتي الحقيقي فانه اذا ثبت تفنن الملمح  
فان تعذر فالوجود الحسي فانه اذا ثبت  
تفنن ما بعده فان تعذر فالوجود الخيالي  
او العقل فان تعذر فالوجود النسبي المجازي  
ولا رخصة للعدل عن درجة الى ما دونها الا  
لمسورة البرهان -

فیرجح الاختلاف على التحقيق الى البرهان  
اذ يقول المجتلي لابرئ على استحالة تقدير  
الباري تعالى بحجة الوقوع يقول الله تعالى  
لا برئان على استحالة الردية وكان كالموجد  
لا يرتفع ما ذكره الخصم ولا يراه ولذلك قال  
وكيف ما كان فلا ينبغي ان يكفر كل فرس خصم  
بان رآه فالطائفة البرهان فهم يجوز ان  
يسميهما لا او مبتدئا اما مذاك فمن حيث  
انه مثل عن الطريق عنده واما مبتدئا  
فمن حيث انه ابدع قوله لم يعبد السلف  
النصيرج - اذ من المنة هو من السلف  
ان الله تعالى يرى نقول الفاعل لا يسه  
بدعة وتقريره بتاويل الرواية بدعة بل ان  
ظهر عنده ان تلك الرواية معناه مشابهة القلب

ما يتصورنا ظاهر معنى كمال هو ان يكون  
هو ظاهري معنى وهي سبيل معنى من وجود  
ذاتي اور معنی حقیقی بین اسلئے کہ جب وہ ثابت  
ہو تو میں تو اور سبھی معنی اُس میں آجاتے ہیں  
اور جب ہر ذاتی اور حقیقی کا مراد ہونا  
بدلیل محال ہو تو وجود حسی ملو ہو تا ہے  
اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتا ہے تو اسکو بعد

نسبی مراتب وجود میں آجاتے ہیں اور اگر  
اسکا مراد ہونا ہی بدلیل محال ہو تو وجود  
خیالی یا عقلی مراد ہوتا ہے اور اگر اسکا مراد  
ہونا ہی بدلیل محال ہو تو وجود نسبی مجازی  
مراد ہوتا ہے اور ان میں سے ایک درجہ کو  
چھوڑ کر اس سے نیچے کو درجہ پر کلام کو محمول  
کرنا بلا ضرورت و تقاضا و دلیل جائز نہیں  
یعنی جب ایک درجہ کا مراد ہونا بدلیل محال  
ہو گا تو دوسرے درجہ کی طرف رجوع کیا جائیگا  
اور جب دوسرے درجہ کا مراد ہونا محال ہو گا  
تو تیسرے درجہ کا مراد ہو گا۔ و علیٰ ہذا القیاس  
بقیہ درجات -

پھر کسی تاویل کے نام نہ ماننے میں اختلاف ہو گا  
تو اسکا رجوع نہما تحقیق ذیل کی طرف ہو گا مثلاً

فینعی ان لا یظهر ولا یدکره لان السلف  
لم یدکره مکن عندنا یتول الجلی اثبات  
الغیوب لدنایة مشهور وندا السلف لم یدکره  
احد منهم ان خالق العالم لیس مقول بالخالق ولا  
مستغنی عنه ولا دافعاً فیہ ولا غاربا عنه فان  
النباتات استغنیة عنه وان سبب الغیوب  
الیہ کسبت جبة التحت فبذا قول متبدع  
اذا البدعة عبارة عن احداث مقالة غیر  
مانورة من السلف وعندنا یتصح لک ان  
یہنا مقامین احدہما مع عوام الخلق والحق  
فیہ الاتباع والکف عن تغیر الطواہر رسا  
والحذر عن ابدلہم التفریح بنو وایاتہم  
بما الصواب رضی الدنایة عنہم اجمعین  
وحسم بالسوال رسا والزجر عن الخوض  
فی الکلام والبحث فیہ واتباع ما تشاہر  
من الکتاب والسنة کما روی عن عمر بن  
انہ سألہ ما یل من آیتین متعارضتین فعلاه  
بالدرة وکما روی عن مالک حمدا لیسئل  
عن شئ یتناقض الا من اوجعوا ولا یان به وجب  
والکیفیة مجهولة والسوال منه بدعة  
والمقام الثالث بین النظار الذین یحفظون

خیلی کہیں گے کہ خدا کی جہتہ فوق سے خصوصیت  
کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔  
اس لئے اسکی تاویل معنی حقیقی و ذاتی سے  
معنی مجازی کے ساتھ جائزہ نہیں لے اور استعری  
کہیں گے کہ دیدار خدا کے محال ہونے پر کوئی دلیل  
قائم نہیں اسکی تاویل معنی حقیقی سے  
مجازی کے ساتھ درست نہیں۔ اور تفسیر  
اپنے مقابل کے دلیل کو پسند نہ کر لگا اور اسکو  
ذیل قطعی نہ سمجھیں گے ہر حال ایک خبر حق کو  
اپنے مقابل کی تکفیر اس خیال سے کہ وہ دلیل  
میں غلطی کرتا ہے جائزہ نہیں لے۔ ان یہ بھی  
ہے کہ اسکو گمراہ یا بدعتی کہے۔ مگر اس لئے  
کہ وہ اسکی تردید راہ حق سے بہت دور ہے  
بدعتی اسکو کہنے آئی بات نکالی ہے کہ سلف  
اس پر تصریح پائی نہیں گئی۔ اس لئے کہ سلف میں  
مشہور ہے کہ خدا تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ بہر  
کہ کیا یہ کہنا کہ دیدار نہ ہوگا اور اسکو تاویل  
کرنا بدعت ہو۔ بلکہ اگر اسکو تردید کی یہی ثابت  
ہو کہ اس کا دیدار سرور او متناہیہ دلی ہے نہ  
متناہیہ چشمی تو یہی اسکا ظاہر کر لایا تو نہیں  
اسکو کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن یہ بات

معا یدسم المانورة المورثة بمجوزان بکون  
بمقتضی بقدر الضرورة وترکهم الظاهر لفرودة  
البرکات الفاضل ولا ینبغي ان یکفر بعضهم  
بعدهما بان راء غلطاً فیما یستند بهما قال  
ذلک لیس امرائنا سبیل المدک بلکن الی لکن  
بینهم قانن متفق علیہ یعترف کلهم بانهم  
اذ لم یحققوا فی التیزان لم یکنهم رفع  
الکلاف بالوزن وقد ذکرنا الموازن المسمی  
کتاب القسطاس المستقیم وہی التي لا یتصور الخلف  
فیها بعد فهمها اصلاً بل یعترف کل من فهمها  
مدارک الیقین قطعاً والامتنان کشف الغطاء  
علیہم عند الانصاف والامتنان کشف الغطاء  
ورفع الکلاف لکن الیستحیل بینهم الاختلاف  
اما لقصور بعضهم عن ادراک تمام شروطه  
واما لرجوعهم فی السطرات محض التقریر الطبع  
دون الوزن بالتیزان کالذی یرجع بعد  
تعلم العروض فی السحر الی الذوق المستفاد  
عرض کل شرط العروض فلا یبعد ان ینسلط  
والا فاختلافهم فی العلوم التي ہے سموات  
البراین فان من العلوم التي ہے اصول  
البراین شریعة وادائیة وفیرة والنسب مختلفون

سکون جنسی کہ گیا کہ خدا تعالیٰ کے لئے جہتہ فوق  
کا ثابت کرنا سلف میں شہ ہے اور انہیں سے  
کسی فیہ نہیں کہا کہ خدا تعالیٰ نے عالم کے  
مفصل ہے نہ اس سے جدا نہ آپس میں داخل ہے  
نہ اس سے خارج کیونکہ حیات سترہ تحت قیام  
میں دیکھا رخصت و قد اہم اس سے عالی ہیں  
اور جہتہ فوق کو اس سے وہی نسبت ہو جو  
جہتہ تحت کو ہر بس یہ قول بدعت ہے اسلخ  
کہ بدعت وہی قول ہے جو سلف سے مروی نہیں  
ہے بیان سے تجر معلوم ہو گیا کہ یہاں دو  
مقام ہیں ایک تو مقام علوم علانیہ کا جو  
اس میں حق یہی ہے کہ جو کچھ شرع میں آیا ہے  
وہ اسکا اتباع کریں اور اسکو فاسدی منسے کو  
بدلائے سے زکی رہیں اور ان مادیات کمال  
سے جو سلف نے نہیں کیں دین اور مولا  
کے دروازے کو توڑ دیں۔ اور جو اس میں  
بحث و شوال کرے اسکو دکن اور جو کچھ  
کتاب دست میں متشابہ (الحقیقہ) وارد  
ہے اسکو انہیں۔

حضرت عمر سے مروی ہے کہ آپسے کسی نے  
دو ستارہ آیتوں کے منسے پوچھے تو آپ

فی التجربة والتمیز قد یترک عند اخذ الایات  
میواتر عند غیره وقد یترک الایات ولاد  
عیر واما التباس قصایا الوهم بقینا یا التزل  
واما التباس الکلمات المشهور المجردة  
بالضرورة والاولیات کما وصلنا ذلک  
فی کتاب محکم النظر بالجملة اذ اصلوا  
تلمک الموانین وحقوقهم الکلیم الوقوف  
عند ترک العباد والتعسف علی موانع العظ  
سیراً

دستہ لیکر کسی طرح آئے۔ جیسے امام  
مالک سے مروی ہے کہ اے کہنے ہستو کہ  
کامسئلہ یوحیا تو آپسے فرمایا ہستو اولم  
ہے اور اسیر ایمان واجب ہے۔ اور اسکی  
کیفیت (کہ وہ کیوں کر ہے) عجیب ہے۔  
اور اس کیفیت سے سوال  
بدعت ہو۔ دوسرا مقام اہل نظر و استدلال  
کا ہے جسکے اعتقادات میں (جو کچھ اپنی اکابر  
سے پہنچے ہیں) تنزل واقع ہو گیا ہو مگر

بقدر ضرورت بحث کرنا اور ظاہری معنی کسی تیر کو دلیل قطعی کے سبب سے ترک کرنا جائز ہے۔  
یہ لائق نہیں ہے کہ جب کوئی اپنے خیال میں کسی دلیل کو قطعے سمجھ کر اسکی سبب سے معنی آئیہ کو  
ترک کر دے اور اس شخص اس خیال سے کہ وہ اس دلیل کو قطعی سمجھنے میں غلطی کرتا ہے اسکو کافر  
کہے یہ اسلئے کہ دلیل قطعی کا پہچاننا سہل نہیں کہ بہولیت دریافت ہو سکے۔

اگر کو یہ جانتے کہ جس دلیل کو قطعی سمجھ کر اسکی سبب سے معنی کو ترک کیا جاتا ہے وہ ایسا قانون ہو جسپر  
اتفاق ہو اور اسکی وجہ سے سبکو اعتراض ہو اسلئے کہ اگر انکا الیہ میں ان میں اتفاق نہ ہو تو وزن میں انکا  
استلاف کیونکر ہو گا اور جنہو پہ میر انہیں کثرت قضا سے استیمین ذکر کر کے میں وہ ایسی ہیں کہ انکو سمجھنے  
کو بعد انہیں اختلاف ممکن نہیں ہے بلکہ جو کوئی ان میں انون کو سمجھ لے لے گا وہ انکو نفسی ہو نیکا تقییس  
کر لے گا۔ حوالہ میں انون کو حاصل کر لے گا اسیر مصفا کرنے اور انصف لینے وقت حق سے پردہ اوٹھانا  
اور خلاف مٹا ناسہل ہو جائیگا۔

† ان فقرہ کو مود و موطو قوس میں محذور میں ملاحظہ عیارت غرالی سے سرور کر لیا ہو۔ اور باقتدا انصاف

جو اکثر مسائل میں اپنے مقتدا میں انہیں پوری تحریف علی میں لاکر بجا لائے اور خود بہ فقرہ چلا دیا ہے۔

لیکن اس وجہ سے انہیں اختلاف ممکن ہے کہ لوگ ان میزانون کی تمام شرطوں کے سمجھنے میں  
مقصود نکرین یا وہ اپنی ہی ذہنی و طبعیت کے پیر و سر پر رہیں ان میزانون کی طرف رجوع  
نکریں جیسے کوئی علم عرض یہ کہ اگر اپنے اعتقاد کے اس علم پر کلام کو پوچھیں اور مشکل سمجھیں اور  
اور اپنی ہی طبعیت سے ان اعتقاد کا امتحان کرے ایسے شخص سے عید نہیں ہے کہ وہ شعریہ  
فطری کوئے یا بہرہ وہ ان دلائل کے معذات میں اختلاف کریں اسلئے کہ بعض علوم جو ان برامین  
کے معذات میں تجربہ و تواتر سے ثابت ہوتے ہیں اور تجربہ و تواتر میں لوگ مختلف تہ  
ہیں ایک شخص کے نزدیک ایک امر و تواتر کہ ہو چکا ہے دوسرے کے نزدیک نہیں ہو چکا۔ ایک  
تجربہ میں ایک امر آتا ہے دوسرے کے تجربہ میں نہیں آتا یا یہ کہ اذکار عقلی او دہی اور تہ  
اور مذہبی امور میں اشتباہ ہو جائے۔ اسی اصل جیسا کہ ان میزانون کو بخوبی مدخل تحقیق  
کر لیتے تو ان کو بشرط ترک مناد و تکلف کے موانع فطری پر بسبب مصلح ہونا ممکن ہو گا۔

کہ برہان خواہ کسی ہو اور العارف سی سبغ و درین مگر نام اختلاف ہونا ممکن نہیں ہے اور اس سبب سے  
آپ کا مقصود یہ ہے کہ ہر قسم کا سوال خواہ وہ کسی ہی فطری اصل میں دہی و تواتر کے ہونا ممکن ہو چکا ہو  
معذور ہے اور اسکی تاویل منظور۔

حالانکہ ان میزانون میں فرق و تفریق میں کوئی امر میں تاویل کرے اس میں کمال کا متفق علیہ ہونا ضروری  
اور وہ ان میں خیر و بد و حق و باطل و لایل میں انہیں بشرط سمجھنے کے اختلاف ناممکن ہے۔ اور اس

قول کے بعد دوسری اور تیسری قول میں ان چیزوں میں فرق و تفریق میں کوئی امر میں تاویل کرے اس میں کمال کا متفق  
کسی ایک امر ہو ہونا ناممکن ہے۔ اور جو دلائل وہ پیش کرتے ہیں وہ محض فطری و معانی میں ہیں سب کے

یہ پانچوں میزانون قرآنی میزانی ہیں نہ فطری و نہ عقلی میزانی تعادل جو تین قسم ہے ۱۔ میزانی  
اگر جسکی مثال آیت تلک جنت ایتنا کبر اسم ہے۔ ۲۔ میزانی قوسہ جسکی مثال اصحاب اللہ ہیں۔

۳۔ میزانی اصغر جسکی مثال قل انزل الکتاب الہی جاوہر ہے ۴۔ میزانی کما ذکرنا مثال لکھن  
آلہ الہیہ ۵۔ میزانی نقادہ جسکی مثال جو دلائل و دلائل میں۔ ۶۔ میزانی کما ذکرنا

اس قول کو آنراہیل صاحب ہمارے اپنے دعا کا دم و سچ کن سمجھ کر اس پر تاج  
اعتراض وار دیکھتے ہیں۔ اور جو اسکی اخیر ماہی تکلیف سے منع کیا اسکو موافق نہ مانا  
سمجھ کر بڑی تعلیم سے تسلیم کر لیا ہے لہذا اعتراض اول یہ ہے جو بغیر ایک الفاظ  
سے نقل کیا جاتا ہے۔

قانون جو اونہوں کے بنایا ہے عمدہ و سنجیدہ ہے مگر خدا و خدا کو رسول کی کلام کے لئے ایسا  
قانون قرار دینا ٹیک نہیں ہے اس قانون کے تو یہ معنی ہیں کہ ہر کو خواہ مخواہ ایک شخص  
کی کلام کو درست کرنا اور صحیح بنانا ہے پس اگر اسکے ایک معنی نہیں بنتے تو دوسرے معنی میں  
جیب دوسرے نہیں بنتے تو تیسرے معنی میں اور علی بنہ القیاس خدا و رسول کی کلام کے لئے  
ایسا قانون بنانا نزدیک ایسے ذکر کی مثال ہے جو آپ آقا کے ہر غلط اور دوران قیاسات  
کو صحیح پہلو پر ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔

یہ اعتراض دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو جو اس قسم کی تخمین کرتا ہے مگر وہ کہنا  
پسند کیا ہے مگر ابھی تک اس شخص میں اور اسکی مخالف میں اس بات کا تصفیہ نہیں ہوا کہ حق اسکی  
طرف ہوا سنو ان دونوں میں کسی کو مگر وہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

اعتراض سوم کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو بدعتی کہا ہے حالانکہ وہ شخص  
کسی امر کے حق ہو نیک دعویٰ کرے اس پر اس امر کا کوئی سے قبول کرنا اور اس پر یقین دلانا واجب  
اور خدا نے بھی یہی طریق اختیار کیا ہے کہ خلیفہ اسلام کی وفات کی ہے انکے لئے اور فکریں  
و معتزلیں کی اسکات کے لئے قرآن میں و لیلیں یہ دعویٰ میں پہر یہ امر جسکی نظیر قرآن میں  
موجود ہے بدعت کیونکر ہو سکتا ہے۔

اعتراض چہارم کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب نے عوام کو اس بحث سے منع کیا اور  
ظاہر آیات پر ایمان لار کا حکم دیا۔ اور جبکہ دل میں شک ہو یا کوئی اس پر معتزلی ہو یا کوئی کہتا  
کہ تم اس پر یقین رکھو کب مناسب ہے۔



اسکے ارض و بحیرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب عوام ٹیڑا اس بحث سے منع کیا وہ اس وقت کہ لوگ ہونگے جو دارالعلوم نداد میں مین عمری بیڑ بکریا بن گئے ہوں اس وقت جو انگریزی اور اردو زبان میں ریاضی و طبی علوم کو ترقی دیتی ہوئی ہے وہ اب عوام کے لفظ کا اطلاق مشکل ہو گیا ہے۔ یعنی گورنر گورنر صاحب لوگ اور کال کالریا بولوگ اور اسکے ہزار ہا شاگرد اس کثرت سے انگریزی وارد و مین اقلیدس و حساب و طبعیات کے ماہر ہو گئے ہیں کہ اب کسی کو عامی بہین کہا جاسکتا۔

یہہ تو مقام رد میں آدینا کلام ہو اور جو مقام میں تسلیم میں ہے فرمایا ہے ہر سید ہر کہ پیرج امام صاحب کی رجواخیر میں ہے بالکل سچ و برحق ہے اور اہل اسلام کو ایک دوسرے کی تکفیر سے عذرگی سے منع کیا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ مقام رد میں اپنے اعتراضات وارد کئی ہیں انہیں انجملہ اعتراضات اول کا جواب یہ ہے کہ جہاں فہم و تاویل کلام خدا و رسول کے لئے امام سید نے بیان کیا ہے یہ ایسا قانون ہے کہ روئے زمین کے اہل کشتہ کو جسے کہ وہ لائن سبھی علماء و متفقہ و معترض کو بھی اس پر اتفاق ہے۔ کوئی فرد نہ کسی محاورہ و نہ کسی فارسی عمری انگریزی یا پنجاب سنسکرت وغیرہ میں کلام کرنے والا اسکی پابندی سے خارج نہیں ہی نظر سے امام صاحب نے اس میں اتفاق و اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور اتفقوا علی ان جواز ذلک موقوف علی قیام البرہان الخ فرمادیا ہے۔

اس قانون کا حاصل یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو صحیح یا غیر صحیح کی نظر سے بن سکے تو دوسری طرف لیجائیں جیسے دانا تو کہ اپنے الحق آقا کی غلط بات کو اس پر بھی کر صحیح بنا آئے۔ بلکہ اسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کی کلام میں غور و فہم کو کام میں لاوین اگر اسکے معنی ظاہری جنکے لئے لفظ بنایا گیا ہو ممکن المراد پادہی تو مسکیو مراد متکلم قرار دین اور اگر ان معنی ظاہری کو صحیح نہ سمجھیں تو اپنی نارسائی و نا فہمی سے اس کلام کو

غلط نہ بتاؤں بلکہ اور معانی صحیحہ کی تلافی میں پڑ جائیں یہاں تک کہ اصلی معنی مراد قابل کو لیں  
جیسے ایک نوکریچہ دانا اور حکیم آقا کا ایک حکم سنکر اولاً اس کے معنی ظاہری سمجھتا ہے پھر  
اسکو مناسب مقام نہیں پاتا تو غور و تأمل کے بعد اسکے دوسرے معنی جو اصلی مراد متکلم میں  
پالیتا ہے۔ مثلاً آقا کے حکم دیا کہ شیر اور بوا کو چارے پاس حاضر کرو پس بادی الزکر میں  
اس نغ کر کا خیال اصلی شیر و بوا کی طرف جاتا ہے جبکہ لغو یہ الفاظ موقوف ہیں۔ پھر جب وہ  
لفظ حاضر کرنے میں غور کرتا ہے اور اصلی شیر و بوا کا حاضر کر دینا اپنی قدرت سے خارج سمجھتا  
تو اس کلام کے پہلے ترادیتا ہے کہ یہاں شیر و بوا مراد ایک انسان پیدا رہے اور بوا اس مراد سے  
آقا کا تیر رفتار گھوڑا ہے پھر مجازاً شیر و بوا کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس الٹ یہی نہیں سن کر کلام آقا کو کچھ نہیں بنایا بلکہ اپنے ہی فہم کو سیدھا کیا ہے یہی مثال تمام  
ترادون کے اہل محاورہ کا ہے جب تک وہ ایک کلام کے معنی ظاہری کو ممکن المراد سمجھتے ہیں  
تو معنی ظاہری مراد لیے ہیں اور جب ظاہری کامراد ہونا محال سمجھتے ہیں تو دوسرے معنی کو  
اس کلام کا مفہوم مراد قرار دیتے ہیں۔

اسکا سر و مینی یہ ہے کہ جو الفاظ کئے معنی رکھتے ہیں بوقت اطلاق دینے بولی جاتا ہوں  
الفاظ کو ہر سامع کو ان الفاظ کے مراد سمجھنے کے لئے ضرور یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس لفظ سے مراد  
ان متعدد معانی کے کونسے معنی مراد ہیں۔ و سبھی معانی مراد ہیں یا بعض معانی۔ پھر بعض معانی  
مراد ہیں تو وہ کونسے معنی ہیں اور ان معنی کے مراد ہونے پر کونسی دلیل اور قرینہ قائم ہے  
یہ ان دلائل کے سوچنے اور معانی کے متعین کرنے میں کہیں کسی دلیل اور معنی کی طرف رہ مائل ہوتا ہے  
کہیں کسی دلیل اور معنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے پھر اگر اسکو بنظر وضع اس لفظ کے ثابت ہو کہ یہ لفظ  
اصل ایک معنی کے لئے موقوف ہوا (یعنی بنایا گیا) ہے اور اسکا استعمال دوسرے معانی میں بطور تردید  
ہو اسے نہ پہلا مراد مراد کہ وہ اس معنی کو جس کے لئے وہ لفظ وضع ہوا اس کی حقیقی اور اصلی معنی  
سمجھے اور باقی معانی کو مجازی اور فرعی خیال کرے اور جب وہ لفظ بولا جاوے تو بنظر

عدم مانق قوی معنی حقیقی کہ مراد مستحکم قرار دی اور عیب کوئی دلیل و قرینہ اس معنی کو مراد نہ ہوتے  
 سوسکے تو اور معانی مجازی کو حسب تقاضا کو مقام و قرینہ مراد مستحکم نہ ہوا۔ اسکا یہاں یہ پیر اور  
 اول بدل جملہ سازی و تکلف پر دوزی نہیں ہے جسکے ذریعہ سے وہ مشکل کی غلط کلام کو نصیح  
 بنانا چاہتا ہے بلکہ اس لفظ کثیر المعنی کو مقتدا کی پیروی سے جس میں وہ اپنے ذہن کو مطلب  
 پر پہنچانا چاہتا ہے۔

اسی نظر سے علماء عربیت (عربی کا دورہ و الزن) نے کہا کہ اس کے حقیقت اصل اور مقبوضہ ہے اور مجاز  
 اسکی فرم و تابع ہے۔ اسکو جب تک ایک لفظ کے معنی حقیقی کا مراد ہونا ممکن ہے اسکو معنی مجازی

+ المعنى الحقيقي مقبوض والمجازي تابع - ملحوظ -

الاسماء العشرة في الفن المجازي خلاف الاسماء التي يدل عليها الادب واللفظ اذا انفردوا ان يحمل على حقيقة  
 او عليها او لا على واحد منها - والثلاثة الاخرى بالذات فحين لا دل - الى بان فليس - ثم قال الثاني ان المجاز  
 لا يتحقق الا عند نفس اللفظ من شئ الى شئ اخر لا عند بينهما وذلك عند شئ واحد لا عند شئين  
 الفرج ثم علم النقل - والثالث ان واضع اللفظ لا ينفرد له ليعتق - في الدلالة عليه يستعمل في كلامه  
 مستعمل في الكلام بهذا الكلام فاما انشئ المعنى واذا حكمتم مستعملين فبما فكل من تكلم بلفظ مجازي  
 ميتونه ذلك المعنى والمبدل من الى انما هم السامعون ذلك المعنى ومن باب مولا زهير و قال لما شغل في الحجاز  
 حقيقة ولم يكن مجازا او الزنج اعلم الكل على ان لا نقل الكلام الحقيقة روى من ابن عباس قال كنت حرف  
 الفاطمة انهم الى خنفسان في سيرة فقال احدنا نظرا الى ما احترابا - وقال الاموي كنت حرف لدا في  
 حتى سمعت بارية تقول سقي وانا اي لانا منبا استمدوا بال استعمال على الحقيقة فلو لا انهم عرفوا ان اصل  
 الكلام الحقيقة لما عازلهم ذلك - الى من لم يكن الاصل الكلام الحقيقة - انما الاصل انما يكون هو المجاز وهو  
 باطل في جماع الامور او لا يكون واحد منبا مثلا في حيدرة و الكلام استمرنا من اجزاء نيعير الكل عملا  
 وهو باطل بالاجماع - (محمول فخر رازی)

یہ معمول کرنا جائز نہیں ہے۔ اور کہا ہے کہ معنی حقیقی کی یہی پہچان ہے کہ وہ لفظ کے معنی ہی سمجھ میں آجائے اور معنی مجازی کے یہ پہچان ہو کہ انیر الطلاق اس لفظ کا محال معلوم ہو اور اسی بنا پر اہل اسلام نے بیست و دو رخ و برنج کے احوال کو معانی حقیقی پر محال کیا ہے۔ بیست کے دو وہ سے وہی دو وہ مراد سمجھا ہے جو پیا جاتا ہے اور بیستہد سے وہی شہد میرا ہوتا کہا جاتا ہے اور حودان اور ازواج سے وہی ہی عورتیں جن سے دنیا میں مباشرت کرتے ہیں انار وسیع اور کچھ روں سے وہی مویعہ و دنیا میں کہاتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس اور درخ اور دیگر کھانوں ہی سے جو دنیا میں کھاتے ہیں۔ اگر لے وہی آگ جو دنیا میں لوگ جلاتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس۔

دنیا کی اشیاء اور دن کے چیزوں میں لے نزدیک فرق ہے فوکی و بیستی کیفیت و مراتب و درجات میں ہے اصل حقیقت اور مطلق کیفیت میں نہ ان میں فرق نہیں ہے۔ سیاب میں انکی سند دست آویز یہی ہے کہ یہ معانی اہل عرب کے نزدیک ہشکے محاورہ و اصطلاح میں ان الفاظ سے مخاطب ہو اے ان الفاظ کے حقیقی معانی ہیں لعلان معانی کے محال میرے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اسلئے ان معانی کا مراد ہونا منعین و مستحکم ہے۔ اور جو لوگ اہل اسلام کو خلاف میں ان اشیاء کے معانی حقیقی سے انکاری ہیں وہ کیا تو بدین و معاند ہیں جو دیدہ و دسترس سے انکار کرتے ہیں اور کیا جنوں و باطل ہیں جو معنی حقیقت کا انرا و کو شرف و مراتب کو نہیں سمجھتے اور امر ممکن و مجہول الکلیہ و محال معالمان میں تیز نہیں کرتے ہیں۔ اور مقننہ کے عادت اور مقننہ کے عقل کو ایک سمجھ کر خلاف عادت و خلاف عقل کو یکساں محال جانتے ہیں۔ ان مفاسد کی جرہ یہ ہے کہ وہ عربیت و علوم عقلیہ سے بیخبر ہیں

† علامہ الحقیقۃ المبررہ الذی عن القرینہ و علامۃ المجاز و الطلاق علی المستحیل و مستحکم

† ویکہو شاعۃ السنۃ نمبرہ جلد ۲۔

علم معنی یا ریاضی و جنگی تشریح عنقریب آتی ہے اگر کوئی کچھ جانتے نہیں ہیں۔ پھر اس  
نا اعلیٰ پر وہ مذہب کی منفی کی سند پر بیٹھ گئے ہیں جن اصول و فروع کی حقیقت کو نہیں سمجھتے  
انکو دوسرے مذہب سے غایب کر دیتے اور حقیقت میں وہ اپنے ہی آپ پر نا اعلیٰ و کم فہمی  
کی ڈگری کر رہے ہیں۔

یا لکھو جو مانن فہم کلام خدا و رسول کے لئے امام غزالی نے بیان کیا ہو وہ سب اہل حجاز  
کا متفق علیہ ہے اس میں تکلف و تصنع کا دخل نہیں ہے۔ اور ان اہل صاحب کا اس پر اعتراض اہل  
مناظر ہے اس جو آپ کے ضمن میں اشتیاد و انج و بہت کی بوجہ و خارجی و ذاتی ضرورتوں سے  
کا ہی فیصلہ ہو گیا جسکا وہ نہر سابق میں بعضہ ۱۶۱ ہوا تھا اسکو کچھ منہ نہ کھائی نہ ہی ہو گا  
انشاء اللہ تعالیٰ۔

جواب اعتراض دوم۔ گمراہ کو گمراہ کہنا اس پر موقوف نہیں ہے کہ گمراہ اور اسکو مخالفین  
گمراہی و براہ حق کا فیصلہ ہو لیکن گمراہ راہ حق کو جان لے۔ اور بہتر متین اس سے گمراہی و براہ حق  
کرے تب ہی اسکو گمراہ کہا جاوے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت گمراہی کو گمراہ کہا ہے حالانکہ انہیں اور خدا تعالیٰ میں گمراہی کا  
تقصیر نہیں ہوا یعنی جس امر کو خدا تعالیٰ نے گمراہی قرار دیا ہے اسکو انہوں نے گمراہی نہیں جانا بلکہ  
برعکس اسکو بدعت اور حق خیال کیا ہے اور خدا تعالیٰ اور اسکو رسول کو جو بڑا بھجا ہے۔  
تعالیٰ عن ذلک علو اکبر۔

† قُلْ تَبَيَّنْكُمْ بِالْآخِرِينَ أَعْمَالُ الَّذِينَ فِي كُلِّ مَعِينٍ  
الْجُورَةُ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّ  
أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَآيَاتِهِ  
فَمَهْلِكُوا أَعْمَالَهُمْ أَلَا تَعْلَمُونَ - کہف ۱۶۴۔

کہا میں تمہیں یاد کن کون دیر حال میں نقصان  
پانزدہ دہائیوں حکماء دنیا میں کیا کیا کہہ رہا تھا  
اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا کرتے ہیں  
وہ لوگ کافر ہیں یا آخر الیر۔

ان کے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اعتراض کیجو دراصل خدا تعالیٰ پر ہے جسے بہت ایسے لوگ  
کو کافر کہا ہے جنہیں نے کفر کو کفر نہیں جانا اور اپنا کافر ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اور اس اعتراض  
کی بنا پر آج کے اس قدیم اعتقاد پر جو کہ منکر خدا و کذب رسول کا قریب ہے۔ جسکو اپنے معنوں  
د مذہب انسان کا امر طبعی ہے آمین ظاہر کیا ہے اور اسناد المستندہ نمبر ۱۲۱ جلد ۲ نمبر ۱۲۱  
میں اسکا بخوبی البطل کیا گیا ہے۔

**جواب اعتراض سوم۔** اگر انکار وجود خالق یا شرک کو کوئی حق سمجھ لے گا تو پہر کیا اس شرک  
و انکار کا لوگوں سے قبول کرانا اور اسیر قلبین دلانا ہی اس شخص پر خدا کی طرف سے واجب ہو جائیگا  
ہیں اسلام وغیر مذہب سامی تو اسکی تصدیق نہیں کرتے۔

بے شک قرآن میں امر حق کا ثبوت ہمہ پہنچانے اور مسکین کو سچا اور مرض کو ساقط کرنے کے لیے  
دلیل پوری پڑی ہیں مگر امر حق کو مٹانے اور ناحق کو حق بنانے کی دلیل قرآن میں نہیں ہیں۔  
اور امام صاحب نے بھی اثبات حق کی دلائل پیش کرنے والے کو بدعتی نہیں کہا بلکہ ایسے شخص کو کہا ہے  
کہ جو حق کو مٹانے اور ناحق کو بنانے کو دلائل پیش کرتا ہے۔ وہ جو ظاہر آیات کتاب اللہ کے

و اہل یسیرہ ہم عن السبیل و یجبون ہم  
مہنہ دن - نثر ۴۶ -

و بد الہم من اللہ ما کمونہ و یسیرہ  
افسوس علی اللہ کذا ام بہ جزعہ ۱۶۰ -  
قالو اما نحن مصلون مرقوم ۲  
ان اردنا الا احسانا و تو فی قلوب ۴۲ -

مشایخ کافرون کو رستہ سے راہ کھینچنے  
اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں۔  
الکو فیہ کیف و بد الہم من اللہ ما کمونہ و یسیرہ  
کافرون نے کہا یہ رسول خدا پر جو بد مذہب یا بدعتی  
مناحق نہ کہا کہ ہم تو مسنونہ والے ہیں۔  
مناحقوں نے کہا ہم تو نبی کریمؐ کے وقت کی ہی راہ پر  
چلتے ہیں۔

یہی الجملہ ثبوت اس امر کا کہ اگر کفر و بدعتی کا فرق گمراہ نہ سمجھتو اور بدعتی ثبوت اس امر کا  
بذیل قرآن آئندہ امام غزالی کے جواب اعتراض اول مختصر ۱۴۷ آدینکے۔

مقابلہ میں اپنی خیمائی باتیں پیش کرتا ہے اور ظواہر ان دلائل کو جو خدا و رسول نے بیان  
کیں ہیں صرف اس خیال سے کہ یہ دلائل پیچیدہ عقل کے مخالف ہیں تسلیم نہیں کرتا مثلاً آیت  
الرمل علی العرش استوی سے جو خدا کا عرش چوہونا سمجھا جاتا ہے اسکو اس خیال سے کہ ہر  
سے خدا کا متحد و ہونا لازم آتا ہے نہیں ماننا اور اسکو استیلا سے تاویل کرتا ہے۔

اور آیت وجہ یومئذ ناظرۃ الی رہا ناظرہ سے جو عید ار خدا کا ہونا قیامت کو دن ثابت  
ہوتا ہے صرف اس خیال سے کہ اس سے خدا کا جسم ہونا لازم آتا ہے نہیں ماننا اور اسکی تفسیر

سے تاویل کرتا ہے۔ اور جو آیت کما بدہا لعل خلق نعیدہ وغیرہ سے خشر امیاد ثابت ہو رہا  
ہے اسکو صرف اس خیال سے کہ انما وہ بعد و م حال ہے اور بوسیدہ بڈیون یا خاک کا انسان ہو رہا  
خلاف پیچیدہ نہیں ماننا اور خشر کو صرف روحانی خشر سے تاویل کرتا ہے و علی بند القیاس۔

ایسے شخص کے مبتدہ ہونے میں کسی مسلمان کو کب مائل ہو سکتا ہے اور جو دلائل وہ پیش کرتا ہے  
ان دلائل کو ہر رنگ دلائل قرآن مثبت حق کون کہہ سکتا ہے یہ اسی شخص کا کام ہے  
جو کفر و اسلام کو ایک سا جانتا ہے اور مذہب اسلام کو بکمال بد و سرے مذہب کے حق پران  
سوجھتا۔ بلکہ کسی مذہب کا ہونا جو اسکے نزدیک متعین نہیں ہے۔

جو اب اکثر اخص چہارم۔ امام غزالی نے عوام منکرین کو اس بحث سے منع نہیں کیا  
بلکہ عوام مومنین کو اس سے روکا ہے۔ انہی کو آپ فرمایا ہے کہ جو بات کتاب و سنت سے

وہ سنت آذین اسکو بہل اہل البین اور اسمین چون و چرا کرنے سے باز رہیں۔ اسکی وجہ یہ  
ہے کہ غالباً ہر عصر و قرن میں اہل ایمان تین طبقہ چلے آئی ہیں۔ طبقہ اول ائمہ ہیں جو سنین میں  
منکوک کتاب و سنت میں پوری ہمارت پر۔ اور اسرار و احکام شریعت سے کامل واقفیت آئی ہے  
لو کہ نہ کی طرف تو شک و تردید نہیں پاتا۔ اگر اھیلاً بقتضائے بشریت و عدم عصمت جائے

ہے۔ اخص طبقہ کے رؤساء و اعیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جنہیں اہل بیت نبوت بھی  
دافل ہیں۔ انکو بعد تابعین کے بعد تبع تابعین کہتے ہیں کہ بعد غیر و مجتہدین و محدثین

مذہب کی ان غلطیوں کو جو انہی نے کیا ہیں ان سے بڑھ کر کسی اور مذہب کی غلطیوں سے بڑھ کر ہے۔

بھی داخل ہیں اُنکے بعد اُنکے اتباع ہر زمانے کے علماء و متبحرین ماہرین کتاب اللہ و سنت مید المرسلین  
ہیں جو بحکم حدیث لا یرزال من استقامتہ فامرتہ بالمرئۃ لا یرسم من خذلہم و لاس من غالفہم جسے یا تو  
امر اللہ و رسم علی ذلک ہر عصر میں موجود رہتے ہیں۔

طبقة ثانیہ۔ مومنین مذہب میں ہیں جو حکیم تان خطر ایمان و نیم حکیم خطرہ جان کے مفقد ہیں  
اس طبقہ میں اکثر وہ علماء و اعلیٰ ترین جو بیوقوفی یا بہت مطلق و فلسفہ جانتے ہیں اور علوم دین  
کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم سے واقف نہیں ہوتے۔

انکو اپنے سنائی احکام و اصول اسلام میں شکوک پیدا ہوتے ہیں تو انکو منطقی و فلسفی اصول  
سے حل کرنا چاہیے ہیں۔ پہر کہی کوئی بات بنائیے ہیں اور اکثر شکوک و تردوات میں مبتلا ہو کر  
احکام اسلام سے انکاری ہو جاتے ہیں۔

اس طبقہ کے لوگ اکثر منطقی و کلامی علماء ہیں جنکا اپنی کمال پر پہنچنا اور اخیر عمر میں اپنے  
خیالات پر افسوس کہنا اور طبقہ ثالثہ کے اعتقاد پر ہونے کی تمنا ہر کرنا  
اسنہ نمبر ۲۰ جلد اول میں مفصل نقل ہو چکا ہے۔

طبقة ثالثہ۔ عام مومنین کا ہے جو سنائی اصول و احکام اسلام پر یقین رکھتے ہیں لیکن  
کے حکم یا اعتقاد کی نسبت یہ سوال کہ یہ کیوں ہوا اور کس لئے فرمایا گیا نہیں کرتے ہیں۔ انکو  
کوئی مقصد نہ ہو جیسے کہ خدا کو کس دلیل سے ایک مانے تو وہ لٹیا لیکر اسکے پیچھے پڑتے ہیں اور  
اگر کہے کہ رسول کو کس طرح رسول پہنچاتے ہو تو وہ اس پر لاجول پڑتے ہیں۔ جب خدا کا عرش پر  
آیہ الرحمن علی العرش استوی سے سننے ہیں تو اسکی حقیقت کا علم خدا کے سپرد کر کے اس پر  
ایمان لاتے ہیں۔ اس طرح جب خدا کے دیدار کی بہت سن لیتے ہیں تو اسکو بھی مان جاتے ہیں۔

۱۰ میری امت سے ہم نے ایک جماعت خدا کے حکم پر قائم رہیگی انکو ضرر نہ پہنچائیگا جو ان سے نہ نکلے گا  
کرنا چاہیگا۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم دینے قیامت کا دن آجائیگا۔



ان لوگوں کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اپنی تقلیدی ایمان کو سنبھال کہیں  
بیغیر کو چھوڑ کر فلسفی محقق (جیسا کہ مذہب کہا ہے) بنو کی حرص نہ کریں اس سہ حق کی  
طرف کہیں داخل نہ ہوں گے۔ اور اپنے تقلیدی ایمان کو بھی بھٹکیے۔

ابن صفین انصاف کریں کہ ایسے لوگوں کے حق میں جو امام غزالی نے فرمایا جو وہ بہتر ہے  
یا بقول انراہیل صاحب بہادر ان کے لئے فلسفی محقق بننا بہتر ہے کیا انکا یہ منصب کہ مذہب  
الاعلاق یا تصانیف فیچر پر پورب و یکبہر مسائل و احکام اسلام پر نکتہ جینی کریں پھر ان ہی  
امول پر کچھ نیکچہا سہین فیصلہ کریں۔ حاشا و کلا یہ لوگ اس نکتہ جینی میں بہت بڑھیکے  
نہ انراہیل صاحب بہادر کے درجہ کو پہنچ جائیں گے اور اصل اسلام سے منکر ہو کر مسائل فنی کے  
محقق بنوں گے۔

(۱) خدا کا وجود کا اقرار شرط نجات نہیں ہے و بناؤ علیہ دہر یہ منکرین وجود باری کو نجات حاصل ہے۔  
(۲) رسول و کتب و احکام سماوی کا ماننا بھی ضروری و شرط نجات نہیں و بناؤ علیہ جو لوگ کھ  
جی کو نہیں مانتے اور نہ کسی حکم و کتاب سماوی کے فائل میں عرف خدا کو مانتے ہیں وہ بلا  
شک مسلمان اور ناجی ہیں۔

(۳) شیطان ملائکہ وجود ذاتی موجود نہیں اور جو خدا کے آدم کا لکڑا بلا قیس قرآن  
بیان کیا ہے وہ اس بڑے تماشا کرنے والے نے بہانہ مانتی کا متا سنا یا ہے۔  
(۴) بہشت و دوزخ کے نعیم و آلام کا وجود ذاتی نہیں ہے اور جو قرآن میں ان نعیم و آلام کا  
ذکر ہے وہ صرف تشبیہات ہیں۔

(۵) نماز میں کعبہ کی طرف مہربہ کرنا اسلام کا اصلی حکم نہیں ہے۔

+ یہ بات آپ کی تہذیبہ ذلقدہ شریفین ہے۔ # یہ تفسیریں بقرہ ۳۹ اور سدرہ مجرم  
+ یہ بھی اسی پر ذی نقد میں ہے۔  
# یہ تفسیر جابر بن عبد اللہ ۱۹۹ و ۱۹۸ و ۱۹۷ و ۱۹۶ و ۱۹۵ و ۱۹۴ و ۱۹۳ و ۱۹۲ و ۱۹۱ و ۱۹۰ و ۱۸۹ و ۱۸۸ و ۱۸۷ و ۱۸۶ و ۱۸۵ و ۱۸۴ و ۱۸۳ و ۱۸۲ و ۱۸۱ و ۱۸۰ و ۱۷۹ و ۱۷۸ و ۱۷۷ و ۱۷۶ و ۱۷۵ و ۱۷۴ و ۱۷۳ و ۱۷۲ و ۱۷۱ و ۱۷۰ و ۱۶۹ و ۱۶۸ و ۱۶۷ و ۱۶۶ و ۱۶۵ و ۱۶۴ و ۱۶۳ و ۱۶۲ و ۱۶۱ و ۱۶۰ و ۱۵۹ و ۱۵۸ و ۱۵۷ و ۱۵۶ و ۱۵۵ و ۱۵۴ و ۱۵۳ و ۱۵۲ و ۱۵۱ و ۱۵۰ و ۱۴۹ و ۱۴۸ و ۱۴۷ و ۱۴۶ و ۱۴۵ و ۱۴۴ و ۱۴۳ و ۱۴۲ و ۱۴۱ و ۱۴۰ و ۱۳۹ و ۱۳۸ و ۱۳۷ و ۱۳۶ و ۱۳۵ و ۱۳۴ و ۱۳۳ و ۱۳۲ و ۱۳۱ و ۱۳۰ و ۱۲۹ و ۱۲۸ و ۱۲۷ و ۱۲۶ و ۱۲۵ و ۱۲۴ و ۱۲۳ و ۱۲۲ و ۱۲۱ و ۱۲۰ و ۱۱۹ و ۱۱۸ و ۱۱۷ و ۱۱۶ و ۱۱۵ و ۱۱۴ و ۱۱۳ و ۱۱۲ و ۱۱۱ و ۱۱۰ و ۱۰۹ و ۱۰۸ و ۱۰۷ و ۱۰۶ و ۱۰۵ و ۱۰۴ و ۱۰۳ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱۔

(۶) کتبہ کا حج صرف ترقی تجارت و آبادی ملک کے لئے مقرر ہوا ہے اس گہری تقدیر اور مستعدی برکت کے سبب نہیں ہے کہ جو کوئی اسکے گرو سات بار پیرے وہ بیٹھ ہو گیا۔ اس کے گہری گہر کے گرد دہرائے سے کیا ہوتا ہے اسکے گرد و اونٹ اور گدے بھی پہرتے ہیں وہ تو حاجی نہیں بنو (۷) روزِ کتبہ میں کچھ تکلیف ہو (گو حالت بیماری کو نہ پہنچی) تو روزہ کر بدلے ایک مسکین کو کھانا دینا کافی ہے تکلیف اور ہٹا کر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے۔

(۸) معجزہ و کرامت خلاف مادت ممکن نہیں اور خدا تعالیٰ کو سپر قدرت نہیں ہے۔

۱۱۔ ائمہ و معارف سے مذہب کو تعلق نہیں ہے ان امور میں ہر کسی کو اپنی خواہش و ہوا کے موافق عمل کرنا جائز ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس۔

۱۲۔ اذان مسائل کا قائل ہونا اسلام ایمان سے منکر ہونا ہے ایسے محقق بنے سے نبی کا مسئلہ رہنا بہتر ہے اور امام غرانی کا بھی عوام کو یہی ارشاد ہے۔

جواب اعتراض پنجم۔ جس حالت میں عربی لٹریچر (یعنی عربی زبان و ادبیات) کا تنزل ایک تدریک سلم تو علوم دین اسلام میں تو کون کی منتزل ہوئے اور ان علوم کا نسبت ثلث و عامی ہونے کا تسلیم کرنا بھی آپ پر واجب ہو اس لئے کہ حلقہ ر علوم دین اسلام کے متعلق ہیں وہ سب عربی زبان میں ہیں۔ انگریزی یا فارسی یا ہندی میں کوئی علم منجھان علوم کے کا حقہ مفصل و مدلل نہیں ہے۔

۱۳۔ آئیگا یہ کہنا کہ زمانہ حال میں علوم طبعی و ریاضی (سائنس و جیٹ) کو بہت ترقی ہو اس لئے لفظ عوام کسی پر بولنا مشکل ہو گیا ہے آپ کی کہ قوجی و بے خبری سے خبر دیتا ہے۔ کوئی ان

۱۴۔ یہ تفسیر میں ہے لفظ ۲۲۷-۲۵۲ - یہ تفسیر میں ہے لفظ ۲۲۹-۲۵۲

۱۵۔ تفسیر قرآن میں ہے (اسی) و کچھ ۱۵۰ و ۱۵۱ - اور ایک ایک تفسیر کا قول ہے کہ سب سے پہلے سائنس

سب کچھ بہا اور کچھ نہا - و کچھ تہذیب وادب و کچھ ۲۵۲ -

۱۶۔ یہ تہذیب وادب و کچھ تہذیب وادب و کچھ ۲۵۲ -

علوم میں ماہر ہونے سے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا ایک  
 بنگالی یا انگریز یا ہندی نے علم شہد کہ اقلیدس سے بڑا کچان لیا تو کیا وہ اس سے قرآن کے  
 احکام و اسرار سے واقف ہو سکتا ہے۔ یا اگر کسی ٹیکل کالج کے لڑکے نے علم تشریح و علی سینا  
 سے زیادہ سیکھ لیا تو وہ اس ذریعہ سے تشریح اسرار اسلام کو پہنچ سکتا ہے۔  
 اور اگر اس کچن سے یہ غرض ہے کہ یہ مشکل اور دقیق علوم ہیں ان کے جاننے سے انسان کا  
 فہم و ملکہ و ادراک بڑھ سکتا ہے جس سے فہم احکام و اسرار اسلام باسانی ممکن ہے تو یہ غلط  
 فہمی ہے اولاً تو علوم ریاضی مشکل و دقیق علوم نہیں ہیں بلکہ ایسی آسان و سہل ہیں  
 جو بچے بچوں کے لٹڈوں کے سمجھنے کے لائق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس علوم کے موجد و بانی  
 خاتم النبیین ﷺ کو پہلے ہی علوم پڑھانے میں فہم و ادراک ان آسان علوم کے صحیح سے  
 ہر خاص و عام کو پہنچاتے تو پھر انکو وہ تائین علوم فلسفہ و منطق شروع کرتے۔ یہی وجہ تسمیہ ان  
 علوم کی ریاضی سے ہے کہ ان علوم کے پڑھنے سے بچوں کے لئے ریاضت حاصل ہوتی ہے۔  
 اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی انگریزی سکولوں کے لٹڈوں کو شروع تعلیم میں ریاضی  
 پڑھانی جاتے اور انکی سمجھ میں سنجی آ جاتی ہے۔ اگر یہ علوم مشکل و دقیق ہوتی تو پچھوٹے  
 بچے زمانہ سلف فلاسفہ زمانہ حال کے اسکو سمجھ نہ سکتے۔

تایمیا زمن کیا کہ یہ علوم منطق و فلسفہ کی طرح مشکل و دقیق علم ہیں اور انکو جاننے سے فہم و ملکہ  
 و ادراک بڑھ جاتا ہے مگر پہر ہی جب تک علوم دین سے الگ نہ ہو صرف ملکہ کس کام آتا ہے  
 دیکھو منطق و فلسفہ بالاتفاق وفاق علوم سے ہیں مگر صرف منطق و فلسفہ میں مہجریہ کرنے کو  
 اسرار احکام اسلام پر کوئی مطلع نہیں ہوا ہے۔ بڑے بڑے متقیوں اور فلسفیوں نے ان  
 علوم کے بہرہ علوم دین میں دخل دیا مگر بجز حیرت و حسرت کچھ حاصل نہ کیا۔  
 اور اخیر عربوں انگریزوں کے کرائی اور ریٹس پڑھ کر انکی غلط فہمی کلمات حق تعالیٰ کے ساتھ  
 ۲۱۴ جلد اول میں تفصیل نقل ہو چکی ہیں۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ریاضی یا طبعی اور علوم فلسفی میں خواہ کوئی کیسا ہے مابہر حال ہو وہ جیت تک علوم دین میں کامل مدخلیت پیدا کرے اسرار احکام اسلام کو بیخبر نہیں سکتا اور اہل علوم کی نسبت وہ عامی شخص سے مابہر نہیں ہوتا۔

اور جس حال میں علوم دین میں لوگوں کا متزلزل کچھ ہے اس قابل ہے کہ عربی لٹریچر کو متزلزل ہے اور نیز متاثرہ ظاہر حال سے ماننا پڑتا ہے وہیں سے اکثر لوگوں کا باوجود ریاضی و طبعی دانہ کو علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونا ہی وجہ تسلیم ہے۔ اور امام غزالی کا اور لوگوں کو غوام نظر کرانکو دخل در عقولات میں سے روکنا نہایت اچھی چیز ہے اگے ہٹ دھرمی کا کچھ علاج نہیں ہے۔

یا لہجہ امام صاحب کے قانون تاویل پر جو انجیل میں باج اعتراض لئے ہیں وہ سب سب مخالفت و فاسد خیالات ہیں اور امام صاحب کا قانون تاویل ایسا قانون ہے جو حلال اہل محاورہ کو اتفاق ہے اس قانون کو سوائے کسی کلام کا دفاع کا ہو خواہ مخلوق کا ضبط و اعتدال نہیں سکتا اور تاویل بلا قانون کے ذریعہ سے دن سے رات اور رات سے دن اور پانی سے بول اور بول سے پانی۔ اور بکری سے خنزیر اور خنزیر سے بکرے کا مراد لینا ممکن ہے جس سے سلسلہ دین و دنیا کا درہم برہم مٹنا مقصود ہے۔

اور جو ان کے مقام تسلیم فرمایا ہے اسکا جو پابہر ہے کہ امام صاحب نے اہل اسلام کو بھی تکفیر سے منع کیا ہے تو اس سے انکار کیا؟ جس پر آپ خوش ہوئے ہیں اور اسکی تعریف کرنے لگے امام غزالی کے اصول پر تو آپ اہل اسلام میں نہ انکو خلافت کا ثبوت اہل اسلام میں آئے اس قول کو تو آپ نے کچھ انکار نہیں ہے۔ پھر انکا یہ کہنا کہ یہ قول امام صاحب کا نہایت حق و درست ہے آپ کے غم سے کب زیادہ ہے۔

سکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے بعض لوگ ایسے ہیں جو بلا دلیل قطعی صرف غلبہ ظن تاویل کی طرف دوڑنے ہیں (انکی نسبت فاعلہ تو یہی چاہتا ہے کہ انکی تکفیر واجب ہو)۔

ومن الناس من يبادر الى التاويل فليعلم ان  
الظنون من غير برهان قاطع ولا يقيني ان  
يبادر اليه الى تكفير في كل مقام بل ينظر  
فيه فان كان في الامر لا يتعلق باصول العقائد  
ومما فيها فلا تكفر وذلك كقول بعض الصوفية  
ان المراد بربوبية الخليل مع الكوكب والشمس  
والقمر ولله نداء بله غير كواكب بل كواكب  
نورانية ملكية نورانية عقلية لاحسية

پہر اہم صاحب نے ان موئیہ کی دہی وجہ تاویل کو نقل کیا ہے اسکو جو معقول رد کر دیا ہے انکی  
وجہ تاویل اور اسکو رد کو غیر ضروری سمجھ کر نقل نہیں کیا۔ پہر اہم صاحب نے فرمایا اگر وہ حمل حسین  
کوئی بلا دلیل تاویل کرتا ہے ہول عقاید مقصود ہے اور وہ پہر ایک فابری مے کو بلا دلیل تاویل کرتا  
تو ایسے شخص کی تکفیر وجہ ہے جیسے منکرین  
حسی عقوبات اخروی اور زوج کے سانپ  
و بچہ کہ وہ محض اپنے ظنون اور دہموان  
سے بلا دلیل قطعے ہیں حشر و عذاب و محال  
و بعد سمجھتے ہیں انکی تکفیر یقیناً وجہ ہے  
اسلئے کہ ادواح کے جسم کی طرف پہر آنے  
کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے  
اور اس بات کا ذکر کہ وہ ان صرف حشر و عذاب  
ہے نہ حشر و عذاب اور لذت بہشت و عذاب  
و زوج کا وجود ذاتی و خارجی نہیں ہے

مگر انکی تکفیر ہر جگہ وجہ نہیں ہے بلکہ  
انکے حمل تاویل کو دیکھنا ضروری ہے اگر وہ حمل  
حسین وہ تاویل کرتے ہیں اصول عقاید مقصود  
سے نہیں تو اس تاویل بلا دلیل کے سبب انکی تکفیر  
کیجاوے اسکی مثال بعض صوفیوں کا تاویل  
کہ حضرت ابراہیم نے جبرائیل سے سوچ کو کہا تھا  
کہ میرا رب ہے اس سے کمر ادا ہر جائز و ناجائز  
بلکہ عالم ملکوت کی اتنی چیزیں جنکی ذہنیت عقلی چیزیں  
پہر اہم صاحب نے ان موئیہ کی دہی وجہ تاویل کو نقل کیا ہے اسکو جو معقول رد کر دیا ہے انکی  
وجہ تاویل اور اسکو رد کو غیر ضروری سمجھ کر نقل نہیں کیا۔ پہر اہم صاحب نے فرمایا اگر وہ حمل حسین  
کوئی بلا دلیل تاویل کرتا ہے ہول عقاید مقصود ہے اور وہ پہر ایک فابری مے کو بلا دلیل تاویل کرتا  
تو ایسے شخص کی تکفیر وجہ ہے جیسے منکرین  
حسی عقوبات اخروی اور زوج کے سانپ  
و بچہ کہ وہ محض اپنے ظنون اور دہموان  
سے بلا دلیل قطعے ہیں حشر و عذاب و محال  
و بعد سمجھتے ہیں انکی تکفیر یقیناً وجہ ہے  
اسلئے کہ ادواح کے جسم کی طرف پہر آنے  
کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے  
اور اس بات کا ذکر کہ وہ ان صرف حشر و عذاب  
ہے نہ حشر و عذاب اور لذت بہشت و عذاب  
و زوج کا وجود ذاتی و خارجی نہیں ہے

فاما لاسور الجزویۃ المتعلقۃ بالاشخاص  
فلما یعلمہا۔

دین میں نقصان ڈالتا ہے۔ لیکن جو  
کوئی یہ بیانات زبان پر لاوے اسکی

تکفیر وجیب ہے اس شخص کی تکفیر وجیب ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ بخیر نہیں کرتا  
کے اور کچھ نہیں جانتا وہ بجز کلیات اور جزئیات کو جو اس شخص کے متعلق ہیں  
نہیں جانتا اس شخص کی تکفیر ہوتی ہے وجیب ہے کہ اس قول میں رسول کی ایسی تکذیب باطل ہے

ہے۔ اور یہ اور اوج درجہ غمزدگی

میں داخل نہیں، جبکہ پہلے لو پر ذکر کیا ہے۔

۱۰۔ مسئلہ کہ دلائل قرآن حدیث جہین جہین

کا اٹھایا جانا۔ اور خدا تعالیٰ کا شخص

کو تفصیل جانتا سمجھا گیا ہے اس حد

متجاوزہ میں جہین تاویل کی گنجائش ہے۔

اور وہ لوگ خود اقرار ہی کرتے ہیں کہ ہمارے

یہ کہنا تاویل نہیں ہے بلکہ قول رسول

و دعوہ منکرت امیر کا مصداق بنانا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ حشر جہاد کے اعتقاد

کرنے میں لوگوں کی بہتری تھی کیونکہ حشر

کلی دروغانی کے سمجھنے کے انکو عقل نہ تھی

اسلئے اس حشر دروغانی کو حشر جہاد بنا کر

لا نکذ تکذیب للرسول قطعاً ویس من

قبیل الدرجات الی ذکرنا فی التاویل۔

اذا ذلک القرآن والاخبار علی تفہیم

حشر الاجساد و تفہیم علم تکذیب کل من

علی الاشخاص من تجاود حدہ ا یقبل التاویل

ہم معترفون ان ہذا الیس من التاویل

ولاکن قالوا الما کان صلاح الخلق فی ان

یعتقدوا حشر الاجساد و تصور فہم عن

درک المعاد و الحقیقۃ و کان صلاحہم

فی ان یعتقدوا ان الدنیا عالم

بما یجری علیہم و رقیب علیہم یورث

ذلک رغبتہ و ہتہ جاز للرسول ان

یصور فہم ذلک و یسبک ذب من علم

نقد تفہیم کو ایچہ تعبیر بنایا ہے اور اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اس میں وہی کام کیا ہے  
جبکہ ذکر ماضیہ میں گذرا۔

غیر فقال بایہ صلاحہ ان یکن کما  
 فاروق القول بالطل قطعاً لا بقرین بالکلیۃ  
 ثم طلب مدونة انہ لم کذب و یحب الخلال  
 منصب النبوة من فیه الرذیلة ففی الصالح  
 و اصلاح الخلق به مندوحة عن الکذب  
 و ہنادل و درجات الزندق و ہی رتبة  
 میں الاعتزال و الزندقۃ المطلقة فان  
 المتعزلة یعرب منہا جہنم منہا یخرج الفلاسفة  
 الا انہما لا مر الواحد و ہوان المتعزلی  
 لا یجوز و ملکذب علی الرسول مثل عبد العذیل  
 یزل الشاہر کما ظہر البیضان بخلافہ -  
 و الفلاسفہ لا یقصر عبادۃ لظہایر طام  
 یتسل اما ویل علی قرب او علی بعد و لما فی ذلک  
 المطلقة فیہ ان ینکر اصل العاد عقلاً و شیاً  
 و ینکر الصانع للعالم اصلاً اما اثبات المعاد  
 عقلی مع نفی الآلام و اللذت الحسیۃ و اثبات  
 الصانع مع نفی علمہ بتفصیل الامور فی رتبتہ  
 مقیدہ بموجہ من اعتراف الصالح -

اسی طرح اس اعتقاد میں (کہ جو کچھ ہو رہا ہے  
 خدا تعالیٰ اسکو جانتا ہے اور خدا تعالیٰ ہر وقت  
 انبیر نگہ رکھتا ہے) انکی بہتری ہے اسلئے  
 انکو یہ سمجھنا کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں خدا جانتا ہے  
 رسول کے لئے کہنا جائز ہو گیا اور جن باتوں  
 کے بیان میں لوگوں کا فائدہ ہو سکے بیان  
 کرنے والا جو ٹاپا ہی نہیں ہے اگرچہ ہوا تو  
 میں ان باتوں کا وجود نہ ہو۔ اور یہ کہنا انکا  
 بقیناً باطل ہے کیونکہ یہ کہنا جوڑنا ہونا  
 ہر اس جوڑ کا سبب بنانا کہ ہر جوڑنے  
 خط اسلئے بولتا ہے۔ اس کیچین میں منصب  
 نبوت کا ہوتا ہے سمجھنا واجب ہے۔ اور اس  
 کہنے کو اسی سچ سے لوگوں کی اصلاح کرنے میں  
 جوڑ سے استثناء نہ گننا کہ جس سے الی باویل  
 کرنا زندیق و جہمی مرتد ہو گیا پہلا مرتد  
 ہے اور یہ مرتد معتزلہ بن اور مطلق زندیق  
 بن کی نیچا سچ میں ہے۔  
 اس لئے کہ معتزلہ کا طریق طریق خلافت کو ترتیب

از جہنم فساد لال کہ جو ہم سے ہر فعل ناکہ سمجھا ہو اور تہذیب خلل کیلئے مگر ساتھ ہر لفظ واجب  
 فقر و بیکاری و فتنہ و مایوسی جو بن ہو گیا ہو مایوسی حاصل ہو جائے یہی اثر دکھائی دے گا۔

سے بجز ایک اس بات کو کہ معتزلہ انحضرت کو ایسے عذر کے سبب جھوٹا کہنا جائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ  
ظاہر قول رسول کے وجہ انکو بدلیل کا خلاف ثابت ہوا دلیل کو دیکھتے ہیں اور فلسفی ظاہر  
قول رسول کے ترک کرنے کو کسی تاویل قریب یا بعید پر منحصر نہیں رکھتا بلکہ جہاں تاویل نہیں  
وہاں رسول کا جھوٹ بولنا بخیر کر دیتا ہے۔ اور مطلق زندیق بن یہ ہے کہ سرے سے معاہدہ  
عقلی ہو خواہ روحانی ناہن اور جو خدا سے ہی انکاری ہو جاوین۔ مگر یہ عقلی کو ماننا  
ولذت و الآلام حسی کو نمانا اور جو خدا کو ماننا اور اسکے علم تفصیلی متعلق خبریات کے نفی  
کرنا یہ بلقیہ زندیق بن ہے جس میں ایک ذریعہ اقتراب پایا جاتا ہے۔

اس قول پر آنراہل صاحب بہادری چار اعتراض کے ہیں اول جو آپ ہی کے  
الفاظ سے منقول ہوا ہے یہ ہے ”یہی مقام ہے جہاں امام صاحب اپنی تقلید کا وتر تہی نہیں  
کو توڑ نہیں سکے اور اپنی کلام کو اختلاف کو ہی خیال میں نہ کر سکے۔“ اور ہوں نے فرمایا ہے کہ  
جو شخص مباحث عقائد میں بغیر برہان قاطع تاویل کرے اسکی تکفیر چوب اوڑھنی مثالی حشر  
اور عقوبات کو ظاہری معنوں کی تاویل کی دی ہے۔ برہان قاطع کو تو ہوں نے اس مقام پر ہی  
شرط لگائی ہے۔ اور خود نگہرائی میں کہ برہان کو برہان قرار دینے میں بہت سہولت ہے  
اختلاف رہا ہو سکتا ہے اور برہان کی غلطی کے سبب تکفیر نہیں چاہی پس آپ یہ سوال ہے  
کہ گو امام صاحب کو نزدیک اعادہ اروج اجسام میں محال نہ ہو مگر جس شخص کے نزدیک استحصال  
ہونا برہان سے ثابت ہوا ہو اور گو کہ برہان میں اس سے غلطی ہو اسکی تکفیر کیوں واجب ہے۔  
اس اعتراض و وہم کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب نے حشر جام پر بحث کرنے میں دین کا ضرر بتایا  
اور درحقیقت حشر جام پر بحث نہ کرنے میں دین کا ضرر ہے جسکے دلوں میں حشر اجسام و الآلام  
ولذا تہمید معاویہ کی نسبت شبہات پیدا ہو گئی ہیں از روہ اعادہ روح کو اجسام میں محال  
جانتے ہیں انکے لئے اُن امور پر مباحثہ کرنے اور انکی حقیقت کو بیان کرنے میں دین کا ضرر ہے  
یا قبح۔ ایک کافر مسلمان ہو جائے یا ہے بشرطیکہ اُنکو سمجھا دو کہ اسلام میں جو حشر اجسام و



و آلام بہشت و دوزخ وارد ہیں یہہ کیونکر ہو سکتی یا ایک مسلمان اسلام کو ترک کرتا ہے  
اسکو کہ اسلام میں حشر احیام وحسی نعیم و آلام وارد ہیں۔ اور انکا وجود محال ہے  
ایسے لوگوں کو امام مہذب تو یہہ فرماتے ہیں کہ جب رہو یہہ بحث مت کرو ہمیں دین کا  
ضرر ہے۔ اور سید احمد کہتا ہے کہ اس امر میں بلکہ دین کے کسی مسئلہ میں بحث کرتے ہیں  
کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ اور حشر احیام وحسی نعیم و آلام کی حقیقت سمجھانے کو مستند  
ہوتا ہے ان دونوں میں کون شخص دین کو نفع رسان ہے اور کون ضرر رسان۔  
اختر ارض سوم کا حاصل یہہ ہے کہ جن آیات و احادیث سے خدا کا جبر نیابت  
کو ثابت ہوتا ہے اگر ان آیات سے یہہ امر منکر کے نزدیک ثابت نہیں ہے تو وہ  
تکذیب آیات کیونکر ہو سکتا ہے ؟

اختر ارض چہارم کا محصل یہہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ رسول نے مسیحیہ ترغیب و ترہیب  
معا و عقلی کو معا و جسمانی کے پیرائے میں ہایا ہے۔ اور علم کلی خدا تعالیٰ کو علم تفصیلی کے  
پیرائے میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور یہہ کہنا جوہٹ بھی نہیں ہے اسلئے کہ جس بات میں لوگوں  
کی بہتری ہو اسکا بیان کرنا اگرچہ خلاف واقعہ ہو جوہٹ نہیں ہوتا وہ شخص منکر کو کہل گنا  
توجہ مانہن بنانا پھر سکو صاف علم رسول کی تکذیب کرنے والا کیونکر ہوا یا کیا۔

اس اختر ارض اور اختر ارض سوم کی تائید یا تفسیر میں آچے فرمایا ہے اصل یہہ ہے  
کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے ذات باری کو جامع جمیع صفات و بری جمیع  
نقصات سے یقین کیا ہے اور جس شخص نے محمد رسول اللہ پر یقین کیا اسنے نبی صدف  
کو تسلیم کیا اور مانا ہے کہ حق مانا ہے پس اس کے کسی قول سے آچے قیاس کے مطابق ایک امر کا  
استنباط کرنا اور کہنا کہ اس سے تکذیب رسول لازم آتی ہے تفسیر القول بمالایضہ ہے  
تاکید ہے اور اس تفسیر سے جبکہ خود قابل قبول نہیں کیا اسکی تکفیر بہت بڑی غلطی اور  
نادانی ہے۔ ممکن ہے کہ اسکی تمام تاویلوں کو اور تمام دلیلوں اور براہین کو اس نے وہم و

کہا جاوے مگر اسکو کافر نہیں کہا جاسکتا میں کہہ گو کا کفر کہنا سخت گمراہی ہے لاکافر کو  
من اهل القبلة صحیح اور ٹھیک مذہب ہے۔

راقم کہتا ہے جواب اعتراض اول یہ ہے کہ قول سابق میں جو امام صاحب نے برہان کو قائم کر  
اور اسکو قطع قرار دینے میں اختلاف اور غلطی کا ممکن ہونا تجویز کیا ہے اور اسکے سبب تکفیر سے  
منع کیا ہے تو وہ ایسے محل (ظاہر یا نہ یا حدیث) کی نسبت ہے جو ایتر ظاہری معنی قطع الی الدلالت  
فہم ہے اور احسن تاویل کی گنجائش ہے اور جو اس قول میں منکرین شریعت اجماع پر فتویٰ کفر  
لگایا ہے ذہب ایسے محل (لفظ قطعی) میں تاویل کرنے والہ کی نسبت ہے جو قابل تاویل نہیں  
اور وہ اپنے منئے منصوص پر قطعی الدلالت ہے۔ یہ بات آپ نے اس کلام میں وجہ مقرر فرمائی  
نے اعتراض کیا ہے کہ لو کفر فرمادی ہے اور آپ کے قول آئندہ میں بھی اسکی تشریح موجود ہے  
پر خطاب مقرر فرمائی اسکی طرف توجہ نہیں کی۔ پس امام صاحب کا قول سابق اس قول کے مخالف نہوا  
اور معتبر کا اعتراض مخالف و مناقض منقطع ہوا۔

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ تمہارے نزدیک اس محل کا قابل تاویل ہونا اور اسکو ظاہر معنی کا  
بدلیل قطعی محال ہونا مسلم نہ ہے خصم (منکر و مؤل) کے نزدیک تو مسلم ہے پہر اسکی تکفیر کرنا  
وجیب ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر تکفیر کے باب میں زعم و عندیہ مخالف کا وجہ تکفیر  
کیجاوے (مخاطب فرمادی ہو تو دنیا میں کسی کافر کو (جب تک وہ ایتر نزدیک کافر نہ ہو اور خود کو  
نہ کہلاوے) کا کفر کہنا صحیح نہ ہو۔ حالانکہ باتفاق کل بہت ایسے لوگوں کو کافر کہا گیا ہے  
جنہوں نے اپنے میں کافر نہیں سمجھا۔

لابد اس امر کا فیصلہ کہ منکر یا مؤل اپنے انکار و تاویل میں قطعیہ کا انکاری ہے اور اسکے انکار  
و تاویل کے ان قطعیات میں گنجائش نہیں ہے اسلئے وہ کافر ہے بشرخص اپنے ہی تحقیق قطع  
سے کرتا ہے جس حکم یا آیت کو وہ اپنے نزدیک قطعی اور وجیب التسلیم جانتا ہے اور اگر  
تاویل انکار کی گنجائش نہیں دیکھتا اسکے منکر و مؤل کو کافر کہہ دیتا ہے احسن زعم

و عند یہ حضرم کی موافقت و اجازت کا منتظر نہیں رہتا۔

دو رکعتوں کا میں آپ ہی کے فتویٰ کو کفر کو کہیں۔ جن لوگوں آپ نے یہانی کا فرمایا ہے (گو دل میں آپ کے کسیکے کافر ہو نہ کیا اعتقاد نہیں ہے چنانچہ ہندوئی مذہب ماہ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ میں شہر ہے) اور لوگوں کی تکفیر میں آپ کے زعم و عندیہ کا لحاظ نہیں فرمایا۔ کیا جنکو کافر مطلق کہا ہے وہ سب اپنے تئیں ترک کافر ہیں؟ اور اپنے اعتقاد یا عمل کو کفر سمجھ کر اسکے ترک میں ہیں؟ اور جنکو مشرک بتایا ہے وہ سب اپنے خیال میں مشرک ہیں؟ اور اپنے فعل یا اعتقاد کو مشرک، حقیقی سمجھتے ہیں؟ اور اس میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا یقین رکھتے ہیں؟

کفار و مشرکین مکہ کا حال تو قرآن و حدیث سے یہہر معلوم ہوا ہے کہ جو کچھ کفر یا مشرک

دیکھو تہذیب یا محمد ص ۹۷ جسکی عبارت انشاء اللہ ہے

دیکھو تہذیب یا محمد ص ۹۷ جسکی عبارت انشاء اللہ ہے  
 کوئی مکمل مانع یا مہر یا پتھر نہ ہے جسکی تعلیم کی بنیاد و وحدانیت باری پر قائم ہوئی ہے گو کہ بعد  
 لوگوں نے اہل بیت و ہد کے انوکھے کی پرستش انتہا کی ہو اور کئی سری شے میں الوہیت کا یقین کیا ہو  
 ہو جو مشرک حقیقی کے لازم ذاتی ہیں سے جو تو ایسے فرد کو میں خدا کی رحمت میں باوجودیکہ اسکی بے انتہا آستین  
 انہی لوگوں میں وہ لوگ ہیں جنکی قوت و ملک پہرین سوار ابتدا ہر سے ایسی نعم و تربیت کی ہو جو کچھ  
 معاشرت کے بدشگون میں بندگی یا ایمان یا اللہ اور اسکی وحیدی اللہ و فی بعضات و فی العبادت کو کافی  
 ہر۔ اور کچھ سبب انکے دل میں اس معلوم جو کہ بناؤ والو کی یا سکواؤ والو والو کی بات نہیں سمجھتی  
 کہ پرانی نہیں جاتی یا اعلیٰ مانا بھیجے کے سبب اگر کچھ کی اور جو سمجھتے ہیں کہ جو جنور کی اور جو کرتے ہر  
 اگر کچھ باؤ کی معذرت کی جاتی ہے۔ × × × اس فرقے کے یہی ہیں خدا کی رحمت ہر  
 باوجودیکہ بے انتہا وسیع ہوئی کی بلکہ نہیں دی سکتا۔

یا فسق وہ لوگ کرتے ہو اسکو کفر و شرک و فسق نہ سمجھتے بلکہ ہر امر عبادت و اطاعت و قربت خدا  
خیال کرتے اور اس سے روکنے والوں کو آنحضرت اور ان کے اصحاب کو خارج از دین و مخالف

والذین اتخذوا من دون الله اولیاء ۱ جنہوں نے خدا کو سوا اور کار ساز بنائی میں وہ یہ  
ما عبدہم الا لیسفرونا الى العذر لعلی ۲ کہہ رہے ہیں کہ جو سوا کے پوجتے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں  
ان الله یحکم بینہم فی اہم فیہ ۳ مختلفون ان الله ۴ سوز دیکھ کر دین اسلام میں ایسا نہیں کرے گا کہ جو  
یہدی من ۵ من ۶ کاذب کلمہ زمرہ ۱ کہہ رہے ہیں حدیث میں جو کلمہ کاذب کہہ دے گا وہ کفر ہے  
انہ آیت میں معلوم ہوا ہے کہ خلیفہ وہ پوجتے ہیں اور پوجتے انکو اصلی معبود سمجھتے بلکہ اصلی معبود  
خدا تعالیٰ کو سمجھتے اور انکو محض سیلہ خیالی کرتے اور ہر چیز سے وہ برعزم خود حقیقی شرک نہ کرتے۔ چنانچہ  
تعالیٰ نے بر خلاف انکو خیال کے انکو فضل کو شرک پڑایا اور انکو کفار پینہ رائے کافر بتایا۔  
ولیسدون من دون الله الا لیسفرونا ۱ اور خدا کو سوا کے پوجتے ہوئے انکو تعقل سے  
یحقہم ویقولون ہوا انشاء عند العذر ۲ شفع بیجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر لوگ ہر  
اتسبون الله بالابا علم فی السموات ۳ کے پاس سفارتی ہیں کہ ہر دہم خدا کو بتا رہے ہیں  
ولانہ الارض سجدت سبحانہ وتعالیٰ عما ۴ آسمانوں اور زمینوں میں نہیں جانتا۔ وہ  
یونس ۲۰ ۵ پاک ہے اس سے جسکو اسکا شرک پڑا ہے۔

یہ آیت بھی صاف ظاہر ہے کہ جو وہ پوجتے تھے اسکو خدا یا خدا کی مثل نہ سمجھتے بلکہ خدا کی جناب میں  
شفاعتی بناتے تھے ہر ہی خدا نے انکو شرک کہا اور انکے خیال و اعتقاد کا لحاظ نظر آیا۔

واذا فعلوا فاحشہ قالوا جہنم علیہ ۱ اور جب وہ کوئی بے حیائی دین پرستی یا طواف  
آباد و نادانہ امر یا باطل ان الله لا یسر ۲ بحالت برہنگی کے میں نہ کہتے ہیں کہ ہر شیخ  
بالنفس ان الله لا یسر ۳ ہر گونہ اس پر یا کوئی بے حیائی خدا حکم دیکر کہہ دے  
خدا تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم خدا پر افسر کرتے ہو جسکا علم نہیں رکھتے۔





عقل یا خلاف اہول معاشرت کوئی تجویز کرتا ہے تو اس میں اپنے ہی تحقیق کے بہرہ سے اس شخص پر وہ جرم جا دیتا جو اس میں مجرم کی حد تک لحاظ نہیں کرتا۔  
حضور پر لڑ رہی کو دیکھو جب عہدہ مجسٹریٹ پر مامور تھے تو جس شخص کا اپنی تحقیق سے جوڑ ہونا ثابت کرتے اسکو بیلجی زمین بھی دیتے اس میں مجرم کی زعم و عندیہ کی رعایت نہ کرتے اور جب کو قتل عمدی کا مرتکب قرار دیتے اسکو بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ اپنے زعم میں قاتل ہو یا نہیں پھانسی کے لئے حاکم بالا دست کے پاس بھی دیتے اور اب بھی جس منصب پر ہیں اس میں بھی یہی کارروائی کر رہے ہیں۔ جب کو اپنی تحقیق و خیال سے غیر جناب یا غیر محقق یا بے عقل یا خطا پر سمجھتے ہیں اس پر اپنے خیال کے موافق بھی احکام لگاتے ہیں اس میں زعم مخالف کا لحاظ نہیں فرماتے

بالجملہ تفسیر یا تخیل یا تفصیل میں زعم مخالف کا لحاظ کرنا ایسا امر ہے جس پر خدا کا عمل ہے نہ کسی رسول کا نہ کسی مذہب و ملت کے علماء و کافرانام و عام عقائد کا ہے کہ خود جناب آنراہیل صاحب کو بھی اسکی پابندی نہیں ہے۔ پھر امام قرانی پر اس کے خلاف کا الزام لگانا خدا و رسول و کافر و منافق پر الزام لگانا ہے اور اپنے آپ کو خود ہی جہلانا ہے اور یہ بہادری بجز آنراہیل صاحب کس سے ہو سکتی ہے۔

ابن کار از تو آید مردان چنین کنند

جواب اعتراض اول پورا ہوا اور یہ اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ جواب اعتراض سوم دیا گیا بھی اس میں ادھر ادھر کا خلاصہ یہ ہے کہ گو منکر کے نزدیک علم باری متعلق جزئیات آیت و احادیث سے ثابت ہو، اور گویا، علیہ وہ اپنے زعم میں منکر و کذب آیات نہ ہو مگر نفس الامر میں اور خدا و رسول و مسلمانوں کے نزدیک وہ علم آیات و احادیث سے اس فہم سے ثابت ہو کہ ان میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے اس لئے وہ نفس الامر میں اور خدا و رسول و مسلمانوں کے نزدیک ان آیات و احادیث کا کذب ہے۔ اور یہاں میں اسکو زعم

و خیال کا کچھ لحاظ و اعتبار نہیں ہے۔ بحکم ان آیات کے خیال بیان ابھی گزر رہا ہے۔  
ایسا ہی جو شخص رسول کی نسبت کہتا ہے کہ واقعہ میں حشر اجسام محال ہے اور اس کا ہونا  
ناممکن ہے ایسا ہی خدا کا خیریات کو جانتا ناممکن و غیر واقعی ہے مگر رسول نے ان  
باتوں کو مصلحت بیان کر دیا ہے یہ شخص نفس الامر اور واقعہ میں رسول کو جھوٹ بولنے والا  
تواردیتا ہے گو اپنے زعم میں اس جھوٹ کو جھوٹ نہیں سمجھتا یا سمجھتا ہے پر اس کا  
نام نہیں لیتا۔

پس اگر شق اول ہے تو بحکم آیات سابقہ اسکی سمجھ کا اعتبار نہیں ہے اور وہ واقعہ کذب  
رسول کا مجبور ہے۔ لہذا اگر شق ثانی ہے تو وہ اور شریر و مکار ہے اس جھوٹ کو جھوٹ نہ کہنے  
میں اور اسکی شرارت و بزم خود و حکمت ظاہری ہے جسکے ذریعہ سے وہ مسلمانوں کو دامن میں لانا ہی  
اور اسے نبی کی تعلیمات و اعتقادات کا انقیاد چھوڑا ہے۔ اگر وہ نبی کی بات کو  
صاف جھوٹ کہنے تو مسلمان لوگ اسکو کافر و منکر سمجھ کر اسکی بات نہ سنیں بلکہ وہ  
نبی کو صاف جھوٹا نہیں کہتا بلکہ نبی پر ایسی بات جاتا ہے جس سے امت و بے سمجھ  
ایک نہ ایک دن خود ہی نبی کو جھوٹا کہنے لگیں اور اسلام کو سلام کریں۔

ایسا شخص ظاہری منکر و کبیلہ کافر سے بڑا کبر اسلام کا دشمن ہے اور اسکی ہمت و طاقت  
شیطان کے ہمنگ ہے جسکی نسبت خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ وہ شیطان اور  
انہیر اکم ہود قبیلہ من حیث لاترہونہم لعنہ ۲۶۔  
قال الہک بنہ یار ان عدو ایراک دلاترہ  
لشدید المنونہ الامن عبد اللہ وامن اللہ علی

اور جو اھل حق و سیدہ دھارم کی تائید میں دگوبارے اس تقریر کی جواب میں اپنے  
فرمایا ہے کہ خبر نے لالہ الالہ بدھین کیا اسنے خدا کو سب نقصانوں سے بری جانا اور وہ رسول  
صادق و برحق مانا پھر سبکے قول سے تکذیب رسول بھلا اور بدست آویز سبکے اسکو



کافر قرار دینا غلطی و نادانی ہے اور کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر سے بچنا ہدایت معیہ و درست مذہب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے قول یا فعل سے یقیناً رسول کی تکذیب نکلتی ہے اسکا دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا مکرم ہے اگر وہ دل سے اس کلمہ پر یقین رکھتا تو اپنے قول و عمل سے رسول کی تکذیب نہ کرتا اسکا قول و عمل جو یقیناً رسول کو خیر لائے میں صاف یقین دلائے ہیں کہ وہ کلمہ صرف زبان سے مسخا طور پر کہتا ہے اسکا دل میں اسکا کچھ اثر و یقین نہیں ہے اور اس زبانی اور اس سے اسکا مقصود نہ منفعت ہے یا جلب منفعت جو اس زمانہ شوکت کفر میں گو کفر کے اظہار و ہتاعت میں چندان ضرر نہیں ہے مگر اس کے چھپانے میں منفعت یہ ہے کہ اس پیرائے میں اسلام کی تکذیب و تخریب اور ملحدانہ عقاید کی اشاعت و ترویج باسانی ممکن ہے جو کہ ہم کہتا کافر سب کو ابطال اصول اسلام کا اگر سنا دے تو اسکو لکچر میں کوئی دیندار نہ آوے مسلمان بن کر جو کچھ چاہے ہے لوگوں کو سنا دے اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں جلتے آگ میں اور ان پر خدا و رسول اور علماء اسلام نے بھی فتویٰ لگائے ہیں کہ انکی کلمہ گوئی و نفع منفعت یا جلب منفعت کے لئے ہے اور حقیقت میں یہ اس کلمہ کے متکثر اور منافق اور زندیق دینے چہرے مرتد کا ہیں۔

کتاب فقہ میں ان لوگوں کے احکام کے بیان میں مستقل ابواب مقرر و منعقد ہیں اور کتاب و سنت میں بہت جگہ انکار ذکر موجود ہے۔ منافقین عصر نبوی کا حال سورۃ بقرہ و سورۃ

ومن الناس من يقول امنا بالمد والبالہ ثم لا یؤمنون  
وما ہم بمؤمنین۔ بقرہ - ۱۴ -

اور سورہ نساء میں فرمایا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو اپنے خیال میں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے اور اس پر جو تجھے پہلے نازل ہوئے ایمان لائے ہیں الم تر ال الذین زیرعون انہم امنا بما انزل

پہرے مقدسات کا فیصلہ ایک طے سرکش

ایک ما نزل من قبلک پریدون ان  
یتحاکموا لی الطاغوت وقد أمرنا ان کفرنا  
بہ ویریدونہ ان یصلبہم فلاننا بعدا  
واذا قبیل لہم بغاوانا انزل المدونہ  
الرسول رایت المستقین بعدہ وکفک  
صدودا فلیک اذا اصابتہم مصیبتہ فادع  
ایدہم تم جاؤک سیکفون واللہ ان اردنا  
الا احسانا وتوفیقنا۔ لولک الذین یعلم  
اللہ ان فی قلوبہم فاعرف من عنہم وعلیہم  
ونزل لہم فی انفسہم قولا یلتفتون۔ وما ارسلنا  
من رسول الا لیلحیاح باذن اللہ ولانہم  
اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفر اللہ مستغفر  
لہم الرسول لوجہ اللہ لو ابارحیا۔  
فلما ورکب لا یؤمنون تہنیکاک فیما شجر  
منہم تم لا یجدون لہ فی انفسہم حرجا فاقنیت  
ولیسلمو التلیح۔ سورہ انف ۹۔

سے چاہتے ہیں حالانکہ اس شخص کی آہٹ  
سے وہ منکر ہوئے کے امور میں۔ اور شرعاً  
چاہتا ہے کہ انکو دور پہلا دوسری جگہ  
جاتا ہے کہ اس حکم کی طرف جو خدا نے لوہا  
اور رسول کی طرف آؤ تو ہوسکتا منانفتین کو  
تو دیکھتا ہے کہ اس سے رکستہ ہیں لہذا  
حال ہوگا جب انکو مصیبت پہنچگی ہے ان  
معدون کے جوئے کے لئے پکڑنے آگے پہنچائی ہو  
تیرے پاس آئیگی اور زمین کہاں گی کہ غیر تو  
اس سرکش کے پاس جاتے سے بچنا ہی سلوک  
و ملاپ اور کچھ نہیں چاہا۔ خدا جانتا ہے  
جو انکے دلون میں ہے انکی اسبات کو چاہتا  
دی اور انکو نصیحت کر اور ایسی بات کہہ  
جو انکے دل لگے۔ مہنہ جو رسول چاہے  
سو مہی پہنچا کہ لوگ خدا کو حکم سے اسکی اطاعت  
کریں اور عیب وہ اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے

نمبر پانچواں اور اللہ سے بخشش چاہتے تو خدا کو منور اور نہر بان پاتے تیرے خدا کو کجا  
قسم ہے کہ یہ ہرگز مومن نہ ہونگے جب تک کہ اپنے جہکروں میں کچھ حاکم نہ بنادیں اور جو توفیق  
کر دے اس شے میں تنگی نہ لادیں اور اسکو مان جاویں۔

یہ آیات ادن مٹا بقول کے حق میں اتری ہیں جنہوں نے بغض معذات میں انحضرت کے  
فیصلہ سے نفرت رکھی اور ان سے فیصلہ چاہا تھا انہیں سے ایک منافق نے جب حضرت



مخرج ماخذہ ردون ولن ساقبہم ليقولن  
انما كنا نؤمن و نلعب قل اما الدواعية و رولو  
كتم تستهزون - لا تعددوا اقد كفرتم بعبادكم  
ان نغف عن طائفة منكم نغف طائفة تبايهم  
كانون مجرمين - سورة توبہ ۸۱ -

اور اگر اونسے بوجھد کہ تم بتوک بہترین  
اسلام و ایمان اسلام کی امانت کیوں کرتے ہو  
تو یہی جواب دینگے کہ ہم کیلئے (اور سحر و طہر  
کو) باتین کرتے - تو کہہ دے کہ کیا اللہ اور  
اور اونسکی آیتوں اور اسکے رسول سے تم

منہی کر لیتے تم یہ عذر نہ کرو تم (لیسے باتوں کے سبب) کافر ہو چکے اس ایمان کے بچھ  
(جسکا زبان سے اظہار کیا تھا) اگر تم میں سے ایک فرقہ کو ہم معافی دینگے تو دوسرے کو  
عذاب میں پکڑینگے اسلئے کہ وہ بھی مجرم تھے -

کتب تفسیر - فتح البیان - معالم - جلالین - تفسیر کبیر - وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ

منافقون میں سے ایک شخص نے بتوک کے منہ سے  
کہا کہ رسول اللہ اور مومنوں سے یہ پکڑاؤ نہ  
والہ اور جوٹ بولنے والہ اور بزدل سے کوئی  
نہیں دیکھا ایک اصحابی نے سنکر کہا ہے  
کہ قسم ہے تو جوٹ بولتا ہے اور تو  
منافق ہے - یہ کہہ کر وہ آنحضرت کو  
پاس گیا تو آگے اس شخص کے حق میں قرآن  
نازل ہو چکا تھا بہرہ و شخص بھی آیا اور  
عذر کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم تو سفر  
کھٹنے کو دل لگی کرتے اور کہتے آنحضرت  
اسکے جواب میں ہی فرماتے کہ کیا تم خدا  
اور اسکی آیتوں سے منہی کرو ہو اور اس

ان رجلا من المنافقين قال في غزوة  
بتوك ما رايته مثل هؤلاء القوم اربع  
قلوب ولا اكد - السنا ولا احسن عند  
اللقاء يعني رسول الله والمؤمنين فقال  
واحد من الصحابة كذبت دلالت منقذ  
ثم ذب بجزء رسول الله فوجد القرآن  
قد سبقه فجاء ذلك الرجل رسول الله  
قد ركب ناقته فقال يا رسول الله  
انما كنا نؤمن و نلعب و رسول الله يقول  
ابا لدواعية كتم تستهزون ولا بلغت  
اليه و ما يزيد عليه - (تفسير کبیر ص ۴۸۱)

مصلدہم

کی طرف الصفات نکرتے۔

اور سورہ منافقون میں ہے جب منافق تیسرے پاس (ایک رسول) آؤ ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک

لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسول اللہ

لنشہد ان المنافقین لکذبن اتحدوا

ایمانہم حسنة فصد عن سبیل اللہ انہم ساء

ماکانوا یعملون - × × × × ×

ہم الذین یقولون لا تصفتوا علی من عند

رسول اللہ حتی ینفصوا ولتذخرن لہن

والاربن والاکن النقیق لا یفقیہون یقولون

لین رجبا الہ المدیۃ لیخرجن الاخر منها

الاذل ولعد الخرت ولرسولہ للمومنین

ولکن النقیق لا یعملون -

اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ تو خدا کا

• رسول ہے اور یہ بات خدا جانتا ہے کہ

تو ہمارے رسول ہے مگر خدا شہادت دیتا

ہے کہ منافق جو بڑے بڑے ہیں لیکن وہ

دل سے تجھے رسول نہیں جانتے۔ اپنی

قسموں کو اور انہوں نے سپر کیا ہے فجر

جس سے وہ اپنے مال و جان بچاتے ہیں

اور وہ خدا کے راہ سے روکتے ہیں۔

• بڑا بڑا جو دہکاتے ہیں۔ × × × × × وہ کہتے

جو لوگ رسول کے پاس ہیں انکو کچھ نہ ہو

جب تک کہ وہ یہاں سے چلے جائیں حالانکہ

آسمان و زمین کے خزانے خدا کے ہیں پر منافق نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں ہم دہک رہے

پھر کہ مدینہ پہنچے تو ہم غزت والے لوگ ان ذلیل مومنوں کو نکال دینگے حالانکہ

غزت خدا ہی کے لئے ہے اور رسول اور مومنوں کے لئے پر منافق نہیں جانتے۔

• اور جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ اسی سفر میں ایک مہاجر نے انصاری کو چیل

پر مارا تو انصاری نے اسے چیل کو

بکھرا اور مہاجر نے مہاجرین کو بکھرا

• آنحضرت نے اس بکھار کو شہادت فرمایا

کہ یہ کیسے کافروں کی سب بکھار ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال کنا فی غزاة

لکعب رجل من المهاجرین رجل من الانصاء

فقال الانصاری یا آل المهاجرین فقال

المہاجرین ما آل المهاجرین فسیح ذلک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما بال دعوى عليه  
 قالوا يا رسول الله صلح كسح رجل من اليمانيه  
 رجلاً من الانصار فقال دعوه فانها  
 منتهه فبيع بذلك عبد الله بن ابي قتال  
 فخلوه اذ الله لئن رجعا الى المدينة  
 لينحرن الاغر منها الا ذل فبلغ ذلك  
 النبي صلى الله عليه وسلم فقام عمر فقال  
 يا رسول الله دعوني اضرب عتق بذلنا  
 فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعوا لا تحدث الناس  
 ان محمداً يقتل اصحابه رواه البخاري

چھوڑ دینا ہر وجہ سے۔ یہہ قعد عبد اللہ  
 سہنا تو کہا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ان ذلیل  
 مسلمانوں کو دھانسیے نکال دیجئے۔ یہ قول  
 اسکا آنحضرت کو پہنچا تو وہ ان حضرت سکر  
 کہڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ مجھو ایسا باؤ  
 دین کہ میں اس منافق کی گردن ماراں  
 آن حضرت نے فرمایا۔ چائے دو  
 لوگ یہہ تکبیر کہ محمد اپنے  
 ساتھیوں کو مارتا ہے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے صرف طور پر منافقین کا اظہار بلکہ الاسلام واداء احکام میں  
 جہود و دیکار جو بتلا مابے ادراکے اتفاق و جہود پر ان ہی اقوال و افعال کا ذریعہ اسلام  
 کو ذیل طہر ایسا ہے جس سے بکرمف قانون بنادیا ہے کہ جس شخص کا فعل و قول ایمان و اسلام  
 یقیناً مخالف و کذب ہو اسکا دعویٰ ایمان بے اعتبار ہے اور وہ شخص جو ثا و مکار ہے گوئی  
 لا الہ الا اللہ محمد رسول کہتا ہے پر دل سے اسکو جہود جاننا صحیح ہی ہے مبادا اس کو کہ کذب فعال  
 و اقوال کا مرتکب ہے۔ شاید کوئی بخیری یا کوئی اور مسلمان بخاری اس تقریر و کسمہ لال یہہ

یہ کہنا ایسا جو فی حق شخص کے ارادہ ضرر رسائی کو تباہ و اتفاق کل اہل سیاست و ریاست مذہب جو  
 نہ وہ غیر مذہب مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم جائز ہے۔ صرف کفر وفاق کے سرزمین نہ تھا اسلئے کہ  
 منافق اور کفر تو اور دیت آن حضرت کے امن میں رہتے چہرے کے مال و جان سے آپ تعریف فرما  
 اس وہ حق افرام النین مذہب اسلام کا اہل اسلام کہ مسلمانوں کو مخالف نہ ہو کہ سب لوگوں کو مال و جان سے  
 تعرض کر دین دفع ہو اور مسلمانوں کو مل و آمد کا انصاف و اعتداف پر مبنی ہونا ثابت ہوا۔

اختلاف کرے کہ منافقین عصر نبوی کا اظہار کلام الاسلام میں جیوٹا ہوتا تو وحی سے معاوم  
ہو اتھا۔ صرف انکے افعال و افعال سے آنحضرت صلعم اور انکے اصحاب نے استنباط نہیں کیا  
اور چونکہ اسوقت وحی منقطع ہے پس کیسے مجر و اقوال و افعال اسکا اظہار کلام میں جیوٹا ہونے  
کا یقین کیوں کر ہو سکتا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ لے تو یہ ہے کہ تمہارے مذہب کے رو سے وحی کی حقیقت منجر اسکا اور  
چہ نہیں ہے کہ قانون قدرت یعنی دنیا و دنیا والوں کے حالات جنہیں منافقین کے اقوال  
و افعال ہی داخل ہیں، میں غور کریں اور جو اس سے منسلک پیدا ہو سکیں وہ نتائج نکال  
انہیں یقین کریں۔ اور ان سے کہ وحی منقطع نہیں ہے جیسے ان حضرت کے وقت میں تھی  
اب بھی ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے جاری ہے چنانچہ تمہاری نیجری بنمبر آخر الزمان  
آزائیل سید احمد خان نے اسوقت کو بندوں اور انگریزوں کو بکشت چند حسین و صوامی یاد

۴۰  
چہ تہذیب ماہ صبح الاول ۱۲۹۰ میں یمنی مہمنون (الوحی والہام) کے کہا ہے۔ ایسے  
بھی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے حالات کو سوچا اور دوسرے حالات کو دیکھا اور ایک ایسا امر کو علیحدگی  
جس سے انہوں نے تعلیمی اور تربیتی اور سوشلی اثر دن پر غلبہ پایا اس میں پڑو وال  
کو الہام اور وحی کہتے ہیں اگر وحی والہام نہ تھا تو لڑکیاں تہا جسے کانون اور لوتبر کو دل کوں برآ  
رستہ سے پہر اور ہمارے ہی زمانہ میں اس قابل تعلیم و ادب شخص کو بکشت چند حسین و صوامی یاد  
خدا و واحد کی طرف مولا و صوامی دیانند سرستی کے دل کو مورتی یوجن سے بہیرا۔  
وحی اور الہام اس معنی میں کہ ادائیگی فیض ہے جو نہ منقطع ہوگا نہ منقطع ہوگا اگر وہ کسی زمانہ سے  
کسی ہمکلام ہو یا نہ ہو اب بھی ہمکلام ہو سیکو موجود اور اگر کسی کو کیا و پیدا و کیا ہوگا تو یہ  
بھی دیکھ سیکو حاضر ہے اگر وہ آگ کی صورت یا آدمی کی صورت بننا جانتا تھا تو اب بھی وہ جانتا ہے مگر وہ  
چاہے جس سے وہ ہمکلام ہو اور جسکو وہ اپنا دیدار کہا ہے۔

و کا لکھنا حسب دلو تہر صاحب اکملے ان معنی کر وحی تجویز کی ہے اور حقیقت کے لئے کے باہمی رنج  
کی طور پیش گوئی خریدی ہے جس سے درپردہ اپنے لئے منصب تعمیر کیا جاتا آپ کا مقصود ہے  
بتا کر علیہ کحضرت صلعم نے بھی ان ہی حالات اقوال و افعال منافقین سے اتفاق اظہار اسلام میں  
جہوٹا ہونا استنباط کیا تھا اور اسی سے ان کے منافق ہونے کا نتیجہ نکالا تھا اس کے سوا کوئی  
اور پیغام خاص خداوندی غیب سے انکو نہ پہنچا تھا کہ فلاں شخص کے دل میں ایمان نہیں ہے  
ویسا ہی آپ بھی ان کے اقوال و افعال سے انکا منافق ہونا نکل سکتا ہے اور اس پر یقین کرنا  
مکمل ہے۔ اور مسلمانوں کو لکھی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ منافقین عفریہ کی کمال حضرت  
کو وحی سے اجاں اسلام کے نزدیک القادغیبی سے عبارت ہے جس میں نکر و غور و عقل کو دخل  
نہیں ہے (معلوم ہوا۔ اور بعد ختم رسالت محمدیہ اسکا انتظام ہو چکا ہے مگر اسی وحی نے  
ہم کو مشاقت حال منافقین کا ایسا قانون بتا دیا ہے جس کے ذریعہ سے ہر وقت اور ہر شخص کو جہوٹا  
وحی پر مطلع ہو منافقین کا پیچنا ممکن ہے۔

وحی نے بلا دلیل بیان حال منافقین پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ان کے نفاق کے فابری  
دلائل کو بھی بتا دیا اور عام مسلمانوں کو یہ حتم دیا کہ ان منافقوں کا مسلمانوں کی  
عبودت میں اسلام و احکام و آیات کی امانت کرنا اور اپنے مقدمات و معاملات میں  
اکحضرت صلعم کے فیصلے سے ناخوش ہونا اور آیات و رسول کی منی اور طمان اور نماز وغیرہ حکم  
سے جی چرانا ان کے نفاق پر دلیل ہے جس سے یہ تعلیم عام ہدایت نامہ مستور ہے کہ جسکو آپ کا  
پر باد اسکو منافق سمجھو اور جسکو قول یا فعل کو مذب ایمان و اسلام متا بدہ کر د اسکو دعوی  
اسلام میں جہوٹا سمجھو لو۔

اسی نظر سے آنحضرت کے اصحاب جو متا ہیں وحی تہ جس شخص کے اقوال و افعال میں  
مذہب دین اسلام کا متا بدہ کرتے اسکو اظہار کلام اسلام میں جہوٹا اور منافق سمجھتے اور آنحضرت  
صلعم ہی انکی فہم و عقل کو تہ کرتے بلکہ اسکی تہزید و تصدیق فرماتے تھے اس محل کے جسکو تصدیق و تہزید



نبوت سے اس عام قاعدہ سے مضمون مستخرج ہوتا ہے۔

دیکھو اسی واقعہ بزرگ میں جب ایک صحابی نے عبداللہ ابن ابی کعبہؓ کو مجروحان کلمات کہتا ہوا سنتی کے سبب سنا فقی کہا تو ان حضرت اسکو یہ فرمایا کہ تو نے صرف ان کلمات کو سنیے قبل نزول وحی اسکو سنا فقی کیوں کہ یہ ایک وحی ہے اسکو تو ان تصدیق کیا اور جب عبداللہؓ یہ کہنا کہ ہم مدنیہ پہنچے تو وہاں سے ان ذیل مسلمانوں کو نکال دیئے گئے تاہم وہ انہیں حضرت عمرؓ سے دعویٰ اصرار عنق بنایا سنا فقی کہا تو انکو انحضرت نے یہی دعوہ ثابت نہ کیا۔

اور بعد ملت حضرت رسالت جو کچھ حضرت ابو بکرؓ نے منکرین و جوب زکوٰۃ سے معاملہ کیا وہ بھی اسی قانون استیباط پر مبنی تھا کہ آپؐ نے ان لوگوں کو انکارِ حاکمِ قطعی کر سہی نہ سمجھ لیا۔ حضرت عمرؓ نے پہلے تو اسے خلاف کیا اور انکو دینا پر کلمہ پڑھنے کو مجبور کیا آخر وہی حق جو حضرت ابو بکرؓ کو سوجھا تھا انکو سمجھ میں آگیا اور انہوں نے بھی تہائی کر لیا۔

اس کے نظائر و تمثیلات کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں ہر ایک نقل و تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں ہے اسی ہدایت وحی و تعلیم الہی و تقویر عصر نبوی کی دست آور سر علماء اسلام و فقہاء اعلام نے ان کلمہ پڑھنے والوں کو خجکے احوال و افعال مکذوب و مخالف اس کلمہ کے حیوان زندگی و دوسرے کہا ہے اور دایرہ اسلام سے انکو خارج کیا ہے۔ کتاب منہج الاذہر مشرق فقہ اکبر میں کہا ہے

و منها ان استعمال لایة صغیرہ گمانت  
ادکیہ و کفر اذا ثبت کونها معتقہ لایة

۱۰ سید الکبیر و شریعہ عالم بن ابی بلتہ و غیرت الہیہ اور کمال عدد در ہوا اور حضرت محمد و فرشتے انکو مٹانے کا  
نہ اس حضرت نے نہ بہت سے انکو ایمان کا ساتھ دیا کہ انکو مخصوص مسمیٰ کر دیا اور حضرت عمر کے نام  
فان زن استنباد کر روز فرمایا ۱۰ دیکھو معجم شامی وغیرہ کتب حدیث سے اور جو کچھ وہی قطع ہے

قلیة وكننا الاستبانة بها كفران بید  
 مینہ سہلہ دیر تکبیا من غیر مبالاة بہا  
 و بجزی مجری المباحات فی الزکما بہا و کذا  
 الاستنارہ علی الشریعة الغراء کفران  
 و کلم من المارت تکذیب الانبیاء غم  
 قال ابن الہمام و بالجملة فقد ضم الی تحقیق  
 الایمان اثبات الامور الاغفال بہا و الغلال  
 بالایمان اتفاق اکثرک السجود و نعم و قتل  
 منی اولئک استخفاف بہ او بالمعصیہ  
 و الکلیۃ و کذا مخالفۃ ما اجمع علیہ انکارہ  
 بعد العلم بعینہ من امور الدین فان من  
 انکر جوہر حاکم او شجاع علیہ لا یکفر  
 قال ابن الہمام وقد کفر الخفیۃ من  
 و اطلب علی ترک استنباط استخفافا بہا  
 سبب اثباتنا فعلہا النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم زیادۃ او استفجاہا کمین استعج  
 من اخر جعل بعض العامة تحت حلقہ  
 او احقاد شارہ

قلت ولد لدودی ان ابایوسف مرخ و کمر  
 از عوم کان یحب الدیاء و فقال بہ جل اننا  
 ما اجبتا محکم بل زندادہ و علی بذالامول

ایسا ہی گناہ کو بلکہ جاننا کفر ہی کی طرف  
 یہ ہے کہ اسکو سہل جانے اور یہ بڑا  
 سے اسکا ارتکاب کرے اور اسکو بطور برکت  
 عمل میں لا دے۔ ایسا ہی شریعت سے غمی کرنا  
 کفر ہی ہے کہ یہ سب انبیاء کو چھڑ جائے کہ ان میں  
 شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ ایمان کے  
 ثابت ہونے کے ساتھ کئی ایسے امور کے اثبات  
 کا نہیں لگ رہے جنہیں غفل اندازی بالانفا  
 ایمان میں غفل اندازی ہے۔ جیسے بک  
 آگے سجدہ کرنے اور نبی کی قتل یا اذیت  
 کرنے یا قرآن شریف یا کعبہ شریف کی اذیت  
 کرنے سے بچنا ایسا نبی دین کے اتفاقی  
 امور سے دیدہ و دستہ انکار ہی ہے جو سب  
 دین ہونے کی قید سے لگائی ہے کہ دنیاوی  
 امور (اتفاقی ہی کیوں نہیں جیسے حاکم کی  
 سماعت اور حضرت علی کی شجاعت)  
 انہی انکار کفر نہیں ہے۔

شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ خفیہ اس  
 شخص کو کافر کہا ہے جسے سنت کو بلکہ  
 سمجھ کر ترک کر رکھا ہو و اخفرت کا زائد  
 و قتل فعل سمجھ کر یا بڑا جانکر جیسے کوئی

بتینی القروم التي ذكرنا في الفتاوى من  
انه اذا اعتقد الحرام حلالاً فان كان حرمته  
لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفره الاثنا  
بان يكون حرمته لغيره او ثبت بدليل قطعي  
وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره  
فقالوا يستحل حراماً قد علم في دين النبي  
تحمية لكناج ذوالالحرام او شرب الخمر  
او اكل ميتة او ذم او لحم خنزيرة من غير ضرورة  
فكافرو ومن استحل شرب النبيذ الى  
سك كفر الخاليق للراجحة -

کیسے دیر طاق مشعلہ جو طرے یا موجہ میں  
کترانے کو بجا جاتے۔

میں اور جب کتاب منہ الازہر کہتا ہوں  
اسی واسطے امام ابو یوسف سے روایت  
ہی کہ اوہوں نے ذکر کیا کہ آنحضرت کدو کو  
پسند فرماتے تو ایک شخص نے اسکو مقابلہ  
میں کہا کہ مجھے تو کدو اچھا نہیں لگتا  
اسی امام ابو یوسف نے اسی شخص پر سرزد  
ہونے کا حکم لگا دیا۔ ان ہی اصول پر  
وہ فروعات مبنی ہیں کہ جو شخص حرام کو حلال

سمجھے اگر اس حرام کی حرمت ذاتی ہے اور دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ شخص کافر  
اور اگر حرمت لغيرہ ہے اور دلیل قطعی سے ثابت ہے تو کافر نہیں ہے اور بعض علماء  
نے حرمت ذاتی وغیرہ میں فرق نہیں کیا اور یہ کہہ دیا کہ جسے ایسا حرام کو حلال یا حاکما  
حرام ہو نا آنحضرت کو دین میں یقیناً معلوم ہے جسے مان بہن وغیرہ محرمات ایدہ  
سے نکاح کرنا یا شرب چینا یا مرد دلیا ہو یا خنزیر کا گوشت و بدون حالت ضرورت  
و انظر ارکے کہنا دہ کافر ہے اور جو شخص شیر انگور یا کچھ دیکھ کر حدیث کو نہیں مانو  
حلال سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ تا آخر عبارت جو پوری دیکھنے کے لائق ہے۔ اور کتاب

ورحمہم اللہ میں ہے یہ باب احکام مرتد کے  
بیان میں ہے مرتد لغت میں پھر والی کو  
دخواہ کسی چیز سے ہوا کہتے ہیں اور مرتد ہیں  
اسکو کہتے ہیں جو خائن دین اسلام سے پہچان

باب المرتد۔ ہو لغتہ الراجح مطلقاً مرتداً  
الراجح عن دین الاسلام در کہنا الجوار  
کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الاپان وہو  
مقتدین محمد صلعم فی جمع ما جا رہ عن البد

عَلَىٰ فِي مَا عُلِّمَ بِمَجْبُوعَةٍ مُّزْمُونَةٍ وَبِإِذْنِ  
مُفْتَقِدٍ أَوْ بِمَوْجِبِ الْأَقْسَرِ أَوْ قَوْلَانِ -  
وَأَكْثَرُ النُّصُوحِ عَلَى الثَّانِي وَالْمُتَحَقِّقُونَ  
عَلَى الْأَوَّلِ وَالْأَقْسَرُ مُشْرَطٌ لِأَجْرٍ أَوْ  
الْأَحْكَامِ الدَّعْوِيَّةِ بَعْدَ الْإِتِّفَاقِ عَلَى أَنَّهُ  
يَسْتَعِزُّ بِطَوْلِبِ بِيَانِ طَوْلِبِ بِيَانِ  
يَقْرَنُ بِكَفْرِ عَدَاوَاتِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْفَتْحِ  
مِنْ بَرَاءِ الْمَقْبُوطِ كَفَرًا بِتَدْوِينِ لَمْ يَقْبَلْ  
لَا اسْتَحْكَافَ فِيهِ كَفَرُ الْعَدَاوَةِ وَالْكَفَرُ نَفْسٌ  
اسْتَرْشَدَ نَفْسًا نَكَذِبَ بِهِ جُلُوعَ نَفْسٍ مُّجَابًا  
بِمِنْ الدِّينِ بِمَزْمُونَةٍ وَالْفَاطَةُ تَعْرِفُ فِي  
الْفَتْحِ عَلَى بِلْ أَفْزَدَتْ بِالنَّالِيفِ مَعَ  
أَنَّ لَا يَفْقَهُ بِالْكَفْرِ نَفْسٌ بِمِنْهَا إِلَّا يَمِينًا أَتَقَى  
الْمُسْلِمِينَ عَلَيْهِ -

اس ابتداء کا رکن یہ ہے کہ بعد ایمان  
کلمہ کفر زبان پر لاوے۔ اور ایمان  
کی تعریف یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لاؤں  
اور وہ بطور بدعت و یقین آنحضرت  
سے ثابت ہو رہے ہو سکوا نا جاوے۔  
××× منفی ذکر کیا ہے کہ  
فتح البغیر میں ہے کہ جو شخص کلمہ کفر زانی  
ستے کہے وہ بھی مرتد ہو جاتا ہے اگرچہ دل  
سے کفر کا معتقد نہ ہو یہ سُننے کہ اس میں  
شرعیّت کو مانگا سمجھنا پایا جاتا ہے اور  
یہ بھی ایسا کفر ہے جسے دستہ کفر کرنا۔  
کفر کے معنی لغت میں ڈالنا ہے اور شرع پر  
آنحضرت کو چیلانا کسی چیز میں جو آنحضرت

لاؤ ہیں اور وہ آنحضرت سے یقیناً و ضرورۃً ثابت ہے اس کفر کے الفاظ مشہور ہیں جو کتب ثنائیہ میں باوجود جاتے ہیں بلکہ اسباب میں مستقل ایضاً بھی ہیں مگر ساتھ اسکے یہ بھی لحاظ فروری ہے کہ ان سبھی الفاظ پر فتویٰ کفر لگانا چاہیے بلکہ صرف ان ہی الفاظ پر لگانا چاہیے جسے بالاتفاق کفر ثابت ہوا ہے۔

ماقل کہا ہے ان الفاظ کی تفصیل عالمگیری وغیرہ کتب فتاویٰ میں موجود ہے جو چاہے  
ان کتابوں کا مطالعہ کرے مگر یہاں میں حجت ثبوت و تحقیق مد نظر رکھے ان سببی الفاظ  
پر فتویٰ کفر نہ لگائے بلکہ مفسران ہی الفاظ پر ضمیم قطعیات و ضروریات و من کا انکار

پایا جاوے۔ چنانچہ امام غزالی کا دعویٰ ہے اور اسی کی آئندہ میں یہ بحث ہو رہی ہے۔  
اور جو فقہاء و علماء کلام نے کافر اعدا اس اہل اقلیدہ کہہ رکھا ہے وہ اس تکفیر  
سردین کے مخالف نہیں ہے اور باوجود صحیح و درست ہونے کے اس مدعا کا سادہ  
و ساقط نہیں ہے اور قول معترض کا مستند و مؤید نہیں۔ آپ اتنی سپر خوش ہو  
یہ ہیں اور بلا فائدہ اسکو صحیح و درست فرما رہے ہیں وہ قول الیہ نام نہیں ہے کہ جسے  
ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا اور قبلہ کی طرف منہ پیرا ہوا خواہ وہ مرد ہو کیا یا مرعہ ہی ہے  
زندیق و منافق ہوا وہ اس میں شامل ہو گیا اور اہل قبلہ میں داخل ہوا۔ اور باوجود انکار  
کفر اتفاقی کے تکفیر سے بچنے کا مستحق ہو گیا بلکہ وہ قول تو خاص اور لوگوں کے حق میں  
ہر جو ضروریات و قطعیات و اتفاقیات دیں گے اقرار ہی ہیں اور اتفاق و کفر قطعی سے  
بری فائز رہیں اور بعض ایسے امور کے معتقد ہیں جنکو صرف بدعت کہا جاتا ہے  
اتفاقی کفر سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا اور جو ان امور کو کفر کہے اسکے ماتہ میں کوئی دلیل  
قطعی نہیں ہے۔

ایسے لوگوں کی نسبت علماء اہل سنت نے کہہ رکھا ہے کہ اہل اسلام کو ایسے امور کے کفر  
سے باہمی تکفیر مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ ہر طبقہ سے تفسیر و تہتف نیکو کند بیان  
انہی اس قول کا مطلب انہوں نے خود ہی لکھ دیا ہے اور اعتراض متناقص و متنازع کو  
جو امثال معترض کے خیال میں گذرنے کا احتمال رکھتا تھا دفع کر دیا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں

کہا ہے۔ پیر جان لو کہ اہل قبلہ سے وہ  
لوگ مراد ہیں جو ان اصول پر جو دین  
ضروریہ و یقیناً ثابت ہیں اتفاق  
رکھتے ہیں جیسے اعتقاد عالم کے حادث  
ہو نیکا اور اعتقاد جسموں کے اوٹھنا

تم اعلم ان المراد بالقبلة الذين  
اتفقوا على ما هو من ضروریات الدين  
حدوث العالم و خسر العالم و ما علم الله  
بالحکایات و الخیریات۔ انہیں  
ذلك من مسائل المہات فہم و اطہر

طول عمرہ علی الطاعات والعبادات  
مع اعتقاد قدم العالم ونفی الخسران فی  
عمرہ سبحانہ بالخیریات لایکون من اہل القبلۃ  
وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ  
عند اہل السنۃ انه لایکفر بالم یوجد  
شیء من امارات الکفر وعلاماتہ ولم  
یعدہ رعدہ شئی من مویاتہ۔

جائے گا اور یہ اعتقاد کہ خدا تعالیٰ کو  
سب کلیات و خیریات کا علم ہے البتہ  
ہی اور مسائل جو جہات دین سے ہیں۔  
میں جو شخص عمر بہر یا ہری طاعات و عبادت  
پر موانعت (بیشکی) کری اور ساتھ اس کے  
یہ بھی اعتقاد رکھے کہ عالم قدیم ہے یا حشر  
اجسام نہ ہو گا یا خدا تعالیٰ کو جزئیات مخلوق

کا علم نہیں ہے وہ شخص اہل قبلہ سے نہیں ہے۔

اور اس قول سے ذکر اہل قبلہ کی تکفیر نیکو ہے، جہی یہی مراد ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر کرین  
جب تک کہ انہیں علامات و نشانات تکذیب بنائی جاویں اور موحیات تکذیب صادر نہ ہوں  
یعنی جب انہیں موحیات تکذیب سرزد ہوں پہر خواہ وہ عام اہل قبلہ چھوڑ خاص اہل سنت  
ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں۔ جیسے کہ بت کے آگے سجدہ کر دیا یا زنا پرین لیا یا شراب پیا  
جنسہ کہ حلال کہا یا زانیق و نصوص قطعیہ سے انکار کیا تو انکی تکفیر و جیب ہے نہ ہوتی ہے  
اہل قبلہ رہے ہیں نہ اس مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ کی مورد و مصداق ہو سکتی ہیں یہی مطلب  
شرح موافق ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں باوجودیکہ اہل قبلہ کو کفر سے بچایا ہے پہر  
علامت تکذیب پر صاف کفر کا حکم لگایا ہے اور اس پر اجماع کا منعقد ہونا تسلیم کر لیا ہے۔

چنانچہ نامہ کتاب میں فرمایا ہے مقصد ثالث کفر کو بیان میں ہے کفر ایمان کا خلاف ہے  
میں ہمارے نزدیک اسکی تعریف یہ تھری  
کہ آنحضرت کی کوئی بات جو بطور ضرورت و  
ہدایت آپسے ثابت ہے نہ مانیں۔ اس پر  
شبہ کرے کہ اس تعریف کے مد سے تو

المقصد الثالث فی الکفر وہو خلاف  
الایمان فهو عندنا عدم تصدیق الرسول  
فی بعض ما علم بحجۃ ضرورۃ فان قیل فشا  
الزمان ولا یس للفتیانہ بالاختیار لایکون

کافر اذ اکان معصداً فی الکفر و ہو  
باطل اجماعاً قلنا جعلنا الشیء العاقل  
باختیارہ علامۃ التکذیب فلکنا لا یزال

اور غبارِ رسیہ میں نہ مار کی طرح کفار کی علامت  
ہے، بہتیرا وہ کافر ہو اگر وہ دل سے آن  
حضرت کی ساری باتیں مانتا ہو حالانکہ یہ

انفرادی کو کافر نہ کیا، بل بالاتفاق باطل ہے اس کے جواب میں اور اس کو کافر و مکذب نہ ہونے  
کے ثبوت میں ہم کہتے ہیں کہ جسے اس فعل کو جو اس سے باختیار خود صادر ہوا ہے تکذیب کی  
علامت قرار دیا ہے پس اس فعل سے اس پر کافر و غیر مصدق ہو نیفا حکم لگایا ہے۔

علامت تصدیق دانی کی سیاب میں اس سبب و تفصیل سے بحث کی ہے کہ اس میں اس جواب کی بھی  
تائید ہے اور اصل کلام امام غزالی کی: جبر معترض نے اعتراض کیا ہے (حرف سیف تصدیق

بانی باقی ہے۔ نہایت شرح صحیحہ تصدیق فرمادیتا

کفر کی تعریف یہ ہے کہ جو امور بطور ضرورت

و بذلت آنحضرت سے ثابت ہیں ان کو کوئی

نہ مانے۔ اس پر کوئی اعتراض کرے کہ جو شخص شریعت

یا شریعت کی امانت کرے یا قرآن مجید کو کجاست

میں ڈال دے یا باقتیاد خود نہ مارے ہیں

لے وہ بالاتفاق کافر ہے اگرچہ آنحضرت

کی ساری باتوں کو ماننا ہو مگر اس پر تعریف

اور جو مری تعریف کفر پر جمینی تصدیق کا

ہونا اعتقاد کیا گیا ہے یہ اعتراض و رد

ہوتا ہے کہ یہ دونوں تعریفیں اپنے اندر

جامع نہیں رہتیں۔ فیضان کفار کو جنہیں

علامات تکذیب تو بانی حاتی زن پر لگتا ہے

قال البحت السادس لکفر عدم الايمان  
عامة من شانہ و بذلت استحق عدم تصديق النبي  
صلعم في بعض ما علم مجيب به بالضرورة و الظاهر  
ان بناء اعم من تكذيبه صلعم في شيء ما علم  
مجيب به على ما ذكره الامام الغزالي ثم لو  
الكافر الخالي عن تصديق و التكذيب  
و اعتد امر الامام الرازي بان من جمله  
ما جاء به النبي صلعم ان تصديقه واجب  
في كل ما جاء به فمن لم يصدقه فقد كذب  
في ذلك ضعيف الظهور المنع - فان قيل  
من استخف بالشبهة و انت مهابو  
القي المصنف في القاذورة و است  
الزمانه بالاختيار كافر اجماعاً ان كان

وان كان مصداقاً للمعنى معلوم في صحيح ما جاء به  
 وجنود يظن كل المعنيين وان جعلت ترك  
 الامور به او ارتكاب المعنى عنه علامة  
 التكذيب وعدم التصديق بظلالها  
 بغير الكفرة من العناق قلنا وسلم اجاب  
 التصديق المتعبر في الايمان مع تلك الامور  
 التي هي كفر فاما يجوز ان يجعل الشرع  
 بعض مخطوطة الشرع علامة التكذيب  
 فيحكم بكفر من ارتكبه ووجود التكذيب فيه  
 وانتفاء التصديق عنه كالاستحفاف  
 بالشرع وشد الزنا وبعضها لا الزنا  
 وشرب الخمر وافتادات ذلك الى تنق  
 عليه ومختلف فيه ومنصوص عليه ومستنبط  
 من الدليل وتفاضل في كتب الفروع  
 وبهذا يتضح الحال في آخره وهو ان صاحب  
 اماويل في الاصول اما ان يجعل من المكذبة  
 فيلزم تكفير كثير من الفرق الاسلامية كاهل  
 السبع والا بهاء بل المتكلمين من اهل  
 الحق واما ان لا يجعل فيلزم عدم تكفير  
 المنكرين لحشر الاحياء وحدوث العالم  
 بعلوم الباري بالجزئيات فان ما ولا ياتهم

مصداق بين شامل نہیں ہو تین ۔ اور  
 اگر حکم کہ خلاف اور گناہ کے ارتکاب کو کلام  
 تکذیب ٹھہرایا جاوے تو جو موقعین  
 افراد غیر کو مانع نہیں ہو تین ۔ یعنی  
 موسیٰ خاستی جو حکم کا خلاف اور گناہ  
 کا ارتکاب کہتے ہیں تعریف کفر میں  
 داخل ہو تو میں تو اسکے حجت میں ہم کیسے  
 کہ اگر ہم مان لین کہ جو امیر تکذیب بالاتفاق  
 سنا فی ایمان میں ہے ساتھ تصدیق کا  
 پایا جانا ممکن ہے تو یہ بھی جائز ہے  
 کہ سارے بعض منوعات کو عام یہ تکذیب  
 ٹھہراوے بلکہ ترکب پر حکم کفر لگایا جاوے  
 اور اس میں تکذیب کا پایا جانا اور تصدیق کا  
 تجویز کیا جاوے ۔ ان منوعات کی مثال  
 شرع کی امانت کرنا ہے اور زنا پرہیز لینا  
 اور بعض منوعات کو جیسے زنا کرنا اور شراب  
 پینا سنا ہے علامت تکذیب نہ ٹھہراوے ۔  
 یہ قسم بہر متفادات ہے بعض منوعات میں  
 قسم کے متفق علیہ ہیں بعض اختلافی یعنی  
 نفسی میں سب سے طبعی خشکی تفصیل کتب  
 فروع میں ہر اس خوب سے ایک اور قسم



# ضمیمہ اشاعت ہستہ

بنو جلد ۳  
متنفس فرودیا متفرقہ

مضامین مندرجہ ذیل بدت سے متقاضی اندراج ہے مگر حتمی عرض فرط اس وظیفہ الی مضامین معمولی اس سے خارج ہے۔ اب فرورہ معمولی مضامین کو نام چھوڑ کر بجائے ان مضامین کو درج کیا جاتا ہے۔

## عذر و تسکین

تحریر مضامین اشاعت ہستہ میں دلائل و نقول کے سبب تقویٰ ہو جاتی ہے اور یہ طرز ان کو جو حکم کل جدید لفظ عیشہ نئے مضامین کے طالب رہتے ہیں اور بدت زمانہ حال مجروح اطہار خیال و استلال کو پسند کرتے ہیں غالباً ناپسند ہوگی اور اسی بنا پر جو تقویٰ مضامین حال و تقریر میں لکھتے والے انداز میں جو رہی ہے انہیں بہت شاق گذرتی ہوگی مگر ہم معذرت میں کہو اگر نثری طور پر صرف اظہار اپنے خیال کا منظور نہیں ہے بلکہ اس خیال کا خدا و رسول و سلف اند کو اتوال سے مستدکرنا اور متبعان دین کے خیال میں اسکی صداقت جمانا نہ نظر ہے جدید دین تقویٰ و تفصیل افادہ میں ممکن ہے

اور علاوہ ہر ان ماسین پہ پہی یا پڑھ ہے کہ ایک بحث کے ضمن میں کئی مسائل مکملہ اور ناقص معطلہ میں بر لوگوں کو اطلاع ہوتی ہے اور عمل و فردہ میں ہر ایک بصیرت و ولایت روز بروز بر طبعی جو بہن طریق سے پسند ہے کہ ان مباحث کو غنیمت بکری سمجھ کر بجائے شکایت باطنی اظہار کر کے الہی کریں اور بلکہ اگر نثری طرز اختیار کرنے سے معذرت سمجھ کر معافی دیں۔ لکن اس پیشکش مذکورہ اور مضامین و تقریر میں الاسلام و الزندہ (۱) تو قریب الانعام ہے انشاء اللہ منبر ایندہ میں ختم ہوگا اس کے بعد ہی طرز سے مباحث سابقہ کو پورہ کیا جاوے لگا ایندہ جو خدا کی مشیت ہے وہ سب پر غالب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## شکر یہ و معذرت

خدا تعالیٰ کا ہر نہ پر شکر ہے کہ اب اہل فضل

اشاعت ہستہ  
بنو جلد ۳  
متنفس فرودیا متفرقہ  
مضامین مندرجہ ذیل بدت سے متقاضی اندراج ہے مگر حتمی عرض فرط اس وظیفہ الی مضامین معمولی اس سے خارج ہے۔ اب فرورہ معمولی مضامین کو نام چھوڑ کر بجائے ان مضامین کو درج کیا جاتا ہے۔  
عذر و تسکین  
تحریر مضامین اشاعت ہستہ میں دلائل و نقول کے سبب تقویٰ ہو جاتی ہے اور یہ طرز ان کو جو حکم کل جدید لفظ عیشہ نئے مضامین کے طالب رہتے ہیں اور بدت زمانہ حال مجروح اطہار خیال و استلال کو پسند کرتے ہیں غالباً ناپسند ہوگی اور اسی بنا پر جو تقویٰ مضامین حال و تقریر میں لکھتے والے انداز میں جو رہی ہے انہیں بہت شاق گذرتی ہوگی مگر ہم معذرت میں کہو اگر نثری طور پر صرف اظہار اپنے خیال کا منظور نہیں ہے بلکہ اس خیال کا خدا و رسول و سلف اند کو اتوال سے مستدکرنا اور متبعان دین کے خیال میں اسکی صداقت جمانا نہ نظر ہے جدید دین تقویٰ و تفصیل افادہ میں ممکن ہے  
خدا تعالیٰ کا ہر نہ پر شکر ہے کہ اب اہل فضل

وکمال کو شامہ اسنہ کی طرف توجہ ہوئی ہے  
 اور بار سال مضامین اسکی معاونت سے جاری ہے  
 چنانچہ ایک صاحب فضل نے ضلع انبالہ کے  
 سے ایک نولانی مضمون جو بہ تہذیب الاخلاق  
 مضمون (الاسلام ہوا الغطرہ والغطرہ علیہ السلام)  
 کے ارسال فرمایا ہے اور ایک صاحب نے صوبہ ہار  
 سے سات مضمون مختصر جو بہ تہذیب الاخلاق  
 و خیر نیچر ارسال فرمائے ہیں از انجملہ ایک  
 مضمون میں خیر سیدہ خانی کا ابطال ہے۔ دوسرے  
 مضمون میں نیچری خالصتاً بیاد رہا بقا بہ کی  
 انکار نسخ قرانی کا جواب ہے۔ تیسرے میں انکار  
 جواز اتھون کا جواب ہے۔ چوتھے میں ایکے اس  
 فقر کا جواب ہے کہ آخرت نے ہم کو کتاب و سنت  
 سے لیکر قرآن میں درج کیا ہے۔ پانچویں میں  
 اسکی اس فقر کا جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 یوسف کا بیٹا ہے۔ چھٹے میں انکی مختلفہ کو  
 حلال کہنا جواب ہے۔ ساتویں میں ایک انکار  
 معجزہ کا جواب ہے۔ اور ایک فاضل محقق نے  
 دہلی سے ارسال مضامین کا وعدہ کیا ہے۔  
 مگر انبوس بعد افسوس ہمارے پرچہ میں ان مضامین  
 کے اندراج کی حکایت نہیں ہو سکی فاضل الہ آبادی

میں جیسے سے ہمارے پاس پڑے جسکے اندر  
 ایک موقع نہیں ملا تبذین حضرت کی خدمات  
 میں ہم پر شکر گزاری کے بعد معذرت کر لیتے ہیں  
 کہ اس نولانی مضامین کا درجہ کرنے میں یکم معذور  
 سمجھیں آئندہ مضامین کو نسبتاً مشتمل ہونا  
 کرے گا۔ اور جناب باری میں بعد از و نیاز یہ  
 دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے خیر داران پرچہ کو ان  
 قیمت پر دے کہ توفیق عطا کرے سبھی خریداری پر  
 قیمت اور اگر دیا کریں تو رسالہ معمولی مقدار و جزو  
 سے زیادہ اجزا میں نکال سکے۔ یا وہ خود کو مذہبی قدر  
 و کثرت بطور خرقہ و عطر و فضا لشکرین ان  
 دو جزو رسالہ کو ایسی رست و برکت دے کہ  
 سے مضامین ان میں آجایا کریں۔  
 خریدار ان کو اختیار ہے اپنی اولیٰ قیمت کی  
 توفیق حاصل یان انہی دو جزو کے بطور  
 عادت بڑھ جانے کو منتظر امیدوار ہیں۔

### مذہبی اشاعت

ذاتی کام و جو کسی خاص شخص سے متعلق ہو  
 گو ایک شخص اپنی ہی ذہن سے کر سکتا ہے  
 مگر جمہوری کام کا اتمام بدون جمہوری تعاون

و معاونت کو ممکن نہیں ہے مثلاً ایک شخص  
اپنی ذات سے عابد یا زائد بننا چاہے تو  
کسی مسجد کے حجرہ میں وہ متکلف ہو کر عابد  
یا زائد بن سکتا ہے مگر کسی قوم کا مذہبی یا ملی  
سنا چاہے تو اس امر کے لئے مگر کسی ذات کا نہیں  
ہے بلکہ اور انصار و اعداؤں کا محتاج ہوتا ہے  
یہ بادی النظر کا مسوی ہے اور اگر نظر عاریستہ  
دیکھا جاتا ہے تو جن کاموں کو ذاتی خیال لگتا  
ہے انکا اتمام حسن انجام ہی بدون جمہوری  
معاونت کے ممکن نہیں ہے۔

اسی عابد یا زائد کو مسجد کے حجرہ میں دوسرے  
شخص کا نام نہ پہنچاؤ تو چند روز میں اسکو  
اعتکاف ٹوڑنا پڑے اسکی عبادت کو لئے کچرا  
تور یا کوزہ کوئی سہم نہ پہنچاؤ تو عبادت کا  
قافیہ ترک ہو جاوے۔ سر اسکا بہرے کے لئے  
مدنی الطبع اسلئے یہ دہائی ہر کمال میں ذاتی  
موجودہ جمہوری (جمہوری معاونت کا حوصلہ  
کے لوازم سے محتاج ہے۔

آؤ مجھے پھر کاموں کے امتاعت مذہبی جو بدولت  
جمہوری معاونت وجود میں آنے لگے ہیں  
یہی وہ ہے کہ ہر مذہب کی جب تک جمہوری معاونت

پہنچتی ہے اسکی ترقی ہوتی گئی اور جب  
وہ معاونت منقطع ہوتی ہے اسکی ترقی منقطع ہوتی  
مذہب اسلام ہی کو دیکھو جو جب تک اسکو انصار  
و جمہوری امداد کا رسلا طین و امانیہ و علمائے  
خیر ہر دن بدن ترقی پذیر رہے۔ اور جب سے  
اسی سلسلہ کا انقطاع ہوا بدلتی مذہب اسلام  
میں تترل متر دم ہو گیا۔ اسوقت کو جہائی  
مذہب کو لوگوں کو مذہب کی مانتا کی طرف  
توجہ ہے اور اسپر انکا جمہوری اتفاق و اجتماع  
موجود ہے۔ امریکہ و افریقہ انگلند و غیرہ ملک  
جا بجا مذہب کی امتاعت کے لئے انکی کمیون  
و سوسائٹیاں قائم ہیں اور انی سے اعلیٰ تک  
ان کمیون میں حیدر دیتی ہیں جس سے لاکھوں  
روپیہ مشن میں جمع ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے  
دیہات اور بہاڑوں اور جنگلوں میں انکی  
مساعدی و داعیین پہنچتے ہیں اور جا بجا انکو  
مددہ قائم ہیں اور اکثر شہروں میں انکے  
مطبع جاری ہیں جنہیں انکی مذہبی کتابیں  
اور مترجم ہو کر جہتی ہیں اور گلی کو چون میں  
مفت ہشتی میں لور انکو مذہبی اخبار شائع  
ہیں۔ جنہیں انکو خیالات عام لوگوں میں

یہی ہے جن سے اس صورت سے یوگافوٹا کچھ نہ کچھ  
انکو مذہب کو ترقی ہے۔

مگر کمال افسوس کا مقام ہے کہ اہل اسلام سر آپ  
یہ خیال بالکل اٹھ گیا ہے۔ اور انہوں نے اس  
جمہوری اتفاق و تعاون کو کافروں کا شعار  
سمجھ کر اسکو ان ہی مخالفین مذہب کے سپرد کر دیا  
وہاں علیہ مذہبی اشاعت کا چارج ہی ان ہی کو  
دیدیا ہے۔ اور خود دین سے فائدہ ہو کر اپنا  
اپنا دل پسند کام اختیار کیا ہے۔

امرا کا کام رات دن کا عیش و آرام ہے اور  
علماء کو مسجدوں کو حلوئی ماندے سے کام۔  
پھر فقہاء و کلام نامہ سوانکا کیا ذکر و نام ہے پس  
اب اشاعت اسلام کا کام تام ہے۔

اگر مسلمانانِ ہند وغیرہ بلاو کی کوششیں کر رہے ہیں  
ماہوار اشاعت مذہبی کے لئے بطور مجتہد جمع کریں  
لوگوں کو رٹوں نہ پیچھ جمع ہو جاوے اور نہیں تو  
اگر عام مسلمانانِ پنجاب دہلی سے پشاور تک فی  
کس ایک ایک چیمبر سے نکالیں تو یہی اکہون  
روپیہ ہو جاوے۔ اور نہیں تو اگر خاص فرقہ  
موجود ہیں و متبعین سنت سید المرسلین ہی یا بلبر  
اعتیار کریں تو یہی ہزاروں روپیہ سے نو کم ہوں

پھر وہ کہیں جو کام پادری مسورہ پیر میں نکالتے  
یہاں وہ دس بین کس خوبصورتی سے ہوتا ہے؟  
اور تھوڑے دنوں میں اسلام کیا رونق پکڑتا ہے؟  
کیسے اہل اسلام کو لازم ہے کہ ہادی اہیات کو  
خیال میں بلا دین اور اسلام کی رونق قدیم کو از  
کر دیکھا دیں۔ اس میں یہ ملاف امر امر نہیں بلکہ  
مسلمین کا افتخار کریں۔ یہ اپنے مخالفین مذہب  
دھوکہ داری بنا کر بین اور جھوٹے متلاشیوں کا  
مصدقہ ٹھہرتے ہیں، یہی کام سرگرمی جو غیر مذہبی  
پر رنگ کیا دین اور شرم کو کام میں لا دیں۔  
پس ہر شہر و قریہ میں اشاعت مذہب کے لئے  
جامعین یعنی کیشیان قائم کریں اور انکی استقامت  
سے چندہ کی فراہمی میں کوشش کریں ہر چند  
فراہمی چندہ واجباً مدد سے قائم کریں۔ اور علماء  
تصانیف ترجمہ و وعظ کے لئے مقرر کریں اور  
مذہبی اخبار و رسائل جاری کریں اور جن سے  
خود اس امر کا انجام نہ ہو سکے وہ دوسرے کی مدد  
و معاونت کریں اور تہوڑی یا بہت ہوتی کہ  
کہیں کوشش جو یہی ہے اس میں شریک نہ رہیں  
اس تہوڑی بہت کوشش کی ایک مثال  
اخبار منشور محمدی ہے جو مدت سے

بادریون کے مقابلہ میں جاری ہے مگر عام  
عام مسلمانوں سے اسکی پوری معاہدہ  
نہیں ہوتی صرف بعض عالی ہمتوں کی ہمت  
سے وہ جاری ہے۔ ایسا ہی اخبارِ حبر  
درختان و نصرت الاسلام  
اسکی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ اور ایک مثال  
اسکی مدرستہ القرآن دہلی ہے جو خیاب  
بقیۃ السلف و جمہ کلف شیخ و مولانا سید  
محمد نذیر حسین صاحب محدث و بلوی اور انکے  
احباب و اصحاب کو توجہ سے جاری ہے  
جبکہ ذکر ہے نمبر چہارم جلد ۲ کو اخیر میں کیا ہے  
اور ایک مثال اسکی براہین احمدیہ ہے  
جبکہ اشہار ہے ضمیمہ نمبر ۲ جلد ۲ میں شائع  
میاہتا پیر نمبر ششم میں دوبارہ اسکی معاہدہ  
کا شوق دلایا۔ اور ایک مثال اسکی  
مدرستہ العلوم مقام آگرہ ضلع شاہد  
ہے۔ یہ دونوں مثالیں آخر الذکر  
ترقی اسلام کے لئے عمدہ ذریعے ہیں اے  
انکا ذکر کتب و تفصیل سے اس مقام میں  
مناسب ہے بلکہ جو کہہ کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے  
وہ سب ان ہی دو مثالوں کو ذکر خیر

کی فہم میں کیا گیا ہے مثال اول (براہین احمدیہ)  
کی پوری تفصیل تو اس کتاب کو دیکھ جی میں ہے۔ اور اسکا  
خلاصہ اشہار سہ ماہی الذکر میں شائع ہوا ہے  
اسکا خلاصہ اس مقام میں ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب  
کل فرقہ نماز مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تصنیف ہوئی  
ہے جہاں موجود و نصرا کر رہا ہے اور ہر قسم کے  
منکرین دین محمدی سے مقابلہ میں آتا ہے کہ اسکی بحث  
کی ہے اور ایسی پر زور دلائل سے انکا مقابلہ کیا ہے  
کہ ان دلائل کے توڑ دینے پر اسکو مصنف (اخو و محی  
میرزا غلام احمد دین قادیان) کو اس خبر پر انکا  
کا دغہ دیا ہے۔ عام لوگوں کو ان دلائل کا  
زور ہی دغہ مصنف سے معلوم ہو سکتا ہے اور  
خود اسکی جوش شکاک آنت کہ وہ دلائل کو غلط کہہ  
کے گزریہ ہیں اصل کتاب کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے  
یہ کتاب بیکسیر حصہ میں ہے جبکہ ہر ایک حصہ (۵)  
جزو میں ہے۔ انا بخیر دو حصہ طبع ہو چکے ہیں اور باقی  
حصہ طبع میں مگر اہل اسلام کی عدم توجہ سے  
ایک گنا فی ہر حصہ ہم نہیں پہنچا پورے مضمون کتاب  
جو سابقہ نفع پہنچ رہا ہے وہ پورا پورا اور اسکا  
پیشگی ارسال فرما کر خریداروں سے چاہا گیا تھا  
اکثر خریداروں نے نہیں بھیجا۔ اسوجہ سے مقرر

ان ہی دو حصوں کے طبع سے چہرہ تیسرا پیچ کے  
 زیر بار ہو گئے ہیں و بناء علیہ باقی حصوں کے  
 چسپا پن سے متوقف ہو گئے ہیں۔ لہذا میں  
 بعرض اہل حال دلی جو ش کے ساتھ اہل اسلام  
 کو رغبت دلاتا ہوں کہ بار سال نہ قیمت اس  
 کتاب کو چھپو انہیں بار اختیار رسائی اس عمدہ  
 ذریعہ ترقی اسلام کے سلسلہ کو توڑ دین۔  
 مگر یہ امر ملحوظ خاطر رکھیں کہ اب حجم کتاب  
 بہ نسبت سابق بہت بڑا ہو گیا ہے  
 اور ہکا انگلیاں بھی ایسے سطح و سفیر بلند کر  
 دیں ہو رہے ہیں اور مطالعہ کی نسبت ڈبل  
 خارج ہے اسلئے قیمت کتاب اب بجائے پانچ روپے  
 فی نسخہ دس روپے قرار پائی ہے جس جن صاحبوں  
 نے پہلے نرخ سے قیمت بیگی ارسال فرمائی ہوئی  
 ہے انکو تو بظرف عقد سابق اسی نرخ سے کتاب لینے  
 کا استحقاق ہے۔ میں بظرافمانت و برکات  
 حجاج مرزا صاحب بھی بجائے پانچ روپے دس روپے  
 دین تو انکی مالی ہمتی ہے اور جو مرزا علیحدہ  
 خریدار ہونگے انے فی نسخہ دس روپے سے کم  
 نہ لے جائینگے۔ بلکہ اسباب میں خط و کتابت  
 بار سال نہ منظور ہو وہ براہ رست مرزا صاحب

کو یہ نشان بمقام قادیان ضلع گوند سب تحصیل  
 کریں۔ اس میں تجھے واسطہ نہ بنادین کہ اس واسطے  
 میری ہرج ہے اور انکی کام میں ہی توقف  
 ہو رہا ہے۔

دوسری مثال (مدرسہ العلوم آراہ) کہ  
 اصول و اعتراض کے بیان میں اسکو بانی دینی  
 و محبی مولوی محمد ابراہیم صاحب نے ایک کتاب  
 جاری کیا ہے اس مقام پر کیا خلاصہ نقل کرنا کافی  
 ہے اور بعض احباب رجوع نہ ہو جس میں کرم  
 میں انکی خدمات میں اہل استہدای بھی  
 جائیگا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے قومی بہادران  
 کے ہدایت کے لئے یہہ تجویز کی ہے کہ مدرسین  
 واسطے درس تفسیر و حدیث و ترجمہ قرآن مجید  
 حدیث و فقہ و قرآنیش معانی و صرف و نحو غیر  
 آلات علوم و دینہ کہ اور داعین گاہوں اور  
 شہروں میں واسطے وعظ و نصیحت کرنے کی  
 اور مولفین و مسالجات مخالفین کے لئے لکھنے  
 کے لئے اور مستحقین کتب مریدہ مفیدہ عام کا  
 ترجمہ کرنے کے لئے مقرر ہوں اور یہ کہ کتابیں  
 چھپیں۔ x x x بہا یون کو لازم ہے کہ اس  
 انتظام اہتمام کی نگرانی اور اسکا خرچہ خیاں



بکریو  
بخت حسین حیدری

ہائیل روئے بجزیرہ پر۔

حب بخت منفق اچ  
رو سائل کشف راز۔

ب۔ تہذیب بجزیرہ  
انے نفع اٹھایا۔

لے برب صحت بجزیرہ  
بخت ظریف کو اختیار

کون کو پسند ہے۔  
ح و کب مختصر صدق

لین انکو جو اہل کو پسند  
ہم کادل سے شکر و ستائش

بک خیر مؤلف کی ہا  
ان رسائل کے اہر ہے

چو مد نظر نہیں ہے۔  
و رسائل تیار ہو تو ہیں

مین فروخت کئے جاتی ہیں  
انکو رسائل کی قیمت ادا کر

مروج سے درخوست کرین  
لو مارچے حق میں ترقی دہری کی دما کرین

بخت حسین حیدری  
لوگوں کی فتنہ قیمت سائل قیاب ہونے کو نہیں بھیجے۔

کو ایسا دہندگی دیت جی ہمارے تو کم کاغذ  
ہو گیا ہے جو کہیں اور کسی معاملہ میں کوئی

اگر لگ بخت دو صد کو پڑے دین اور کم سے کم ہر  
ماہواری رسالہ کے پستہ ہوا دین تو خواب بیدار

بجزیرہ میں ماہواری رسالہ جاری کر دین اور قیمت ہی  
نہایت مختصر لین جو بی جزرہ رسر زیادہ ہو۔ یہاں

میں ہے مسلمان بیانیہ کو اس امر کا رغبت  
ہوں اور خدا سے چاہتا ہوں کہ جیسے اٹھائے ہوں

اخبار تیرہویں صدی تہذیبیہ افلاک کو خلیفین  
جاری ہیں اور یہی رسالہ ہی بالائے استقلال ملے گی

لو مارا کو گن سے یہ بجزرات ہو سکو تو ہے ورنہ  
کچھ کچھ جب اتفاق کوئی رسالہ خواب معجہ دیکر

کسی کی پیشین گوئی قیمت بلا تعلقاً مضامین پر کرین  
شکو رسائل مذکورہ بالا مطلب ہوں وہ دینی

مطبع یوسفی کے پتہ سے جناب مدوح و سطلک لین  
اور بعض احباب کو بعض رسائل میں برچسک ساتھ بھیجے

مادہ نیکو وہ ان رسائل کی قیمت ہی حساب ہے  
پاس بچدین۔ تین اسباب عین اور یہی کہہ

لکھا تو زینر آکر ان رسائل پر جو شجرہ دسوی کے  
مروج سے درخوست کرین لو مارچے حق میں ترقی دہری کی دما کرین

بخت حسین حیدری  
لوگوں کی فتنہ قیمت سائل قیاب ہونے کو نہیں بھیجے۔  
کو ایسا دہندگی دیت جی ہمارے تو کم کاغذ  
ہو گیا ہے جو کہیں اور کسی معاملہ میں کوئی  
اگر لگ بخت دو صد کو پڑے دین اور کم سے کم ہر  
ماہواری رسالہ کے پستہ ہوا دین تو خواب بیدار  
بجزیرہ میں ماہواری رسالہ جاری کر دین اور قیمت ہی  
نہایت مختصر لین جو بی جزرہ رسر زیادہ ہو۔ یہاں  
میں ہے مسلمان بیانیہ کو اس امر کا رغبت  
ہوں اور خدا سے چاہتا ہوں کہ جیسے اٹھائے ہوں  
اخبار تیرہویں صدی تہذیبیہ افلاک کو خلیفین  
جاری ہیں اور یہی رسالہ ہی بالائے استقلال ملے گی  
لو مارا کو گن سے یہ بجزرات ہو سکو تو ہے ورنہ  
کچھ کچھ جب اتفاق کوئی رسالہ خواب معجہ دیکر  
کسی کی پیشین گوئی قیمت بلا تعلقاً مضامین پر کرین  
شکو رسائل مذکورہ بالا مطلب ہوں وہ دینی  
مطبع یوسفی کے پتہ سے جناب مدوح و سطلک لین  
اور بعض احباب کو بعض رسائل میں برچسک ساتھ بھیجے  
مادہ نیکو وہ ان رسائل کی قیمت ہی حساب ہے  
پاس بچدین۔ تین اسباب عین اور یہی کہہ  
لکھا تو زینر آکر ان رسائل پر جو شجرہ دسوی کے  
مروج سے درخوست کرین لو مارچے حق میں ترقی دہری کی دما کرین



# اشاعت السنۃ النبویہ

علیٰ صلوات اللہ علیہ

نمبر پنجم و دہم بابت رمضان شوال مطابق ستمبر و اکتوبر ۱۸۸۰ء جلد ۳

درجات و مراتب قیمت	تفصیل خریداران بشرح مراتب	شرح قیمت رسالہ	رقم سالہ
(۱) اختصار قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔		کم از کم لاٹھی
(۲) عام قیمت	گورنٹ اگریزی مغز جہدہ داران عارفینہ والہ برسر سلاطین		کم از کم ۵۰
(۳) عام قیمت	متوسط اہل رست۔		سے
(۴) رعایتی قیمت	کم قیمت لوگ جبکی آمدنی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں۔		سے
دعا گاہی قیمت بیوہوں یا ماہوار کی آمدنی نہیں کئے گئے ملازمین یا کسٹریوں کے لئے سالانہ کی آگاہی میں تو باہر آخرت			

## ی بابت اعلیٰ ضروریات

۱۔ اشاعت السنۃ نہیں گزشتہ و فیروز جات اخبار (جنہیں تقلید و عمل بالحدیث کی بحث ہو) کے پورے اور باقیہ سب پرچہ ہمارے پاس سب ایک نایل کے باقی نہیں رہے جہاں تک سب فروخت ہو گئے۔ اس نایل باقی ماندہ میں اگست ۱۸۸۰ء کو دسمبر ۱۸۸۰ء تک کے پورے ماہ پرچہ موجود ہیں جو فی ماہ ایک روپیہ کے حساب سے مل سکتے ہیں۔

بطور حاضر ہندوستان

اسکے سوا پرچہ ہاشمۃ و تو عفا ہو گئے ہیں اور پرچہ ہاشمۃ اہل کے دو قابل پورے ہیں جو اسی حساب سے مل سکتے ہیں باقی سب غیر مکمل ہیں۔ ضمیمات ہاشمۃ تمیز منقسم سے پانزدہم تک ہیں۔ اشاعت ہاشمۃ جلد اول نمبر چارم سے دہم تک اشاعت السنۃ جلد ۱ مجلہ نمبر ۳ اور ۴ ہیں۔

یہ سب پرچے نامکمل ہونے کی سبب عام لوگوں کو بحساب فی ماہ ۲۰ روپے میں محصول ڈاک بھی شامل ہے مل سکتے ہیں اور ساکین کو مفت بلا قیمت صرف محصول ڈاک جو سال بھر کے پرچوں کے لئے ۲ روپے زیادہ نہ ہوگا بھیج دینے پر مل سکتے ہیں۔

یہ سبھی پرچے فروخت یا فی سبیل اللہ تقسیم ہو جاویں تو دوبارہ سہی بہ ترتیب مرغوب و طر محبوس چھوٹے جائیں۔ پس اہل تحت اہل کامل فالیوں کو غنیمت سمجھ کر خرید فرما دیں اور باقی ماندہ پرچوں کو باقی ستائیس حسب توفیق وحیث خود طلب فرما کر تمام کرا دیں پھر دیکھیں کل پرچا سنن ہاشمۃ کس خوبصورتی سے چھپوائے جاتے ہیں۔

۴۔ قیمت اشاعت السنۃ کی نسبت جو صاحب آجنگ انعام کے جاتے ہیں اور باوجود کہ رتبہ کریم و مانی اشاعت کے متنبہ نہیں ہوتے خوب غفلت سے ہمدار ہو جائیں اور اس امر کے منتظر نہ رہیں کہ ہم انکو نام بنام آوازیں دیکر جگہ جگہ میں زیادہ افسوس اُن لوگوں پر ہے جو جواب خط طرین نہیں آتے اور ہم ہمیشہ ہمارے ادقات درر محصول خطوط کا خون کرتے ہیں اگر وہ حضرات بجائے ارسال نہ رہیں کہ ہم کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ بیگے تو یہی ہم اُنکے شکر گزار ہوں گے سب سے زیادہ افسوس حضرات علماء پر ہے جو ثواب اشاعت واعانت حق و ایفاء وعدہ و حقوق عباد کے سبیل سے واقف ہیں پھر انکو نہ وعدہ کا لحاظ ہے نہ ادائے حق کا خیال ہے۔ ایسا ہی اُن رؤسا و اُمراء پر جنہیں ایسے ایسے ثواب و تعلقہ دار و مالکدار ہیں جو اکیلے حبیب خاص سے کل مصارف اشاعت السنۃ کے تحمل ہو سکتے ہیں ایسے لوگ جو دروپیہ لکیر و پیہ یا آئینہ نامیہ ہوں یا طلب الہ نہ بھیجیں اور مطالبہ برہی و دود و تین تین خطوط تک کا جواب تک نہ دیں تو



- (۶) آغا کلب قادیانک صاحب اکثر اسٹنٹ کشتربہادریضیہ لکھنؤ۔
- (۷) سید ہدایت علی صاحب اکثر اسٹنٹ کشتربہادریضیہ لکھنؤ۔
- (۸) جناب جامع معقول و معقول ممبر فروع و اصول معدن فیض عام۔ ناصر اسلام  
برر و تسیف کلام حضرت مولوی حاجی سید احمد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر ٹکسٹریٹ لکھنؤ۔
- (۹) خان صاحب محمد امام خان صاحب مالک دار کاؤٹریضیہ لکھنؤ۔
- (۱۰) خان صاحب محمد امام خان صاحب مالک دار کاؤٹریضیہ لکھنؤ۔
- ۱۱۔ قیمت پراہین احمدیہ جو بیخ جدیدنی شخصہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف  
اہل اسلام کے لئے ہے جسکی جانب سے علاوہ از قیمت کتاب ازرنج سے بھی مدد نہیں کی  
تو ہے ان کے سوا اور نذیب (عیسائی آریہ وغیرہ) والوں سے اسکی قیمت چھپس روپیہ  
بیجا دی گئی اور ایک روپیہ نو آنہ محصول ایک ملاوہ ہران۔

## اطلاع

لاہور میں کاتب لیسٹ کے میسرز انکی سبب رسالہ جسے خراب ہو رہا تھا اب کی دوند اسکا چھپوانا  
امر سر میں تجویز ہو رہا ہے وہاں اچھا چھپاؤ ہمیشہ وہیں سے چھپوایا جائیگا مگر لین دین و خط و کتابت  
متعلق رسالہ ہفتم رسالہ سے حسب عنوان و نشان قدیم ہونا چاہئے مطبع امرتسر کو جو مطبع رسالہ  
اور کچھ تعلق و امتیاز ہیں ہے۔

دا ق م

ابوسعید محمد حسین ہفتم اشاد السنہ

از لاہور محلہ سید مہینہ۔

فان تاویلہ فقہر لست با بعد من  
تاویلات اهل الحق للنصوص  
الظاہرة فی خلاف مذہبہم  
ذلك لان من النصوص ما علم  
قطعا من الدین انه علی ظاہر لا  
فتاویله تکذیب معنی بخلاف بعض

منہ دفع ہوا جسکی تقریر یہ ہے کہ جو شخص مولیٰ و اعقبا  
میں تاویل کرتا ہے اگر اسکو کذب شرعیٹ ٹہر لیا  
جاسے تو بہت بے وقوفان ہل اسلام (جیسے اہل بیت  
بلکہ باہمی مختلف الحق) کی تکفیر لازم آتی ہے اگر اسکو  
کذب شرعیٹ نہ ٹہرا لیا جائے تو سنگین حشر اہل اسلام و حشر  
عالم و علم خداوندی متعلق جزئیات کی تکفیر ہی ثابت  
نہیں ہوتی اسلئے کہ ان لوگوں کی تاویلیں نیست تاویلات الحق جو وہ اپنے مذہب کی مخالف تصدیق  
میں کرتے ہیں بعید نہیں۔

اس شعبہ کے وقع ہو نیکیو وجہ یہ ہے کہ بعض نصوص آیات قطعی الدلالة (دین میں ایسے ہیں  
جسکے ظاہری معنی کامراد ہوتا یقیناً معلوم ہو چکا ہو) جیسی آیات حشر و نشر و حدوث عالم جنہیں سنگین  
تاویلیں کرتے ہیں (پہر انکی تاویل یقیناً رسول اللہ کذب ہوا بعض نصوص (آیات ظاہرۃ الدلالة)  
ان نصوص قسم اول کی مخالفت نہیں یعنی انکو ظاہری کامراد ہوتا یقیناً ثابت نہیں ہے جیسی آیت  
ویرا الی یا خلق انما جنین متضررہ غیر تاویل کرتے ہیں انہیں تاویل یقیناً آنحضرت کی تکذیب ہے۔

یہ ظاہر ہو چکا کہ کافر وہ ہے جسکا ایمان نہ ہو ہر اگر وہ  
بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتا ہو تو وہ منافق ہے اور اگر اسلام  
کو کھینچ کر غلطاری ہو گیا ہو تو وہ مرتد کے نام سے مخصوص  
ہو اور اگر وہ دو معبودوں کا قائل ہے تو وہ مشرک کہلاتا ہے  
اور اگر وہ سوا دین اسلام اور دین سوا کا کتاب منسوخ  
کا قائل ہے تو اسکو کتابی کافر کہا جاتا ہے جیسے یہود  
و نصاریٰ ہیں۔ اور اگر وہ زمانہ کو قدیم سمجھ کر حواشی  
عالم کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو یعنی جو ہوتا ہے

قد تھمان الکافر اسم لمن لا ایمان  
لہ فان اظهر الامکان خص باسم  
المنافق وان ظہر کفر بعد الاسلام  
خص باسم المرتد لوجوعہ عن الاسلام  
وان قال بالہین او الکفر خص باسم  
المشرک لثبات الشک فی الالہیۃ و  
ان کان متدینا ببعض الادیان  
والکتاب المنسوخۃ خص باسم الکتابی

کالیہودی والصرانی ان کان یقول  
باسم اللہ واساد الحوادث الی الخ  
باسم اللہ ہی وان کان لا یتیت البادی  
اقالی حص باسم المعطل وان کان مع  
اعرافہ سنوۃ التی صلعم والظہار  
سعیار الاسلام یصل عقایدھی کفر  
فانفاق حص باسم الیدیق - وهو  
فی الخصل بسبب الی الوند اسم کتاب  
الظہر ہر دیکھی آیا مقیاد و نعم انہ  
تاویل کتاب الجوس الدی جاء بہ  
زیادہ ست الدی یزعمون انہ نکتہ ہر

سوزنہ کرتا ہے تو اسکو وہ یہ کہاجاتا ہے اور اگر وہ  
کسی حالت کا تاویل نہیں ہے تو وہ معطل کے نام سے مشہور  
ہو اور اگر وہ آنحضرت کی نبوت کا اقراری ہو اور شیخ  
اسلام نماز روزہ وغیرہ کو ظاہر عمل میں لاتا ہے  
(جیسے آجکل کے بعضے بخاری) پر دل میں ایسی عقائد  
برکت ہے جو بالاتفاق کفر میں (جیسے حضرات  
نخیریہ کے اعتقاد ملت کہ دفع و پشت جن میں کلمہ  
وجود واجب موجود ہیں اور حشر و نشر صاحب  
و کتاب سوغا ہری مدنی مراد نہیں ہے اور تبرائی بن  
الفاظ و نظم غیب النیب کو بوسلہ حیران میں فلاح و رقا  
نبوی آنحضرت پر نازل نہیں ہوا بلکہ آنحضرت نے

طعنیت سے بنالیا اور بعض آیات کی اور نیز بیان کی کتاب کو لیب ہے واسطی الفک (تو ایسا تحس  
باسمہ رقی مخصوص ہر جسکی واصلی نسبت زندگی طرف ہو اور وہ ایک کتاب کا نام ہو جسکو مروک نے دیا  
تبار میں ظاہر کیا اور یہ کہ اس میں اس کتاب جو سیون کا بیان ہے جو انکی نعمین انخابی نزدشت لایا ہے۔

+ لیس کے تیسرے لکھی ہے کہ اگر تم ایک قرآن میں داخل ہوتے ہی مائتہ و دیگر احکام اسلام سے شعبا  
و اصل کرتے ہیں مگر اس میں کئی یا محدود آیتیں اصل صاحب ہا اور بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور اس کو  
کو میں الفاظ کہ کو کسی حکم میں کو مائے وہ طائفتہ مسلمان وہاں ہے، آئندہ ویسا کی کاسا طیفک و چین  
دیکھو یہ یہ تہدید، ماہ دی قدرہ مستند۔

† دیکھو اساتذہ العتہ ص ۴۷ مائتہ حسین بن اعمق و اتہ کے ماضی تفصیل کا ذکر ہے۔

‡ دیکھو تہذیب تاریخ الاول شدہ و تہ مرتبہ و مرتبہ سے ملکی مدینہ میں فقیر مقل ہوئی۔

‡ دیکھو تہذیب تاریخ اس آیت یہ کہ اسم اللہ موسیٰ کتاب ہے ان حضرت نے لے لی ہے۔

قال اجمعت الساجی فی حکم مخالف الحق  
من اهل القبلة فی باب الکفر بالانما  
ومعناه ان الذين اتفقوا علی ما هو  
من ضروریات الاسلام کحدوث  
العالم وحشر الاجسام وما اشبه ذلك  
واختلفوا فی اصول سواها مثل النسخة  
وحل الالامال وعموم الاداة وقدم  
الکلام وجواز الرویة وغوخذک مما  
لا بداع فی ان الحق فیها واحد هل کفر  
بمخالف الحق نه لک الاعتقاد وبالفعل  
به ام لا فلا فلا نزاع فی کفر اهل  
القبلة الواجب طول عمره علی الکفا  
ما اعتقاد قدم کماله ونفی الحشر ونفی  
العلم بالجزئیات وغوخذک ولذا یجوز  
شیئی من موجبات الکفر عنه - امل

بحث ہستم ان لوگوں کو حکم میں ہو جو اہل قبلہ ہو کہ حق  
مخالف میں کہ تیارہ لوگ کافر میں یا مومن - بحث  
کا مطلب یہ ہو کہ جو لوگ ضروریات اسلام اور عقیدہ  
حدوث عالم وحشر اجسام اور اسکے نظام پر ایمان  
رکھتے ہیں اور ان کے سوا اور اصول میں امتحان کے  
مخالف ہیں جیسے مسئلہ صفات باری اس کا سر  
پر ہونا اور پچھنا سنا بولنا وغیرہ اور سب خلق اس پر  
اور خدا کی ارادہ کا عام ہونا اور خدا کی حکام کا دیکھ  
ہونا اور خدا کو دیدار کا جائز ہونا اور اس کی اسباب  
جنس اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حق صرف وہی  
بات ہو جو اہل سنت کے نزدیک ثابت و مقرب ہو ان لوگوں  
کی نسبت یہ بحث ہے کہ آیا یہ مومن ہیں یا کافر ہیں  
ورنہ ایسے شخص کے کفر میں کوئی بحث و نزاع نہیں  
جو اہل قبلہ کہلاوے اور عمرہ طاعات و نماز  
روزہ وغیرہ پر مداومت کرے مع ذلک عالم

کو قدیم جانے اور حشر اجسام کی نفی کرے یا علم خدا متعلق جزئیات کو تسلیم کرے یا اس کے  
اور اعتقاد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر میں ایسا ہی اس شخص کے کفر میں بحث و نزاع نہیں جس  
سویا فعل یا قول سرزد ہو جو باتفاق کفر کا موجب ہو جیسے کوئی خدا اور رسول کو کالی دے یا  
بنی کو قتل کرے یا اور وجہ سے اس کی امانت کرے یا مسجد کو گرا دے (بنارس کی مسجد کو توڑ دیا)  
اور بجائے اس کی کوئی تمانہ یا پانی نہ یا کوئی اور عمارت کسی صاحب کی یا دکان یا دی یا کسی فرزند قطعی  
سے انکار کرے یا حرام طعمی کو جیسے خنزیر جلال تک کرفوش جان کرے یا بت کرے کہ سب کفر ہے

یہی اہل اہل اہل اعتقادات والی اشخاص بالاتفاق کافرین اگرچہ کلمہ کہہ کر ہوں اور مدعہ ذالک نماز روزہ وغیرہ کا ہر طاعات کی یہی مستتر ہوں شیعہ مقاصد کا مطلب بڑا بڑا تشریح و تفسیر تمام ہوا ایسا ہی اور کتب عقاید میں مرقوم ہے۔

ان شہادات و تفسیرات کا براہ راست و خوب ثابت ہو کر جو اہل سنت نے لانا کفر اہل اہل القبلہ کہہ کر کہا ہے یہ بیکار و بی فائدہ ہے اسلامی فرقوں کی نسبت کہا ہوا جو جن کو اصول اسلام پر اتفاق ہے یہ قول انکا ایسا عام و غیر محدود نہیں ہے جس میں ہر کلمہ کو منافق ہو خواہ زمین یا مگر کتب کفر یا غیر مکرہ مستلزمہ کفر کا داخل و شامل نہ ہو نامکن ہوا اسکو ایسا عام سمجھنا پرلے درجہ کی غلط فہمی ہے اس کے اصلی معنی سمجھ کر اس رسوم پر اسکو عمل کرنا البتہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔

یہ تمام افسر سوم و چہارم کے متعلق ناخیر کلام ہے جسکو اتمام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اول و سوم و چہارم کیا ہے وہ سراسر دھوکہ و منالط ہے۔ اب رہا جواب آپ کی اعتراض دوم کا سو یہ ہے کہ امام صاحب نے تو صرف انکا حشر اجماع میں دین کا نہ رقبایا ہے مطلق بحث حشر اجماع کو جو ہمیشہ صاحب امام کا اثبات اور اسکی حقیقت ذاتی اور جو داصلی کا بیان ہو بخیر دین میں فرمایا آپ کا مطلق بحث سے ممانعت اور اس میں تجویز مفرت کو امام صاحب کی طرف نسبت کرنا طرفہ افسترا۔ اور پھر اس طرفہ پر یہ طرہ کہ امام صاحب تو بحث مشر و نعیم و آلام بہشت و دوزخ سے منع کرتے ہیں اور ہم (خود بدعت جناب سید احمد) اس قسم کی بحثیں کرتے ہیں اور سنگین و ثہر دین کو ان اشیاء کی حقیقت سمجھا کر کہ اسلام پر تقیم کرتے ہیں پھر ہم دونوں میں کون شخص دین کا نفع رسان ہے اور کون ضرر رسان ہے؟ پھر لے درجہ کی دلیری ہے جو یہ مصرع یاد دلاتی ہے

چہ دلا در است دزد سے کہ بگف چرائغ وارد و آپ کوئی ایسی بحث کرتے جس میں اسلام کی کسی بات کی اصلی حقیقت جو شائع کے نزدیک مقرر ہے بیان کرتے تو شبہ دعوی کرتے ہوئے

زہد دیتو آپ نے تو اسلام کی کسی ایک بات کی اصلی حقیقت کو قائم نہیں رہنے و باہر بات برائتہ و انا اسی کی حقیقت کو مسیت و نابود کر دیا اور اس کو بتا دیا کہ حریف غیر حقیقت پر



محمول کیا۔ جس پر یہ دعویٰ آپ کے سہنہ سے کب زیب دیتا ہے۔ اس امر کی تفصیل خدا ہی  
چاہا تو اشاعت الشیعہ کی دو چار جلدوں میں ہوگی۔ اسمتقام میں اسکی تمثیل  
یراقت کرتا ہوں اور آپ کے معتقدین اور سامناظرین کو آپ کے حقایق سیانی و بحق  
اسلام نفع رسانی پر آگاہ کرتا ہوں۔

پس واضح ہو کہ اصول اسلام و اہمات عقاید و ایمان یہ ہیں کہ (۱) خدا کو بحسب صفات کمال  
ماننا اور (۲) رسول کو بحق جاننا (۳) خدا کی کتابوں پر ایمان لانا اور (۴) اُسکے حکام کو  
ماننا (۵) مرنیکے بعد اُٹھنے پر یقین رکھنا۔

ان عقاید کا اصول اسلام سے ہونا قصور قطعہ کتاب و سنت سے ثابت ہو اور لڑکوں تک  
جو آستانی جی سے صفت ایمان عمل و مفعل سبھی ہوں معلوم ہے۔

پس اب دیکھنا چاہئے کہ ان اصول میں آپ نے کیا حقیقت بیان کی ہے۔ اسی سے بقیۃ اسلام  
میں آپ کی حقیقت بیانی و بحق اسلام نفع رسانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے بحکم  
تیس کن رنگستان میں بہار مراد ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ان اصول میں سے جس اصل کو  
آپ نے اہم قرار دیا ہے اُسکی حقیقت کو نیت و نابود کر دیا ہے اور یہی اُنکے اپنی خانہ ساز حقیقت  
کو کھرا کر دیکھا یا ہے۔ آئندہ ناظرین کو اس خیال کا صحیح یا غلط ہونا تفصیل فریل سے معلوم ہو سکتا  
ایمان باللہ کی نسبت آپکی حقیقت بیانی

حقیقت ذات باری تعالیٰ آپ نے ایسی بیان کی کہ لاکھوں ہوں کا اہم بنا دیا ہے جسے  
کو اہم میں سمجھ کر کسی اندھے کو ٹٹولنے میں آہستہ و آہستہ قرار پاتا ہو دیکھ ہی جو کچھ خدا کی نسبت  
کسی کے خیال میں آوے رکھ دے بیچوں بچاؤں سے یا بڑے سرکایا میکرؤن سرکایا بہت بڑے

† دیکھو حاتمہ سرہ نقر میں اس لفظ نا اہل الیمن رب واللہ میں مل آہم و علامہ ۲ اندک ۲ سہل

میں دس کفر نامہ دیکھ کر کہتے دہل و ایمان لارہ۔ دیکھو تہذیب و تہذیب ۲۰۰۰ دہل کے معنی فقرت و غنت

تہذیب ۲۰۰۰ میں نقل ہو کر ہیں دہل مع فقرت اسمتقام میں مل گئے ہیں۔ اس میں آپ دہلے ہیں اس میں

یہ بے گناہیت سی ہوا گناہ یا بنائیت ہیست تاکہ خوشخوار بشکل ٹان یا ہائیت خوبصورت و لہن و لہی  
آپ کے نزدیک خدا کی حقیقت ہوا اسلئے کہ آپ کے رعم میں ان خیالات مختلف کی طرف انسان کو  
طاہریت (یعنی نجی) رہائی کرتا ہے اور نیچر کی رہنمائی عین خدا کی رہنمائی ہے۔ میں جو کچھ کہی  
خدا کی نسبت سوچا ہے وہ آپ کے نزدیک خدا کی طرف سے سوچا ہے اور وہی خدا کی حقیقت  
ہے۔ میں آپ کے نزدیک اس خیال کا ماننا کا ماننا ہے اور اس صورت خیال کا یہ بننا خدا کا  
پر خا ہے بلکہ اس خیال صورت کا بت یا کوئی نقشہ بنالینا اور اسکی پرستش کرنا عین پرستش خدا ہے اور  
جو خدا پرستوں (انبیاء) نے قبلہ بنایا ہے یا کوئی نشان کبر کیا ہے وہ یہی کام کیا جو لایہ خیال پرستی پر  
اس بیان حقیقت ذرا تاہی کے ضمن میں اپنے حقیقت عبادت جو نبیوں سے شروع میں آئی اور اسکی  
چاہ و مکانات کی تقرری ہوئی ہے نیز بنیادی ہے اور یہ بات جہادی ہے کہ انبیاء علیہم السلام  
بھی بت پرست تھے جو بنام ہوا خدا پرستوں کی پرستش کرتے رہے۔ سبحان اللہ حقیقت بانی اس  
کا نام ہے۔ اور یہی اسلام نفع رسانی ایمین تمام ہے۔

ہیں کہ اعلیٰ قوت کے موعود ہوں یہ خیال جسکو کچھ ہی تعبیر کرو (یہی خدا کو برا نہ کہار) انسان میں ایک امرتی  
یہی ایک لاری امری سکاس علی قوت کے قرار دینے میں اختلاف واقع ہو گا کوئی تو اس ہی موافقت  
اور مخلوقات میں سے کسی کو وہ اعلیٰ قوت سمجھ اور کوئی کسی خیالی وجود کو مکافقہ حود اس نے انو خیال  
میں بنایا ہوا وہ قوت اعلیٰ قرار دے اور کوئی ایسے لامعلوم اور بچوں دے جگوں قوت کو حواں  
سکی علت العلل ہے وہ قوت اعلیٰ مجہوز و مریبی خیال رومہ رفتہ رہے بنائے ہے۔  
یہی یہی انسان کا ایک اسطیع ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ اسکو محبت ہوتی ہو نہ اسکی طرف  
توجہ ہوتی ہے پوری توجہ بت حق ہے جسکو اس خیالی سے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اسکے سامو  
ہو۔ اس فقرہ کا اخیر اتمام اللہ میرا علم ہوا میں متحمل ہے جس خوب و صفا و صحت کو حضرت لیا  
ابراہیم واسحق و یعقوب و محمد الرسول اسلام علیہم السلام کا نام ہوا خدا پرستوں کو پوچھا آیتے  
میاں کیا ہے۔

حقیقت صفات باری تعالیٰ آپ نے ایسی بیان کی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ ایک حاکم معزول کی مانند (جیسے غدر سے پہلے دہلی کا بادشاہ تھا اور اس وقت فرنگ کا معزول نواب ہو۔ جو برائے نام بادشاہ نواب کہلاتا اور مگر ان کی اس جولوڑ مراد تھی) (داخل رکھو) محض معطل و بیکار ہے و منصب خداوندی (صرف عالم انجیر کے سپرد ہوا آپ کی تحقیق کے دوسرے مدفوع عالم (اجسام و طبائع) تو ایک دفعہ خدا سے (جبراً اختیاراً) ہوجاتا ہے لکھنا کہ خدا تعالیٰ کو اس عالم میں تصرف و تبدل کا اختیار نہیں رہا۔ مثلاً خدا سے آگ کو جلانیوالا پانی کو بجانیوالا پیدا کر دیا اگر آب اگر وہ آگ نہ پانی کا اور پانی سے آگ کا کام لیتا چاہتا تو آپ اسکو قدرت و اختیار نہیں ہے یا مثلاً خدا سے آدم کے بعد انسان کی پیدائش نطفہ شرعی کی ہے۔ اس میں اگر خدا تعالیٰ یہ تصرف کرنا چاہے کہ بے نطفہ نر ایک کنواری کے پیٹ سے بچہ پیدا کرے (جیسے بزرگ اہل اسلام و اہل کتاب مریم علیہا السلام سے عیسیٰ علیہ السلام ہوئے) یا مسیٰ میں روح پیونیک کر اسکو انسان بناوے (جیسے آدم علیہ السلام ہوئے) یا نباتات کے بطح زمین کو ہمارا کر اس میں سے انسانوں کو نکال دے (جیسے بزرگ اہل ایمان قیامت کو ہوگا) تو خدا اس پر قادر نہیں ہے۔

یہ تحقیق معزونی و بیکاری باری تعالیٰ آپ کے جملہ تحقیقات کا اصل اصول ہے۔ اور آپ کے مذہب  
نیجری و تنسیہ نیجری از مرثیاء اسی تحقیق پر مبنی ہے۔

تہذیب و تربیت میں نفس بایں اصول قدیم و جدید کی تفسیر فرمایا ہے۔ اصول قدیم میں ہر کھانسی شکست قدرت اس میں کرنا  
 لگا اور اگر کسی پر ایسا کام ہو سکتا ہے۔ جدید اصول میں ہے کہ اس خدا کی قدرت اور عظمت اور وسعت میں نہ لگا کر۔ یہ کلام  
 اعلیٰ نہ اسندی ہے کہ سلسلہ حوادث و کائنات پر کسی سید پروردگار کو اس غیبی و تبدل یافتہ پرستی یا اس کی پرستش پر تیسرے درجہ کی  
 تیس کے پرائیوٹ و تحریریں سے جو تمام بعض حواریں میں صادر ہوئی ہیں کہ وہ معلوم ہے کہ اگر اس تیسرے درجہ کی پرستش  
 کے نقطہ سے تخریک کا ہمارا یہ بات تفسیر پر تفریق میں لگدنگی۔ اگر اس تہذیب و تفسیر جس پر میر علیہ السلام ہے  
 بہتان لگا یا ہے۔ اس میں بھی تفسیر پر تفریق میں اس کی گال کھلا ہے۔





اور حقیقت ایاہ الہی کا ہر شخص ضرور دیکھے۔

پھر ایسا ہی فرماتے ہیں کہ وحی و رسالت کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ خاص خاص اوقات اور مواقع پر وحی

بشریت پر یعنی وہ ۳۰ تلوخیا ہے (اصل تو ایسا نہیں ہے کہ کبھی کے دل میں ہی وحی دیتا ہے بلکہ کبھی  
 دلیس وحی الہام ڈالے سے ان کو کسی نہیں مٹا۔ ۔ ۔ ۔ الہام ایک ت الہامی کا ہر شخص پس چاہے  
 جو کھلے جس جبر الہام پر اس کا دل اس کو تمام اوقات کا حق ہے۔ بلکہ دل و جسم میں اس کے احسان و عود  
 اس کی نصیب کا حال ہر کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ یہ خیال کہ وحی الہام اور سے آتا ہے کمالیہ عار سے اور یہ بھی عار سے  
 کہ وہ آنا نہیں بلکہ مانتا ہے اور پیلٹ کر لیا اور خاص خاص علوم اور کثافت و علاقہ رکھتا ہے جو وقت تک  
 کی نسبت ہی یہ خیال صاف ہو جائے۔ ۔ ۔ ۔ اور تفسیر تفسیر میں دیکھا ہے وحی تو دہنی ہوتی ہے جو حد ہے  
 میں نہیں کو ہی مانتا ہے کہ لگے مفسر دیکھے اسے بیان کہ وہ کیوں دیکھتی ہے بلکہ طبعی ہیں کیا انہوں نے  
 حد اور اصل کو دیکھا کہ وہ آتا ہے اور دیکھا کہ ابتداء وحی کو ابتداء کی کلام و حکم یا پیام کی آیت ہے اور پیلٹ کر  
 یک حکم درست آیتا ہے اور میں ایسی ہی پیام بھیجا اور فرمایا ہے امام فخر الدین رازی نے یہ کہہ دیا  
 اور خاص فرماتے ہیں کہ اس میں یہ خبر نزل حد کا کلام سکتا ہے برتر سے ہے اور وہ یہ پیام کہہ دیتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔  
 گو میری سمجھ یہ ہیں میں موت کو ایک طبعی جبر سمجھوں۔ ۔ ۔ ۔ حواشیہ میں اسے انکی نظرت کے نکل جاتا ہے  
 اس کی کہ موتی ہے جس میں اس میں وہ قوت موتی ہے وہ ہی ہوتا ہے اور جو ہی ہوتا ہے اس میں وہ قوت موتی ہے  
 جس طرح کہ تمام ملکات انسانی اس کی ترکیب سے اول و مانع و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتے ہیں۔

۴ اس مادہ کو مانتا ہے بعد از تفسیر کے بعض بحث جبر و اختیار کے اس طرح بیان کیا جو علم تفسیر کے  
 سو نام ہو گیا کہ جس قسم کی مادہ انسان کی ہوتی ہو ایک مناسبت انفعال اور انشواہ اس سے سرور ہے جس سے  
 بے جسم معاکہ قلوب کی کہویری میں ایک خاص قسم کی مادہ ہے جو حقیقتات و کثافات سمجھا کہ متوالی معاکہ  
 کی کہویری اس بناوٹ کو دیکھتے ہیں۔ پس جس کی کہویری اس بناوٹ کی ہوگی وہ ضرور معاکہ قلوب کے جسم معاکہ  
 جسے جسم معاکہ قلوب جو کمال کی کہویری ضرور ہی مادہ کی ہوگی اور معاکہ قلوب کی بناوٹ کو مفسر علم  
 تدبیر لاء اناق مفسر کے مکتوب میں نہیں مفسر کا نسبت اس بلکہ طو سولین کیلئے اس کی بناوٹ ہے

پیغام یا احکام بواسطہ ملکہ خارج از وجود انسان آدمی کی طرف بھیجتے ہیں۔ دنیا کے بادشاہ اپنے حکم احکام یا پھیر دین کے ذریعہ سے اپنے وزیروں اور امیروں کی طرف بھیجتے ہیں۔ بلکہ یہ

اس طرح ملکہ نبوت ہی اسی سے علاقہ رکھتا ہے۔ یہ بات کچھ ملکہ نبوت پر موقوف نہیں ہے۔ ہر آدمی میں قسم کے حرکات اسالیب میں بعض نہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں ضرور خلقت و ولادت کا ایسا قوی متاخر کہ وہ اسی کلام کا امام یا پیغمبر کہنا ملے۔ تو اگر ایسے شخص کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ ساحری ایسوں کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ ایک طبیب ہی اس طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ بعض معالی اراکین طبیب ہو سکتے ہیں۔ ادبیس اسحاق لسانی کی تعلیم تربیت کا مکمل معنی ایسی نظر ہے کہ خدا اس غایت جتنا ہو وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور جس طرح کہ اندوائے انسانی مسات کے اعضاء کے قوی ہوتے ہیں اس طرح یہ ملکہ بھی قوی ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی نبوت پر بھیج جاتا ہے تو اس سے وہ بطوریں قیام و اس کا مقصد اس کے حکم و عام میں سے سوشلیر کہتے ہیں۔ خدا اور دوسری شخصوں میں ملکہ نبوت کے ملکہ ناموس الکر کہتے ہیں اور ان میں تبریع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی ایلی عیسیٰ ام پیغمبر یا پیغمبر ہونا اس کا دل ہی وہ آید۔ جو اسے جس تعلیمات کا جلد و گہائی دیتا ہے اس کا دل ہی وہ ایلی ہوتا ہے جو حد ایس پیغام بھیجتا ہے اور خدا کا پیغام لکھتا ہے وہ خود ہی محسوس ہوتا ہے جو جس میں سے خدا کی کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی کاں ہوتا ہے جو خدا کی بے حرف و مصرت کلام کو سنا ہے۔ خود ایک دل سے نوازہ کی مانند حق باطنی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتا ہے۔ یہاں عکس کے دل پر ٹیڑھتے ہوئے خود ہی الہام کہتے ہیں کہ کوئی نہیں ملوث لکھتا اور خود لکھتا ہے ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کمر تہ ہوا اس کا نبوت دیتے ہیں ہزاروں شخص میں جس میں جو نبوت کی حالت پہنچی ہوگی وہ ہم پر بوسنے کے بعد کائنات میں سے ہیں تہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنی کس کس پر

ع اس کامل برقی ہوتا ہی اس میں ملکہ خلقی جہاں ادا ملے۔ وہ کسی ایسی بات پر مقرر کرنا جو احوال و عیالوں کو ہر کہ جس متن سے اس کے دل میں وہی بات برقی ہے وہ نہایت سچی اور سب سے سچی ہوتی ہے اور عین مرضی قویوں قدر کے کیا ہو ایک ہے۔ اس کے مختلف طریقے ہوں گے۔ جس کے بموجب میں جس کو ہم دیکھنا نہیں دیتی اور وہی الہام اور روح فی انفس کے الفاظ سے تفسیر کرتے ہیں۔ حاشیہ الخائشا

اور دوسری ایک نظری اور خیالی امر ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ خدا نے نبی کی جبلت و طبیعت اور دل و دماغ  
و غیرہ کی بناوٹ ایسی کر رکھی ہے کہ جو یہ کسی ایک یا یا د امر میں خود فکر کرے گا کہ میں لانا ہے اور اس کے  
مرد و قبیح کم ظرف اور پاک و عقل کو دور کرتا ہے تو اس کے دل سے اس کے دماغ سے اسکی طبیعت سے اس امر کی  
سبب ایسی بات اُٹھتی ہے جو سچی اور نیچے کے مطابق ہوتی ہے اور کہیں دوسری دل سے اُٹھنے والی بات  
ایک کام موزوں و مرتب ہو کر اسکو سنائی دیتی ہے اور کہیں دوسری دل کی بات بصورت انسان و غیرہ  
شکل ہو کر دکھائی دیتی ہے اور اس کے منہ سے وہ آواز نکلتی معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں نہ کوئی  
کلام ہے نہ کوئی شکل ہے جو ہے اسکا خیال ہے اسکا دل ہے اسکی طبیعت ہے۔ اس بات کی دل سے اُٹھ کر  
کہ الفا و ابہام کہتے ہیں اس نظر سے کہ وہ دل سے اُٹھ کر یہ الٹ کر اسی پر گرتی ہے اور اس کلام کو جو اسکو خیال  
نے بنائی ہے کلام الہی کہتے ہیں اور اس صورت کو جو اس کے خیال و کہانی ہے فرشتہ کہتے ہیں۔ اس  
کلام کی طبیعت سے بتائینے کی قوت کو ملکہ نبوت کہتے ہیں اور اس قوت کی حد کمال کو پہنچ جائیگا جنت  
نامہ کہتے ہیں۔

یہ بلکہ نعت نبی میں ایسا ہے جیسا شاعرین شعر کہنے کا اور اس رنڈی میں نہ چھوئے اور گانے  
بجانے کا اس رنڈی میں رنڈی کا اس قاتل میں قاتل کا اس دیوانہ میں خیالی تصویر بن گئے اور خیالی  
ادارہ میں بسنے کا مکمل موجود ہونا ہے۔ پس جیسا اس قاتل خوشخوار کی کہو پری کی بتاؤٹ میں قتل  
کا مکمل ہے اور وہی بلکہ اس خوشخواری کا حکم دیا ہے اس خوشخواری کی نسبت سوائے تعاقبات

ہو باتیں کر رہے ہو کہ جسے میں دہ سنا ہے جس کے خیالات میں جو صبر و تحمل و عزم و ہمت اور ایک طرف سے خدا میں تعلق ہے۔  
 میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو ملک بہت زیادہ صبر و تحمل کے ساتھ غیاض و نفوس کی تہذیبی انتہائی قلبی کسی مثل ایک  
 رولنے والی بات کے اسی طائر کاؤنٹ شال دیتا ہوا کہ یہی خوش فہمی و دوسری بارے والی کی صورت میں دکھائی آتا  
 مگر جو اپنے آپ کو دیکھ کر کوئی آواز نہ دے سکتا ہے۔ وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت جبریل چاہے یہ  
 بین کہ کلام اسرائیل ہے یا جو ان کے عقائد و افکار میں جو اہم اور اہم این محذوف ہو کہ وہ راہ ملک تھا کہ ملک و اس ملک  
 خلق و ملت ہے کہ جسکو تک جو وہ اصل کتب کو دیکھنے اور نقل کو اس وقت مطابق کر کے ۔



اس ملک اور قوت کی کوئی خاص پیغام یا حکم خدا کا کسی خارجی فرشتہ کے ذریعہ سے اس کو نہیں پہنچتا اور علیٰ ہذا العباس اس شاعر میں تحریر کا مالک ہے اور وہی ملک اس کو شعر کہنے کا حکم دیتا ہے اس کے ساتھ کوئی خاص پیغام خداوندی کے مضمون شاعرانہ کا متضمن بواسطہ خارجی فرشتہ اس کو نہیں پہنچتا۔ اور اس رنڈی نا آموختہ میں ناچنے اور گانے کا مالک ہے جو اس کو ان افعال پر پشت دیتا ہے اس کے ساتھ ہی خاص ذریعہ سے خدا کی طرف سے اس کو گانے ناچنے کا حکم یا طریق القا نہیں ہوتا۔ اور رنڈی میں ہی رنڈی کا مادہ ہے جو اس کو رنڈی سکھاتا ہے بلا واسطہ اس مادہ کے اور طریق سے خدا اس کو رنڈی کا حکم نہیں پہنچتا۔

ایسا ہی مبینہ نبی کا حال ہے کہ اسکے دل اور دماغ اور کھوپڑی کی بناوٹ میں اشیاء کے حلال و حرام کو نیچا ملکہ رکھا ہے اور وہی ملک اسکو حلال اور حرام بنانیکا حکم دیتا ہے کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کے وقت کوئی خاص معیار نہ دیا حکم خداوندی کسی خارجی فرشتے کے ذریعہ سے اس کو نہیں پہنچتا۔ اور جیسا شعر کا مذکور مخزن سبزلوح طبعیت شاعر ادیب میں ہوتا اور بوقت نظم شعر شاعر اپنی ہی طبعیت کی طرف توجہ کرتا ہے اور مضامین سوچتا ہے تو اسکے دل ہی سے اسکے دل پر مضامین کا القا ہوتا ہے اور من حیث لانی شعر خدا کی طرف سوچنا یا شاعر کسی فرشتہ کے ذریعہ سے اسکو نہیں پہنچ جاتا اور راگ کا منجھ سبزلوح طبعیت گانے والی کے ادیب میں ہوتا اور گانے کے وقت اسکی طبعیت ہی سے طرح طرح کی آوازیں نکلتی ہیں وہ آوازیں اور راگ ہی بنائے خدا کی طرف سے کسی آدمی کے ذریعہ سے نہیں پہنچتی نفس علیٰ ہذا ایسا ہی مذہبی احکام حلال و حرام کا منجھ و مخزن سبزلوح طبعیت نبی کے ادیب میں ہوتا اور جب نبی کسی چیز کے حلال یا حرام یا واجب یا صحیح غیر صحیح ہوئی نسبت کچھ سوچتا ہے تو اسکا دل ہی ان اشیاء کا حلال یا حرام تھا و مباح ہونا بتا دیتا ہے اور یہ عبارتیں بتا دیتا ہے۔ يَسْأَلُكَ اللَّهُ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ فِيهِمَا نَفْسٌ كَبِيرَةٌ يَسْأَلُكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ فِيهِمَا نَفْسٌ كَبِيرَةٌ خَيْرٌ يَسْأَلُكَ عَنِ الْحَيْضِ قُلْ هُوَ ذِي

+ لوگ تمپر متدبا اور مجرّم کا حال پوچھتے ہیں تو کہہ دے میں بڑا گناہ ہے ۔

† لوگ سحر سہاب اور جڑے کا حال پوچھتے ہیں تو کہہ دے ایمیں بڑا گناہ ہے۔

۱۔ ملے ملے پتھروں کے مال کی نسبت سوال کریں تو کہہ دے کہ انی خیر خواہی بہتر ہے مثلاً بچہ سو فیصل کا حکم دیتے ہیں تو کہہ دے۔  
یہاں ہے۔

یہی نہیں اور مجنون جو وہ نون کا یہ کہنا صرف اپنے خیال کو بتانا ہے نفس الامر اور خارج میں نہ سہی کے پاس کوئی خارج سے آیا اور نہ اُس نے کوئی کلام سنایا ہے نہ مجنون کے پاس کوئی آیا اور

بیچہ اما مشی اذا سمعت صوتا من السماء  
وقد نصرتي فاذا للبال الذي خلقني عجز  
جالس على كمي بين السماء والارض وحيث  
ما خرجت فقلت رملوني زملوني  
وعن عائشة قالت لما قال الحارث بن مسافر  
سال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا محمد اني  
اصلى الله احيانا يا تبي من صلصلة الجرس وهو  
ابتداء علي ففهم عني وقد رويت عنه مكانا  
واحيا نائمتا ثم قال يا محمد اني كنت في فراشي  
يقول قالت عانت رجلي عنك فقلت يا  
يادى الله الوحي في اليوم التمدد بالبرد ففهم  
عنه وان كيف مد عرقا

وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم ان  
لجعل قل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
تدركه وكان ما يجول شفيعه فقال ابن عباس  
وفانا انكرهم كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
محرك شفيعه قالوا لا الله تعالى لا يحرك به  
لنا انك تجعلهم ان علينا جمعة قرآنه قال احمد  
لنا ذلك وهو له وفاد اقرنا ولا فاتبه قرآنه

اور حضرت مسلم نے جو ایسے حال عایت ہیں  
ہم نام کی کچھ پاس میں کس طرح آتی ہے وہاں ہے  
کہہ ہی مجھے ایسی آواز کی طرح وہی آتی ہے جیسے گیسے  
کی آواز ہوتی ہے اور یہ شبام وہی کی سی عجز پر  
شاق ہوتا ہے گرجت ہو جیسی ہے تو کچھ ہر  
کہا کرتا ہے مجھ پر یا وہہ جاتا ہے اور کبھی رشتہ نشو  
انسان سیر سے مشکل ہو تا کہ اور حالت قد ہے  
کلام کرتے ہیں تو کہتا ہے میں بکریا ہوں  
صرت عایت سے نقل کیا ہے کہ جو حضرت کو  
نردول وہی سخت سرویوں میں دیکھا تو آپ کی مثال  
کو شدت اور وجہ وہی سے پیسے مار رہا پایا۔

حضرت ابن عباس نے نقل کیا ہے کہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ  
اور یکنے کے وقت بڑی سخت اُٹھاتے  
جب حضرت جبریل ٹپتے تو آپ ساتھ پڑھنے  
لگ جاتے اور ہواٹ ہلاتے اسیر یہ حکم  
مائل ہو کہ تو وقت قرآن قرآن رہاں کو  
ہلا۔ اسلے کہ اس قرآن کا تیرے سینہ میں  
جمع کر دینا اور اسکو تیرا پڑھ دینا ہمارے درجہ ہے

ناس نے کچھ سنا یا ہے۔ اور نبی کا یہ کہنا کبھیچہ خدا نے جھوٹ کیا ہے، اور غفلت کی  
جہالت کے لئے بیجا ہے بعینہ باتفاق سرسب ایسا ہے جیسے وہ شاعر کہے کبھیچہ خدا نے

[illegible]

پس جب ہم صبح ہوا تو اسی جہاز پر اصرار لے کر گئے تو پہنچا  
 جہاز لے کر گئے تارہ پہلے اسکا تیری دریاں کو مابین پہنچا  
 ہمارے دستہ پر جس حکم کے نال ہو یہ کہ صرف حضرت  
 جبریل قرآن لکھتے تھے تو ان حضرت چکے ہر کہتے دیتے  
 اور ان قرآن طے کرتا تو حضرت ابوبکرؓ نے سنا ہے ۔

اور آنحضرت سے بنی علی عیسیٰ رضی اللہ عنہما سوال کیا کہ کیا آیت سے حد استقامتی کو دیکھا ہے چاہے پس آیت میں ذکر ہے و لا تزدادوا نزلاً اخری تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ دیکھتے ہو؟ ذکر ہے وہ منزل ہے جسے اسکو اصل منزل قرار دینا چاہیے اسکو یہ کیا ہے دوسری دفعہ دیکھا ہے ایک دفعہ سورج اور ایک دفعہ سورج کا آیت میں ذکر ہے - اور حضرت اس سے خود نقل کر لیتے کہ اس میں سورج کی آیت حضرت نے حضرت علیؑ کو اصل منزل قرار دیکھا ہے تو کیا کہہ سکتے ہیں؟ سو اراد ہے

اس حدیث میں مال کا قرآن مجید پر اور جنگ سورتہ محمد اللہ  
 الفتاویٰ فرم کر چنانچہ عبادتِ مکرہہ مال میں عبادتِ عربی اسکا  
 مکرہہ کا حکم ہے کی تعلیم اور قرب العنود (آتی ہے)۔

استقامت و صبر و ایستادگی در کدورت باطنی و پرتوهای سبزه طبع  
طبیعی که چون با تون کوچه چرب و سرسبز است و نم آلوده و خاک  
آلوده است آن حضرت کی با تون کوچه و بوی گلستان و بو

شعر نے کئے اور گانے والے کہ مجھے خدا نے مال سکھانے کے لئے بھیجا ہے نبی کا دعویٰ  
بہت صرف اس لئے کہ خدا نے اس کی قوت و ملک نبوت کو اب کامل کر دیا ہے اور ان سے  
کرتا عمار گانے والی کو بھی نبوت کا دعویٰ بھیجا ہے۔

الحاصل آپ کے نزدیک حقیقت نبوت و شاعری و موسیقی و زحل بازی و حدادی میں سرسبز  
فرق نہیں ہے جیسے یہ کمالات طبعی ہوتے ہیں ایسی ہی نبوت بھی ایک طبعی امر ہے اس میں اور  
ان میں فرق ہے تو صرف تعلقات کی نظر سے ہے ان چیزوں کو شعر و راگ سے تعلق ہے نبوت  
کو اخلاق یا یون کہہ کر مذہبی خیالات سے تعلق ہے اور یہ تعلق و امتیاز حقیقت جانہین  
سے خارج ہے۔ جو بناء علیہ آپ کی تحقیقات کی رو سے نبی پر ایمان لانا اور اس کا اتباع

۱۔ مصوں وحی و الہام آریل مباح کا جس سے یہاں حقیقت نبوت لیا گیا ہے یہ ہے لیکن

مردود متستی مباح ہے پڑا تو ہوس کر کہا کہ لگ کر حقیقت نبوت و وحی یہی ہے جو آریل مباح

لے یہاں کہ ہے جس سے شاعر اور نثری اور گانے والی دہڑی و دیر و گانی اور مصاب وحی

مواہبات ہوتا ہے پیرا ہونے سے دعوے نبوت و وحی ہیں کیا تو اس تقدیر پر نبیوں کی

ست وہ شاعر و نثری ہی ایسی رہی۔ جنہوں نے اپنے خیالات و کمالات کو ظاہر ہی اسباب اپنی

طبیعی اور ملکات کی طرف نسبت کیا باور و تکلف سے یہ نہ کہا کہ ہر ان خیالات و کمالات کا

خدا نے القاء کیا ہے یا واسطہ سر میل و میکائل مہر ال کیا۔ اور انہی نسبت بزم جاب نبی

(معاذ اللہ) بڑے جھوٹے و فریبی ٹھہرے۔ جنہوں نے ظاہر ہی اسباب کو چوڑا کر ایسے خیالات

کے لئے عین اسباب بنائے اور ارادہ افتراء اپنے نام ہی جبریل و میکائل و کتب آسمانی ضرر

وحی ربانی گھڑ لئے۔ لوگوں کو دھوکا دیا اور خدا پر فست را کیا اور سید ہی سادی بات کو انشاء

کر کے بتا دیا میں اگر آریل صاحب اس بیان میں آج بھی تو نبی (معاذ اللہ) کفر فرماتے ہیں چوتھے اور چوتھے

یہ بھی تو آریل صاحب چوتھے ہیں۔ راقم کہتا ہے ہم مسلمان وغیرہ اہل اہل نبی کہتے اور افتراء کہتے ہیں کہ

نبی یہ بھی اور آریل صاحب (جو میں کو دیر میں دوہکا مارا ٹھہرا تھا) سرسبز میں خدا کو کہتا ہے کہ یا ہرگز نہ

کرنا اور اسکو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اسکی ہدایت کے موافق تنگی و برپر کار بند ہونا ایسا ہے جیسے اس شاعر پر شعر میں اور اس زہلی پر زہل میں ایمان لانا۔ شعر و زہل میں اس کا اتباع کرنا اور شعر پڑھنے اور زہل سیکھنے پر کار بند ہونا۔ جیسے انکا اتباع و ایمان صرف معتقنا نیچر ہے کسی خدا یا ثواب اخروی کے خوف و طمع سے نہیں ہے ایسا ہی اس نبی کا اتباع و ایمان صرف نیچر کا مقتضائے ہے خدا و ثواب اخروی کے طمع و خوف سے نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کا منکر و احکام و تعلیمات نبویہ کا کذب و مخالف آپکے نزدیک کافرین سے چنانچہ پرچہ ذیقعدہ میں جبکا ذکر ملا ۱۹ وغیرہ میں ہو چکا ہے آپ کے تصریح موجود ہے یہہ جو کچھ تھے حقیقت نبوت و وحی کے بیان میں آپ کی طرف نقل کیا ہے یہ آپ کی کلام کا منطق یا مفہوم ہے اور اصل کلام جناب جس سے یہ بیان لیا گیا ہے بعض حاشیہ نقل کر دیا ہے۔ ناظرین اصل کلام جناب کو دیکھیں اور جو کچھ تھے اسکا حاصل بیان کیا ہے اسکو اصل کے مطابق کر لیں۔

اور حقیقت کتب آسمانی آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ انکو زہلی کے زہل اور شاعر کے شعر کی منس سے ترقی نہیں دی۔ انکا کلام خدا ہونا اور بواسطہ ملائک نازل ہونا اور ان پر ایمان لانا جس سے آپ کے نزدیک محقق ہے۔ اسکی تشریح و تفصیل بیان حقیقت وحی و نبوت میں گزر چکی ہے۔

حقیقت ملائکہ آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ ملائکہ کو اشیاء بذات خود قیوم و موجود کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اور مجملہ صفات جو وجود محل و موصوف موجود خیال

+ دیکھو تہذیب اور جب مشرق میں حسین آپ نے بعض مایاں اصول قدیم و جدید کے فرمایا ہے۔

قدیم اصول یہ ہے کہ یہاں تک کہ صورت و تصور و ہست کے ملنے اور دوزخ کے خدا ہے بچے کے لئے یا خدا کی رضا مندی کے لئے اور اسکی جگہ سے بچے کے لئے کرنی چاہئے۔

تہذیب اصول یہ ہے کہ ہمارے یہی کا مقتضائے یہی ہے کہ ہر ایک ہر ما چاہئے۔

کیجاتی ہیں اور ایسے آپ میں وجود نہیں رکھتی شمار کیا ہے۔ حیرت انگیز امین کے نسبت جو کچھ اپنے کہا ہے وہ ایسی مذکور ہو چکا ہے ایسا ہی عموماً ملائکہ کے نسبت آپ نے کہا ہے کہ ملائکہ سے مراد صرف توہائے موجودات ہیں۔ ملک الجبال سے پہاڑوں کی توہائے مرکز

+ تفسیر معدن کفر و تردید کے رنگ میں آپ نے دیا ہے دشمنوں کے وجود کی مست لوگوں کے عجیب خیالات ہیں۔ انسان کی سیلیکٹس مائے کرب کی ایسی مخلوق کا ذکر ہو چکا کہ وہ زمین جاتا تو وہاں اس کے دل میں اس مخلوق کی ایک جسمانی تصویر کا جس کے رہے گا کوئی جگہ ہی ہو خیال جاتا ہے پھر اس کے اوصاف پر خیال کرتے کرتے اُن کی صورت جو اُن اوصاف کے مقتضی ہوتی ہے اس کے خیال میں تزیلیاتی ہے اور پیر وہ اہانت کو قبول جاتا ہے جگہ میں اس مخلوق کو جس عمارت میں اس کو کبھی رکھا ہے اور یوں جانے لگتا ہے کہ وہ مخلوق وہی ہے جو میرے خیال میں ہے اور یہ وہ خیال لوگوں میں نسل نہ بدل جاتا ہے تو ایسا محکم ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں شک و شبہ نہیں ہے۔ یہی حال دشمنوں کے نسبت ہوا ہے لہذا وہی پیکار لگا کر اسے دبر کا سا لنگ خدائی میں کی اندھا دیا ملو کیسی تبدیلیاں ہیرے کیسی پاؤں ایک خولہ پر ان کی شکل مگر نہ مرد و عورت تصور کیا ہے۔ آسمان اُس کے رہنے کی جگہ قرار دی ہے آسمان سے زمیں پر آتے اور وہ میں پست آسمان پر آتے کے لئے برکتا ہے جس کسی کوتاہ دہر اور کسی کو عتہ و کسب کو کم تاں کسی کو تصور ہو چکا کہ کیا آتھیں کوڑوں سے مینہ برساتا مینال کیا ہے۔

موتس اور بعض بُت برستوں کا یہ خیال ہے کہ عالم کی ترکیب نور و ظلمت ہے اور نور و ظلمت دونوں موجود حقیقی ہیں نور کے ہی مال بنتے ہوتے ہیں اور ظلمت کے ہی۔ مگر اس طرح جیسے کہ انسان دھیان جنتی ہیں بلکہ اس طرح جیسے کہ حکم سے حکمت نور کی اولاد تو مرتستے ہیں اور ظلمت کی اولاد تیطاں ہیں۔

یہودی مشرکوں کو آدمی کی صورت پر مجسم مانتے تھے اور اُن کو اجسام حقیقی سمجھتے تھے۔ اللہ اُن کے جسم کے مادہ کو مثل انسان کے جسم کے مادہ کے نہیں مانتے۔ بلکہ یہ

ملک البحار سے پانی کی قوت رقت و علیٰ ہذا القیاس ملک الرعد و ملک السحاب و ملک الاشجار سے ان اشیاء کی قوتیں مراد ہے ان سے کوئی ایسی چیز مراد نہیں ہیں جو بذات خود قائم و متغیر ہو اور انسان و حیوان و اشجار و اہل ہمارے خارج ان کا وجود متحقق ہو۔

بدیہہ کہتے ہیں کہ ان کا جسم مادہ غلیظ سے مرکب نہیں وہ اپنے تئیں ان لوگوں کو دکھائی ہی دیتے ہیں ان سے بات چیت ہی کرتے ہیں۔

عرب کے بت پرست فرشتوں کو ایک مجسم اور ختمیہ نہ ہی سمجھتے اور جانتے تھے کہ وہ کہاتے چیتے نہیں اور نہ کچھ بشری ضرورت ان کو ہے وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور زمیں پر تڑپتے جاتے ہیں۔

عام مسلمانوں کا یہی ہی عقیدہ ہے جو عرب کے بت پرستوں کا تھا وہ فرشتوں کو ہوا کی مانند لطیف اجسام سمجھتے ہیں اور مختلف شکلوں میں بن جاتے ہیں ان میں قدرت ہائے عین اور خیالی کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور ہر دار میں کہ اگر زمین یا آسمان پر ہیں اور زمین پر ہے اگر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔

میں نے محمدی بیان صاحب فرماتے ہیں کہتا ہوں کہ جس طرح انسان سے فرد مر مخلوق کا سلسلہ ہم دیکھتے ہیں اسی طرح انسان سے برتر مخلوق ہونے سے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے شاید کہ ہو۔ مگر ایسی غلبت کی حقیقت موجود ہونے کی ہی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود دیکھا کہ مسلمانوں نے اعتماد کر رکھا ہے بہت نہیں ہوتا بلکہ بر خلاف اسکے پایا جاتا ہے خدا انسانی فرماتا ہے و قالوا لا انزل علیہ ملک و لو انزلنا ملکاً لفضی الہام و لکن لا ینظرون۔ و لو جعلنا ملکاً لجللناہ رجلاً و لایستاعلیہ حرماً یلبسون۔ \* \* \* \* \* اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے کوئی جسم رکھتے ہی نہ دکھائی دے سکتے ہیں ان کا ظہور

+ یہ ہر سراسر تحریف و افتراء ہے آیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اگر ہم رسول فرشتے کو

سلمان جو ملائکہ کے نسبت میں بنیالات رکھتے ہیں کہ وہ بذات خود کاہم و موجود ہیں اور نورانی جسم رکھتے ہیں۔ نور سے مخلوق ہیں۔ انسان کی صورتیں اور کلین ہیں جنہیں یہ وہاں وہیں

تقلید یا مشمول مخلوق موجود کے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اہل جہان کے قید و بند میں ہیں۔ انسان میں سخت تہیٰ اپنے رطابہ اور اس سے مراد عاقل موجود و مخلوق ہے۔

ان ماریک باتوں پر غور کرے اور اس بات کے سبب سے کہ خدا تعالیٰ حلیتہ جہاں جلال اور اپنی قوت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جس مرتبہ کا قرآن مجید میں ذکر ہے اٹھا کئی اصلی جو ہیں ہو سکتا بلکہ اکیسے امتیاز قوتوں کے ظہور کو اور ان تو اسے جو خدا نے اپنے تمام مخلوق میں مختلف قسم کے دیدے ہیں ملک یا ملک کہا ہے۔ جس میں سے ایک شیطان!

ہو نہ تھا قیلا تو سرور سکون ان کی شکل بنائی اسلئے کہ ان لوگوں کا درستہ کی اصلی صورت ہو گا

معاذ ہو تا اور تعلیم و تہذیب کا نامہ اٹھا، منظر طبعیت انسانی عاقل و متواہ ہے۔ وہ کچھ کچھ

مصلح نے فرشتہ کو انسانی صورت پر افریقہ المیس میں دیکھا تو اب کو لڑنے شروع ہو گیا اور اپنے

گہری پہنچ کر کپڑا اور داہا چوہے یعنی ۲۶ اسکا ذکر گزرتا ہے پہر کار اس فرشتہ

کو بصورت اسان یکہ کڑی شبہ میں پڑے حسین اب جہن کہ اسان کیوں رسول ہوا

فرشتہ کیوں نہ ہوا اسلئے ہے فرشتوں کو رسول سا کہ میں یہاں یہاں آیت صاف بتاتی ہے

کہ فرشتہ ہی خدا کی مخلوق ہے جو خدا نے اس بیٹے جو میں ہوئی رسول سا کہ میں یہاں

یہ یہ ہے۔ ہوتا تو سرور درشت ہی کو رسول بنا کر یہاں جاتا۔ دیکھو میں اسے کہ میں کیا تعریف

و تعریف کیا ہے۔ بجا اس معصوم کے ہاں ان کا درستہ کی اصلی صورت میں دیکھا عاقل و

منکمل ہے یہ معصوم گہر لیا کا انظر انما محال و نامکین ہوا اور بجائے اس قول خداوندی

کے اگر ہم فرشتے کو چاہے تو سرور بصورت اسان چاہے یہ اور کیا ہے کہ اگر فرشتہ ہوتا

تو سرور موجود ہوتا اس تحریر میں یہ چوہوں کے چوہوں کے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ سبحانہ

اب نبات میں حجاب جو سرور خدا کی طرف سے یہ بیان اپنے معلوم پہنچا یا شل کی کہاں گئے ہیں۔



آسمان پر رہتے ہیں اور دنیا میں ہی آتے جاتے ہیں اور بصورتِ انسان شکل ہو کر انسانوں کو دکھائی دیتے ہیں اور انسانوں سے پہلے کلام ہوتے ہیں اور خدا کے پیغام و کلام میں یوں

تقیہ ایمیں ہی ہے۔ پیاروں کے مصلحت پانی کی رحمت مہنتوں کی قوت نورق کی قوت جذب

دفعہ شریکہ تمام قرائے جنسی تعلقات مودودہ ہونے میں اور جو معلومات میں بیان وہی ملک

ہم ان کے من چکا کر قرآن مجید میں لیا ہے۔ انسان ایک مجموعہ تو اسے حکومتی اور توسعہ پسندی کا ہے

اور ان دونوں قوتوں کے بے انتہا ہر بات میں ہر ایک قسم کی نیکی و دہی میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اور وہی انہاں کے فرشتے اور ان کے قریبات اور ہی انہاں کے تئیں اُن کے دربار میں ہیں۔

اور لکھو ۴۴۸ فرمایا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی گنت مقدسہ جس مدد ملی عقل نہ کہ اکثر ذکر

یاد رہے جن کے حالات و حدود جدا گانہ ہے اور ایک آسان فنی جماعت ترقی دی گئی ہے جس کا مددگار

خود خدا ہے۔ کتاب مائیل باب ۴ درس ۱۰ و انجیل متی باب ۲۳ درس ۵ و انجیل لوقا باب ۲

دس ۱۳ دنہ خیر نشان اب ۱۴ دس ۲۲ دس ۲۳ سے کھڑا بلکہ کھڑا کر کھڑا ہر ستوں کا جو

معلوم ہوتا ہے کہ تیسرے عمر غیر کے اندر مختلف درجے اور مختلف معنی میں موجود ہونی ضروری ہے

ہم انسان سے کہتے ہیں کہ ایک اس سلسلہ وجود کا قیام ہر جگہ جو مطلق اور کثیر ذیل

مخافہ رکھے تھا کہ مریوطہ کر دے۔ یہودیوں کے مقدس کتابوں میں فرشتوں کا ایسی عجیب

میں نے یہ سنا ہے کہ یہ لوگ ہرگز نہیں جانتے تھے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کے لئے ہے۔

بہی نہیں۔

اتھن کچھ نکلا دشبیس ہے کہ یہ دیون کی قدیم کتب متدہ میں یعنی ان کتبوں میں حوقید

ابن سے چشمبرکھ کی گئی ہے یہ پیر خیل صاف صاف بیان نہیں ہوا لیکہ جو کہتا ہے ملا وطنی کے زمانے

میں اہل اسکے بعد کو لکھی گئی ہیں جن کتابوں میں اس خیال نے مدد تیار کی ہے اور خود نما

حضرت دامغانی اہل حضرت زکریا کی خوب بات میں اس خیال کا یہ غلبہ کہ بتا کر کیا بابہ اول

دوسرا اگیا رہ میں ایک فرشتہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے جو خدا کے روبرو کھڑا ہوتا ہے اور

کے پاس پہنچاتے ہیں اور دنیا میں خدا کے احکام و تصرفات کے ظہور کے واسیل میں  
کیونکہ جیسے (میکائیل) مینہ برسانے کی خدمت سپرد ہے کیونکہ جیسے عزرائیل (مقبض ارواح

بھیدہ اور فرشتوں سے بطور ایسے کا زندہ دن کے کام لیتا ہے حضرت دانیل سے حضرت میکائیل  
درستہ کویت ٹرے ٹرے لقب عطا فرمائے ہیں نامہ یہودہ درس ۹ - ادا اول نامہ تہیلہ شی کے  
باب ۱۲ درس ۱۲ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائے کہ فرشتے مختلف درجہ رکھتے ہیں صرف یہودوں  
ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ حضرت عیسیٰ کے حارون کا بھی یہی خیال تھا ان اس قدر ٹھیک  
ہے کہ ساحرین یہودیوں نے جوڑتے کی تقسیم فرشتوں میں قائم کی ہے وہ حارون کے وقت میں  
نہ تھی۔ یہودیوں کے کتب مقدسہ میں فرشتے ہیئت مجسم ہو کر ان فی صورت میں دکھائی دیتے تھے  
اور کسی جگہ اس بات کا اشارہ نہیں ملتا کہ یہ اجسام حقیقی تھے۔ متقدمین یہودی متینک  
یہ جانتے تھے کہ ان اجسام کا مادہ ہلکے اجسام کے مادہ کی مانند نہیں ہے کیونکہ فرشتوں  
میں یہ قدرت ہے کہ جب چاہیں ایسے تین لوگوں کو دکھلا دیں اور جب چاہیں چاکر ہوں ہے یا  
جو جاویں۔ عیسائی ہی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

عیسائی اور یہودی دونوں فرشتوں میں ان معات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسان سے ان  
میں عقل کا زیادہ ہونا انکا قوت اور قدرت میں زیادہ ہونا۔ انکا یاگ اور مرکزیدہ ہونا۔ اور یہ بات  
کہ رتقہ عدا یتالی کے ہستا اور مرضی کے اظہار کے ذریعہ جن کتب مقدسہ یہودیوں اور عیسائیوں  
سے بخوبی معلوم ہوتی ہے اور اسی سے بعض کاموں کو ان کتابوں میں بالکل فرشتوں ہی کے  
طرف منسوب کیا ہے۔

انسانوں کے مقصود کے متعلق اموات میں ہی ان کی وساطت ہوتی ہے۔ یہودی اور  
عیسائی یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ گورنمنٹوں کے وساطت ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوتی  
ہی ان کی وساطت تسلیم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عبرانیوں کے خط کے باب اول درس ۱۴ اور  
زادہ باب ۳۴ درس ۴ و باب ۱۱ درس ۱۱ و اسکیل متی باب ۱۱ درس ۱۰ میں لکھا ہے کہ۔

کی خدمت سپرد ہے کوئی (جیسا اسرافیلؑ اٹھا، عالم کے لئے ہر مہینہ میں لئے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اس میں پہنچ مارنے کا اذن ہو گا ہے۔ کوئی (جیسے جبریلؑ) انبیاء کی طرف  
لھیکہ خدا تعالیٰ فرستوں کو بھات کے وارثوں کی خدمت کے لئے بھیجا ہے۔

قدیم عیسائی سمجھتے تھے کہ ہر فرد بشر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کی حفاظت پر متین  
رہے۔ مگر کس کا انہی اسی کے قریب قریب عقیدہ تھا۔ یونانی اپنے محاذ دیو یا کوڈمین۔ و  
رومی جنس کہتے تھے۔ اور یہودی اور قدم عیسائی یہی سمجھتے تھے ہر انسان پر دو درستی  
ستیں ہوتے ہیں ایک سیکی کا اور ایک بدی کا۔ عام یہودی یہی رشتوں کی نسبت یہی عقائد  
رکھتے ہیں۔

قدیم عربوں کا لفظ ملک اور ملک کی نسبت ایسا خیال تھا کہ یہودیوں کا یہی تاج نہیں ہوا  
ان میں بات تو تسلیم کیا جاسکتی ہے کہ کثرت کی کن بون میں لفظ ملک کے معنی ایلمی یا رسول یا  
پنیاچی کے لئے ہیں مگر یہ تسلیم نہیں ہو سکتا کہ قدیم مگر کس عرب اسکا اطلاق اس قسم کے درو  
یر کرنے تھے جنکو یہودی ملک یا ملک کہتے تھے۔ قرآن مجید میں کلام مقصود میں  
کسی جگہ لفظ ملک یا ملک کا اس مفرد سے استعمال نہیں ہوا ہے جو مراد یہودیوں نے قرار دی  
تھی جسکی تفسیر ہم ہر ایک مقام پر لکھیں گے بلکہ برخلاف اسکے ملک کا اطلاق ان قدرتی قوا  
پر جسے اتمام عالم مراد ہے ظاہر ہوتا ہے۔ ملک کا اطلاق ہوا ہے۔

اب آیتوں میں جسکی تفسیر ہم کہتے ہیں کلام مقصود صرف اس قدر ہے کہ جو شخص اس  
وحی کا مدد ہو جو خدا نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالی ہے اور جو کوئی  
خدا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دشمن ہو تو ہے شک اللہ ان کافروں کا دشمن ہے  
یہودیوں نے ایسے عندیہ میں دو جدا جدا فرستے بھرا رکھے تھے ایک جبریل اور ایک میکائیل  
پہلے کہ اپنا درست جانتے اور پہلے کو اپنا دشمن اور جو کہ دین محمدی کو وہ اپنے برخلاف خیال  
کرتے تھے تو یہ سمجھتے تھے کہ جبریل جو ہمارا دشمن ہے وہ آنحضرت کو یہ باتیں سکھاتا ہے۔

وحی اور منکروں کی طرف مذاب لانے کا کام کرتا رہا ہے جسے فرشتے (جنکو حفظ کہتے ہیں) انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔ دو فرشتے ہر ایک انسان کے ساتھ نیکی و بدی لکھنے کو مقرر ہیں و علیٰ ہذا القیاس۔ اس سب خیالات میں وہ مجوسیوں اور یہودیوں اور عرب کے بت پرستوں کے مقلد و متبع ہیں۔

فرشتوں کے نور سے مخلوق ہونیکا خیال مسلمانوں نے مجوسیوں سے اخذ کیا ہے اور انکے مجسم اور متغیر ہونے اور آسمانوں میں رہنے اور پردار ہونے کا خیال عرب کے بت پرستوں سے لیا ہے اور ان خیالات پر ادراحواشی و صفات مذکورہ یہودیوں سے لیکے ہیں آگے ان لوگوں

خدا نے یہ عبرت لکھا کہ تو کہہ دے کہ میں جبریل ہی اللہ کے حکم سے میرے دل میں نیا باتیں داتا ہے کہ جو کوئی کہ اس باتوں کا اور فرشتوں کا اور جبریل دیکھا میل کا اور رسولوں کا دوس ہے خدا کا دوس ہے۔

پس حقیقت یہودی جبکہ جبریل کہتے تھے اور جبکہ نام حکا شاعرانے بیان کیا ہے وہ ملکہ موت حورائے حضرت میں تھا جو وحی کا ہوت تھا اس سے اگلی آیت میں خدا تعالیٰ نے ملا دکر جبریل کے زبا ہے کہ چیک ہے یہی ہیں تیرے پاس کہلی ہوئی باتیاں۔ ان دو بات سے یہ بات کہ جبریل حقیقت کسی فرشتے کا نام ہے ثابت ہوئی۔ میں اس قدر تسلیم کر سکتا ہے کہ اسی ملکہ موت پر جبریل کا اطلاق ہوا ہے۔ کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہارون کے حوالے کے پاس اس دو فرشتوں کے سوا اور بھی بہت سے فرشتے ہیں مگر مکرر و فرشتوں کے اور سب سے نام میں کیونکہ کسی اور کا نام قرآن میں نہیں آیا۔ حضرت زکریاؑ کی پڑے سبوز فرشتے ہیں جو سکے اس آدیش کے اور کیونہیں چھوڑے اگر یہ اکاد کر لفظ ملک الموت قرآن میں پاس لگوں کا نام نہیں بیان ہوا ہے ان سب باتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ فرشتوں کے نام پڑنے کے مقرر کے ہوئے ہیں جو مختلف قوا کے تعمیر کر چکے اور ان کے ہر ایک سے یہ پیغمبر العاقلانہ میں جو خود بنفس قدرت منقول ہو چکا کی مطاعت بالاسل میں شک ہو وہ اصل کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے سے۔

نئے یہ خیالات ایسی طبیعت سے بنائے ہیں اور اس بنا و ط پر انسان طبیعت و تجرب کے طرف کو  
 مامور و مجبور ہے۔ نیچری و طبیقی قاعدہ ہے کہ جب کوئی ایسے چیز کا ذکر کرتا ہے جسکو وہ نہیں جانتا  
 تو ضرور اسکو کچھ نہ کچھ بنالیا ہے (چنانچہ اس قاعدہ کے رو سے خدا کو کچھ کچھ بنایا گیا جسکا ذکر  
 بقرآن حقیقت بیانی جناب متعلق ذات باری تعالیٰ بصرفہ ۵۳ء گذر چکا ہے۔ اسی قاعدہ کے موافق  
 اُس لوگوں نے ملائکہ کو ذات خود موجود اور ان صفات سے موصوف بنالیا ہے اور حقیقت میں  
 خیالات کے لئے کوئی اصل نہیں ہے نہ یہودیوں کے قدیم کتب مقدسہ میں (جو قید بابل سے پیشتر  
 لکھی گئی تھیں) کہیں انکا صاف صاف بیان ہے نہ قرآن مجید میں اُس کا ذکر ہے نہ عرب میں بحار  
 و قدیم زبان میں انکا پتہ لگتا ہے اور نہ آج حضرت معلم کے زمانہ میں اسکا ذکر پایا جاتا ہے۔  
 اور جو قرآن میں جبریل و میکائیل کا ذکر ہے یہ یہودیوں کے خیال کے مطابق ذکر کیا گیا  
 اور اُن کے خیال کی حکایت ہے اور حیاں اور ملائکہ کا ذکر ہے وہاں موجودات عالم  
 کی توہین مراد ہیں۔

یہہ منطوق یا مفہوم کلام جناب ہے اور اصل کلام باغت نظام بصن حاشیہ نقل کیا  
 گیا جس سے ہمارے بیان کا مطابق یا مخالف ہونا ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے  
 اور حقیقت بعث بعد الموت سے مرنے کے بعد کٹھنے اور جزاء و سہرا اعمال میں  
 بہشت و دوزخ کے نیمہ الام پانے کی آپ نے ایسی بیان کی ہے جیسے بچوں کے خیال  
 میں ہوتے یا ڈائین کی حقیقت ہوتی ہے جو کہتے اور سمجھ لینے کو جو کچھ کہہ سوتی اور حقیقت  
 و خارج میں کچھ ہی نہیں۔

اس حقیقت بیانی سے شائد استند و ہندب توہین کر بیٹھے ہیں کہ جو کچھ نبیوں نے اسباب میں  
 کہا ہے وہ بچوں کی ترغیب اور امتحون کی تخویف سے بڑھ کر نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک  
 نبیوں کا یہ کہنا کہ مرنے کے بعد انہیں کونیک اعمال کے بدلہ بہشت میں جاویں گے اور کیلئے  
 اور کجور بن کہا دیں گے یعنی ہم ایسا ہے جیسا بچوں کو کہا کرنے ہیں کہ تم فغانا کام کرو گے

تو تم کو سونے کا باغی بیدینگے اور انکا پھدکا ہوا کہ بہکار اعمال میں سترائے میں دفع  
میں جادینگے اور وہاں نبوت پہ تہور کہا دین گے بعد میں ایسا ہے جیسے بچوں کو کہا جاتا ہے  
کہ اگر تم شوخی کرو گے تو تم کو ہوسے یا ڈالیں گے ڈال دیں گے ۴

یہ سمجھ کر وہ لوگ تو نبیوں کو ہر قسم کے بہلانے اور نادانوں کی ظنل تالی سے در  
میں لانے والے جان چکے ہیں اور نہ علیہ قلب و تقیید شریعت انبیاء سے بالکل آزاد ہو کر  
اس شعر پر عمل کرنے لگے ہیں نہ رکھ روزہ نہ سب کو کھانا نہ سب کو دے سجدہ ۵ و دھو  
کا توڑ دے کوڑو شراب شوق پیتا جا۔ قلب و تقیید شریعت کے یا بندہ میں تو وہی لوگ ہیں  
جو ہنوز آب کے حقایق بیانی پر مطلع نہیں ہوئے۔

یہ بہ حقیقت بیانی جناب نعیم والام ہشت و دفع کے متعلق اسی جلد کے نمبر سیم  
دشتم میں ص ۱۱۱ سے ص ۱۱۲ تک مفصل ذکر ہو چکی ہے اور حشر کی حقیقت اس قدر  
تو آپ نے بیان کر دی ہے کہ حشر سے حشر اجسام مراد نہیں اور بجا قول امام غزالی کے  
کہ منکر حشر اجسام کا فرد ہو نہ ضروریات دیں ہے آپ نے صاف فرما دیا ہے اعتقاد حشر اجسام  
ضروریات دین سے نہیں ہے اور اس حشر کا منکر کا فر نہیں چنانچہ اعتراض اول رد دوم حشر  
جس کے جواب میں مسلم جاری ہے اور وہ نمبر ہتم و ہتم من منقول ہوا اسپر شاہ ہے سب  
اس میں یہ تفصیل باقی ہے کہ جو حشر اجسام قرآن مجید میں وارد ہے اسکی تاویل کیا ہے اور  
اس سے کونسا وجود حسی یا خیالی یا عقلی یا شبہی مراد ہے اس تفصیل کا وعدہ آپ نے تقریر  
پر پڑ دیر میں کیا ہے دیکھئے اس وعدہ کا ایفاء فرماتے ہیں تو کیا پتہ برساتے ہیں ۶  
یہ اصول خمسہ ایمان میں آئے حقیقت بیانی فرمائی ہے۔ اسی پر تبقیہ اصول و فروغ  
اسلام میں آپ کی حقیقت بیانی کا قیاس ہو سکتا ہے ۷

اب یہہ دیکھنا چاہئے کہ باقی اسلام کے نزدیک ان اصول خمسہ کی حقیقت کیا ہے آیا وہی  
حقیقت ہے جو زمانہ رسالت سے لیکر آج تک روئے زمین کے مسلمان اعتقاد رکھتے اور

بیان کرتے ہیں یا وہ حقیقت ہے جو آپ نے بیان کی ہے۔

چنانچہ کتاب البدار اوقوال و حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جاتا ہے اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو حقائق ان اصول کے مسلمانوں کے اعتقاد میں ہیں وہی خدا اور رسول کے نزدیک انہی حقائق میں۔ اور جو آفریل صاحب کو سوجھیں ہیں وہ خدا اور رسول کے نزدیک حقائق نہیں ہیں اس لئے سمجھ جناب کی نسبت اخبار تیسرے جوین صدی کے پرچہ دوم جلد ششم میں کیا خوب کہا ہے ۵۰ الغرض خوب ہی سوجھی انہیں جو جو سوجھی ہو خدا کو بھی سوجھی تھی سو انکو سوجھی +

پس ناظرین ان اصول کے حقائق کو جو خدا اور رسول و عام مسلمانوں کے نزدیک مقرر ہیں توجہ سے ملاحظہ فرمادیں۔

## بیان حقیقت اصل اول

(یعنی ایمان باللہ)

خدا کی ذات و صفات کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا حق تبارک و تعالیٰ قائم و دائم جمیع صفات کمالہ سے شرف مہر ہے اسکی کسی صفت میں کوئی چیز مانند نہیں ہے جس نے خدا کو کسی صفت میں غلبہ کی مانند بنانا سے خدا کو نہ مانا۔

ان کا قول ہے لیسلم ما عندنا من اللہ قط یعنی خدا کو جسم سمجھنے والے نے ہرگز خدا کو نہیں پویا اور یہ بھی انکا قول ہے کہ لا یخطبہ بالک فاللہ منہ عن ذلک یعنی جو کچھ میرے دل میں خدا کی ذات یا صفات کی نسبت خیال گذرے خدا اُس سے منزہ ہے ۵۰

+ یہ قول اور قول مابعد الامام اسی سے منقول ہے اس پرچہ اول تیج بن تیرت ہر قسم کے رسول رسایل توہیدہ سات میں حوالہ دے رہے ہیں اور انہی اشتہار کے لئے جن بکثرت موعود میں اور اشاعت السنہ شہر ششم جلد ہفتم میں بھی بعض اوقات نقل ہو چکے ہیں۔

اسے برتر از قیاس و خیال و گمان و دھم و ذہر چہ کلمۃ اللہ تنہدیم و خواندہ ایم  
اور یہی الٰہی قول ہے المثل اعشی والمعطل اعی والمثل یعبد صما والمعطل  
یعبد عدما یعنی خدا کی ذات و صفات میں کسی چیز کو متا بہ کہے والا نیم کو رہے اور خدا  
کو صفات سے بیکار کر نیوالا انداز ہے اور خدا کو کسی چیز کی مانند کہنے والا بت یرست ہے اور  
اسکو صفات سے معطل سمجھنے والا عدم کو پوچتا ہے ۱

اور اس اعتقاد کو خدا تعالیٰ نے ان دو آیتوں سے تصدیق کیا ہے (۱) لیکن مثلاً  
شیء وهو السمع العلیم میں خدا نسبتاً اور جانتا ہے پر اس کے مثل کوئی حیر نہیں  
(۲) ولہدیکم لکفوالحد یعنی اسکا کوئی ہمتا نہیں۔

ان دو آیتوں نے مسلمانوں کے اعتقاد کو سچا کیا اور آپ کی اس حقیقت بیان کی کہ خدا  
کو جو کچھ کوئی سمجھ لے بیچوں و بے مثل یا خوبصورت و دلہن یا ڈاؤں و مشکل وہی خدا کی حقیقت  
ہے صاب باطل کر دیا۔

۱ اور خدا کی صفت قدرت و تصرف میں جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ خدا چاہے تو  
یانی سے آگ کا کام لے سکتا ہے اور آگ سے یانی کا اسکو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت  
جگہ تصدیق کیا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبیا وعلیہ السلام کی شان میں ایسا کر کے  
بھی دکر یادیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور فرمایا وہ جو ارادہ کرتا ہے

ان الله فضل ما يشاء - ع ۲۶ -  
ان الله يحكم ما يريد للابۃ ۱۶ - ان الله  
علی کلشی قدیر بقرۃ ۲۴ - قالوا لمرقوہ  
وانصرنا الہکم انکم تم فاعلیں قلایا ناکو  
بردا و بسلطنت علی ابراہیم واداد وادہ  
کید افجعلناہم لاضرین - الانبیاء ۵۰ -  
حکدیتا ہے اور فرمایا وہ ہر تے پر قادر ہے اور  
فرمایا کافروں نے کہا حضرت ابراہیم کو جلا دوسنی  
کہا اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا۔ مگر ایسی ٹھنڈی ہو  
جس سے ابراہیم تکلیف پاؤں بلکہ ابسی ٹھنڈی  
جس میں یہ کہہ دین کافروں نے ابراہیم کے ہلاک کرنے  
کو ایک مکر کا جسے ابھی کو نقصان میں رکھا۔



اور خدا پر ایمان لانے کی حقیقت مسلمانوں کے اعتقاد میں یہ ہے کہ خدا کو خدا ماننے تو پر ایسے قول و فعل کا مرکب اور ایسے اعتقاد کا معتقد ہو جو اس کو خدا کا سر و کمر بے و شرک قرار دے۔ اور اس اعتقاد پر جو کتاب اللہ کی تہادت و تصدیق پائی جاتی ہے اس کا بیان نمبر ۱ سے سابقہ حصہ و شمار نمبر ۱۸ میں ہو چکا ہے۔

## بیان حقیقت اصل دوم

(یعنی ایمان ہر سال)

حقیقت وحی و رسالت کا پورا بیان تو ہماری بحث نبوت میں ہو گا۔ اس مقام پر بتور یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں وحی و نبوت صرف امر طبعی نہیں ہے جس کے وجود و تحقیق کے لئے صرف نبی کی طبیعت یا خیال یا دل و دماغ کافی ہو بلکہ وہ فیضان و القا غیبی ہے جو وقتاً فوقتاً و آفاقاً بحسب معتقدے ضروریات و اوقات توہیات و عنایات ربانہ پر موقوف ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نبی کی طبیعت یا دل و دماغ کو ہی اس وحی کی تحقیق و جوہر میں دخل ہے مگر اتنا ہی دخل جس قدر کسی چیز کے قابل مادہ کو اس کی تحقیق میں دخل ہوتا ہے جیسے خدا نے نبی کے دل یا سینہ یا طبیعت کو لائق اور قابل انکاس تجلیات ربانہ کیا ہے اور اس میں مادہ یا مکہ قبولیت وحی و انکاس انوار الہی رکھا ہے چنانچہ یہ ارشاد خداوندی کہ

اللہ اعلم حیث یجعل  
رسالته - انعام ۱۵۶

اللہ خوب جانتا ہے جو اس وحی و رسالت کا سزاوار محل و موقع ہے اس قابلیت کی طرف مشعر ہے مگر یہ عام قاعدہ ہے کہ قابل اور محل اپنے اپنے فعل کا کام کہی نہیں دیتا بلکہ جب قائل کی طرف سے کسی امر کا اس پر فیضان ہو تو اس کو قبول کر لینا ہی اس کا کام ہے۔

تمثیل

دیکھو یا مسلمان! یا تل میں جلنے کا مادہ ہے مگر جب تک اسکو خارج سے حرکت نہ ہو پھر اور اسکو اگل نہ سکے  
ان سے خود بخود جل اٹھتا سر نہ نہیں ہوتا۔

(۲) عقل یعنی عقل شدہ ایمہ میں شعاع آفتاب کو دوسری چیز متاثر نہیں کر سکتے کہ وہ مادہ ہے  
مگر جب تک آفتاب اپنی روشنی سے ایمہ پر فیضان نہ کرے ایمہ خود بخود روشنی کا فیضان نہیں کر سکتا  
پھر نہیں کر سکتا ہے۔ اس قاعدہ کے معنی کا دل ایمہ نہ تو قابل ہے خود بخود فیضان نہیں کر سکتا  
یہ العارفین انہی مبدیہ فیاض کا کام ہے جس نے نبی کے دل و باطن کو قابل الفکاس ہو گیا جتنا پھر خدا  
تعالیٰ کا نورینہ انصیا اور عن زیتون سے تشبیہ دینا اور اسکی نسبت یہ کہنا کہ خود بخود جلنے کے لیے  
یکاد ویتما یعنی دلو میں جل نہیں اٹھا اس امر کی طرف شعور ہے۔ پس جو فیض فی القلوب  
لم تمسہ نادر۔ نور عود کو اس دل کا فعل سمجھتا ہے وہ معنی دلو از م حاصل قابل میں تیسرے  
کرتا اور ان علوم قدیمہ سے جنہیں حلال باربعہ مادی۔ حوری۔ حاسی۔ خالی سے بحث ہوتی  
ہے واقفیت نہیں رکھتا۔

پھر کچھ فیض القاسم مبدیہ فیاض کا نبی کے دل پر دو قسم ہے (۱) بالواسطہ اور بلا واسطہ (۲) قیام  
وہ ہے جو جبریل امین اپنی اعلیٰ صورت میں جسے خدا نے انکو مخلوق و شخص کیا ہے چنانچہ اسکا بیان مغرب  
آتا ہے یا بقول انساں (ردیکہی) پھر پڑھتے اور ایک کلام موزون مراتب (میکو وحی متلو کہتے ہیں  
خدا کی طرف مولاتے اور آنحضرت کو پڑھتے اور کہی بدین مثل صورت انسان ایک آواز غیر الالہی  
جس سے آنحضرت بہت تکلیف اٹھاتے اور یہ پیدہ ہو جاتا ان سب مدتوں میں جبریل امین کہی ایسی  
وحی ہی لائے جسکے الفاظ خدا کی طرف نہ ہوتے بلکہ جبریل ارشاد خدا کی مراد کو اپنے الفاظ سے بیان  
فرماتے جسکو اہل اسلام وحی نہیں متلو سمجھتے ہیں۔ اور قسم دوم وہ جو بدین توسط جبریل امین القاسم  
آنحضرت کے دل پر خواب یا بیداری میں القاسم تھا یہ قسم القاسم انبیا علیہم السلام منحوس  
میں ملکہ سودا انبیاء کے اور انصیا اور اولیاء کے دل پر ہی چلتا ہے حیا و الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فقط  
† اقسام وحی بیت ہیں۔ مگر اول اقسام ہی وہ ہیں اور ہی اقسام کے اقسام ہیں۔

## نمبر دہم جلد سیوم

اس الہام اور الہام انبیاء میں فرق یہ ہے کہ الہام انبیاء میں لمبیں لمبیں کا احتمال نہیں ہوتا اور مع ذلک اس الہام کے ساتھ دعویٰ نبوت ہوتا ہے اور الہام اولیا و محفل لمبیں ہوتا ہے اور اس میں دعویٰ نبوت کا نہ ہونا ضروری ہے۔

قسم اول کے ثبوت سے کتاب اللہ حدیث رسول اللہ پر ہے جہد آیات آنحضرت کے رسول ہونے میں وارد ہیں اس قدر آیات و احادیث جبریل کے آنے اور قرآن و مینام الہی پہنچانے میں وارد ہیں جس شہرت و قوت اثر سے (لفظی نہ سببی معنوی میں تو کچھ شک ہی نہیں) جبریل کا ہر دو ذاتی موجود ہونا اور آنحضرت کی طرف خدا کی رسالت و کلام لیکر آیا ثابت ہے حتیٰ کہ اس میں

+ ویکہ ساقا قدامتہ نمبر و مایہ مشا و غیرہ۔

چنانچہ آیات سورۃ القیامۃ اور آیت شفاء حدیث اس باب میں نمبر ساقی میں صفحہ ۱۶۷ منتقل ہو کر ہیں اور علمہ شد ید القوی ذمہ و قدامتہ سورۃ تحمید میں ارشاد ہو کہ یہ قرآن محمدی رسول اللہ معلوم کرنا ہے و ہو بالافتقار الی اللہ فی فکدلی سکھا یا پھر جس قوت و اہمیت سے حدیث کے سلسلے میں لکھا گیا کہ وہ مشرقی کائنات میں ہمارے قریب ہوا پھر قریب ہوا اور قریب ہوا اور قریب ہوا کی حدیث یہ ہو گیا اور دیکھئے و ایک لفظ میں اس سے بھی دیکھتا ہے فادھی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفواد ما داء فی انتمار و نہ علی مایوری و لقاہ راہ نزلہ آخری عند سدوہ المستحی عند ہا کجہ الماوی الخ نمبر ۱۶۔

کو دیکھتے ہیں۔ جب وہ سلسلۃ المتقی کے پاس پہنچا ہوا ہے اور ادا لوح صاحبین کے زبانت کی بہت ہے۔

درسات سے غصہ منکر ہو ہی اٹھا نہیں ہے آگے اچکا اسکی حقیقت سے انکار ادا نہیں کرنا اور یہ کہنا کہ جبریل م سے آنحضرت کی قوت و کلمہ و طبیعت طروب اور جبریل کی صورت و آواز کی نسبت یہ کہنا کہ یہ آنحضرت کا خیال ہے جو (معاذ اللہ) غصہ معاذ اللہ دیا و فون کی طرح اپنے خیال کو مشکل و کجیا ادا کلام کرتے سنا۔ یہ باوجود اس اعتراض غصہ کے جو بعض (۲۷۱) بغیر حاشیہ متقول ہے کہ انسان سے برتر مخلوق سے الکا کر یہ کی کوئی وجہ نہیں ہے تاہم جو جس سے صاف ثابت ہو تا ہے کہ جو جبریل امین جیسے مسلمان خیال کرتے ہیں عقلاً محال نہیں ہے اسکا جواب کچھ تو بغیر ثبوت قسم دوم آدیا۔ اور کچھ بغیر بیان حقیقت اہل چارم یعنی بیان حقیقت ملائکہ استقامت میں آنا کہا جاتا ہے کہ یہ کہنا اچکا ایسا ہے جیسے کوئی بائبل کی نسبت کہہ دے کہ یہ ہوا و آتش میں بغیر دیش جا کٹ پتھون پہنے ہوئے سر پر شیش ٹیٹل رکھی ہوئی در سے علیگڈ کے ایک کدو میں ابطل خرافاتی انبیاء کے باب میں لکچر دے رہا ہے۔ سید احمد خان صاحب مبادی القاب نہیں ہیں جو در سے علیگڈ کے بانی ہیں بلکہ یہ صرف دیکھنے والے کا خیال ہے جو اسکے سامنے شکل مرگیا ہے اس بے ادب گستاخ کا ایسی نسبت یہ کہنا ایسا ہے جیسے آپ حضرت جبریل روح امیں روح القدس کی نسبت فرما رہے ہیں۔ ہماری اس تقریر پر چند سوالات عاید ہوئے ہیں جو مع جوابات وار د کئے جاتے ہیں۔ سوال۔ سید احمد خان صاحب القاب کا دھور

۱۔ کہہ کرتے ہیں اسناد ہدیہ ترقی رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہار یعنی حدیث کی طرف سے بیان کیا ہوا ہے، حور قوت والا ہے سدا کے پاس ہے وہاں ہر وقتوں میں اہل کلمہ مانگا گیا خدا کے ترکیات و احوال تھا مآثر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز یاد نہیں کر دیا و کی طرح کہیں یہ خیال کہانی (ہو) اسکو یہ سنا گیا کہ وہ علم نے پہلوی طام کرتا رہا میں دیکھا ہوں احمد و ستر میں ہر ستر آج کا لکھنؤ آگیا یہی حکم روح امیں جبریل (صلی اللہ علیہ وسلم)

انہ لقبل رسول کو یہ ذی قوت  
عند ذی العرش ممکن مطاع شہ  
امیں و ما صاحبکم محسوس و  
لقد راہا بالافق المبین (دکرت)  
وانت لیریل رب العلمین نزل بہ  
الروح الامین علی قلبک (تہا ۱۱۶)  
فانزلنا علی قلبک ما دون الله تہوا

سیرت ابراہیم۔ اور سورۃ التہویٰ میں فرمایا ہے کہ جبریل تجھ سے (دیکھ کر) حکمت قرآن ادا رہا ہے۔

تو شاہد سے ثابت ہوا اسکے آپ کے وجود باوجود مرئی و مشاہد کو خیالی وجود و حیل کرتا جائز نہیں ہے بخلاف  
وجود جبریل علیہ السلام کے ثابت نہیں ہے جو اب جبریل امین کا وجود ہی شاہد سے ثابت  
ہے جو انبیاء علیہم السلام کے شاہد میں آیا ہے اور ایک نبی کا شاہد لا کہہ عامی سے بڑھ کر لائق تفسیر  
و اعتبار ہے۔ سوال ۱۰ شاہد انبیاء شاہد خیالی نہاد واقعی ہوتا تو کسی اور کو بھی یہ شاہد ہوتا  
اور چونکہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی آدمی نے جبریل کو نہ کچھ اسکے شاہد انبیاء کی نسبت یہ  
یقین کیا گیا ہے کہ یہ صرف انکا خیال تھا۔ بخلاف وجود باوجود سید احمد کہ وہ ہر کیونکر نظر آتے ہیں  
اس میں مجال تاویل نہیں ہے جو اب جیسے انبیاء علیہم السلام نے جبریل کو دیکھا ہے ایسا ہی  
آدمی لوگوں نے جبریل کو غیر ملک کو دیکھا ہے اسکایان عادیث مصححین میں اصل کثرت نسو ہے کہ ہمارا  
رسالہ اور قلم و زبان اسکے بیان سے عاجز ہیں۔

۱۰ مایہ امیر کہ وجود جبریل امین وجود تہامدی کی طرح ہر کیونکر نظر نہیں آتا۔ اسکی وجہ یہ ہے  
کہ دنیا میں ہر ایسی چیز وجودات خارجیہ میں جنکو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا یا نہیں سنانا  
وجود کو واقعی ہونی سے خارج کیے خیالی نہیں کہا جاتا۔ دیکھو آسمان پر بغض سے ایسے میں جو پہلے  
زمانہ کے حکماء تک کسی نے نہیں دیکھے پچھلے زمانہ میں حکماء رنگتے شاہد کے ہیں۔ اور بہت سارے  
ایسے ہیں جو انکو ان اشخاص کو نظر نہیں آتے صرف وہی لوگ دیکھتے ہیں جو دوسریں لگا کر دیکھتا چاہتے ہیں

۱۱ مشکوٰۃ کے ابتدائ میں ہر دین بخاری و مسلم حدیث منقول ہے کہ جبریل علیہ السلام انساں کا حضرت سلیم کے پاس  
آئے اور انحضرت کے زانو سے ناف لگا کر مٹھ گئے اور وہاں انبیا علیہم السلام و اوصیائے حق سے چہرہ ملائے۔ جبریل علیہ السلام  
پھر وہاں حضرت زین العابدین کو ارشاد کیا کہ اس سائل کو چھنے والیکو وہیں بلاؤ۔ جب سارے انکو دیکھا تو نہ پایا تا حضرت  
نے ہزار بار کہ یہ جبریل تھا تو دین سکھائے آیا تھا یہ بخاری کے الفاظ ہیں جو صحیح بخاری میں بعد صفحہ ۱۲ اور جو میں  
اور صحیح بخاری کے صفحہ ۱۳ میں حدیث ہے کہ لیکر وہاں حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے نہ مقرر تھے میں جبریل علیہ السلام  
دیکھ لیتی تھی اور باقیوں کے رخصت ہوتے تو حضرت نے اُس سلسلہ کو روکا کہ یہ کہیں نہ آتے انہوں نے قسم کھا کر کہہ لی  
بتایا یہ جنگ کا آنحضرت نے خطبہ میں جبریل کا ہونا ظاہر کیا ۱۲۶

ایسا ہے فنا مگر ادب واجب و آتش خاک اور اسے مرکبات خصوصاً انسان کے جسم میں بہت ایسی چیزیں ہیں جو سوائے خوردین و لے ڈاکٹروں کے کسی کو نظر نہیں آتی ہیں۔ سوال (۱) جنہوں نے سوارانیا کرچیریل غیر ملاکر کو دیکھا، اپنے خیال کو دیکھا ہے غایب اور واقعہ میں ملائکہ کا وجود نہیں ہے۔ دفعہ (۲) اور اگر وجود ملائکہ ان ستاروں اور مخفی چیزوں کی مانند ہے جو آلات و دورین یا خوردین سے نظر آتے ہیں تو کیا ہے کہ ملائکہ ہی آلات سے ہر کسی کو نظر آجائیں جس کے لئے اسے انبیاء نے انکو دیکھا ہے اسی سے ہر کوئی دیکھ لے جو اب دفعہ (۱) اگر بلا دلیل و بیہوش لوگوں کی رویت و مشاہدہ کو بھی خیال پر محمول کرنا جائز ہے اور ہنگامہ دینگی یا ہٹ دہری شریعت بخیر کے رو سے منع نہیں ہے تو منکر و جود و تیسرے بھی کہہ سکتا ہے کہ جس نے تیسرا احمد خان صاحب بہادر کو بزم خورد دیکھا ہے اُس نے اپنے ہی خیال کو دیکھا ہے اور واقعہ میں تیسرا احمد خان کوئی ہوا ہی نہیں ہے جو اب دفعہ (۳) بیشک جس آلات (دورین یا خوردین) سے ملائکہ کو دیکھا جاتا ہے وہ آلات لوگوں کو میسر آدین اور انکی بصیرت حتمی یا قیام ہو تو ہر کسی کو ملائکہ دکھائی دین۔ اکثر لوگوں کو جو ملائکہ نظر نہیں آتے فانی نظریں تصور ہے اور ان کو وہ آلات میسر نہیں ہیں۔ سوال۔ دورین و خوردین آلات مشاہدہ ایسے مذکورہ تو مشاہدہ میں آتے ہیں اور یو یوچین لوگ بناتے ہیں۔ اس قسم کے آلات مشاہدہ حیرتیں دسایر ملائکہ کہاں ہیں اور وہ کہاں نہ آئے جاتے ہیں لکن گو ہر کوئی خریدے اور انکھ پر لگا کر ملائکہ کو دیکھ لے جو اب وہ آلات جسمانی نہیں ہیں لکن اس انکھ کی جسمانی قوت سے دکھائی دین بلکہ روحانی ہیں جو اس انکھ میں روحانی طاقت بڑھ جائیے دکھائی دیتے ہیں۔

وہ لوہے کی مثل شے وغیرہ جسمانیات سے نہیں بنتے بلکہ کاردم اخلاق و پاکیزہ خیالات و اعتقادات سے تیار ہوتے ہیں۔ لکن کارگر جسمانی حکما نہیں ہیں بلکہ روحانی اطباء علیہم السلام ہیں پس جو ان آلات کا طالب ہے اور مشاہدہ ملائکہ کا تائین وہ اسباب علیہم السلام کی شاگردی اختیار کرے اور جس طرح وہ مرادین نفس کو الوات پیسید سے پاک کرے اور اپنے آپ میں نکل صفات پیدا کرے

اور ان صفات میں ملائکہ کا بھجنس ہو جاوے پھر انہی ظاہر انکھوں پر وہ نور میں لگی ہوئی دیکھ لے۔ اور اسکے ذریعہ سے اپنے بھجنسوں (ملائکہ) کو مشاہدہ کر لے اور جب کو یہ بات میسر نہ آوے وہ اپنے تئیں شہر کے مانند سمجھے جو آفتاب کو نہیں دیکھتی یا آن عوام کی مثل خیال کرے ہر ستاروں اور ان مخفی اشیا کا معاینہ نہیں کرتے۔ آنرا اہل صاحب بہادری کی طرح اس نہ دیکھے گا کہ ملائکہ کے ذمہ نہ لگا دے گزیرہ بیند بروز شہر چہر شہم چہرہ آفتاب را چہ گناہ۔ تھوڑے دن گزروے ہیں کہ ایک بے سمجھ نے اشتہار دیا تھا کہ جو کوئی مجھے وجود جن دیکھا دے وہ مجھے کئی سوتیہ انعام لے۔ اسکا بھی بھی جواب ہوا کہ پیلے آپ کسی روحانی طبیب سے انجمن بنو زمین میر جن یا ملائکہ یا جس چیز کو چاہیں ریکھ لیں۔ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ملائکہ میں تو ہم کو دکھاؤ یا جن کا مشہد کرادو بعینہ ایسا ہے جیسا اندھ کے کہے کہ مجھے سوچ دکھا دو یا نافر دیکھے کہ مجھے لنتہ جلع چکھاؤ یا عام لوگ کہیں کہ ہمارے انجمن سے یہی ستارے بتا دو۔ الحاصل جبریل یا اور ملائکہ کا دیکھنا ان انجمنوں میں روحانی قوت چاہتا ہے صرف ظاہری قوت جو عام لوگوں کو حاصل ہے مشاہدہ ملائکہ یا لورہ ملکوتیہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ پس جو اس مشاہدہ کا شائق ہو کو بحر کرم قدایں بادہ ندانی بخشد تا غنمی ہو۔ اس قوت کا بھگم سنی یا لازم ہے یہ نہ ہو کہ تو ان لوگوں کی جن میں یہ قوت ہے اطاعت و تسلیم مناسب اس سے انکار کریدو جوہر سے مناسب نہیں ہے امام صاحب نے قبر کے سانپ اور بچہوں کی نسبت احیاء العلوم میں فرمایا ہے۔

امثال حدیث الکلیہ کر لھا کلوطر صحیحہ واسرا  
مضیہ ملکھا عند ابواب البصائر و اضعفہ  
فلم یکنشف الحقائق ما فلا یتبعی  
ان ینظر و اھل اقل درجات الانبیاء  
التسلیم والتصدیق فان قلن نحن  
نشاهد الکافر فی قبرہ و نراقبہ

اس چیزوں کے ظاہری سے صحیح میں اور ان کے  
سپر جوی میں سپردہ اور عبت کے نزدیک صریح میں ہر جن  
انہی اہل حقایق مسکت نہیں انکو لایق نہیں ہے کہ ظاہر کو  
غائب بلکہ ادنیٰ درجہ بیان کا یہ کہ انکو تسلیم کریں اور انہی  
اگر تو کہہ کہ ہم کا قبر میں مدون دیکھو تو میں سپردہ  
کوئی سانپ بچہ نہیں دیکھتا۔ سر اسکو مرثیہ

وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ الْمَنَّانِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ وَهُوَ يَدْعُ إِلَى تَقْوَى اللَّهِ وَتُحْسِنُ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَاتَّبَعَ هُدًى مِنَ تَعَالَى ذَاتِ الْعَرْشِ الرَّحْمَنِ الَّذِي يُنَزِّلُ الْمَطَرَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعَلَةً لِّمَنْ يَعْقِلُ

مستادہ ماں میں کی کیا وجہ ہے تو اس کے جہاں میں جانے کے کہ اس باتوں کے تسلیم کر سکتے ہیں تمام میں۔ ایک جو بہت طاہر و صمیمی رسالہ ہے یہ ہے کہ توفیق کے لئے کہ دماغ سانس بچھڑ جائے جس جہت کو اس سے ہے جس پر تجھے نظر میں آئے اس لئے کہ یہ ایک (یہ ہے یہ توفیق) مستادہ امور ملکوتیہ کے لائق ہیں اور جو امر آخرت کے متعلق ہو وہ عالم ملکوت سے ہے تاہم امر متاہر و متکبر ہیں

افسوس آنیاسل صاحب نے ان باتوں میں غور نہیں کیا۔ ادب و وجود اس احترام کے کہ وجود جبریل و ملائکہ کسی دلیل کے سہادت سے محال نہیں۔ وجود جبریل علیہ السلام اور انکی اصلی موت سے آئے اور کلام خدا پہنچانے کے جو جو خیالی تاویل کر دی ہے۔

زیادہ تر افسوس اس لئے ہے کہ جن باتوں سے آپ اب انکاری ہو کر تاویل کر رہے ہیں انکو پہلے مان چکے ہیں اور اپنی پرانی کتاب تبیین الکلام میں ہمارے بیان کے مطابق انکی تفصیل کر چکے ہیں اس مقام میں ہم اصل کلام جناب نقل کرتے ہیں اور باظہار خصوصاً آنیاسل صاحب کے مؤیدین کو عبرت دلاتے ہیں۔ آپ اس کتاب کی جلد اول صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں ”وحی و چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتوں میں کھل جاوے اور یہ بات کسی طرح پر ہوتی ہے اول یہ کہ خدا سے اسکا پیغام سنا جاوے۔ دوسری یہ کہ خدا فرستہ اپنی صورت میں آوے اور خدا کا پیغام پہنچا دے تیسری یہ کہ فرشتہ خدا آدمی کی صورت بکراوے۔ اور خدا کا پیغام پہنچا دے چوتھی یہ کہ صرف بذریعہ آواز کے بغیر یہی مشاہدہ کے پیغام الہی پہنچے یا چچوین یہ کہ خدا کی طرف سے دلیں خدا کا پیغام ڈالا جاوے چوتھی یہ کہ خواب میں یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الہی معلوم ہو۔ ہم مسلمانوں کے مذہب کے بموجب



مطلق وحی کا نام صرت انبیاء پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ انبیاء کے سوا مقدس لوگوں پر بھی وحی آتی ہے مگر واسطے اس امر کے کہ انبیاء علیہم السلام اور اورد مقدس لوگوں کی وحی میں شبہ نہ پڑے بعد ازاں نام رکھے ہیں وحی کی پہلی چار قسموں کو جیبا نبیاء کے سوا اور لوگوں پر اترے تحدیث کہتے ہیں۔ اور پانچویں قسم کو الہام۔ اور چھٹی قسم کو شایات یا مکاشفات۔  
 دہر الہام و مکاشفات غیر انبیاء کا قرآن وحدیث سے ثبوت دیا ہے اسکے بعد صلا میں فرمایا ہے  
 مگر ہم مسلمان ان دونوں قسم کی وحیوں میں یعنی جو نبی پلوسے اور جو غیر نبی پراوے تمیز رکھنے کو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے اس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی نہ اس وحی میں نہ تعبیر میں نہ اس میں اور جو وحی انبیاء کے سوا اورد مقدس لوگوں کو ہوتی ہے اس میں سمجھ کی غلطی کا احتمال ہے خواہ باعتبار وحی سمجھنے اس واقعہ کے جو ہوا خواہ باعتبار تعبیر تفہیم میں نہ اس کے۔  
 علاوہ اسکے ایسی وحی جس سے شریعت کا کوئی نیا حکم پیدا ہو وہ نبی کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتی (یہ پہلا سابقین پر وحی کا بالسنے نازل ہونا بیان کیا ہے۔ پہر صفحہ ۳۱۰ پر بہت وحی آنحضرت فرمائی ہے)  
 مگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی ان میں بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا ہی مقصود تھا اسلئے ضرور ہوا کہ وہ وحی بلفظہ نازل ہوتا کہ اسکی ہی فصاحت انسان سے نہ بن سکے چنانچہ قرآن مجید صریحاً طبع بلفظہ نازل ہوا اور وہی لفظ بلفظ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پڑھ سنایا۔ اس سبب سے ہم مسلمانوں نے اپنی اصطلاح میں قرآن مجید کو ایک خاص معنوں میں سمجھا ہے یعنی وہ وحی جس کے لفظ خدا سے ہی ہوں۔ اور ایسی وحی کو ہم کہتے ہیں وحی مستلویہ کلام الہی اور اس وحی کو جو بطور مضمون القا ہوئی تھی کہتے ہیں وحی غیر مستلویہ  
 حدیث کے سبب خاص وہ کہ یہ ایک خاص اصطلاح قرار پائی ہے فقو کباللہ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام پر جو القا ہوا اور جو احکام اور ہدایت دین کی انہوں نے فرمائی یا سوائے قرآن مجید کے اور کچھ دین کے معاملہ میں ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلام الہی نہیں ہے۔

اس عبارت جناب کو باظرین اور آنرا ایل صاحب کے متقلدین انصاف سے دیکھیں کہ کسی کو بیان کی مصدق ہے اور آنرا ایل صاف کی طرف بظہر منظر نظر کریں کہ وہ پہلے کیا ہے اور اب کیا ہو گئے ہیں۔

اسکا سر و منشا یہ ہے کہ آپ کا وجود دعویٰ اجتہاد و ترک تقلید ہمیشہ سے متقلد ہے میں اور جو کچھ کہتے ہیں اپنے فہم و عقل کو اس میں دخل نہیں دیتے۔ بناءً علیہ جو کچھ نہیں لکھا گیا کہ اس کا ہے وہ بقلید اہل اسلام کی ہے اور جو اب تفسیر پر تیز ویر میں فرمایا ہے اس میں بقلید اہل اسلام کو اختیار کیا ہے جو باتیں آپ نے جو بڑیل اور اسکی صورت اور آواز اور کلام الہی کے باب میں فرمائی ہیں وہ سب کی سب فلاسفہ کی باتیں ہیں۔ دیکھو کتاب اشارات بوعلی میں جہاں اصل اسی جلد اشاعت السنہ کے نمبر ۱۷۱ میں لکھا ہے، منقول ہوا ہے اور سالہ قرآن شیخ الاسلام ابن تیمیہ جسکی عبارت اشاعت جلد ۱۷۱ نمبر ۱۷۱ میں منقول ہے۔

جو لوگ کتب اور علوم سے بے خبر ہیں وہ ان باتوں میں آنرا ایل صاحب کو مجبور و محقق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ سبحان اللہ یہ محدثان صاحب کیسی ناکیک باتیں اپنی طبعیت اور تحقیق سے

نچلائے ہیں

ثبوت قسم دوم چندان محتاج بیان نہیں ہے ہر قسم کا وجود اہل اسلام کے نزدیک تو مسلم ہے چنانچہ اشاعت نمبر ۱۷۱ جلد ۱۷۱ میں اسکی تفصیل موجود ہے اور آنرا ایل صاحب کو بھی اسے وجود سے اعتراف ہے چنانچہ اسی عبارت منقول بالا میں وہ اعتراف صریح ہے کہ ان اس قسم

کی حقیقت و کیفیت میں آپ کو اہل اسلام سے نزاع ہے۔ آپ اسکو اضرعی و داخلی کہتے ہیں اور اہل اسلام اسکو اضرعی و خارجی کہتے ہیں۔ اس نزاع میں جو عقلی فیصلہ ہے وہ شروع بیان حقیقت حسی میں ہو چکا ہے۔ اور اس میں آنرا ایل صاحب کا منشا غلطی کا ہے نہ قابل و فاعل میں تمیز و تفرق نہیں کیا بتایا گیا۔ اب اس میں شرعی فیصلہ کیا جاتا ہے اور بہارت قرآن آنرا ایل صاحب کے خیال کا ابطال لایا ہے و

قرآن میں جہان تک غور کیا جاتا ہے اس سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وحی الہام (مسموم دوم) ہو خواہ اول انہیں دماغی امر ہے جسکی غیبی خارج سے بنی اور ولی کے دل پر القا ہوتا ہے طبعی و داخلی نہیں جسکا صرف طبیعت کو صدور اور اسکی مصدر و مخرج (یعنی طبیعت) کا کمال حضور ہوتا ہے۔

اس پر بہت سے آیات قرآن شامہ ہیں۔ آرا سجدہ چند آیات سے اس مقام میں اشارہ لال کیا جاتا ہے جو تین مقامات (جنہیں دو برہمی یا یقینی نظری کی تعبیر پر موقوف ہو۔

پہلا مقدمہ طبعی اس طبیعت سے مادہ جدا نہیں ہوتی جینک کہ انکے مقابلہ میں کوئی قدر (مستقناط طبع کے برخلاف چلانیرالا یا عالق) مستقناط طبعی سے روکنے والا پیدا ہو ان امور کی تحقیق کے لئے صرف اقتضا طبع اور ارادہ کافی ہوتا ہے۔

ثانی شل مجہول کے لئے تیز نا امر طبعی ہے۔ تو جینک مجہول کو کوئی علت داخلی یا آفت خارجی تیز سے نہ روکے یہ تیز نا جب وہ چلبے اس سے جدا نہیں ہوتا۔

پس جو امر کسی سے باوجود ارتقاع و تفسر و عاقبت و تحقق ارادہ کے نہ ہو سکے وہ امر اسکا طبعی نہیں ہے یہ مقدمہ ایسا پدہ ہے کہ اسکی صحت و ثبوت میں کسی عاقل کو کلام نہیں ہے۔

دوسرا مقدمہ طبعی اسکا حصول کسب و اختیار ہی نہیں ہوتا۔ یعنی جو کسی کا طبعی امر ہوتا ہے وہ ایک دوسرے سے نہیں کیہتا اور اس کے یکے میں شقت و تکلیف نہیں اٹھاتا۔

ثانی شل مجہول کے لئے تیز نا پزند جانور دن کے لئے اٹھنا چوپایہ دو پایہ و دابکے لئے پاؤں پر چلنا سانپ کے لٹو پیٹ پر لہرانا بچہ کا ڈنگ مارنا اسو طبعی ہیں تو وہ انہیں یکے سے کہانے کے محتاج نہیں ہیں۔

پس جو امر کوئی یکے سے کہانیت حاصل کرے اور اس کے یکے میں ارادہ و شقت و تیز نا اٹھائے وہ اسکا طبعی امر نہیں ہے یہ مقدمہ ہی ایسا بدیہی جس میں نزاع کا اندیشہ نہیں ہے۔

+ اسی فرق کے ساتھ جگایاں ہماری اور مخالف کی کلام میں گزرا ہے۔

تیسرا مقدمہ طبعی امر کو غیبی میں کہا جاسکتا ہے یہ مقدمہ نظری ہے کہ چونکہ اس پر دلیل قطعی قائم ہے اسلئے یہ مقدمہ یقینی ہے وہ دلیل یہ ہے کہ طبعیت میں ذات ہے یا اسکی ایک ذات وصفت اور ذات اپنے آپ سے غائب نہیں اور نہ صفات ذات سے غائب ہیں اسی نظریے پر ذات و صفات کے علم کو حصولی کہا جاتا ہے۔

لہذا امر طبعی ہو یہی طبعیت سے سرزد ہوا کو غیبی یعنی غیب سے سرزد نہیں کہا جاسکتا۔ تمثیل پہلی کو تیسرا انسان کا بدن لہو ہے کاپانی میں ڈوب جانا پرند کا ہوا میں اڑنا طبعی امور میں تو انکو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ انور جیسی ہیں۔

پس جو امر کسی سے غائب ہو گا یا غیب سے حاصل ہو گا وہ اسکا طبعی امر نہ ہو گا۔ جب یہ مقدمات مہذب ہو چکے تو اب اصل استدلال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ قرآن کی بت سے آیات سے لمحا خاکسے سورق و محل صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت کو کوئی نہ کہ وحی الہام نہ ہوتا یا جو دیکھ آنحضرت کی طبعیت کا شوق و میلان بدرجہ کمال پایا جاتا اور شدت سے انتظار رہتا۔ اور بعض امور میں ظہر الہام نہیں ہوا۔ اور آنحضرت نے اس سے صاف انکار فرمایا ہے اور دونوں صورتوں میں قاسم و عاق طبعی کا وجود ثابت نہیں ہوا بلکہ قیاد اسکے اناد و بقا مناطج پایا گیا ہے۔ اس انقطاع و انعدام الہام سے بشہادت مقدمہ اولی صاف ثابت ہوتا ہے کہ الہام امر طبعی و داخلی نہیں ہے غیبی و خارجی ہے جسکا حصول غیبی و خارج ہے ہوتا ہے اگر وہ داخلی و طبعی ہوتا تو باوجود سلامتی و میلان طبعیت و وقوع اگر وہ غیبی انقطاع نہوتا۔ اس قسم کی آیتیں بہت ہیں انرا بخند چند آیات ذکر کر کے ختم ہیں۔

۱) سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے تیرا آسمان کی طرف منہ نہیں پھرتا ہم دیکھ رہے ہیں پر ہم تجھے نہ ہری پہرے کے بعد تیرا داخل چاہتا ہے پس (اب) منہ نہ کو کعب کی طرف پھرا لے۔

قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك  
قبلة ترضى فاول وجهك تسمي الحجد

الحرام۔ (بقدرہ ۱۶۲)

سجاری و مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے

عن الراء من عاذب لما قدم رسول الله  
صلى الله عليه وسلم المدينة صلى فحوليت  
للمقدس ستة اوسعة عتس وشكر  
كان يجب ان يعقبه الى الكعبة وانزل الله  
فانزى ثقل وجهك فوجهك نحو الكعبة وكان  
يجب ذلك على محمد بنيت (راجع ترمذی وغیرہ)  
وعنه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى الى  
بالمقدس ان كل ثقل قلبه في السماء  
وعلم الله من قلب نبينا انه يحوي الكعبة فصلا  
جابر بن جبريل رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبعه بصبر  
وهو يصعد بين السماء والارض ينظر ما  
ياكبه فاكمل الله هذا الآية - (سنن ابن ماجه)  
ثقل وجهك في السماء متطعاً الى الحي  
ومتوقاً للامر بالاستقبال الكعبة  
(جلاس وغیرہ)

(۳) سورہ کہف میں ارشاد ہے کسی چیز کی نسبت تو یہ کہہ کہ میں اس کو کل کروں گا۔ مجھ کو  
ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا  
ان يشاء الله واذكروا انك اذا نسيت  
سأله اهل مكة عن خبر اوصحاب الكهف  
فقال اخبركم غدا اولم يقل انشاء الله  
فانزل - (جلاسین)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچے تو سورہ بقرہ میں  
بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے مگر دل  
ہی چاہتے کہ کعبہ کی طرف پھرتے جا دیں۔  
ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت  
بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تو آسمان  
کی طرف بہت دیکھتے۔ اور خدا تعالیٰ نے  
آنحضرت کے دل ہی سے جان لیا کہ یہ  
کعبہ کو چاہتے ہیں۔ جب  
جبریل آسمان کی طرف سے تو ان حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے رہے اور  
حکم کے مستطرب رہے۔ اس پر یہ آیت نازل  
ہوئی۔

انہیں روایات کی بار بار تفسیر دن میں آٹھ  
کی طرف نظر کرنا یہ سبب بتایا ہے کہ ان  
کی طرف دیکھنا بشوق نزول وحی تھا۔

بکہ انشاء اللہ یہی کہے اگر یہ کہنا بھول جاؤ  
تو جب یاد آوے تب کہہ دے۔ اس آیت  
کی تفسیر میں مفسرین بیان کرتے ہیں کہ  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو گوننے  
اصحاب کہف کا حال وغیرہ مسائل پوچھے

قَالَ الْمَفْسُورُونَ اِنَّ الْقَوْمَ سَالُو النَّبِيَّ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَسْأَلِ الْمَثَلَةِ  
قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَجَبْتُكُمْ عَنْهَا عِنْدَا  
وَلَمْ يَقُلْ اِنْشَاءً اَللّٰهُ فَاَحْتَسِبُ الْوَجْهَ خَمْسَةً  
عَشْرَ يَوْمًا فِي رَوَايَةِ اَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ قُرِئَتْ  
هَذِهِ الْاَيَةُ . (تفسير كبريٰ ص ۱۷۷)

(۳) اور سورۃ مہرکم بن حیریل امین کی طرف سے فرمایا ہے ہم نہیں اترتے کہ خدا کے  
وہمانت نزل الایام و ربك له ما بين  
ایدینا وما خلفنا وما بين ذلك وما  
کاں ربك نسیا (مریم ۶۶)

عَنْ اَبِي عَاسِقٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لِجَبْرِئِيلَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُرَوِّدَنَا الْكُرْعَا تَرَوِّدُنَا  
وَدَلَّتْ (صحیح بخاری ص ۶۹)

وَعَدَدَانِ اسْتَحَقَّ مِنْ وَجْهِ آخِرَانِ قُرْبَتَا مَالِ  
عَنْ اَصْحَابِ الْكُفِّ فَمَكَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ خَمْسَةَ عَشْرَ يَوْمًا لِيَعْدُ فِي ذَٰلِكَ  
وَحَيًّا لِمَا دَلَّ جَدِيلُ قَالِ لَهُ اِبْرَاهِيمُ وَدَا  
وَعَنْ اَبِي حَاتِمٍ اَنْهَ تَكُنْتَ فِي لَمْعٍ جَابِلٍ  
اَرْبَعِينَ يَوْمًا حَتَّى تَقَامَ الْقِيَامُ (تفسیر کبريٰ ص ۱۷۷)  
اَنْ تَقْرُبَنَا نَعْلُتْ خَمْسَةَ عَشْرَ يَوْمًا اِلَى يَوْمِ الدِّينِ  
يَسْأَلُونَهُمْ بِسَ مَسْعَةٍ مِّنْ مَّوَدِّعَةٍ مِّنْ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم سے ایک ہے جو ہمارے آگے ہے اور  
جو ہمارے پیچھے اور جو اسکے صحیح میں ہے اور  
تیرا رب تجھ کو پہونے والا نہیں ہے۔

بخاری و ترمذی سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
کی یہ کہ آنحضرت نے جبریل امین سے کہا کہ تیرے ہر روز  
تشریف لکھیں اس زیادہ کیوں نہیں آئی اس پر حضرت  
نازل ہوئے انہیں کاتب سری و تائیدین ہی نہیں  
اصحاب کہف کی نسبت آنحضرت کا وعدہ کرنا یا  
ہو یا اور اس ایک مدت ابن ابی حاتم کہ روایت  
میں چالیس دن بیان ہوئی ان ہی روایات کے  
و تاویز سے تفسیر میں نے وہ بات کہی ہے جو  
سابقہ کے ذیل میں تفسیر کرتے نقل ہوئی۔  
اور اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبر میں کہا ہے  
کہ تیرے یہ ہر روز کی طرف پانچ آدمی کو بھیجا

تو آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ کل ہر دو گنا  
چوبیس گنی (نیز یہ چالیس دن تک وحی  
نذر ہی ہر یہ آیت نازل ہوئی۔)

وہل یجیدونہ فی کما ہم - فسالوا الصہاری  
وعوا انہم لا یعرفون وقالت الیہم عنہ  
فی کتابا رھذا ما ھو وقد سالنا ھم  
الیمامۃ عن خصائص ثلاث فلم یعرفوا سألوا  
عنہم فان احادکم غصلتین مہما فامتدوا  
فلسلوا عن غنیۃ اصحاب الکمف و عن ذی  
القرنین وعن الروح قال محمد و افاضوا  
عن ذلك فلم یدر کیف یجیب عنہم ان  
یحییہم بعد ذلك ولم یقل ان شاء اللہ فان  
الوحی عنہ اربعین یوماً وقل خمس عشر یوماً  
فتن علیہ متبذرا و قال المشرکون قد  
وبہ و قد لاہ فاول جبریل فقال الہ الی علی اللہ  
انک انی حتی ساطعی واستفت الیک قال انی  
استیق و کعب ماکون اذ بعثت نزلت حکایت  
احصیت فاول اللہ تعالیٰ ھذا الایات اول قولہ  
و قال فی الشیء انی فاعل طاف فہ الا ان یتا اللہ  
و سورۃ الضحیٰ (تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۱۰۰)

اور آنحضرت کی نسبت سوال کیا کہ تمہاری کتب میں  
کیا ذکر ہے کہ انہوں نے کفار سے پوچھا تو انہوں  
نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اور یہودیوں نے کہا  
اسکا ذکر ہماری کتابوں میں ہے اور یہ اسکے ظہور  
کا وقت ہوئے (ملک) یا مدکی رحمت سے شاید  
اس سے سید کذاب مراد ہو تو میں نیز ذیل سوال کیا  
تو اس نے انکو سنا تا کہ اس سے پوچھا اگر اس نے دو بار تیرے  
تو اس کی پیروی کر دیں انہوں نے تم سے کہا کہ اور انہوں نے  
اور روح کی مثال سے اس کی آنحضرت کو ان کو سنا جو  
معلوم ہوا اور جواب سے کہ وہ کہہ دیا اور میں نے اس کا  
کہہ دیا پس کہے (چالیس ٹینڈ) دن تک کبھی بند نہ  
اور اس سے آنحضرت کو بہت تکلیف پہنچی مگر میں  
کہے کہ گئے کہ محمد کو اسکے رب سے چھڑ دیا ہے اور  
اس سے وہ ناخوش ہو گیا ہے پس میری آئے  
اور یہ آیات ادایت سابق اور سورہ الضحیٰ لکے

اس آیت کو قسم اول دہی کا حاجی و غیر طبری ہونا ثابت ہو گیا ہے میری مل میں آنحضرت کی طبیعت  
و مکہ نبوت کا نام ہو تا جو کہ آیت اداس کے شان نزول میں بیان ہوا ہے ہرگز وقوع میں نہ آتا  
(۴) اور سورۃ برآۃ میں کعب و مرارہ ہلال کی نسبت لڑنا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں نزول فرما دے  
و علی التلاۃ الدین خلفوا حقاً و صاقت





یہ آیت اور اس کی تفسیر حدیث الہام کے خارجی و عیسٰی ہونے پر بہت واضح دلیل ہے اگر الہام  
آنحضرت کی اہلیت میں داخل ہوتا تو بجز وقوع واقعہ و منوح ضرورت کے اس سے حقیقت حال کو  
دریافت کیا جاتا ان بیچاروں کے تصفیہ میں اس قدر توقف ہوتا اور اس مدت دراز تک ان پر  
تشدد نہ کیا جاتا۔

اس سے بڑھ کر دلالت خیر و عبرت انگیز واقعہ انک ہر حسین خود ذات باہر کات سہ و رکات  
اور آپ کے اہلیت کو تیس دن تک بیخ و بصیت میں اتیلار ڈاڈ شمنوں اور نادان دوستوں نے  
ایکے حرم محترمہ کو بدکاری کی بہت لگا دی۔

اس سے آنحضرت کے دل میں ہی شہسوار جگہ لگی کی آنحضرت نے اپنے اہلیت سے ملامت و انہج  
دی۔ ان کے چوڑ دینے اور طلاق کے باب میں لوگوں سے صلاح لی یہاں تک کہ ایک عیسٰی کے  
بعد وحی نازل ہوئی جس نے اہلیت نبوی کی برات کی اور آنحضرت کو تسلی دی۔ اگر الہام آنحضرت  
کے ماتھے میں نہ ہوتا تو ایک مہینے تک آپ کو اور ان کے اہلیت کو یہ بیخ و پنہیا۔ جسدن بہت لگا  
گئی تھی ہسی دن الہام کی دور میں لگا کر اصل حال معلوم کیا جاتا و شمنوں اور نادان دوستوں  
کا سونہر بند ہو جاتا۔ یہ واقعہ قرآن مجید میں مجمل و حدیث میں مفصل مذکور ہے چنانچہ بیان  
اسکا ذیل میں مرقوم ہے۔

وہ (۱) سورۃ نور میں ارشاد ہے جو لوگ بختان باندہ لائے ہیں تم ہی میں سے ایک کرو  
اس الذی جاء بالامانک عصمة منکم  
لا یخسوه شیواکم بل ہو خیر لکم کل الامور  
منہم ما لکم من اللہ والذی ولی کبر  
منہم لعلہ یعظم الی قولہ و ذلک لعلہ  
صحیح بخاری میں اس اجمال کی تفصیل میں حدیث مروی ہے اس مقام میں ایک چند  
نصرت نقل کئے جاتے ہیں۔

عن عائشة رضي الله عنها فنهض من مكانه  
 وكان الذي تولى الافاك عبد الله بن ابي  
 بن سليل فقد ما للدينه واشتكت حسن  
 قدمت تنهل والداس يفضون في خول  
 اصحاب الافاك ولا اشعر شتي من ريك  
 وهو يردي في رجبى انى لا يعرف من رول  
 الله صلى الله عليه وسلم اللطيف الذي كست  
 ادى منه حين استبكتى انما يدخل على رول  
 الله صلى الله عليه وسلم فيسلم شريقول كيف  
 تيكم تشريف وخلق الذي يرديني ولا  
 اشعر الشري \* \* \* \* \* ودعا رسول الله معلم  
 على ان امطالك اسامة بن زيد حين تكت  
 الوحى يتامرها في فراق اهله \* \* \*  
 ودخل عليها رسول الله فسلم ثم جلس  
 ولم يجلس عدى مدقيل لى ما قيل قد  
 كست شجر لا يوحى اليه في شاكى قالت  
 فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين  
 تم قل اما بعد يا عاتية ودلعى عندك  
 كذا وكذا فان كست بريئة في ريك \* \* \*  
 وان كنت للعت بدنب فاستعمر الله و  
 توبى اليه \* \* \* \* \* قالت فوالله ما قام

حضرت عاتية صديقة فرمائی ہیں کہ مجھ پر  
 ہمت لگانے جو ہلاک ہوا سو ہوا وہ جو  
 کام کا مٹولی بنا تھا وہ عبد اللہ بن ابی ہنا  
 جب ہم مہینہ پہنچے تو میں تب ہی سے لک  
 جیسے تک بیمار ہی اور لوگ اس بہاں میں  
 ٹول کرتے رہو اور مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ مگر  
 مجھے اس سے بے چینی ہوئی کہ میں اس جگہ  
 میں آنحضرت کا وہ لطف لکھتی جو پہلی بار یوں  
 میں دیکھا کرتی۔ آنحضرت میرے پاس آئے  
 تو سلام کہتے اور صرف اتنا پوچھتے کہ تو کبھی  
 اس سے مجھے تر دہو تا اور اصل فارسیہ  
 خیال میں نہ آتا۔ جب میں اہل حال سے  
 واقف ہوئی اور مان باپ کے گھر گئی تو تمام  
 رات روتی رہی اسی اشامین آنحضرت نے  
 علی ابن ابی طالب اور اسامہ سے مجھے ملائی  
 دینے کی صلاح پوچھی اور میں دشب اور لکھ  
 ایسے رول کہ میری آنکھ میں فید نہ آئی اور  
 انسوؤں نے بس نہ کی اسی حال میں آنحضرت  
 تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے  
 اس سے پہلے جب مجھ پر ہمت ہوئی تھی کہ کسی  
 پاس بیٹھتے تھے اس میں جہنا پر غم ہے

# ضمیمہ اشاعت السنۃ

نمبر جلد ۲

## اشاعت مذہب اسلام

لایق توجہ علماء و مساء اسلام و گورنمنٹ کافہ اہام

قال اللہ تعالیٰ اعلمہ و یجمل التعمیم بالامور - وقال الامام ابو القاسم علی بن ابی حمزہ  
یعنی اللہ کے دیکر کرنا تمہارے اور وہ پہلوئے ڈالو - بہترین مسئلہ آہمیت جو اگر اللہ تعالیٰ کی  
جگہ سے صلح بہتر ہے اور اتفاق سے اتفاق افضل -

جگہ نا اتفاق کا ضرر اس صلح و اتفاق کا نفع نہ صرف مقابلین کو پہنچتا ہے بلکہ اسکا  
اثر اور اشخاص اور ملک پر بھی پڑتا ہے -

## تہیب

یہ وہ مضمون ہے جو بطور تمہید نمبر ۱ میں مرقوم ہوا اور اس کے حکام و ماسیس کا وعدہ ہوا  
کیا تھا اس وقت تو وہ ذکر سرسری تھا مگر بعد اسکا ضروری و اہم ہونا خیال میں سما گیا اور کچھ  
بہت گرم جوش سے زور دینا واجب نظر آیا - یہ مضمون جلد فرقہ و ملت اسلام اور ملک کے  
ستین غیبی ہے -

نامی قایمہ ۱۰۰۰ میں یہ ہے کہ اس مضمون کا نتیجہ و اثر مسلمانوں کا باہمی اتفاق و ملاپ ہے  
اور اتفاق اس ملک کے لئے اصل اصول ہے - جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے باہمی اختلاف  
کے سبب وارد آئیں جوتی ہیں اور عدالت میں ان کے مقدمات دائر نہ ہوتے ہیں چنانچہ اثر

سرکار پر بھی پڑتا ہے کہ قبل از وقوع ان واردات کے سرکار کو نگرانی کی تکلیف ہوتی ہے۔  
بعد از وقوع تحقیقات کے تکلیف پڑتی ہے اور انکا اثر ملک پر بھی پڑتا ہے کہ لوگ جبراً اور قید  
سے سزا پایا ہوتے ہیں جس سے انکی باہمی عداوت میں روز افزون ہوتی ہیں اور وہ آئندہ متدین  
اور واردات کے تاہیم ہونیکے باعث ہوتی ہیں۔ اور ان تکالیف کا مجمع نصف مسلمان تخاصمین  
ہوتے ہیں بلکہ سوائے اور مذاہب کے لوگ کوئی شہادت میں کوئی کفالت میں کوئی حاکمیت میں کوئی تحقیقات  
میں ان میں شامل ہو چکا ہیں یہ سب کی سب حدود و جو باونگی اور ملک میں پورا امن ہو گا۔  
مذہبی فائدہ دیکھا اثر جلد فرقہ و اسلام کو پہنچا سکے گا، امین یہ ہے کہ جو اس مضمون سے اہل اسلام  
باہمی اتحاد و ملاپ مقصود ٹھہرا لیا گیا ہے اس سے اسلام کی اشاعت مقصود ہے اور مسلمانوں کی وقت  
حضرت و قومی ترقی متیقن ہے۔

مگر یہ سمجھنا ہے کہ سب فرقہ و اسلام کے جلد باز و اصول و اخلاق اسلام پر مطلع نہیں ہیں یا کہ ایک  
اس مضمون کے مستحق ہونگے اور اسکو بجائے مفید سمجھنے کے مضر سمجھیں گے۔  
رحمی مسلمان جنکو ان کے مخالف بدعتی کہتے ہیں اس مضمون کی نسبت یہ خیال کریں گے کہ یہ مضمون  
ہماری قدیمی رسوم و عادات پر شادیوں کی رسموں کی بیخ کنی کے لئے تجویز ہوا ہے۔ ان کے  
مقابلین جگادہ و مابلی نام رکھتے ہیں اسکی نسبت یہ خیال کریں گے کہ یہ مضمون ان رسوم و عادات

† وجہ وارداتیں پہلے نوشیدہ دینیوں میں ہو کر تھیں لاہور و عمر و معظمہ میں ہمیشہ عشر محرم پر  
کوئی نہ کوئی واردات ہوتی تھی اور واردات کا تسمیہ اکثر لوگوں کو معلوم ہے۔ تاہا ایک امت سے  
اس قسم کی واردات و مقدمات اہلسنت کے دو فرقوں میں جن میں ایک فرقہ لوگوں کے مقابل آتی  
کہتے ہیں اور وہ اُس کو بدعتی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جو دوسری ہیں کہ یہ حنیفاً دینی لاہور کا عقیدہ ہے  
ناظرین کو یاد ہو گا اسکے بعد اتر میں مقدمہ حراق قرآن مسلمانہ قائم ہوا ہے اور یہاں میں خودداری کا مقدمہ  
ہوا جس میں ایک فرقہ پر راء۔ پڑا ہے کہ شاہانہ ایک مجلس مقدمہ کے وقت میں ہوا جسکی تقدیر اس مضمون کے اثر  
آتی ہے کہ ایک مقدمہ میرزا میرزا کے نظائر مقدموں کے جہاں میں یہیت میں کوئی اثر نہ تھا تاہا تقدیر میں کوئی اثر نہ تھا

جانبیہ کو از سر نو رواج دینے اور تازہ کر نیکی لئے سوچا گیا ہے۔ حقیقی کہینے کے اس سے رفع یدین  
 و آمین بالجہر وغیرہ امور مخالف مذہب حقیقی کا رواج دینا مد نظر ہے مثلاً یعنی یا اہلحدیث جن کو حفظ  
 غیر مقلد تعبیر کیا جاتا ہے یہ گمان کر نیکی کہ اس مضمون سے منن نبویہ (جس کو ہم نے سالہا سال  
 میں بڑی جہد جد سے مباحثات و تعینات کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے) کو منسحل کرنا اور از  
 سر نو مسائل حقیقی کا مذہب رواج دینا مطمح نظر ہے شیعہ کہیں گے کہ چونکہ اس مضمون کا مجموعہ سنی  
 ہے اور جو بنا بر اس مضمون کے کیسیاں اشاعت اسلام قائم ہو چکی انہیں صبر بھی اکثر سنی ہوں گے  
 اسلئے اس مضمون کے مقصود شیعوں کا سنی بنانا ہے۔ ان کے مقابل سنی کہیں گے چونکہ اس مضمون  
 میں شیعہ وغیرہ اہل بدعت (زیر علم ہست) کا ساتھ ملانا ہی استوجیز ہوا ہے۔ اسلئے اس مضمون کا اصل  
 مطلب سنیوں کو شیعہ بنانا ہے اور مذہب اہل سنت و بدعت کو رلاما دینا۔

ولیکن اگر ہم ایک فریق فرقہ کے مذکورہ سے تہذیبی دیکر لئے فہم و انصاف باریک بینی و عاقبت  
 اندیشی کو کام میں لادے اور اس مضمون کے مقاصد و اغراض کو غور سے ملاحظہ فرمادے تو متحمل خیالات  
 مذکورہ کسی خیال کو اس مضمون کی طرف راہ نہ دے۔ یہ مضمون اور جو اس سے استخاد کل فرقہ ہوا  
 اسلام مد نظر ہے کسی اسلامی فرقہ کے حق میں مضر نہیں اور جو مضر ترین ان مختلف فرقوں کے  
 خیال میں گذرتے ہیں یا گذر نیکی وہ اس مضمون کا نتیجہ نہیں۔

اس مضمون کے خلافیات جزئیہ کسی فرقہ اسلام کا ابطال یا اثبات مد نظر نہیں اور جو حسب منشا اس مضمون  
 کے انجمن اشاعت اسلام قائم ہوگی اسکو ہی خلافیات فرقہ کے مختلف اسلام سے بحث نہ ہوگی  
 اس انجمن کا نہ یہ فرض ہوگا کہ کسی بدعت کا ابطال کرے اور نہ یہ فرض کرے اسکا اثبات کرے۔ نہ اسکو  
 رفع یدین و آمین بالجہر کے اثبات سے تعرض ہوگا نہ اسکی نفی سے نہ اسکو استحقاق خلافت یا امامت  
 اہلبیت سے بحث ہوگی نہ استحقاق خلافت خلفائے راشدین سے اس انجمن کا فرض صرف اتفاقی  
 اصول اسلام کا قائم کرنا ہوگا اختلافی امور کی نفی یا اثبات سے اسکو کچھ سروکار نہ ہوگا۔  
 بہ نسبت کو تہیدی سببیں اس مضمون کا مفید مذہب و ملک ہونا بھلا بیان ہو رہا ہے اب اصل

مطلب کے طرف رجوع کیا جاتا ہے جن میں اس نواہد کی تفصیل ہے :

## اصل مطلب

اسلام بہت متنزل اور نازک حالت کو پہنچ گیا ہے جس کو لئے بہت سے اسباب ہیں مگر ازراہ جملہ بڑا بیماری  
سبب اہل اسلام کا آئینہ مختلف ہو جو حد اعتدال سے متجاوز ہو کر افراط کو پہنچ گیا ہے اس میں شک  
نہیں کہ اہل اسلام کے مختلف فرقے بہت مسائل میں باہم مختلف ہیں اور ان مسائل میں ہر ایک  
فرقے کے نزدیک حق وہی ہے جس کو وہ فرقہ حق سمجھتا ہے اور اس کو یہ امر لازم ہے کہ اس مسئلہ  
وہ اپنے مخالفین کو خطا پر سمجھیں اور اس خطا کی نظر سے ان کو کراہت کی نظر سے دیکھیں۔ مگر اس  
شک نہیں کہ بعض مسائل میں ان سب کا اتفاق ہی ہے جن میں ہر ایک فرقہ کے نزدیک فرقہ تالی  
ہی حق پر ہے اور اس حق کی نظر سے اس کو اس کی طرف چشم محبت و استحاد سے دیکھنا ضروری ہے۔  
خطا مسائل خلافیہ ایسے قوی الاترہ پر زور و عظیم الشان نہیں ہے کہ اسکے مقابلہ میں حق مسائل اتنا  
مفصل و بیکار و ساقط الاعتبار ہو جائے اور حق مسائل اتنا ضعیف الاترہ و ردی نہیں کہ خطا مسائل  
خلافیہ کے سامنے اس کا لحاظ نہ کیا جاوے کہ مسائل خلافیہ کو اصول و احکامات ایمان و غیر ایمان  
جہاد سے اور مسائل اتنا ضعیف کو اسکے قواعد اور فروعات سے سہا کر کیا جاوے۔ مسئلہ خلافت شیخین یا اہل بیت  
اصول سے ہو اور مسئلہ تجدید و نبوت و معاد اسکے فروع۔ مسئلہ آئین بالجہر یا بالانفراد اصول ایمان سے  
ہو اور ایمان یا تہداسکی فرع۔ مگر اس کا کوئی فرقہ فرمایا اسلام سے قائل نہیں۔  
پھر عجیب ہے کہ آئین کے بڑاؤ میں فروعات کو اصل پر کیوں ترجیح دیا جاتا ہے اور لازم اختلاف کو لازم  
اتفاق سے کیوں مقدم کیا جاتا ہے۔

شدیدہ سنی کو کیوں اس نظر سے کہ وہ بعد حضرت رسالت کے امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو  
مستحق خلافت نہیں جانتا بغض و کراہت سے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو معبود اور  
انحضرت کو رسول جانتا ہے جس سے میں دیکھا گیا اسکے نزدیک خدا و رسول کا نام امیر المومنین کے



دستر اور آخرت میں عذاب جہنم کا خوف ہوتا ہے، کہ اگر کتاب سے سخت مدد و نصرت حاصل ہو جائے گی۔  
 ہے۔ اس نظر سے کہ وہ خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہو اور اس میں اہل محرمات و منکرات اتفاق  
 سے اجتناب کر لے، محبت کو نہیں دیکھتا ہے کیا اس کے نزدیک خدا و رسول پر ایمان اور نماز کی اتنی  
 ارکان آمین ہے کہ نہ اور رفع یدین ترک کرنے کے مقابل میں کچھ چیز نہیں ہے کہ وہ بمقابلہ اس کے  
 انکو ہرچہ سمجھتا ہے اور انکا کچھ لحاظ نہیں کرتا۔

اس تعجب پر تعجب یہ ہے کہ ہر ایک فریق اس طرح کے تہمید و تخریب کے ساتھ ہر ایک کا اہم و بغض  
 فریق مقابل میں اس حد اعتدال پر نہیں ہے جو ان مولفوں کے مسائل کے مقابل ہے بلکہ اس حد  
 افراط کو پہنچ گیا ہے۔ حد اعتدال اس باب میں یہ ہے کہ میں اسکو منجملہ اعتقادات یا اعمال و غیر  
 مقابل کے کوئی بدعت یا مکروہ سمجھوں اس کے مرکب یا معتقد سے ایسی ہی کراہت و بغض کہ جسے کہ اپنے  
 فسیق کے مرکب بدعت یا کراہت سمجھتا ہے۔ گویا ان میں افراط و تفریط ہے کہ اپنے فروع کے فوائد  
 محرمات و قطعی معاصات کے مرکب میں ہر دور میں تغیر نہیں آتا۔ اور مقابل کے ارتکاب کردہ پر سر  
 پاؤں تک لرزہ شروع ہو جاتا ہے اور خونِ دل جوش میں آتا ہے۔ اور سچی توبہ نہانی اور ستر فلان  
 چڑھنے پر تو کھینچتی کہ جس کے مذہب میں یہ اتفاقی بدعتیں ہیں جوش میں آتا۔ مگر شیعہ کے  
 تفریط بنانے پر کہ گویا ایسا آقا ہے کہ اس پر جان دینے کو حاضر ہو جاتا ہے۔ محرم کے عشر میں  
 اہمیت کے مصائب بدعتوں شتیران بجائے اور مشرکوں کو لگ میں گانے پر جو یقیناً محسن  
 مذہب شیعہ کے نزدیک بدعت میں شیعہ کو جوش میں آتا۔ مگر اگر سنی مسلمان ڈھول بجائے یا سر ہرنگ  
 تو وہ اسکو نزدیک یا بہانی سمجھ کر اسکو قتل پر مستعد ہو جاتا ہے۔

کوئی احمق مسلمان غارتہ نہیں ہے روزہ نہ رکھے ڈاڑھی نہ اڑے منہ اڑے موچہ میں چڑھاوے محرمات  
 اتفاقی ہمارے کتاب کرے اسپر کسی حقیقی یا سنی کو اس جوش میں نہ آتا جیسے اس مسلمان عامل بالحدیث  
 نہ جوش آتا ہے جو نماز میں بلند آواز سے آمین کہتا ہے یا رفع یدین کرتا ہے ان لوگوں کا یہ بقولہ ہے  
 کہ رفع یدین و آمین بالجہر والی نماز سے نماز پر ٹھنڈا ہوتا ہے کوئی و کالی کہلا کر جو بدعت ہے



کرے میل میں جاوے تاکہ اوپر پہنچے ہر اور میں کی تباہی مٹی کے رسوں میں شریک ہو جاوے ہر  
 کسی کو ہی نماز پڑھے تو اس میں رفع یدین کو ملے ہر ایک کٹر موحدین کو پیش نہیں آتا جیسا کہ اس منفی غلطی  
 پر جس آئہ ہے جو نماز میں رفع یدین نہیں کرنا۔ خواہ وہ کیسا ہی اور طاعات و عبادات کا کثرت و متقی ہو۔  
 ان لوگوں میں بعض متشددین کا مقولہ ہے کہ جس نماز میں رفع یدین نہیں وہ نماز ہی کیا ہے بعض  
 لوگوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ جو شخص رفع یدین نہ کرے وہ کافر ہے اسی خیال سے اکثر عوام موحدین  
 جو علوم دین کے محض واقف ہیں ان میں پڑھ پڑھائے مجتہد بن بیٹے یہ فتوے دیتے ہیں کہ حنفیوں  
 کے سچے نماز درست نہیں ہے۔

پھر یہاں فرما اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ مختلف فرقہ، اسلام کو آپس میں بدعت یا مکروہات پر مش  
 جو مخالفین مذہب اسلام کے کفر و کفریات پر نہیں ہے۔ اسلام چھوڑ کر کوئی عیسائی ہو جائے تو اس سے  
 اس قدر لوگوں کو انقلاب نہیں ہوتا جقدر کہ شی کے شیعی۔ احمدی مسلمان کے موحدا و موحدا کے  
 کسی ہو جانے پر اس کے مقابل کو ہوتا ہے بعض اشخاص جو عیسائی یا مذہب ہندو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے ہیں  
 موحدین میں داخل ہو گئے ہیں ان کے حقیقہ متعصبین یہ کہتے ہیں کہ یہ کھال نے ٹھکر کھوٹ میں گر پڑے  
 ہیں۔ واپس ہوئی تو یہی بہتر تھا کہ یہ ہند ہی رہتے۔ ایسا ہی دوسری جانب کا خیال مقابل ہے  
 بعض لوگ جو عیسائی یا ہندو مذہب چھوڑ کر کسی مسلمان ہو گئے ہیں ان کی نسبت وہ واپس متشدد خیال کرتے  
 ہیں کہ یہ دے دے بن جیسے پہلے تھے۔

پھر اس کراہت و انحراف کا محل ظہور نہ صرف دل یا زبان فریقین متقابلین ہوتا ہے کہ اسکا  
 اثر ان ہی دو فریق میں محدود ہے بلکہ ظہور اسکا بذریعہ تحریرات و تصنیفات ہوتا ہے جسکا اثر تمام عالم  
 میں پھیلتا اور اسکا ضرر اصل اسلام کو پہنچتا ہے وہ تصنیفات اس ہندوستانی و تاشیگی و تصنیفات  
 سے ہوتے ہیں کہ ان میں اصل مسئلہ اعتدالی تو کہیں کا کہیں بیجا تھا ہے۔ ہر ایک اپنے مقابل کی توہین  
 و تفضیح عیب شمار می و دل ازادی کے سچے پر جاتا ہے۔ ہر ایک کے حال پر وہ بات پر عداوت  
 آ رہی ہے جو مشہور ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میان تمہارے آزاد گھنے سے میرے جبین نماز

کر دہ ہو تی ہے اس نے ایک مقابلہ میں کہا کہ جاؤ میان تمہارے باوا جی کے نخلج میں جو بیٹے چاہل  
 کچھ تو انہیں کر لگا ہاں برابر تھا۔ پھر اس عیشیاری میں کچھ بڑے ہیں کہ اصل اسلام پر چوٹ کر نیسے نہیں  
 جو کتے اور اس تمہور بات کو کہ کسی نے پرانی بیگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالی تھی ایسے اور صادق  
 کو کہاتے ہیں شیعہ سنہون کو کہتا ہے کہ یہ قرآن جو تمہارے ہاتھ میں ہے یہ یاض عثمانی ہے جس میں فلاں  
 فلاں آیت آجوں کہ خود ملاوی ہے اور فلاں فلاں آیت خالدی ہے اور اس پر چند روایات رطب یا یسین  
 کا حوالہ دیتا ہے۔ سنی شیعہ کو یہی بات کہتا ہے اور اس کی تائید شہادتیں چند روایات اہل تشیع کو جن سے  
 انکا قرآن میں تبدلہ تصدیق ہو تا ہو پس کتاب ہے اسی روش پر سنہون کے دونوں میں ایک دوسرے  
 کی عیب شناری کو کہتا ہے۔

ایک حنفی امرواوی صاحب بات ایک جامع کے مقابلہ اہمیت ایک سالہ میں کہتے ہیں کہ تمہاری  
 صحیح بخاری میں سائنت ازہج برخلاف منع فطرت کا جو ایکجا ہر اسکے جواب میں ایک موحّد مباح  
 لکھتے ہیں کہ یہ تمہارے ہی زہر کی مانند ہے اور اسکے ساتھ دس میں اور نظائر بھی پیش کرتے ہیں جنکے  
 انہار و بیان کچھ ضرورت نہیں ہے۔

انکی آپس میں خایہ منگی عیشیاری مونی الغیر نہر ہا سلام کا کام نکلتا ہے وہ تقریب کے اصرافات  
 و تفضیحات کو کہی کر کے اصل اسلام میں اعتراض قائم کرتے ہیں اور جاہل مسلمانوں کو اور ان کو گنہگار  
 جو مسلمان ہو جا چاہتے ہیں یہ سچا کہ اگر اسلام ایسے ہی سائل کا مجموعہ ہو بکھاتے اور اسلام سے ہٹا  
 ہیں تصانیف پادریان اونشتی اندن میں جو اسلام پر نکتہ چینیاں و اعتراضات سندج میں د  
 ان ہی حضرات کی تصانیف و ملقط ہیں اور ان اعتراضات کا مادہ و مخزن ہی تصانیف ہیں۔

ان کی اس کارروائی کا یہ نتیجہ تو باریب نکلتا ہے کہ بصورت نفع و غلبہ تحریر یا تقریر اہل  
 تشیع کے شیعہ پانچ کے دس ہو جاتے ہیں اور بصورت غلبہ اہل سنت سنی دس کے بیس اور بصورت غلبہ اہل  
 موحّد یا غیر متذہب کے چار ہو جاتے ہیں اور بصورت غلبہ سنی مسلمانوں یا متعلقین کے متعلقہ ہر کسی  
 چار کے آٹھ مگر ایہ نہر کثرت جزئی کثرت کلی اسلام میں نقصان ہوتا ہے۔ یعنی اہل اسلام بہت گہلا

جائے۔ اگر یہ تین اختلاف کو اس حد تک نہ پہنچائے اور اسکا انحصار اس طرز پر نہ کرتے اور ہر اتحاد  
اصلی سبب اتفاقیہ میل جول رکھتے اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کے اشاعت پر مکرماندیت اور سبب  
باجہیب شہادی کے اصل اسلام کی خوبیاں ظاہر کرتے تو سبب پانچ شیعوں اور پانچ سات مسلمان  
اور اس میں سیون اور آئندہ دس دوا بیوں کے بزرگان بلکہ لاکھوں خلائق کو داخل اسلام کرتے لاکھوں ستر  
یتیمیتائی و تبریہ وغیرہ اسلام کی خوبیاں (جو مسلمانوں کے باہمی اختلاف میں مصروف ہونے والے  
بیان کے لئے نوافذ نہ ہو سکی سبب یہ حجاب میں) دیکھ کر خود بخود مسلمان ہو جائے۔ اسلام وہ نیا اور بیدار اور  
عقل و فطرت کو موافق مذہب ہے کہ جو مشاہدہ اور اس محبوب مجسم کے لاکھوں خلائق کا باجمہر واکبر۔ اس میں داخل  
مستحق ہے۔ وہ کہو عیسائی مذہب باوجودیکہ سلطنت اسکی ہوئی ہے اور قوم اسکی تافہد میں متفق ہو کر  
جانی مال سے بے سند سرگرم ہے، ایسے ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال  
پہلی حالت میں سال ہر سال داخل ہوتے ہیں۔ اس سے ہمارے یہاں مسلمان باندہ کر سکتے ہیں  
کہ اگر یہ اسلام کی اصلی حالت کو درست کریں بعد اسکی تافہد میں مسلمانوں کا سابق کریں اور اس اتفاق کے ذریعہ  
سوا اسکی خوبیاں ظاہر کریں تو یہ کہیں کہیں قدر اسلام میں کثرت ہوتی ہو یا زیادہ کثرت کلی زیادہ ہوتی ہے یا کثرت  
جزئی جو آپس کی عداوت کی کرنے اور ایک کی دوسرے پر فتح پانیشے حاصل ہے۔

یقیناً اہل انصاف داد دیکھ کر اور انصاف کو اقرار کر لینگے کہ بیشک اس حالت اختلاف کی نسبت اس اتفاق  
میں اسلام کی کثرت متصور ہے ہمارے یہ کثرت جزئی کثرت کلی اسلام میں خلل انداز ہے۔

دیکھو تو اس اختلاف اور اس اختلاف میں افراط اور اس افراط کے بری طرح سے انکار میں اسلام کا نہ  
و نقصان اب ضرر اہل اسلام جو اپنے دنیا و معاشرت کو اس سے بچ رہے ہیں کیا جاتا ہے۔

اس اختلاف اور اس کے نتائج و فہم نے مسلمانوں کو تبلیغ کر رکھا ہے کہ جہانگ بن پڑے ایک فرقہ و  
فرقہ اسلامی کا قلع و قمع کو اس قدر قہر ہو سکے کہ تہہ سونیاں سے مالے ال سے ایذا رسانی کرے۔  
پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپس میں خود بخود اپنا قہم کھاتے ہوئے اپنے لئے مقتدا عدالت میں حاکم ہر سال ہر سال ہر سال  
یا جہانگ کو انکام لگا کر جاتے ہیں اور اس شغل میں مصروف رہتے ہیں یہ دنیاوی و کمال سے بھی بچا ہوا

حسینؑ کی آبرو مال و حسن معاشرت برباد ہو کر جاتے ہیں اور یہ حکام وقت کی نظر وین میں ذلیل و خوار  
 و مفسد خیال کئے جاتے ہیں اور عایا فیہ ریب و الوں کے خیال میں ہی متعصب و فساد سی سمجھ جاتے ہیں۔  
 ان اوقات کی تمثیلات و جزئیات بہت ہیں کہ ان کے بعد بغیر اوقات کا محمل ذکر رہا بقا ہو چکا ہو مقام  
 ایک واقعہ تفصیل بیان کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانان اس سحریت کی کین اور اب ہی اس قسم کے اختلاف  
 سر باز آویں۔ آرہ مناع شاد آباد میں آئیں بالچراہدہ رقعہ دین پر تھانہ ہوا جبکہ مقدمہ عدالتیں پہنچا  
 ہنوز وہاں سے پہنچنے سے پہلے کہ ایک جنگی مولوی لودھیانہ سے وہاں تشریف فرما ہوا اس نے وہاں جا کر  
 فتویٰ دیا کہ یہ لوگ مین کہنے والے استرک و کافر و مرتد ہیں یا کما مسجد کے مخالفینا حکم آپہ و ماسکان  
 للشرکین ان یعمروا مسجد اللہ لازم ہے۔ اور اس باب میں ایک رسالہ بھی لکھا جسکا نام نظام  
 المساجد باخراج اہل الفتن و المنافسہ رکھا۔ اور اسکو عظیم آباد میں طبع کر کے شہر فرمایا۔ اس میں یہ بھی درج کیا  
 کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فتر اکرتے ہیں اور انحضرت پر ان فتر اکرمیو الامرتہ بہ حکام اہل اسلام  
 کو لازم ہے کہ اسکو قتل کر دے اور اگر وہ لاعلمی کے غلط سے توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول نہ کریں اور علماء  
 اور مفتیان وقت پلانہم ہے کہ مجرم و مسیح جو کسی امر کے اسکے کفر و ارتداد کے فتوے دینے میں تردد  
 نہ کریں ورنہ ضرر و مرتدین میں یہ بھی داخل ہونگے یہ بعدینا کے الفاظ میں جو زیر خط میں۔ اس فتح کو  
 و رسالے اس دیار کے دونوں فرقہ مسلمانوں میں ایسا استعمال و جوش پیدا کیا کہ تمام تاریخ و معاش  
 حال کو ان کے تریکے ایک گائون میں آئیں کے سبب سخت فوجباری ہوئی اور اسپسین خوب لالچا چلی اور  
 عیاری ہوئی کی فوج پہنچی۔ حکام وقت متشدد و زور و جباری کیا اور چند اشخاص کو گرفتار کر لیا۔ اسی اثناء میں  
 ایک طریق نے دوسرے طریق کی نسبت حکام کو یہ خبر دی کہ ان لوگوں کا سخت بلوی کر مکارا و دہ ہے  
 امیر صاحب کلکٹر صلح نے کپ دانا پور میں اس مضمود کا آرویا یا دینا چاہا کہ وہاں سے ایک ہزار گوری مسلح  
 اور دوسرے توبہ جلد رواہ ہوں ڈپٹی کمشنر نے صاحب کلکٹر کو سمجھایا کہ یہ بعض غلط خبر ہے جو یہی  
 حقائق سے دھجی ہے جو ٹنگائی کی کچھ ضرورت نہیں ہے یہاں ایسا بلو کر نوالا کوئی نہیں ہے بسیر  
 کچھ یہ ملوئی بہائی اند مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی بعد تحقیقات سات اشخاص کو قید کا حکم ہوا اور

مدد و پیروی فریقین کا دیکھنا وغیرہ مصارف میں صرف ہوا اور ہر قدر محکمہ میں ہے دیکھئے  
اسکا انجام کیا ہوتا ہے۔

اس قسم کی سزا میں ردائیوں کو پچھنیں خواہ بدعتیوں کو سنیں کو خواہ شیعوں کو اگرچہ ان حضرات میں سے ہر ایک کے  
نزدیک مخالفین اسلام کو پچھتی ہیں مگر نفس الامری حقیقت میں ہر حکام اور عام لوگوں کی نظر میں ان  
سزاؤں کے مورد مسلمان ہی ہیں اور ہر حال مسلمانوں کے مال و عابدین و عیال میں منافع ہوتی ہیں۔  
الحاصل اس خلاف باافراطی اہل اسلام کے دنیا و دین کو تباہ و برباد کر دیا اور یہ اختلاف منزل  
و صفت کی اتوری بسبابہ ہے۔

### نتیجہ

اس بیان سبب متزل اسلام سے نہ یہ مقصود ہے کہ شیعہ سنی و دہلی بدعتی متذکرہ غیر متعلقہ حلال اعمال و اعتقادات  
میں ایک ہو جائیں بلکہ کسی مسئلہ میں امتیں اختلاف نہ کریں اور نہ یہ مطلب ہے کہ اگر اختلاف رکھیں تو اسکا اظہار  
نکریں اور ایک دوسرے کے مقابلہ کوئی رسالہ یا تحریر نہ نکالیں بھانٹک چاہیں ہر اختلاف کو دست و دین  
اور اسکا اظہار بھی طرح کریں اس سے بہتر عرض نہیں ہے۔

بلکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ اس اختلاف کو حد اعتدال سے نہ نکالیں اور اسکا اظہار بھی اس کے انسانی  
و تائیدگی سے کریں جسکی تفصیل ہم کہہ چکے ہیں ہر اختلاف اس اتفاق کی طرف بھی توجہ کریں  
جو اصول ایمان و احکام اسلام میں رکھتے ہیں جیسے بغض و بد پر عمل کرتے ہیں جب بد پر ہی عمل کریں اور اتفاق  
و جب تبد کی نظر سے اہم اتحاد پیدا کریں اور جہانگیر اس اتفاق اصول کا مقتضا ہے ہا ہم شیعہ و شکر و جہان  
اور اس اتحاد اختلاف کے ذریعہ سے سب غمٹے ملکر ایک انجمن اشاعت اسلام قائم کریں جسکے تحت بہت کمین  
ہوں جو کہ اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی ترقی و رفعت کے وسائل و چوچین اور اس جہوری توجہ کے  
ساتھ اسلام کو دست و دین اور عیسائی مذہب کے علماء و کی مانند گاؤں اور بیٹوں اور جنگلیوں اور پٹاروں میں  
اسلام پہنچا دیں **اللہ اکبر اللہ اکبر** رسول اللہ کی مسادہ جنگلیوں اور پٹاروں کو سادہ و سادہ جو کہ  
اسلام کے مناسب بیان کرتے ہیں انکا نہایت تہذیب و تائیدگی حکمت و موعظت کو سمجھا کہ قرآن میں ارشاد ہے



(۴) اہل انجمن اعلیٰ کا مسبر (یعنی مکن) وہ جو حکم سے کم کر دیا ہو یا ہوا دے لہذا انجمن کو سخت کے  
ممبروں کا عام ماہوار قرضے دو چاند لیا جاتا یعنی فی روپیہ ادو آٹہ ماہوار ۔

(۵) عام ماہواری چندہ فی روپیہ ایک پیسے کے حساب لیا جاتا اور اگر کوئی ایسے کم ہوتے تو اس کے لینے  
سے ہی بانٹا رہے ہو ۔

(۶) اہل انجمن کل اہل اسلام کی ایک جو بھی کا مقام لاہور یا انڈیا کی شہر سب جو زیار کون بہن ہوا اس کے حالت  
بہت سی تائیں ہوں جو غالباً ہر شہر و قریہ میں قائم کی جاوےں ۔

(۷) مسبر اہل انجمن اعلیٰ کے اختیارات توبہ و تصرف و تجاوز و تاجیل شہادت اہل انجمن اور سب انجمن کی تحت پر محیط  
ہوں اور مسبر اہل انجمن کی تحت کے اختیارات جب مغربی انجمن اہل اہل انجمن سے مخصوص ہیں جیسے وہ مسبروں  
(۸) اہل انجمن کے کابدائی متعلق اشاعت اسلام جو انجمن کی قیادت میں ہے صورتاً ذیل سے ہوا اور کابدائی  
متعلق مسبروں کو دینا وہی جب شور و اہل شور ہی وقت قوت ۔

### صورتھائے اشاعت اسلام

الف اشاعت اصول اسلام و اہمات ایمان کے لئے جا بجا منادی کر نیلے مقرر ہوں جو عام کمال کو چلے  
جنگلن پادشاه میں سائل اتفاقی اسلام کی منادی کرین خصوصاً ان مواضع میں جہاں اب تک  
کلمہ لا اسلام نہیں پہنچا یا رہے نام نہی ہے تو اس کا کچھ اثر نہیں ہو ۔ وہاں جو مسلمان کہلاتے  
ہیں وہ ہنوز بت پرستی نہیں چھوڑے اور کلمہ لا اسلام حلال معرام سے بھی واقف نہیں ہوئے ۔  
چنانچہ شریاری لکھنؤ میں جہاں اب تک انجمن نہیں کی یا سستہ انداز میں غیر مبادی انجمن میں نہیں  
مال ہے ۔ ان چناری کر نیو الون کے لئے ایسے مواقع تلاش کیے جائیں جو سب اہل اسلام میں مقبول

تھا مطلقاً کہ متبع اور دنیا مورتہ و لایحی کمال دی دلی برآیہ و دایت اصول الابدان منہ  
فذلک نفسک و دع امر العوام ۔ ہمیں اتفاق اسلام ہی کا یہ ہوگا اور انجمن مانتہ و مصلحت کی یہی  
دور ہو دہرگا ۔ یہ کہ مصلحت کی تعلیم نہیں پسینہ لگوانا ۔ مگر یہ کہ مسبر کی مصلحت یہ ہے کہ  
کی مدد نہیں انشیدہ قریب مسبر کی مصلحت میں مانتہ کرتے ہیں ۔

ہیں بے مبالغہ مختلف مذاہب کی اتفاق رائے سے تجویز ہونے ممکن ہیں۔

ب تو حید و نبوت و دعا و دیگر اصول اسلام و اسلام اتفاقاً احکام حلال و حرام میں عمدہ امداد ملے مضامین لکھے جاویں اور مذہبیہ و غیر مذہبیہ مختلف زبانوں اردو فارسی انگریزی وغیرہ میں شائع ہوں تاکہ اقوام غیر جوہری زبان سے واقف نہیں ہیں اور اسوجہ سے وہ حقیقت و محاسن اسلام پر مطلع نہیں اسلام کی خوبی سے واقف ہو کر شوق دل سے اسلام کی طرف متوجہ ہوں۔

اس تصانیف و تحاریر میں جو بات اور کلمات منہ الفین اسلام کے جوہر و اتنی حقیقت اسلام کے سب وہ اسلام پر جانتے ہیں اور ان بات و کلمات کے ذریعہ سے تا واقعہ اسلام کی طرف سے ظن کر رہے ہیں نہایت تہذیب شائستگی سے جسیر کسی مذہب کی توہین ہو نہ کسی ملت کے لوگوں کا اشتعال طعن تحریک کیے جاویں۔

ج اکثر شہرہ دار اور بیسیوں میں اس قسم کے مدرسہ قائم ہوں جن میں مبادی علوم اسلام سے صرف کو اور بقدر ضرورت مانتق و معانی جگو کسی مذہب ملت سے خصوصیت نہیں ٹپکے جاویں اور ان علوم میں طلباء نامہر جو بادیوں تو مذہبی تعلیم میں وہ اختیار دے جاویں جس میں مذہب کا کوئی پابندی یا پابند ہونا چاہئے اس میں مذہب کے اس خاص میں مذہبی تسلیم یا دین۔ اور اگر آمدنی حیدہ میں ہوں ان علوم مبادی کے ساتھ ایک شاخ علوم معاش کے بھی قائم کیا جائے جس میں مبادی علوم و فنون کی مختلف زبانوں اردو فارسی انگریزی وغیرہ تسلیم ہو جس میں مسلمانوں کو زیادہ کمالات کے سبب عزت و شوکت حاصل ہو اور انکی معیشت میں مفت۔

+ یہ اختیار دیا مہانت و معیت بہین۔ بلکہ یہ میں اسلام کی ہدایت ہے جو ہر اکراہ سے رہی ہے۔  
 اقامت تکوین الماسحتی و کو عوام و مناس۔ (دیون)  
 لا اکراہ فی الدین قد تلتی الوصل العجی کرنا ہے کہ وہ مسلمان ہو جاویں۔ اور ان کے دین میں  
 عوی ابن جبیر و عز ابن عباس قال بدین ہے ہدایت گمراہی سے ترمیم ہو چکی ہے۔  
 کانت المرأتی تکران مقلاتہ فتجعل حشر ابن عباس سے اسکی تفسیر میں حدیث مروی ہے











صلی اللہ علیہ وسلم وکلمہ واحد من اجل الیہ  
حتی انزل علیہ واخذہ اماکان یاخذہ من  
البیضاء حتی انہ یجد ومنہ مثل الجمان  
من العرق وھو یمسنا من ثقل القول  
الذی یلزل علیہ فلما شرب عذہ وھو  
یصلی فکانت اول کلمۃ تکلم بها انما  
اما اللہ فقد برک واول ما لہ تعالیٰ ان  
الدین جاؤ بالکلمۃ عبیدہ اللہ صبح بخاری  
مشافہ و فیہ مختصر

میرے بابین آپ میری - ہوئی پس آنحضرت  
نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا کے بعد کہا اسے عایشہ  
اگر تو اس ہمت سے رہی ہے تو خدا تجھے ہر  
سے بڑی کرے گا اور اگر نہ کے پاس جا کر ہے  
تو اس سے توبہ کر۔ یہی وہی قسم ہے جسے حضرت  
کبریٰ نے پڑھی تھی اور ان کوئی صاحب بیت کو  
بائیں نکلے تھی کہ وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت کو  
اگلی جو وقت نزول وحی کی شدت سے ایسا کرنا  
کہ سردی کے دن میں ہوتیوں کے دنوں کا چہرہ

تساویر تاجیاس حالت شدت کا انقطاع ہوا تو آنحضرت نے زینتِ ہر سے پہلے فرمایا۔ اب ماشا  
خدا کے تجھ پر بری کر دیے اور خدا تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا ان الذین جاؤ بالکلمۃ  
ان آیات خمسہ علی ظاہر کے موارد نزول کے کئی کئی دنوں تک باوجود شدتِ استقامت و اعتدال طبع  
دارادہ نبوی کے وحی کا نازل ہونا ثابت ہوا۔ اب ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جسے بعض ائمہ کی  
نسبت آنحضرت پر تمام طرحی کا نازل ہونا اور آنحضرت کا ان امور کو باوجود قضا منائے طبع و شوق بہانے کہ  
نہجنا ثابت ہوتا ہے۔

(۶) سورہ لقمان میں ارشاد ہے۔ اللہ کے ہی پاس ہے قیامت کا علم اور وہ منہ پر سنا ہے  
اللہ عند علم الساعۃ و یا بل العیت و  
یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ما تک  
غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت  
اللہ علیم خبیر۔ (لقمان ۲۰)

(۷) اور سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔ جہنم سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ وہ کب کبریٰ

یثا ربك عن الساعة أياب مريها قل أما  
علمك من ربك لا يعلمها الا هو قل  
في السموات والارض لا تأتيكم الا بعنة  
يسئلوكم كالك جمعها قل اما علمها  
عند الله ولكن اكثر الناس لا يعلمون  
(اعراف ۲۳۶)

ہوگی تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس  
ہے اسکو کبھی وقت پر وہی ظاہر کرے گا وہ آسمانوں  
اور زمین میں بڑی بیماری ہو رہی ہے وہ تم  
پاس جاگہاں آؤ گی۔ تجھے یوں پوچھتے ہیں کہ  
گویا تو اسکا استلاشی ہے تو کہدے اسکا علم  
خدا ہی کے پاس ہے پر کتر لوگ نہیں جانتے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت معلوم کے پاس جبریل اپنی بصورت انسان  
آئے اور چند سوالات کے لئے از بخند یہ ایک سوال ہی تھا کہ قیامت کب ہوگی آنحضرت نے اُسکے  
عربی ہر پڑھ کر تصدیق جبریل قل متی  
الساعة قل ما المسئول عنها ما علم منال علی  
وسا حرات عن امر طرما اذا اولدت الامامة  
ربما اذا انطاط رعاة ابراهیل المهر  
فی السیاق فی خمس لا یعلمہن الا الله -  
وفی رواية اذ ادایت الحفاة العراة و من  
الاس - رحمہم عواری مثلہ و غیرہ

جواب میں فرمایا کہ میں اسکا حال تجھ سے زیادہ  
نہیں جانتا۔ لیکن کسی نشانیاں بتاؤ ہوں  
پھر فرمایا جب لوٹوں اپنے مالک کو فخری جبریل  
جنے وہی الزامہ نافرائی اسکا مالک بن بیٹھے۔  
اور جسکے متعلق اوٹ جبرائیل سے سراب بخاری  
اور بڑے بڑے مکانات بنا دیں تو قیامت آئی  
یہ علم قیامت اُن پانچ چیزوں میں جن کو سوا  
خدا کوئی نہیں جانتا۔

(۸) اور سورہ انفاس میں فرمایا ہے اے نبی تو کہدے میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا  
قل لا اقول لکم عدی خیراں الله ولا اعلم  
الغیب ولا اقول لکم انی ملک انت اتع الا ما  
یوحی الی عند ذلک مع ما لا یعلمہ الا هو -  
(انعام ۷۶)

کے خزانہ میں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں تیرے  
ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں  
میں تو اُنکی بھیج چلا ہوں جو بطرف وحی ہوتی ہے  
اور فرمایا غیب کی کجیاں اُنکی یا میں انکو بخدا کوئی نہیں جانتا

و عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 الصبیح علیہا السلام لا یصلی علیہ من بعدہ الا اللہ ولا  
 یصلی علیہ من بعدہ الا اللہ ولا یصلی علیہ من بعدہ الا اللہ  
 الا اللہ ولا یرى بعدہ من بعدہ الا اللہ من بعدہ  
 الا اللہ - (صحیح بخاری)

حدیث میں وارد ہے - غیب کی کنجیاں یا شیخ  
 ہیں جسکو سچو خدا کوئی نہیں جانتا پس یا شیخ  
 جینروں کو شمار کیا جن کا ذکر چھٹی آیت میں  
 گننا ہے۔

(۹) اور سورہ اعراف میں فرمایا ہے - اے نبی تو کہہ دے میں تو اپنے جان تک کے نفع  
 و نقصان کا مالک نہیں سچا اس کے جو خدا  
 چاہے اور اگر میں غیب جانتا تو بہترین سہلائیوں  
 اکٹھی کر لیتا اور مجھ پر کبھی ضرر نہ پہنچتا۔

تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل کتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ارزانی و گران غلہ کا حال معلوم ہو تو بتاؤ  
 دو اہل محل مکہ کو ایک ایک سو گربانگ مالوں  
 والہا و حقہ تری و بیہ و با و الہو التی تجلج کل  
 الی الارض الخصبہ ما رزق اللہ ہدہ الایۃ

اور جو ضرر نقصان اس غیب بخانے کے سبب آنحضرت اور اہل اسلام اسلام کو پہنچے (جیسے جنگ احد  
 میں آنحضرت کا زخمی ہونا - اور اکثر مسلمانوں کا نہریت کہانا اور حدیبیہ میں مسلمانوں کا منی الخجون کے  
 سننے و بکربے حج کئی واپس آنا اور بیر معونہ میں قاریوں کا مارا جانا و علی بن ابی القیس مدافر  
 اس تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے۔

اس قسم کی آیات و احادیث ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے امور آنحضرت کو نہ رومی و وحی معلوم نہیں ہوئے  
 جن کے سبب آنحضرت نے ضرر نقصان اٹھائے۔

+ پہلوان آنحضرت کی ان لوگوں سے ہمراہی تھی جنہوں نے آنحضرت کو بہت سی یاد گہرے کھادی اور ہتھ  
 مسلاؤ کو قتل کیا پھر دیر بعد تک آنحضرت سے ٹرتا تھا۔ پس نایار آنحضرت کو اکھا مفاہد کر پڑا۔

اسرائیل صاحب سے یہی آیات کے طہری حسی پرتاویل کا ماتہ نہیں بنایا تھا کہ یہ عالم کریم کریم ہے  
 کہ آنحضرت کو علم عیب نہ تھا پھر تعجب ہے کہ وحی کو امرطبی کیوں کہا جب ہی آپ کے نزدیک الہ الحقائق علما  
 وحقائق اشیاء کا ہی ہے چنانچہ بعضہ ۲۵۹ سے نقل ہو چکا ہے اور اسکا مصدر وخرج ہی خواہ طبعیت  
 ہی کے اور نہیں ہے تو پھر ہی کا کس حسیہ کی کو بعد حقائق موجودہ کے اس وحی سے بچانا انداس  
 بچانے سے دین و دنیا میں ضرر و نقصان اٹھانا اور کافروں و منکروں کے سہا طمع و غلام ہونے  
 بننا کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ نے بتلید خیریل فلا سفر ز پورہ کے الفاظ (طبعی وحقائق اشیاء کا ہی  
 وغیرہ) دیکھنا تو سیکھ لیا۔ لہذا بنا وعلیہ ہی کو الہ الحقائق اشیاء کا ہی اور امرطبی کہہ دیا ہے مگر ان الفاظ کے  
 معانی و لوازم کے فہم کو مٹاؤں گا سیوہ پنچہ کہ یہ نہ سوچا کہ وحی کا الہام حقائق اشیاء ہونا اور اسکا  
 امرطبی وداخلی ہونا صاف چاہتا ہے کہ جو پس از عالم میں مقرب ہے اسکا جائز صاحب وحی کے  
 قبضہ قدرت میں ہو۔ اور کوئی چیز دنیا کی ہی سے غائب نہ ہو۔ آپ کے حال پر یہ مصرعے خوب مایوس اراۃ  
 محضت تینا و غابت و غلب اشیاء۔

(۱۰) اور سورہ نسی اسرائیلی بن مرشد ہوا ہے۔ یہودی مجھے روح کا جال بیچتے ہیں تو کہہ  
 دیلا وکس الی روح قل الروح من امر ربی  
 وما اوتیتہم من العلم الا علیلا ولان شئت الہ  
 بالذی اوجیا الیک تم لا تعدلک بہ علیا  
 وکیلا۔ الامرحۃ من ربک ان فضلہ کا  
 علیہ کیرا۔ (ہی اسرائیل ۱۰)

صحیح بخاری وغیرہ میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت سے روح کا حال پوچھا  
 عن ابن مسعود فی حدیث مقام ورجل منہم  
 فقال یا ابا القاسم ما الروح فقلت فقلت لہ  
 یوحی الیہ فقلت فلما اعلی عنہ فقال یوحی لہ  
 روح میرے رب کا امر ہے دیکھو وہی جاتا ہے  
 اور تم تھوڑا سی سا علم دے گئے ہو اور تم سے  
 ہم چاہیں تو جو تجھے پہلی وحی پہنچی ہے وہ یہی  
 یہی یونین یہ تو کسی کو اسکے لایسے کا ورسد آجوا  
 بخیر وحت تیرے رب کے سبھ چاہا کہ بڑی ہی فضل ہے  
 تو آپ نے سکوت کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ پس میں نے  
 جان لیا کہ آپ کی طرف نزول وحی ہو رہا ہے پس  
 میں میں کہہ رہا تھا جب آنحضرت کی وہ حالت کہ رب



عبد الوحید - (بجائی ملکہ)

دبیر لاری جو وقت نزول وحی ہو کر فی رات ملکہ

تو آنحضرت نے یہ آیت پڑھ کر اس آیت وحدیث سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت کو حقیقت روح علم تھا اور اگر وحی (جو قبول آنرا میں صاحب آلہ علوم حقایق ہے) امر طبی و داخل طبعیت یا خیال نبوی ہوتا تو حقیقت روح کیا بد حقیقت خدا تعالیٰ کا علم ہی آپ کے لئے ضروری تھا۔ علاوہ بریں اس آیت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی ایسا امر خارجی و اکتسابی و عارضی ہے کہ بعد نزول و حصول اسکا اٹھنا لیجنا اور آنحضرت کے سینہ سے محو کر دینا ممکن تھا خدا چاہتا ہوا تو ایسا کر دیتا پر اس نے اپنے فضل و کرم سے ایسا نہیں کیا۔

اب ہم کہان تک آیات کو شمار کرتے جائیں ان آیات عشرہ سے ہمارا ایک استدلال باسنادات تقابلیہ ادلی تو محنت کو پہنچا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت پر کئی دنوں تک باوجود توجہ حاجت و محتاج میلان طبعیت کے نزول وحی نہیں ہوا اور بعض امور میں عمر بھر وحی کا انقطاع رہا اور اگر وحی امر طبی و داخل ہو تو یہ تاخیر یا اندام وحی ہرگز نہ ہوتا۔ شاید اس استدلال پر حضرت یحییٰ بن یساکر افسر کہیں کہ طبی ہونا وحی کا اس کے غیر محذور ہونا یکا متقنی نہیں ہے تاکہ بواسطہ وحی وقت قیامت روح و غیر منیبات کا علم ہی نبی کے لئے ضروری ہو۔ ویچو چھلی کے لئے تیرا امر طبی ہے تو اسکا یہ مقتضائے تہوڑی ہے کہ وہ تمام جہان کے دیا و سمندر و ن سے تیر نکلا اسکا جواب یہ ہے کہ تیر خود وحی کو بلا قید و حصر الحقائق حقایق اشیا و ٹھہرایا ہے اور ان اشیا کو محدود نہیں کیا۔ جس سے وحی کا غیر محدود ہونا سمجھا گیا ہے اور بواسطہ اس کے ان منیبات کا علم ہی کے لئے ضروری ٹھہرایا گیا۔ اب اگر طبق مطلبش مدبطن شاعر اس مقام کا یہ مطلب دل میں رکھتے اور بیان کرتے ہو کہ ان اشیا سے بعض اشیا ہر ادین جو نبی کو معلوم ہو چکی ہیں تو بھی ہمارا استدلال (آیات قسم دوم سے یہی) آیات غیر قسم اول سے توضیح و تائید ہے۔ جن امور محدود و محدود کا دریافت کرنا قوت وحی میں داخل تھا انہیں وحی کا مدت و دراز تک کیون تا قوا انقطاع رہا اور عین موقع ضرورت و حالت شوق و میلان طبعیت پر ان کو کیون نہ دریافت کیا گیا۔

اسی پہلی کی نظیر کو دیکھئے۔ جس تک پہلی کے لئے تیرنے کی قوت ہوتی ہے اس میں تک جیسے تیرنا چاہے بشرط عدم مولف تیر سکتی ہے۔ اس طرح جن امور کا صیافت کرنا قوت وحی میں داخل تھا ان امور کو صاحب ہی نے وقت خواہش و حاجت کیوں نہ دریافت کر لیا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وحی آپ کے طبی اقتدار میں ہو پھر آپ کو فریو سے اپنے گہر کا حال آپ پر نہ کھیلے۔ میری وہ لونی سے آپ اپنے طبیعت کی برات کا حال پر چین اور اپنے فلی شیر وحی سے دریافت نہ کریں اور اس کش مکش میں مہیا ہر رخ و تر و دین مبتلا رہیں۔

ایسے امور کے بروقت سہوق و حاجت و میلان طبیعت کے سجانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وحی حواریہ کی مانند اہل سے نہیں اٹھتی اور وہ داخلی امر نہیں ہے بلکہ قہر کی طرح اوپر سے برستی ہے اور تار برقی کی مانند خارجی امر ہے۔ اس کا نزول حصول نصیبت نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ طبیعت اس میں سے اختیار آئینہ کے مانند ہے جس پر آفتاب یا کوئی اور فعل تمنا فیضان انوار کرتا ہے وہ مولد عالم۔ استدلال دوم۔ بہت سی آیات میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو پہلے آنحضرت پر وحی ہوا ہے وہ آنحضرت کی ایسی شقت و جدید سے جبریل امین سے لکھا ہے جب جبریل امین وحی لاتے تو آنحضرت مسلم نہ تھے ساتھ پڑھنے لگتے تھے انہیں میت تکلف اٹھاتے چنانچہ اس میں سورہ کے آیات نمبر ۱۰ و ۱۱ میں بعض فقرہ ۲۶ و ۲۸ وغیرہ نقل ہو چکے ہیں۔

اور سورہ طہ میں ارشاد ہے کہ اس قرآن کے لکھنے میں تعجیل کی گئی ہے اس کی تیری طرف اب کاھی ہونا تمام ہو کہ اتجبل القرآن من قبل انبیاء الیک وحیہ و فی لب زدی علیہا۔ (طہ ۶۷)

قال المفسر فان النبی صلعم یأخذ جبریل فیقول لی  
یعنی جبریل اس کو لے کر آتا ہے کہ اے نبی خداوندی  
منہا و اللہ عز وجل و مثلہ لا یفترک لسانک  
تقول بہ (مخبر علی علیہ السلام) کہ میں نے تم کو لکھا ہے

اور کہ اس رب پر علم نہیں کہ۔ تفسیر میں لکھا ہے  
کہ آنحضرت مسلم قرآن پڑھیں جبریل سے جبریل کی  
قرأت سنانا غریب نہیں پہلے سے ساتھ ساتھ پڑھنے  
لگتا ہے خدا تعالیٰ نے اس سے منع کیا یہ ایسا ہی  
جو دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ اس قرآن کے سننے  
تو کہی زبان نہ لگا کہ وہ سچے جلد آجائے۔

# مضامین محقق بھاری جنگی اشاعت کا ضمیمہ نمبر دہرین وعدہ دیا گیا

—

## مُعْجَزَةُ اَوْ قَانُونِ

تفسیر قرآن پھر تفسیر صاحبین معجزہ سے انکار ہوا ہے اور اسپر و ما معان و سنن کالافات  
الہی کذب بجا الاولون کو دلیل ٹھہرایا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ کہنا ایسا ہے جیسا حضرت مسیح نے کہا ہے چنانچہ متی باب ۲ اور سنن  
تب بھی کہتا ہوں اور فراموشیوں نے پھر کہہا ہے مرشد ہم چاہتے ہیں کہ تیرا ایک معجزہ دیکھیں پراس  
آؤں گے جواب میں کہا کہ اس زمانہ کے بڑوات اور حراکار لوگ معجزہ دینڈتے ہیں پھر میں کوئی معجزہ  
سولے یونس نبی کے نشان کے دکھایا سنجائیگا (تعلیقات جناب منشی خیر علی صاحب جواہر پری  
علاء الدین لاہوری صفحہ ۴۴) اور معجزہ کے باب میں حکما و علما یورپ مختلف ہیں جو لوگ پابند کتاب ہیں  
وہ مقبول معجزہ ہیں اور کلام مذہب میں وہ منکر و کذب ہیں اور چونکہ خان صاحب بہادر اکثر محدثان  
و لاہ نہیں کی تعلیم کر لے کر تھے ہیں اسلئے انکار معجزہ میں ہی انہی محدثوں کی تعلیم پر چلے ہیں۔  
معجزہ کا انکار ہے پہلے ایک بڑے شہر و محلہ ہوم صاحب کیا ہے اُسکے بعد جو منکر ہوا ہے اسی کا مقلد  
ہے یہاں تک کہ اسکا سلسلہ درانت خان صاحب بہادر کو پہنچا۔

اس باب میں ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم اے پرنسپل مسیو ڈسٹ ایک پل چرچ نے ایک کتاب  
لکھی ہے جس میں ان محدثوں کے قول کو رد کیا ہے اور معجزہ کا قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت  
کیا ہے ہم اس مقام پر انکا انتخاب و مقلد مطلب نقل کرتے ہیں۔ ہمیں ہنسنے آتا تعریف کیا ہے کہ ہر مقلد نے  
تو اپنی حکام کو صرف اثبات معجزہ سے مسیح سے مخصوص کیا ہے اور ہنسنے اسکو عام عزرات کا مثبت بنا دیا ہے

اور نیز اس نے بحیال الوہیت حضرت مسیح کے معجزات کو مسیح کی طرف منسوب کیا ہے اور انہی کو خدائے تعالیٰ کے معجزات قرار دیا ہے اور یہی اُن معجزات کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے جو مسیح اور اسکی والدہ ویدیکہ کے خالق ہے باقی مضمون سب ایسی معصن کا ہے۔

### وہو ہذا

جاننا یہ ہے کہ لفظ معجزہ کے اصل معنی وہی ہیں جو عیب کے ہیں لیکن یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہر فعل عجیب ہو معجزہ کہلاوے بلکہ ہر ایک چیز عجیب و غریب ہو اور معجزہ کہلاوے بلکہ قدرت کے مطابق ہوا اور ہر کو جو یہ عدم قانیت اُن قوانین کے عجیب و غریب معلوم ہوتی ہو پس ہر معجزہ نام اُس فعل کا ہے جو طاقت انسانی سے باہر اور قدرت کے سامنے قوانین متعبرہ سے مختلف ہو۔ خود خدا نے اپنے کسی حکم یا معجزہ یا رسول کی تصدیق کے واسطے ظاہر کیا ہوا اور ممکن ہے کہ اور کون سا معجزہ ہے تو انہی قدرت میں معجزہ قائم دنیا کا موقوف ہو کہ سطح کی، اختلاط ظاہری یا پانی و باد۔ لیکن وہ حقیقت منقولہ زمین و آسمان یا مدافہ انہیں ملنے معلول کے نہیں ہوتا بلکہ عام نظام مطلق کی مقررہ قواعد سے بے تخصیص ہوتا ہے تو انہیں نہیں فرق آتا ہے کہ جو معلول نظام خلق کے قواعد عامہ کے موافق ہوتے ہیں انکو ہم قدرت کہتے ہیں اور جو اس ترتیب عام سے متجاوز ہوں انکو معجزہ کہتے ہیں مثلاً رات و دن کا ہونا اور تھیرا یا مہ چرخوں کا سر جہاں اور گر پڑنا اندیرا اور بارش کا ہونا بخارات کا اٹھنا۔ سب باتیں قدرت کے مقررہ قواعد کے موافق ہوتی ہیں یعنی بصورتِ انکار برابر ایک ہی ترتیب سے جاری ہے جس سے خدا کی قدرت کہ وہ جہاں کا محافظ اور نظام ہے ہوتی ہے اور معجزات مثلاً مسیح کا مردوں کو جلانا اور پانچ جو کی۔ وٹیمون اور ہٹوری سی مچھلیوں کو آسمان پر ڈھکیا کہ پانچ ہزار آدمی کہا لیں اور پیر پارہ لاکھ سے بچ رہیں دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں ایک روٹی سے ستر لاکھ آدمی کو رہا دینا۔ اور عید میر کے دن ایک چھوٹی سے بڑی کے پانی سے چندہ ہوا آدمی کو غور کر دینا یہ سب کام تجربہ کے برخلاف اور طاقت بشری سے باہر ہیں لہذا یہ خدا کی قدرت کے غیر معمولی عمل ہیں یا اس واسطے معجزات کہلائے اور کبھی خلقت کے عام ترتیب

مذہبی حیرت ہے کہ تہذیبیں ایسی جدا جدا اختیار ہے وہ جو یہاں ہے وہ انہیں یہاں سے جو وہاں تہذیب  
جہاں کے ہے وہی اس طرح پیدا کرتی ہیں وہ تو ایسے نتائج ظاہر کرے کہ جو معمولی سماج سے بالکل مختلف  
ہوں مثلاً سوہی نے دیارِ ہند پر کیا اصلاح اور وہاں کے سب بڑی مستحقِ آمرہ ہیں کہ تمام رات میں

† یہ مسئلہ کی رائے سے ریاضیاتی اور مذہبی سے مل اسلام کا اس مسئلہ میں یہ اعضاء اگر کیا ہیں جیسے عربی و عجمی

۲ یا بعد الی موسیٰ ثم امرهم بمعاك الخمره اقلی  
 و كلام یسكیت و حاتم موسیٰ و كنكم یا كالمی لایس یزید

مجلس درجہ الطور والسماء

والمسلمون من بني أمية بن عبد شمس

وَأَمَّا الْحَرْثُ رَحِمَهُ اللَّهُ فَهُوَ مَعْرُوقٌ

۳ (جہاں ۱)

۱) اندرون اس سہا تودہ سے شہر عرق ہوا۔

عالم میں سب سے زیادہ اس علم پر یقین رکھنے والی قومیں جو اہل اسلام کے مرفی تھے۔ عیسائیوں کے

اس کے بعد ۱۱ نومبر کو پھر یہاں سے تین کھنڈوں میں لے گیا اور یہاں سے پھر گیا تھا اور اس کا

بالا اٹھ کر تباہ کن دہائی سمیٹیں مگر جو رہا تھا اسکو جہدی میں حوالہ بنا لیا گیا حاتم سے جس حضرت کی

سکڑتوڑتوڑی مالیا نے کاوتھ پتا اسلئے وہ یا تمہجے حسرتوں پُبی تو دھکیلا اسلئے دھوون سوا میاں

مذہب ملازم یا نہیں تھا۔ اسکا جواب چاہتے مولوی تیدا نے میں نے اس کے رسالہ کتبہ دار میں لکھا تھا

ہوا کے تباہی کا علاج یہ قوم سے خوب ادا فرمایا ہے اس مقام میں اسی کا غور کرنا ہوتا ہے کہ

میں۔ بہت قہر دہیات اسوس ہے کہ میرے لیے دو گھر کا ماحر توں لگا اسی رہا۔ یہ معلوم ہے کہ

کدالت بر سببہ سالامہ کہ میں ہوں جو کہتے ہیں کہ وہ سببہ سالامہ ہے۔

[illegible]

فان میں پہلا حصہ ہے جس میں علامہ امروہ لکیر کر ہدایت مکیں ہے، علامہ ایں دلیل بہت مدعائی سے ہے

دولت اور ایالتی سہولتوں کے ساتھ ساتھ سماجی و معاشی مسائل کے حل کے لیے بھی کام کر رہی ہے۔

عزیز و محترم اہل ہمسایہ میں ارمایہ ہے اس سے متحرک حوائج والی مطلق اندیشہ کی جستجو میں رہنا ہے۔

سید ملک عالم دہلوی ہے یہاں کائنات کو سنبھال رہا ہے۔

وریا کو میلایا اور دیکو سکھا دیا اور مانی کو جو وعدہ کیا۔ دیکھئے کہ پانی کے قدر تھے کشش جو مغل کی طرف  
 ہے اس وقت میں شدت طوفان اس کشش کی طرف ہوئی۔ میں یوں کہنا چاہتا ہے کہ غفلت کے ایک  
 قاعدے پر دوسرا قاعدہ وغتہ غالب گیا۔ یہ کہ کوئی اس خلاف قاعدہ فطرت ہوا یا اپنے ہر کے معجزہ  
 میں کچھ کھانم نہیں وہ ایسا مصریحی اور حقیقی ہوا کہ گواہ دے بلحاظ عام قوانین فطرت یعنی ان  
 قاعدوں کو توڑ کر وہ معجزہ دکھلایا پس بلا شک ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس خلاف قواعد فطرت ہوا یا  
 وہ فعل کسی اور قاعدہ نامعلومہ کے مطابق جبکہ ہم آدمی نہیں جانتے وقوع میں آیا ہو اگر نہیں  
 معنوں کی تصریح میں اس مقام پر اسوجہ سے کہ ہے کہ حاصل اقراض معجزوں پر صریح معنوں کے ساتھ

انسانی ہی نہیں دیہاتوں کے دروں ہو گیا۔ تو کہ اس معلوم ہوا حال کہ اس قدر حد تک مگر مدد سے اس کی یہ  
 کشش تو چون چاہے کہ کشتاں ہے اس قدر دور ہست میں ہوتی مانتی جو سمجھنے کی تھی آنا چڑھا واعدہ جلد لانا  
 مہر اندر تھما ہوا تو کیا۔ اس کوئی تالیف حاصل کی مگر نہ ہی ایسی جس سے کل میت پائی ہی نہ ہر کہ مدد  
 احاطہ کرتا۔ راقم کہتا ہے بطلان دلیل سوا اسوئل جواب پر نہ ہوا ہے ہی تاہم میں شکایاں ہم کہ مسئلہ تحریر  
 میں کرے گی۔ یہ کہ ٹری شوئی وہ ہے کہ اگر یہ مدد ہم تا تو درون اعلیٰ کے نام لہر کان دولت مدد  
 کو معلوم ہوتا۔ کیا یہ تعجب کی بات ہیں سے کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عیسیٰ کی کمریاں چرائیں  
 ایک مرتبہ اس کے اس معلوم و تمام دنیا ہی سے کہ کو ضرر نہ تھا (مگر کہ کا میں اندرون جوت کا بازو  
 ہوا اور کمالات و یاد دی میں یہ دعویٰ کہ ہوا تھا کا دعا والو بیت کو چوکا اس سے یہ مدد یہ مدد یہ مدد کہ  
 غیر موسیٰ جوت جوت ہوا اس وقت مدد گیا ہے اس میں میرا پازر کا ہاں ملے ہے۔

یہ ہی قوم موسیٰ سے (میں یہ ہے معرونیہ اور دستور کا یہ ہے تعجب ہے کہ وہ ہی وقت  
 جز کر کہ جانے۔ شکر دروں اور دنیا کو دیکھتے ہی پکارا اٹھیں کہ میں ہم تو گریٹے گئے پھر حضرت موسیٰ  
 کے صرف اسے ہی کہنے پر کہ سید ادب میرے ساتھ  
 ہے مطمئن ہو گئے۔

اطیالہ

دلہا کو اعلیٰ معائنہ قال اعلیٰ معائنہ شی اما  
 لدکھت لکھلان ہی بی سیدین -

(شمارہ ۴۴)

سے ہے مثلاً بعضی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب تو انین فطرت خدا کے بنائے تو انین ہرے تو پرستین  
 تیرہ تہائی ایک سطح کی اصلاح کیونکر ممکن ہے یعنی خدا اپنے قانون کو آپستین توڑتا پس معجزہ ہونا غیر ممکن ہے  
 ایک جواب یہ کہ واقعہ میں فطرت کی سطح کیچہرہ قاعدے مقرر کی پائے جاتے ہیں جبکہ ہم قواعد فطرت کہتے ہیں  
 اور وہ ایک خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں لیکن فطرتی قاعدہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالذات  
 کچھ قدرت ہیں کہتے کہ کسی تخیہ کو پیدا کر سکیں وہ تو صرف نام ہے اس طریقہ عام کا جو خدا نے ایسے  
 جہان کی مخالفت کی اور طرح کے تغیرات کی واسطے مقبر کیا ہے یہ دعویٰ کہ وقوع معجزہ کا غیر ممکن ہے  
 اس واسطے کہ قوانین فطرت منسوخ نہیں ہو سکتے غلط بنا پر ہے معجزہ کی سطح محل قانون نہیں ہے ہاں اس کو ہم  
 خود تسلیم کرتے ہیں کہ جن بجزات کا ذکر کتب مقدسہ میں پایا جاتا ہے انکے وقوع ہے قوانین عامہ فطرت میں  
 کی قدر و کم ہو گئی جس سے خدا کی قدرت الہی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوئی۔ اگرچہ فطرت کی ترتیب  
 میں زیادہ سافز آگیا اور اس قسم کے اختلافات کو حسین فطرت کے عام قواعد سے مخالفت ہو  
 نس قوانین فطرت کی سطح میں کہا جاسکتا۔ مثلاً مرغی کے بچوں کو دیکھو کہ عام قاعدہ انکے پیدا ہونے کا  
 یہ ہے کہ انکے مرغی کے تھے کہے جاتے ہیں وہ چند ہفتوں میں عید تک آنکھیں کھولتی ہیں یہاں تک  
 کہ بچہ نکل آئے ہیں لیکن انجل فیروز مرغی کے تنور میں انڈوں کو مدت معینہ کی گرمی پھیلنے کے بعد نکلے  
 جاتے ہیں تو یہ طریقہ جدید فطرت کے عام قاعدہ سے بیشک مختلف ہوا لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ خدا  
 قاعدے کے ہر آیا آئین نس قوانین فطرت لازم آیا۔ اس طرح گرم ملکوں میں گرمی کے موسم میں پانی  
 کا جہاں فطرت کے عام قاعدے کے خلاف معلوم ہوتا ہے تاہم آدمیوں نے ایسی کلیں نکالی ہیں  
 جن سے ذریعہ چند مصالحوں کے گرمی کے موسم میں برف جایا جاتا ہے اب اس کو کون کہہ سکتا ہے  
 کہ خلاف قاعدہ ہوا اس نتیجے سے میرا مطلب نہیں ہے کہ جو فعل انسان سے ہو معجزہ ہے یعنی گرمی  
 پہنچانے انڈوں سے بچے نکالنا یا گرمی میں برف جمانا یہ بھی معجزہ ہوا نہ یہ مطلب ہے کہ یہ مثالیں مسیح اور  
 انکے حواریوں کے معجزوں سے مشابہت رکھتی ہیں کہ خدا جو تمام خلقت کا خالق اور تمام قوانین  
 کا واضع ہے اس کو اپنے سب قوانین اور افعال کا اختیار کلی ہے اور اسی سبب سے وہ ایسی عجیب باتیں

جو طاقت انسانی سے باہر ہوں وہ کہلا سکتا ہے اور ایسے عجیب افعال کو ہم اپنی اصطلاح میں معجزات کہتے ہیں۔ ہمارا مطلب اور یہی تشریح سے صرف اس قدر ہے کہ جبکہ آدمی اگر کسی پہنچا کہتے پہنچنے اور کسی میں برف جمانے سے فطرت کی عام ترتیب میں تغیر کرتا ہے تو خدا کرنے اگر اپنی قدرت کو فطرت کی عام ترتیب کے موافق استعمال کیا بلکہ کسی خاص عجیب طبع سے منہمک نہ ہو کر ظاہر کیا تو کیا اس کی لازم آتا ہے اگر آدمی مقررہ طریقہ کے بدلنے سے قوانین فطرت کا توڑ دے والا نہیں ٹھہرا بلکہ اور اس کی تعلیم دی ظاہر ہوتی ہے تو حقائق یہی اپنی عام ترتیب کے بدلنے سے توڑنے والا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی دامانی ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ آدمی کے واسطے کچھ ضروری نہیں کہ فعل اس سے سرزد ہو بعینہ اسی قاعدہ قدرت کے موافق ہو کہ سیطرہ کافوق۔ ٹیسے بلکہ خداوند انسان سے ایسے دقیق میں آکر ہیں جو عام قاعدہ بہت مختلف ہوتے ہیں تو واسطہ خدا جو واضح تحقیق ان سب قانونوں کا ہے اس کے واسطے تو بطریق اولیٰ کچھ ضرور نہ ہو گا کہ جب بعینہ اسی عام قاعدہ کے مطابق کرے پس مطلب یہ ہے کہ خدا جب کا مالک ہو گا کسی ہی غیر محدود قدرت کہتا ہے اور جو کسی ہی دامانی اور پاکی اس کے معجزات سے ظاہر ہوتی ہے اور طریقہ قدرت میں تغیر ہو جاتا ہے لیکن قانون وہی رہتا ہے وہ کہ سیطرہ میں ٹوٹتا ہے جیسے آدمی اپنی قدرت خلقت میں قوانین مقررہ سے مختلف طور پر ظاہر کرتا ہے اور میری نسخ قانون نہیں کہلاتا۔ اس طرح ممکن ہے کہ خدا ہی اپنی قدرت کا طبع سے اور طور پر مینے قواعد عامہ جیسے اب نظم و نسق جاری ہے ان کے سوا اور کسی صورت کو ظاہر کرے اب ہمیں اسی بحث پر کثرت مقدمہ کے معجزات کو مطابقت دینا چاہئے جس حالت میں کہ انگویرت سے بنتی ہے مسیح نے خدا کی قدرت سے پانی سے شراب بنا دی تو عام طریقے سے خداوند ہوا اسی طرح پاجھو و نیوں سے کئی ہزار آدمیوں کو رجا دیا یہ ہی قدرت خداوندی کے لئے طور پر کیا گئے ال دو لون صدو لون میں اس نے دفعتاً اسی کام کو کر دیا جو موافق قاعدہ عام بہت آہستہ اور دوسرے طور پر وقوع میں آتا جس طرح عرق انگویرن میں پہنچتا اور پھر اس سے انگویرت بنتی ہوئے اور پھر اس سے شراب بنتی اس نے دفعتاً ایسا کر دیا کہ پانی کی شراب ہو گئی۔ علیٰ ذلالتیس روئی کو سمجھ لو۔



پس پیدا کر نیوالی قدرت کو اس لئے طور کی قدرت سے وہ ہی نسبت ہو جو بڑے کو چھوٹے سے  
یا نکل کو جز سے بڑی ہے۔ ان صورتوں میں قدرت کا قانون کہ مراد اس سے ہر ایک اس پیدا  
کر نیوالے کو اپنی بے انتہا دانائی اور الوہیت کے مطابق ظاہر کرنا ہے خواہ عام طریقہ پر  
یا خاص طریقہ پر ہو۔ لیکن لوٹنا پس خدا کے قانون کی نسبت یہ گمان کرنا کہ دولت ان عام  
قانون کے اندر کوئی صورت اسکی تاثیر کی نہیں صحیح نہیں ہے تو ایسا ہو گا جیسے کوئی طالب علم  
اپنے استاد سے صرف ایک دو سبق پڑھ کے اسے از اسے یا یہ شیخ اسے کہ مجھے اس کے سب مہر  
آئے ہیں اگر شہت ہو چکا کہ قدرت چند پوشیدہ اور محدود علتوں اور مخلوقات کی جو ہمیشہ تک ایک  
ہمگی پانہی تو لازم آدیک کہ مذہب بلکہ شان رسانی خدا کی ہی باطل ہے اور حرق انسانی محض و مہولہ  
اور خدا کی بندگی انداز عاقبت ہو لیکن یہ خیال خلاف جہوری اسکو کوئی ہی صحیح نہ کیگا جیسے اس کا  
ہمہر لکھا انکار سخت الحاد ہے خدا کی ذات ہر طرح پر مبنی خلقت سے اعلیٰ اور اصل ہے اور جیسی اسکی  
ذات اعلیٰ ہے جیسی ہی اسکی قدرت ہی ضرور ہے کہ اعلیٰ ہو۔ اور جیسی اسکی قدرت ذات انسانی سے  
بڑے ہے ایسے ہی ایسے افعال ہی بہتر ہونا چاہئے۔ پس اسکی قدرت کا انکار کرنا یعنی یہ کہ اسکا وہ ترتیب  
قانون قدرت نہیں مل سکتا ہے اسکا ان کے درجہ سے ہی گرا دینا ہے۔ اس واسطے کہ انسان  
ہر ذات میں یہ قدرت نہ کہتا ہے کہ تو اپنے قدرت میں داخلت کرے اور چاہے تو اس کے نتائج بلکہ  
میں کہتا ہوں کہ ایک ذرا سے بچے میں یہ قدرت ہو کہ تو اپنے قدرت کی ترتیب میں فرق ڈال کر مختلف  
نتائج پیدا کرے مثلاً نرس کہے کوئی لڑکا باغ میں کھیلے ہوئے کوئی اچھا پہل دیکھے اور اسکو توڑے  
تو بڑی دیر اسکی غولی دیکھ کر دیکھے پہر ہنسیکے تو وہ پہل شائع سے جدا ہو نیکی سبب جلا گیا  
کی گرمی سے مر رہا جیچ اگر تو اسکا تو یقیناً قانون قدرت کے موافق زیادہ دنوں تک اسکی  
بڑائی اور خوشبو قائم رہتی ہے۔ دیکھئے ایک بچہ میں یہ قدرت تھی کہ مختلف نتیجہ پیدا کر دیا۔  
پس ایک قانون قدرت ایسا معین نہ ٹھہرا کہ ایک بچہ میں یہ قدرت تھی کہ اسکی ترتیب بلکہ اس  
تو کون کہہ سکتا ہے کہ مذہب سے اعلیٰ اور اصل ہے نہیں بلکہ اسکی یہ نہیں بدلتا ہے علم و تجربہ

سے دریافت ہوتا ہے کہ خدا نے ترتیب خلقت ضرور پہلی ہے خود کرو زمین سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ دنیا اسی ایک صورت میں پیدا ہوا بلکہ رفتہ رفتہ مختلف ترقیوں نے حالت موجود کو پیدا کیا۔ چنانچہ یہی علم حیات و معلوم ہوتا ہے ایک نوع کی چیزوں کا پیدا ہونا پھر اس سے نئے نئی طرح کی مخلوق کا ہونا اور اس نئی مخلوق کی طبیعتوں کے مناسب آب و ہوا کا بل جانا چوک کہ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ مقرر قواعد نہیں ٹھہر سکتے ہیں بلکہ خلاف ترتیب مقرر ہیں اس واسطے یہ سب گویا کائنات سے نئے ہی نوع و جنس کے معجزات ہوئے طبقہ زمین کی چٹانیں جو جنوب بنوت بنی ہیں حقیقت میں تمام معجزات میں جو کتب مقدسہ کے معجزات سے بھی زیادہ ہیں انبیاء اور حواریوں نے جس قدر معجزات بیان کئے ہیں وہ کچھ ان واقعات سے جو زمین کے معجزات میں گزرے ہیں زیادہ نہیں ہیں علم حیات سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ آب و ہوا میں اور اس آب و ہوا کی وجہ سے جاندار کی حالات میں بڑا تغیر واقع ہوا ہے۔ گرم ملکوں کے جانور دن کے بڑے سرد ملکوں میں پائے جاتے ہیں خلقت میں بہتری یا اسے چیریں ہر ناما برس قبل اس قانون مقرر کیے ہو جب اس وقت کے مناسب پیدا ہوئی ہونگی اگر وہ چیریں وقتاً ہمارے سلسلے ظاہر ہوں تو ہم انکو ضرور معجزہ کہیں قطعاً کر سکتے ہیں کہ بہتر عالم ہوں جنہیں قوانین قدرت بعینہ وہی ہوں جو اس دنیا میں معجزات کہلاتے ہیں۔ پس اگر خدا ان عالموں میں اپنی قدرت اس طرح پر ظاہر کرے جیسے اس دنیا میں ہے تو البتہ وہ ان کو کہنے والے متحیر ہو جائیں اور اسکو معجزہ کہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ بالکل نئی اور عجیب معلوم ہو دیں ہر جن باتوں کو ہم معجزات کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ قواعد قدرت کے مطابق ہوں بلکہ خدا نے اپنی حکومت کی خاص مصلحتوں کے واسطے مقرر کیا ہو جو مدد کو جب قدرت تو وہ میں آتی ہوں اگر ان کے قوانین سے ہمارے اس بیان کی اچھی طرح تشبیہ ہو سکتی ہے مثلاً ایک مین صلیح اور اس دامان ہوتی ہے تو ہر کام موافق قواعد مقررہ کے جتنا ہے اور جب کوئی ہنگام نہ رہا ہو تو منفع کے قوانین جاتے رہتے ہیں اور مختلف قاعدے اور نئے نئے ضوابط مقرر کئے جاتے ہیں کہ ہر نئی نئی نفع قواعد جیسے صلیح میں تھے ویسے ہی اس وقت میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتے ہیں

مربہ اتنا ہے کہ میت کا مدد کے وقت مناسب بدل دی جاتی ہے لیکن یہی یاد رہے کہ  
 خدا کا توں محض جانی ہی نہیں ہے یعنی حیوانات و نباتات کے طریقہ تمدن پر ہی سو فیصد بڑا بلکہ اس  
 سے بڑا اور انسانی قانون ہے اور جیسے قوانین خلقت تمام دنیا کے واسطے ہیں یہاں اعلیٰ قوانین تمام ہیں  
 اور کم کیوں اسلئے ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ جیسے جسم کو واسطے کچھ قاعدے معین ہیں ویسوی عقل اور  
 اخلاق کو واسطے ہی کچھ قاعدے پائے جاتے ہیں جن سب کا ایک نام الہیات مقرر کیا ہے لیکن  
 ان سب قوانین روحانی اور حیوانی کی نسبت اگر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل ہی نہیں  
 ہیں بلکہ یہ تو اس کل کا صرف جزو ہیں خدا کے قاعدے اور مخلوقات اس قدر متما ہیں کہ ہماری نفس  
 عقل بڑا نہیں کر سکتی ہے اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ اسکے سب قاعدہ جہاں تک معلوم ہو گیا  
 ہی ہیں اس وقت میں ہی ظاہر ہے کہ وہ جسے ان کے مختلف ہیں مثلاً جو عقل و اخلاق نے علاوہ رکھتے ہیں  
 وہ قواعد ہر سام سے مختلف ہیں یعنی اعلیٰ ہیں جو کہ روح و جن سے افضل ہے اسلئے جو روحانی قاعدے  
 ہیں یعنی متقابل غالب علاوہ کہتے ہیں ضرور ہے کہ ذہن عقل کے قاعدوں بڑے ہوں۔ اب سچے  
 کو اگر اعلیٰ کے جاری کر لیں اسلئے ان کی کچھ صورت بدل دی جاوے تو کیا تباہت ہوگی اور اسکو کون نسخ  
 قوانین قدرت کہیں کہی لفظ انسانی کا نہیں ظاہر کرتا کہ وہ اعلیٰ کا تابع و خادم ہے جیسا کہ تربیت الہیہ سے  
 ظاہر ہے آدمیوں کو ہی دیکھ لو کہ جسمی نفع کا اگرچہ ناروا ہی نہ ہو روحانی نفع کے مقابلہ میں کچھ خیال  
 نہیں کرتے ہیں مثلاً دیکھنا تم سلیم کی کیا طرف تمام شہریوں سے خراج مددہ کا لیا جاتا ہے اس صورت میں  
 عقل دولت کی حاکم ٹھہرتی ہے یا فرض کر دو کہ ہم اپنے لڑکے کو کسی جگہ مددہ سے بچنا چاہیں اور دیکھیں  
 کہ وہ ان مددہ سے تعلیم کی واسطے مقرر ہیں جنہیں سے ایک مدرسہ میں بہت اچھی طرح عالم کو اب دیکھتے ہیں  
 دنیا کے ناقص طور پر کہلائے جاوے اور دوسرے میں خاص غیثات کو کہ اور علوم کا بند و بست اچھا  
 ہو سکے گا جانی ہو تو ظاہر ہے کہ دنیا کے مدرسہ کو ترجیح دینے اور اہل کوا کے سامنے محکم سمجھیں گے  
 اسی طرح خیال کیجئے کہ قانون کی یہ ہے کہ رعایا کے مال و باب کی حفاظت کیجاوے کہ جس طرح  
 رعایا چاہتے اس سے نفع اٹھاوے لیکن جیسے سرکار کو کسی عام قاعدے کی واسطے ضرورت ہو وہ کی طرح

تو اس وقت مال کی رہنمائی یا عدم رہنمائی کو کچھ خیال نہیں کیا جاتا اگر کسی شخص سے  
توجہ لیا جاتا ہے۔ نویں ذریعہ ان کے سامنے شخص یا عورت یا بچہ کی طائیس کیا جاتا ہے اس کے  
ملک کا نفع ایک شخص کے نفع پر مقدم ہے پس اگر ان کے نفع پر عمل کا نفع مقدم سمجھا جائے یا اصل ذہن  
کے حقوق منہ کے حقوق کے مقابل ملحوظ نہیں ہوتے ہیں یا شخص کا نفع کو کسی کے سامنے خیال نہیں  
کیا جاتا ہے تو اس کو کون خلاف قاعدہ کہہ سکتا ہے یا جو کہ فی اعلیٰ کی بات دیکھا گیا اور اعلیٰ میں  
یا یون کیا جاتا ہے کہ نفع عام میں خاص ہی شے لگایا گیا اگر یہ اس طرح سے ہی ظالم ہو تو عین منشا  
قانونی کے موافق ہے اور جیسا کہ قانون بتا رہا ہے یہاں اس کے لیے شخص کا نفع جو  
بل عقل اور عقل نامہ اخلاق کے برعکس علیٰ القیاس کے اور قوانین کا حال ہے کہ ان کی حالت کے بل  
ہے۔ جمادات بل حیوان کے اور حیوان تلح انسان کے اور ان خاص میں انسانی حکوم میں ان میں  
یسا ہی اگر خدا تعالیٰ سے مان و اخلاق اسوئل تا کیم۔ نیکے کسی جہی قانون کو با۔ و  
حالا اندہ بن کو صرف سے ہتہ کھانی سے بعیر کر یا تو اس سے صرف ساہوکاراں سے ت  
الہیہ کی مصلحتی صورت کو ان میں پائی جاتی ہے تو ان کی اصل نہ کی۔ اسے اسے مل دیں۔  
اس میں اس سے اپنی قاعدہ لی اعلیٰ۔ ورنہ کو برہ یا اور ان کی منادیاں جاریہ اس سے گویا  
اپنے قانون کو عزت دیتی ہے یہ ظاہر اس سے ہم ہوتا ہے کہ وہ قانون نہ۔ معجز سے و  
نما کہ روح و ملی قانون یا۔ یہ لیکن یہی ہے اس کی حقیقی حاکمیت کی اس سے نہ و مات  
سے ہا اس سے کوئی نہ کہ بین قوانین مترادف نہ اس سے انکار ہے کہ وہ کسی سے نہ ہے کہ نہ  
وجہ کے قانون کی ظاہری صورت کو اصلی سے بدل دینا قوانین شعری کے عین و خیر۔ ہے۔  
بارا اقرار ہے کہ ایسے قواعد کہ مقرر ہو نایاب انسانی کے وسط ضروریات سے تھا اگر پہل تو  
آفتاب کا کوئی وقت مقرر نہ ہوتا جیسا کہ ہے اور موسم و فصل کی کو یہ قید ہوتی اور یہی کو اپنے  
انسان کے پہل لانا ضروری ہے یعنی نہ ہوتا تو کسی سمیت کی حالت میں ہم ہی آدم ہوتے۔ اسی  
مصری و ترقی کے سبب ہم اپنی زندگی کے حالات نہ لیا کر سکتے ہیں اور ایک وقت یہ کہہ کر

اس واسطے لائق اعتبار نہیں جواب دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا اعتراض پہلے ہی پہلے ایک  
بڑے مشہور طرد جہوم صاحب نے کیا ہے اُس کے بعد امداد نے اسکی تقلید کی ہے غرض وجہ و خلاف  
اس اعتراض کے جو ہیں انہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ معجزہ مستلزم نسخ قوانین فطری ہے اور  
دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ خلاف تجربہ ہے صرف گواہی سے اُسکا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے  
بلکہ اس صورت میں معجزہ یقینی بنانے کی نسبت گواہی کا باطل سمجھنا زیادہ یقینی ہے اس اعتراض کا  
جواب جہانگیر نسخ قوانین سے تعلق رکھتا ہے ہم نے پہلے ہی دیدیا ہے یہ دعویٰ سراسر ہی  
غلط ہے ہم نے خوب ثابت کر دیا ہے کہ جبکہ لوگ غلطی سے نسخ ہوتا کہتے ہیں وہ درحقیقت نسخ ہوتا  
نہیں ہے بلکہ وہ صرف تعبیر ثبوت ادنیٰ کا اعلیٰ کی طرف ہے کیونکہ جس حالت میں معجزہ قوانین مقررہ کو  
بالعوض توڑ دینے اور زیادہ قائم کرنا ہے اور تقویت دینا ہے تو یہ اعتراض کہ وہ نسخ قوانین فطرت  
ہو جو خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ رہا یہ امر کہ معجزہ کے یقینی جاننے سے گواہی کا باطل سمجھنا آسان  
ہے سو اس کے جواب میں یہ ضرور سمجھنا چاہئے کہ معجزات کسی عام شہادت سے ثابت نہیں ہو سکتے  
بلکہ خاص طرح کی شہادت سے ہم خود کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بعض گواہی غلط ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا  
کہ ہر طرح کی گواہی ایک قلم غلط ہو کیونکہ بعض قسم کی گواہیاں ایسی ہی ہیں کہ غلطی و زریب سے  
بالکل خالی ہیں یہاں تک کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امر انہیں ممکن نہیں۔

نمبر ۲

## بیجا اور اسلام

آنریبل صاحب پیاد نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اسلام انجیر ہے اور بیجا اسلام حسین و جبر  
سے نجات ہے اول یہ کہ انجیر کوئی چیز مشخص و مضبوط جسمین تعمیر واقع نہ ہو نہیں ہے اور اس کا  
کوئی عام رد دل دہکتا قانون نہیں ہے پھر وہ اسلام یا اور مذہب حق جس کا انضباط و پابند  
ہونا ضروری و مسلم ہے کیونکہ ہر مسلمان ہے حکماً لا ۱۱ پاکستان سے بعض لوگوں نے کہا ہے

+ اس سے مراد وہ شہادت ہر خود اتر سے تات ہر اسکا یقینی اور سابق ہوا مطلباً عالمیہ و جہد کلام ہے

مصحف تحقیق الہ آبادی  
اسلام نہر نہین نہر اسلام نہین

آنرا بل سید احمد خان صاحب بھادسی ایس آئی نے تمنا کیا لفظ لای مطلوبہ عز و بقدرت میں بتا پڑا  
کہ اسلام فطرت پر اور فطرت اسلام ہے۔ اسم فصول کے لکھنے سے آپ کو خود ہی دہکا کہا گیا اور دن کو  
ہی دیا۔ ہم آپ کی خاطر سے اس آرٹیکل کے بابت قولاً قولاً بحث کرتے ہیں تاکہ ان کو اور دوسرے  
ناظرین کو فائدہ ہو۔ قولہ اگر نہری نہین نہر اسلام کے اور نہر نہین نہر کہ موجودات عالم اور اس کے باہر تہی  
پر اور ان تعلقات سے جو تہی حق پیدا ہوتے ہیں الخ۔ اقول خدا کی حکمتوں اور قدرتوں کو غور کی  
نظر سے دیکھنا اور ان سے خدا کے وجود پر استدلال کرنا بیشک مناسب ضروری ہے اس کیونکہ انکار  
نہین لاکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم اپنے آپ کو نہری کے نام سے موصوم کریں خدا نے قرآن مجید  
میں اپنی قدرتوں اور حکمتوں پر غور کر لیا کہا ہے اور عقل ہی اس کو مستحسن خیال کرتی ہے مگر اپنی  
قدرتوں کو ایک دین اور مذہب قرار دینا کفر ہی ہے کیا اگر کوئی باوشاکسی شیخ غلام کو حکم دے کہ تو میرا

اس قول کا تمہید یہ ہے کہ اس غیر کہی دے اور انکی ولایت اور ہمت سے انکی ممانعت کیا جائے کہ وہ جو کچھ موجودات کی  
ممانعت اسکی ممانعت کرتی ہے اور جس قدر زیادہ اور کامل علم ممانعت ہو تب سے اسقدر ممانعت کی معرفت کامل ہوتی ہے  
تو شرح میں نہری ہونگی ہایت ہے خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اولم یطرقوا ملکوت السموات والارض  
وما خلق اللہ من شیء۔ اس آیت سے ممانعت نہری ہونگی ہایت ہے پہلے خدا تعالیٰ سے ارادہ کیا کہ نہری ہونگی  
رہی کہ بتایا ہے نہر لای۔ لذلک لای فی الارض ملکوت السموات والارض پہلے نہری ہونگی نہری کے  
بیاں ہی پر نہر نہین کیا بلکہ اسکا کہی دیا ممانعت نہر لای کہ اولم یطرقوا ملکوت السموات والارض  
کیونکہ دفعہ والی الجبال کیف نصبہ والی الارض کیف سطحت یہ ایک جگہ فرمایا الذین یفکرون  
فی خلق السموات والارض علاوہ اسکے اس قسم کی بہت آیتیں ہیں نہین نہری ہونگی ہایت ہے۔  
نہر نہر نہین نہر اسلام کا دوسرا نام ہے۔

(ادبیات لسانیات)

بزرگی اور بڑائی کو میری نعمت و رحمت و احسان و احسان کا سبب سمجھو کہ اگر تو نعمت پر لازم ہے کہ اُن نعمت و رحمت  
اور احسان کو باور شاہ کے سارے احکام اور اصولوں کا مسدود اور منہج قرار دے اس میں ہے کہ  
سید صاحب لفظ فطرت سے پیروی بنا تو سیکھ لیا مگر اُدکی ایک صحیح آیات اور نصوں سے منکر ہوئے  
مشرع احسان و روح و نبوت و غیرہ کی اہمیت و اہمیت میں صاف جو چل بنی ثبات سے برابر اس میں اور  
انکار ہے خداوند کریم جو لوگوں کو اپنی صنایع اور حکم کے دیکھنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اُس سے منکر ہونا  
ہی منشا ہے کہ انکو دیکھ کر میری بزرگی اور حکمت اور قدرت کے قابل ہو۔ یہ کہ انکو مسدود احکام الہی اور  
منہج اصول غریبی سمجھ کر فطرت کسی وجہ سے مراد اسلام نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر ایک شے کی فطرت دوسرے  
شے سے الگ اور خود ہے اور اسلام اپنے اصولوں اور احکام میں ایک ہی حودت اور پوری پُر جامعہ و جامعہ  
خود سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت عموماً دو قسم میں منقسم ہے عامہ اور خاصہ عامہ فطرت ہے جو ہر ایک  
نوع میں بالعموم پائی جاتی ہے جیسے انسانوں کا دو قدموں پر چلنا اور پہاڑ کا چار پاؤں پر۔ خاصہ فطرت  
جو ہر ایک فرد کے ساتھ مخصوص ہے مگر ایک جنس کے قول کے بموجب فطرت عوارضات کی مدد اور جو  
سے بل بھی جاتی ہے جیسے درخت رنگتوڑ کی فطرت تو یہ ہے کہ اس سے رنگتوڑ ہی پیدا ہو مگر مٹی کا پونڈ  
کیسے مٹی لگے نہ تو وہ بجا میں جب فطرت کوئی خاص اور شخص شے نہیں ہے بلکہ موجودات الہی کے مخصوص  
طبعی اور عوارضات قدرتی کا نام ہے تو انکو اسلام کا مرادف نہانا ایک کمزور خیال ہے سید احمد صاحب  
آیت کریمہ فانظر الی الجبل اپنے آپکو اور اسلام کو پیروی ثابت کرتے ہیں صاحب اگر خدا کی موجودات  
میں اسلام کے مرادف ہوتی اور پانچ دین محمدی کے اصولوں میں سے ایک دینی اصول قرار یا تا تو  
اس آیت کی تفسیر کی کیا ضرورت تھی لو ازلنا ہذا القرآن علی جبل علی جبل کو آیت حاشا تعصدا  
من خشیۃ اللہ لہم خذوا قرآنہ کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ خوف الہی سے لرزہ

+ اسکی تفسیر اتنی ہی جتنی پہاڑی کے منہ پر نیچے کے قول میں ہے۔ اڈیٹر۔

۱۰۰۔ راقم اس بات کو کہ زور و توجہ سے اس قدر توجہ و توجہ میں نہایت کیست و بجا اور

۱۰۰۔ آجک طرف انہی نے نہیں دیا کہ کوئی آیت دیکھتے۔ اڈیٹر۔

کہاجاتی جب خیال کیا جوتا احمد صاحب نیچر اور قرآن اور اسلام قرار دیتے ہیں قرآن اور اسلام ہے تو پھر یہ بات جس سے صاف طور پر نیچر اور قرآن میں تمیز ہوتی ہے کیونکہ اصل ہوتی پہاڑ تو قرآن اور اسلام کا مراد تھا اسکو خشیت سے کیا علاوہ اگر سید احمد صاحب کے اقوال کو صحیح مانا جاوے تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے اگر قرآن قرآن پر تامل کیا جاتا تو قرآن خشیت الہی سے کانپ مانتا کی کوئی دانا آدمی ان معنوں کو صحیح خیال کریگا ہرگز نہیں۔ اگر ہم سید احمد صاحب کے بہرہ و سر پر اس امر کو مان ہی لیں کہ اسلام نیچر کا مراد ہے تب ہی بڑے بڑے اوق اور احسن اعترافات اور عقائدات سے چپ چاپ چھوٹتا۔ فرض کرو کہ اسلام فطرت کا مراد ہے اور فطرت ہر ایک شے کو حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام ہے۔ اس سے قرآن کا نزول اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بڑھ لگتا ہے اس وجہ سے کہ جب ہر ایک شخص بجائے خود فطرت کہہ دیتا ہے مسلمان ہے تو پھر قرآن کے نزول اور نبیوں کی بعثت کی کیا ضرورت ہو کہ اسکو اسکو کہ آپ کے قول کے بموجب ہر ایک شخص کو فطرت حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام قرآن کے نزول اور بعثت آنحضرت سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے ورنہ غلط۔ دوسرا یہ کہ ہر ایک شخص دین امتیاز کر نیکی طرٹ رافع ہے چاہتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے تحقیقات کو وزن کر کے منکر بنے جب لوگوں کی فطرت میں مذہب و دین داخل تھا تو ہر ایک انسان باوجود اس فطرتی خاصہ کے موجودگی کے دوسروں کی طرف کیونکہ آدھتا ہے لازم تو یہ تھا کہ اپنی فطرت سے مددیکر عبادت کا طالب ہوتا تاکہ اسکی الٹی پٹری جم جاتی ہے۔ تو اسکو فطرت اسل منظر اب کیوقت پہاڑ و درختان غیب دلاتی ہے اور نہ چاند سورج کی طرف سیدانہ رنگ ان انبیوں کی طرف ہی چلتا ہے۔ اگر سید صاحب کہتے کہ انسان فطرت کی تقاضات ایک قانون الہی اور امتد ازہی کا محتاج ہے تو شاید یہی ہوتی۔ اسلام کے اصول اور احکام شخص اور محل شدہ میں انہیں کسی قسم کا نقص اور کمزوری نہیں پائی جاتی فطرت جس سے اسلام کو نسبت دی جاتی ہے مجہول الحیف ہر کسی حکیم اور فیری نے آہستہ باوجود شب و روز کی کوششوں اور محنتوں کے حقایق الاشیاء اور حقایق فطرت کو معلوم ہی نہیں کیا چیکہ ہم ماہر ہوں ان اذرا سید اس کا قول ہے کہ حقایق الاشیاء کا محیط قدرت میں آتا ہے ناممکن اور محال ہے اس دلیل سے کہ حضرت علی علیہ السلام



کی حکمتیں اور تدبیریں دن بدن تسلیم کرتی جاتی ہیں اور انسانوں کی عقلیں بشریت کے تقاضا سے تیسرے مادی اور عینین جو سکتی کارکن صاحب کہتے ہیں کہ جو وقت یہ دعویٰ کرے کہ میں حقانی اسلام پر محیط اور مادی گیا ہوں یا کسی وقت میں یہ جانچیں کہ اس کو مائل اور محسوس ہوتا ہو تو وہی صاحب فرماتے ہیں کہ گو میں ہی علم ہست کہ قیل و یل ہوں مگر یہ ہے کہ اجرام مادی کی بات جو ہر انسان تک تحقیقات کی گئی ہے اس سے اضطراب اور متذہب کے سو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ایک حکیم کہہ کرتا ہے اور ایک کہہ قلم اسرار حکیموں کے اختلاف ہی شاہ ہے کہ انجانب کسی فدا سفر اور حکیم کے حکایتوں کے اور ان کی درگی حاصل نہیں ہوئی سب کے سب متذہب اور بیچارہ ہیں البتہ الہام لہ اسلام ان امور کی بات سید ہی طور پر قہری ہو جاتی ہے حیرانجاہ کی ابتدا فلاسفر نے تنگ اگر انکار ہی کر دیا انہوں اس بات پر رہبان کیا کہ جس نے پہلے تاہود سے موجودات کو بود کیا وہ پھر سیدانہ کر سکیں گے۔ حسب فطرت کامل طہیر معلوم نہیں اور اس کو کوئی شخص ایک صاحب میں ملاحظہ اور محسوس نہیں کر سکتا تو اسلام کو اس سے مقارن اور طرف کہنا تو آوری نہیں تو اور کیا ہے اسلام کے پوراہہ کامل کر نیکی بہت حضرت رب الفواج قرآن مجید میں صاف طہر فرماتے ہیں اللیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الحمد اگر اسلام قانون قدرت کا مرادف ہوتا تو ضروریہ حقد یعنی تکمیل ہوتا تمام اس کو ہی ملتا اگر کیا تو کوسوں کا فرق ہے قولہ اسلام ایسا سیدانہ مذہب ہے الحمد۔ اقول حسین کہ تنگ نہیں کہ اسلام سارے مذاہب ادیان سے ممتاز اور سیدانہ ہے مگر تیس صاحب کا یہ ٹیڑا بول بول کر معروف و نامعلوم

۱۰ تنہا نقل کیا ہے کہ لاد مذہبی ہو اگر کوئی ایسا خیال میں سمجھ کر ہی جو حقیقت اسلام کی کا ایک مذہب ہے مذہب کا تو جو ہی ہیں میں لاد مذہبی کوئی مذہب رکھتا ہو گا اور ہی اسلام ہے۔ مذہب کا یہ مسموم قیود و منسوبات سے ہر ایک مذہب متقدّم و متبرک و متکون و متبرک و متکون کو۔ لاد مذہبی کی ہستی ہے۔ ہر اگر تمام مذاہب کے مذہب کی ان قیود و منسوبات کو کہے ایک مذہب ہے مذہب و منسوبات کا لاد مذہبی کو ایسی چیز تانی ہے کہ مذہب نہ ہوگا۔ ہر مذہب انسانی شخص پر ہر دین حجت بھی لاد مذہبی ہوگی اور ہی اسلام مذہب ہے اور ہی میں ہر

یہی اسلام ہے اور لاندہ میں کچھ طریقہ ہے وہی اسلام ہے کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے میں نے نہیں جانتا  
 کہ سید عباس نے لاندہ ہی کو کیا خیال کر رکھا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک اصول اور طریقہ کا انحراف اور بانی ہی  
 اپنے اصولوں اور طریقوں کی علتوں کو بیان کر سکتا ہے جناب میں لاندہ ہی تو اس طریقہ کا نام ہے جس میں اصل  
 دینی و کتاب و قرآن و سنت کو قطعاً چھوڑنا اور غیال کیا جاوے۔ حلال حرام میں مطلقاً فرق اور تمیز نہ کیجیے  
 اگر رضو کو استنبارہ ہو تو حلال کیلئے لاندہ ہی کے خیالات و پیکر ہیں۔ یہ تو لاندہ ہی ہوئی اب اسلام کو دیکھئے  
 کہ وہ کس طریق اور اصول کا نام ہے بانی اسلام جو جب اسلام کی بات سوال کیا تو جواب میں کہا گیا کہ۔  
 لا اله الا انت سبحانک انی کنت من العابدین واللہ والی محمد رسول اللہ وبقیم الصلوة وبقیم الزکوۃ وبقیم رمضان وبقیم الحج  
 ان استطعت الیہ سبیلاً فاذا کان من اذان ثمن یاتک وکلک وکلتہ وادع الیہم الیہم وادع الیہم الیہم وادع الیہم  
 وستی وستی علیہ) نفوس قرآنیہ و آیات کلام الہی ہی انہیں باتوں اور علوں کو اسلام جو موسومہ قرآنی  
 چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (وَقِیمُوا الصَّلَاةَ وَادْعُوا زُكُورًا) ایک اور سو تین مسلمانوں اور مومنوں کی ایک  
 خاص نشانی اور علامت بیان کی گئی ہے ارشاد فیض مباد ہوتا ہے (کہ تم میرا ائمہ الحجت للامم ناموس  
 مالمعرف وبقیموں علیہ) اسی آیت کریمہ کے موافق حضرت نے ارشاد فرمایا ہے (کہ لا اله الا انتی  
 ائمة قائمۃ بامر اللہ) اور یہی بات کہ مراد حدیث شریف میں حضرت جل جلالہ اس کے حبیب اسلام کے علامات  
 اور خواص کو امر المعروف اور نہی عن المنکر سے وابستہ کر دیا ہے قرآن اور بانی اسلام کے ارشاد فیض مباد  
 اسلام میں اوامر و نہی کی قیود کا پایا بانا ثابت ہو گیا تو لاندہ ہی سے نسبت دینا ٹھہری جائے اولیٰ او  
 تحویر ہے تو یہ کجا اسلام اور کجا لاندہ ہے صریحہ چ نسبت خاک را با عالم پاک + اگر سید عباس بانی اسلام  
 اور نفوس قرآنیہ کی شہادت سے اسلام کو عباد اور ضروری اوامر و نہی سے جھٹکا لاندہ ہی سے شہادت دینا ایک ٹھہری  
 خیال کرتے ہیں معرثات کر دیتے تو موافقت آجاتی۔ مگر یہ اسلام نفوس قرآنیہ اور بانی اسلام کی  
 شہادتوں سے مربوط بالادامہ و النہی و العبادت ہے تو پھر کمال لاندہ ہی سے شہادت دینا ایک ٹھہری  
 نہیں تو اور کیسے۔ قولہ اسلام کے اصلی اصولوں کے موافق وہ شخص جو نہ کسی نبی کو نامتا ہو نہ کسی  
 اذکار کو نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو نہ مہربان میں مومن و واجب ہے تیسرے کے



منکر کر ایک اور راستہ پیدا کرین یہ امتِ نچریوں پر خوب چپان ہے گویا نچریوں کے حق میں مشکوئی ہے کہ وہ مادرائے اسلام ایک اور راستہ نکالیں گے افسوس خدا تو رسولوں کے منکرین کو کافر بنا دے اور نہ سیدِ احمدؒ جو مسلمان پہرہ سورتہ ساز کو ۲۰۰ میں لے شاد ہو کر آیا یا اللہ! صوامنوا باللہ وراہا لکبت الذین اتوا علی رسولہ والکبت الذی اول امت قبل ومن یکور بکلفہ وملتکفہ وکتبہ والیوم املا فکدضل ضلال البیداء یعنی اسے ایمان والو ایمان لاؤ ادا دے اسکے بدل پر اور اس کتاب پر جو اس نے اناری پہلے ادجہ کوئی منکر ہم ادا سے اور اسکے زشتوں سے اور اسکی کتابوں سے ادا کے رسولوں سے اور آخر فرسے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ بیباوی یوں کہتا ہے امتوا باللہ وراہا والکبت الذین اتوا علی رسولہ والکبت الذی اول امت قبل امتوا علی ایمان بکلفہ وہ ومولی علیہ وملتا بہ بقبولکم کیا امانت سنبھالو ام وامنوا ایماناً عاماً یعم فکبت والوصل فان لا ایمان بالعض کلایمان۔ اس آیت میں ہی خداوند کریمؐ نے منکرانِ مرسلین اور کتبِ الہامی کو کافر اور گمراہ کہا ہے اور ایک اصل قایم کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کتاب اور رسول کو نہ مانگا تو اسکو گمراہوں اور کافروں میں محسوب کیا جائے۔ سید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ علماء کے اصولوں کو ہم نہ مانیں گے اچھا نہ مانیں ان نفوس کو تو قبول کریں۔ دیکھو صاحبِ قرآن مجید تو منکرینِ کتب اور مرسلین کو جہنم کا گمراہ اور کافر کہہ رہا ہے اور ہمارے سید صاحبِ فخرِ نچر کے نشہ میں سرشت ہو کر مسلمان بنا رہے ہیں ہڈا ہڈا تک عظیم انوس سید صاحب کو نچری دہن نے اس قدر ناچار کر دیا ہے کہ صریح نفوس اور آیات کا بھی خیال نہیں رہا کوئی ہے کہ ہمارے سید احمد صاحب کو جوش میں لا دے ابد کہے کہ علماء کے اصول اور قول تو دیکھنا آپ تو قرآن سے ہی منکر ہوئے جاتے ہیں۔ سورہ انفام کے رکوع ۱۹ میں ارشاد ہے وھذا کتاب تولدہ مبارکنا فاتبوا وانفوا العلم کرمہم عینی یہ کتاب مبارک ہے تو نازل کی پس اسکی تابعداری کرو اور خدا سے ڈو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ۔ سورہ بقرہ کی ۱۷۷ میں ہے الذین اتوا باللہ والکتاب بآلوانہ تلوانہ اولیک یومنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ہم الخسروں عینیک دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ابک اور آیت میں کہا گیا ہے من ان کنتم تحبون اللہ

فاتحہ دینی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اور سے طور پر شام میں کہ جو شخص خدا کی کتاب اور اس کے سوا کوئی اور شے  
 قلم کی راہ اور کاغذ پر ہو گا۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد صاحب کی قتل اور قہم کو کیا ہو گیا قرآن مجید کو اپنے  
 تہذیب و ادب اور قول کے سرچ منافی یا تے ہیں پر کسی پر لٹک جاتے ہیں۔ سید احمد صاحب نے بت والا  
 اور یہ حل الحکمہ الہیہ پر نقل کے کس سے قفس و قوی کو کچھ بھی علامت اور نسبت نہیں ہو مگر اسلام سے  
 سنا ہے میں بنو امیہ کے کتاب الہی اور مرسلین کا فرہین میں جب خدا نے کریم نے اسلام کی تعریف  
 ہی یہ کہ اس کی کتاب اور رسولوں پر ایمان لانا تو اس کے مخالف کیونکر مراد لیا جاوے اور کی انصاف  
 آیات کو نہ دے ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام تصدیق کتب الہامیہ اور مرسلین کا نام ہے خدا نے ہی  
 آیت کریمہ میں لفظ یہ اسلام سے مراد ہی ہے کہ جو شخص وجہ خدا سلمان ہوا (حکمی تحریف و دوسری آیات میں  
 میاں ہوں سے) اسیر کی خوف اور اندیشہ نہیں خدا تو اسلام سے تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ مراد  
 لی اور بنا۔ سید احمد صاحب نیچر کے دہن میں اور ہی پہلو پہلے جب خدا نے قرآن میں خدا جگہ  
 صریح لایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے اپنی اعلیٰ ترین حوالہ کے لایا صلی علیہ وسلم اور دست  
 اور صحیح میں اسلام کو تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ اور سجاوری فریقین سے وابستہ اور مربوط  
 کیا تو ہم میں اسلام سے سید احمد صاحب کی مراد کو کس طرح پہچانی اور دست سمجھیں ہاں اگر اسلام کو سید  
 خیالات کے موافق قرار دیا تو ضرور مان لیتے۔ اسی قول میں سید احمد صاحب نے آیت ان الله لا یصلح  
 اور حدیث نبوی میں تہمدان لا الہ الا اللہ سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص خدا کی کتاب اور رسولوں  
 سے منکر ہو وہ مسلمان ہے بعد اللہ صلی علیہ وسلم سید احمد صاحب کی انصاف اور قتل کو کیا ہو گیا۔  
 شاید سید صاحب کے ضم میں شرک صرف گور پرستی اور عبادت انسان ہی کا نام ہے جناب میں شرک حیا  
 قسم ہے۔ شرک فی الذات۔ شرک فی النعمات۔ شرک فی العبادات۔ شرک فی الاحکام خدا کی  
 کتاب اور اس کے رسولوں کا نہ ماننا شرک فی الاحکام ہے جب خدا نے (جیسا کہ اوپر کی آیات میں گذرا)  
 اسلام صرف اسی طریق عمل کا نام رکھا ہے کہ اس کی کتابوں اور رسولوں کو ماننا جو اسے اور ان کے تہذیب  
 عمل کن مریدی اور فرماں خیال کیا جاوے تو ان کے نہ مانے اور اقرار کر نیے شرک فی الاحکام نام

آویکا۔ خدا تو یہ کہنے رہا ہے کہ جو شخص رسولوں میں سے کسی ایک کا پیغمبر کرے گا وہ گمراہ اور کافر  
 ہوگا اور ہمارے سید صاحب کو خاتمہ مسلمان بناسے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا کہ خدا کی پاک کتابوں  
 و مقدس رسولوں کو نہ مانا جاوے کہ ان کے مخلصوں اور ملامتہوں کی طرح عزیز زندگی کو برباد اور ریاچان مانا جاوے  
 حاشا من شہد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ لوگ جو وہ باجوہ قدرت محمد رسول اللہ سے منکر ہو جاویں اور  
 اسلام صرف لالہ اللہ اللہ ہی قرار دیں مستیقین کی مضبوط قید اور شرط ہیں امر کو ظاہر کرتی ہے  
 کہ خدا کی پاک کتابوں اور رسولوں کا ماننا ہی لازم اور فرض ہے خدا کی ذات فیض آیات کو دیکھیں  
 بالاستیقان تسلیم کریں گے کہ جو اس کے ضروری احکام اور واجبی آداب کو ہی قبول کرے خدا کے سامنے  
 حکمون اور فرمانوں کو رد جو بالالایضاح والصریحہ قرآن میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں کو ایمان اور  
 اسلام کہا گیا ہے، چھوڑ دینا اور پہلے امر کا معنی چھوڑنا کہ میں خدا پرست ہوں ایسے منہ سے  
 مسان مشہور ہے یہ عجیب خدا پرستی ہے خدا کے حکم اور فرمانوں کو تو چھوڑا اور بنا دیا جانا اور  
 خدا پرستی کا دعویٰ کرنا ان دنوں میں جبکہ ہمارے سید صاحب گورنٹ کی طرف سے ملازموں کے  
 مغرضات میں مصوب ہوتے ہیں اگر کوئی میں ہی بغیر کسی کام کر نیکی میں رہتے تو یقیناً چارہ ہی  
 دہا میں گھر کو براہی سید صاحب ایسا ملے اتنی مدت ملازم رہے کہ گورنٹ کے اصولوں اور احکام پر چلے  
 رہے خدا کے ضروری حکم کو تو نہ مانا اور دعویٰ کرنا کہ میں خدا پرست ہوں ایک نئی بات ہے۔  
 کسی کا ماننا نہ مانا اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب اس کے حکم کو مانا یا نہ مانا جاوے کیا مافخران غلام  
 صرف اپنے اقل کے نام ہی لینے سے بلا کسی قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اقبال الاحکام کے  
 فرمان بردار اور تپا نظام قرار دیا جاسکتا ہے ہرگز نہیں ہے خشک باریک بود ز آب تھی نہ ناید از س  
 صفت آید صیٰ جب قرآن میں صاف طور پر لکھا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول قل انکم تحبون  
 اللہ فانہ یحبکم لہ تو یہ ہم کس طرح خدا کے رسولوں سے انکار کریں اسخفت کے قول کے  
 صرف یہی معنی ہیں کہ بالاستیقان خدا کے احکام مندرجہ قرآن کو نہیں تصدیق مسلمان ہو تسلیم  
 کتب الہامیہ میں داخل ہیں یا نواذ انہیں کے بموجب عمل کرے۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ

خدا نے نبیوں کے سامنے کوئی کھرا اور موجب قبول و توثیق قرار دیا ہے۔ جو مشرکوں اور کافروں کے  
 سنہ سے چنانچہ فرماتا ہے: وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَيُّ كَلِمَةٍ تَخْلُقُ إِلَّا يَكْفُرْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
 قرآن میں مشرک سے نصیہ کیا گیا ارشاد ہوتا ہے: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ كَلِمَةً شُرَكَاءُ فِي شَرِّهِ  
 رسالت ہی مشرک اور کافر قرار دیا ہے کہ میں تو انکو مسلمان و محمدی قرار دیتا قرآن اور رسول کا خلاف  
 کرنا ہے چونکہ حضرت کی حدیث میں شہد اور اُسے احکام الہی بالاستیقان سے متعلق تھی اس واسطے کہ  
 سے دوسری حدیثوں میں اقرار رسالت کی بات تاکید مزید فرمائی ہے ماس احدثہ ان ہاں  
 اَللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلًا لِلّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَوْلِهِ لَوْلَا هُوَ الْعِلْمُ عَلَى السَّارِ۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے  
 مروی ہے وَاللّٰهِ عَسَىٰ بَيْنَ الْاَيُّوْمِ مِنْ اَعْدَمَ كَمْ حَسْبِيَ الْكُوْنُ احْبَبَ اِلَيْهِ مِنْ وَلَدٍ وَوَالِدٍ اَوْ رَجُلٍ  
 میں ہے عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَرْثَدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَلَقَ اللَّهُ الْإِنْسَانَ مِنْ  
 دَانٍ دَابَّاءَ وَبَالَاسْلَامٍ دِينًا وَعَجَلًا شَيْئًا۔ ان حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت  
 تصدیق رسالت کو ایمان اور اسلام کی جزو و غٹھ سم خیال کرتے ہیں اس واسطے کہ خدا نے قرآن میں  
 منکر ان رسالت آنحضرت کو مخلوق فی النار کا خوف دلایا ہے اور انکو کہ قرار دیا ہے: سَافِرُونَ فِي الْأَرْضِ  
 من شہد کی لفظ بالاستیقان اور لفظ لا الہ الا اللہ نے سید کی طبیعت کو خراب کر دیا اگر ذہن کو کرتے تو  
 پا جاتے۔ وہی شخص خدا کو بالاستیقان مانے گا کہ جو اسکے سامنے حکم دے اور امر و نہی پر دل سے  
 اعتبار کرے گناہ تسلیم اور اقرار بالاستیقان کی توفیق ہی یہی ہے کہ دل سے خدا کی کتاب اور اس کے  
 رسولوں اور بزرگوں اور احکام و فرائض کو مانا جاوے اور اسکے ہر ایک حکم کو سچا اور معصوم  
 عَنْ الْاَغْلَاطِ اور مامون عن الاستقام سمجھا جاوے رسولوں کو قانون اور احکام اور کتاب اس واسطے  
 دی جاتی ہے کہ ان کے متبعین ان پر چلیں اور انکو اپنا قانون اور اصول قرار دیں اگر تشریف کتب الہیہ  
 سے یہ غرض اور عائد تھا تو ان کا تشریف ثمر تھا ہے تفسیرات ہند جو سید صاحب ہی برسوں استیصال  
 میں ملاچکے ہیں اور جسکی سے بیسیوں مجرموں کو جیل میں بھیج چکے ہیں علی ہی کیو الٹو اگر علی کو واسطے  
 ۔ ہوتی تو لوگوں کو اُن کے قوانین اور قواعد کے اعراض اور انحراف سے ستر لٹتی۔ ہر ایک شے کے

پاک کرنے اور اتاعت سے کچھ نہ کچھ قیامت ہوتی ہے بہت اہمیت علیہم السلام اور منزل تو امین  
 الہی سے یہ غرض اور منشا ہے کہ مخلوق انہیں چلے اور نجات ابدی کے وارث املاک بنے۔ تو ریت  
 اور انجیل میں ہی ایمان دار کسی کو کہا جاتا ہے جو خدا کی کتابوں اور رسولوں پر یقین رکھے اور انہیں  
 عمل کرے قرآن میں تو کہیں طور پر تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے یا ایہا الذین آمنوا امنوا  
 باللہ ورسولہ والکتاب الذی انزل علی رسولہ والکت الذی انزل من قبلہ ومن یفکر باللہ ولعلائکہ  
 وکتہ ورسولہ والیوم لا نعقد فیہ ضلال عید اسورہ نساء رکوع ۲۰ جب آنحضرت مبعوث ہوئے  
 اور قرآن کی تعلیمات کے اشتہار اور انتشار کو زور دیا تو اس وقت میں اکثر عرب اور غیر ملکوں کے یہودی  
 موحد تھے بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے آتے تھے اگر حضرت کا یہی ہوتا  
 اور مدعا ہوا کہ لوگ صرف اقرار توحید بلا استیقان نام کے جس میں خدا کی کتابوں اور رسولوں کا نام بھی  
 لازم آتا ہے مسلمان اور محمدی ہو سکے ہیں تو ان کو کیوں گمراہ اور کافر کہا گیا نہ رسولوں برس تک تصدیق  
 رسالت کی بابت ہی مباحثات ہوتی رہی اگر تصدیق رسالت کا مسئلہ وہ میان میں نہ ہوتا تو ایک ہی  
 آل میں عرب اور یہودیوں کے تمام یہودی اور یونانی طہیرین وغیرہ جو موحدا و خدا پرست تھے  
 مسلمان اور یومین بنجاتے نہ ہر اردن یہودی صرف مسئلہ رسالت کی بابت ہی حضرت کو متفق اور  
 کشیدہ خاطر ہو گئے اس نازک وقت میں آنحضرت کا اس مسئلہ کو رائج نہ کرنا مصری اس امر پر اہل  
 ہے کہ حضرت منکران رسالت کو کافر اور گمراہ خیال کرتے تھے حدیث میں شہد کی اعلان سے جو  
 حضرت عمرؓ نے صحابی کو منہ کیا اسکا یہی باعث ہوا کہ حضرت عمرؓ کی دانت میں صحابی معلن نے استیقان  
 کے معانی پر غور نہیں کیا ہی شاید اس نے استیقان کے لفظ سے استیقان محدود و المصور فی جزو  
 لا الہ الا اللہ سمجھ لیا جو کچھ مکمل میں آنحضرت کی مراد اس استیقان سے یہی کہ ان حضرت کی سچ  
 حدیثوں سے ظاہر ہو رہا ہے استیقان سچی تہا یعنی خدا کے تمام ملکوں کو بلا استیقان مانیں  
 اس واسطے حضرت عمرؓ نے اس صحابی کی غلط فہمی کے باعث منع کیا تا فہم۔ قولہ جن لوگوں کی نسبت کہا  
 جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے یہی قائل نہیں ہیں میں تو ان کو یہی مسلمان جانتا ہوں۔ اقول سب



بیشک انکو مسلمان جانیں قرآن اور بانی اسلام تو انکو کافروں اور شرکوں سے ہی خراب اور بدتر خیال کرتے ہیں آیت لہ اِسلام فی السموات والارض ملوئا وکثروا اور یون اور منکران خدا کا مسلمان بننا اور سید صاحب کا ہی کام ہے کیون نہ ہو عربی اور انگریزی کے اعلیٰ درجہ کے فاضل ہیں اس سبب سے خوب ہی مسلم و فاضل ظاہر ہو رہا ہے۔ آیت میں تو ذکر ہے کہ جو شخص طوعاً و کرہاً مسلمان ہوا آپ نے اس منکران خدا کا مسئلہ کہاں سے نکال لیا طوعاً و کرہاً اسلام کا قول کرنا اور چہیز ہے اور خدا کے وجود منکر ہونا اوستے۔ وہ خوب عقل ہے اب تھوڑے اور آگے چلے فرماتے ہیں کہ منکران خدا کا کل بنیاد طبری مصدق وجود خدا ہے کیا کہیں یہاں تو سید صاحب نے کمال ہی کر دکھایا منکر ہیں کہے جاتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہو جانتے ہی نہیں اور یہ صاحب انکو مصدق بناتے ہیں وہی بات ہوئی مدعی سست اور گواہت خدا تو قرآن میں اپنے نبی کی معرفت اس امر کو ظاہر کرے کہ اگر کوئی شخص نبی اور مرسلین میں سے ایک نبی اور مرسل کو بھی نہ مانے گا تو میں کیسکو و فرخ میں بدالون گا اور سید صاحب اسکو جنتی بناتے ہیں مصرعہ میر تقی میر راہ از کجاست تابجاو اس قول کے آگے سید صاحب نے اپنے پرانے طریق کے موافق علماء محدث کی توہین اور فضائے اسلامیہ کی تضحیر شروع کی ہے ہمارا منصب نہیں کہ ہم ہی سید صاحب کی طرح جاہ تہذیب اور منصب کو میت سوچا ہو کہ تسخر اور ٹھہرے پر کمر بستہ ہوں ہمارا اس آیت پر عمل ہے ادع الی عبیدلک بالحکۃ الذمبارک میں وہ لوگ کہ بڑے ٹھہرے گریو الوون اور برا کہنے والون کو برا نہیں کہتے بلکہ صدق دل سے ہر اوقات شمس دعا کرتے ہیں کہ اے خدا انکو اسلام کے صاف اور سید اور وسیع راستہ پر چلا کر دو انہی تیسری رحمتوں اور عافیتوں میں شامل ہو کر سرور اور ہر پور ہوں۔ اللہ تعالیٰ عافیتوں۔

دات

نصیر الدین احمد مدنی

مقام الہ آباد۔

# اشاعت السنۃ النبویہ

عاجل الصلوات الخیر

نمبر دوازدہم بابت فی الحجۃ ۹۰ مطابقت سیمبر ۱۲۸۷ء جلد سوم

## معروفا

داں جن احیوں اشارت معروضہ سورتی یہ یہ ماہ نومبر کثیر تو بہتر اگر باریات مرحمت فرمایا ہے تبہم ستر  
کابل سے شکر گناہ ہے۔ اور ہر کو اضع سکوت ان حضرت کے کس شکر کا اظہار کرتا ہے وہ مواضع یہ ہیں۔ ہر وہاں  
دکترہ طیبہ و غفرہ ہدایوں۔ بسروپ جیلپور۔ خید آباد کہن۔ سہلی۔ علی پور۔ گنڈ پٹن۔ مظفر گڑھ۔ سہرا آباد  
مہندواں (دونی) اندھلہا بیا محبیر منی) بقیہ حضرات جنکی باریات کی تعداد تین سو دس کے قریب ہیں سچا  
فہرست نمبر سابق سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کئی مذہبات میں بڑے لوگ ملتے ہیں کہ اعتنائی کو دور فرمایا  
احبار قدیمی خیال کو کہ ہمارے دین بدینہ نہیں ہے تو وہ ان کی طرح مقدوس ہے۔ روپیہ بیچے دے کیا اور ہوش  
ہیں؟ غلط ہے کہ میری اس معروض سابق کو کہ جس ہوش سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ باہر ہوا اس کا کام کیا کر  
چسکتا ہے خیال میں لاویں۔ اور اگر ان حضرات نے اپنے ماسک کے اشارات کو نہیں سمجھا تو پھر کیا میں اپنے اہل  
گراہی پر تعصیب کروں؟ اور اگر حساب و دستان درول سمجھ لیتا تو پھر تصفیہ میں دیر کیا ہے؟ بعض حضرات  
یہ ہیں جنکی طرف ہیں فہرست ماہ نومبر میں اشارہ نہیں کیا۔ وہ اپنا حساب خود سمجھ لیں اور ذرا واجب الادا رسال فرمایا  
سال ختم ہوا اب پچھلے حساب کا فیصلہ ضروری ہے۔

(۴) سرشتہ حساب کتاب اشاعت السنۃ ابتداء میں بابو می الدین صاحب طائرہ و قمر انگریزی کے سربراہ  
انہوں نے حسب عادت و قمر انگریزی ہینڈل کے مطابق خرید و آمدن سے قیمت کالین دین رکھا۔ اسی انداز  
اب تک سلسلہ جاری ہے مگر انگریزی میں تیس سال اور اسلامی سال مہینے قمری۔ اور تیسری ہینڈل قمری ہینڈل  
نسبت متزلزل ہوتے ہیں۔ بناو علیہ میں سال میں تیس سال عیسوی و قمری میں ایک جیسے کا فرق ہو گیا ہے۔ پس اگر

طبع پراض مہنداسر میں چھپا

خریداراں اثناء السنۃ کے یہ حق قری ہینوں کے برابر لینا چاہئے جن کو سنہ کی بات تیرہ بیسے  
کی قیمت ادا کر اسطرح کر لیں کہ ہر سال تیرہ سو روپے جو دی جیسے میں محرم و صفر کی بابت دو سو روپے تالیف  
کرینگے یہ سو روپے کے توجہ دہی میں صرف پر یہ مقرر ہے کہ ہر سال تیرہ سو روپے جو دی جیسے میں محرم و صفر کی بابت دو سو روپے تالیف  
پر اسکی جگہ نمبر دو سو روپے میں محرم و صفر کی بابت دو سو روپے تالیف۔

(۳) اگر مصلحت اثناء السنۃ میں طویل ہوتا ہے غالباً کوئی معصوم یا سکا ملکہ نہیں ہوتا اس کے معنی یہ  
قاعدہ کل جدید لفظ کا ہی گہلا ہونا گاہ کہ ہم اس میں لاچار ہیں ہر چہ اعتقاد کا تقدس کرتے ہیں گریہ بات  
اس قسم کے ہیں آئے ہیں کہ ان میں اعتقاد سے حق کا اثبات ہیں کہ کہتے ہیں جن میں کو شروع کرتے ہیں  
تو اسکی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک دو غیر ذوق نہیں قسم ہو گا کہ جب سلسلہ کا نام درمیل ہم کی طرف چل جاتا ہے  
تو قلم اختیار میں نہیں رہتا۔ ناظرین اس تطویل سے نہ کہیں اس معنی میں کی ضرورت و کیفیت میان واسطہ بات  
کو خیال میں لادیں یہ معصوم تفریق میں الاسلام سال آئندہ میں ختم ہو گا۔ یہ سواہ ناظرین اسکو غلط معنی میں  
جلد سوم کے ساتھ ملکر اردین سواہ غلط واسطین جلد چارم میں شامل رکھیں۔

## اشتہارات

(۱) شروع شدہ سواہ اشاعت قابل ملاحظہ رہی رسالہ السنۃ السنۃ کے ساتھ ایک منیہ چارہ دہی کا حکم کرنا  
حکام مام اصل سال سے چارہ حصہ لیا جا چکا کہ تفصیل ہر باب ہر جات مفصل استہار سالہ یعنی درجہ اولیٰ  
کے خریداروں سے کم سے کم ہر درجہ دوم ۴۰ روپے سوم سے ۴۰ روپے چارم سے ۴۰ روپے پنجم سے ۴۰ روپے  
واشاعت جس منیہ کا مصلحت مقصد کا تفصیل بیان تو ان کے ابتدائی ہر گاہ اس کا احوال یہ ہے کہ اس منیہ میں  
کتاب سنۃ کے موافق مسائل اصول و فروع و اعتقادات و غلیات کا بیان ظہور میں آو چکا جس میں کئی خاص قسم کو  
مخاطب نجا جائیگا اور کسی خاص فرقہ اسلامی کا رد و مقابلہ مل میں آو چکا جو صاحب اس منیہ کی اساتذہ کے  
شاہان ادا کے طالب ہوں وہ خود اپنی درخواست ۱۰۰ روپے اس منیہ کے پرچہ قریب قریب تعداد خریداروں  
کے چھپ گئے۔ یہ جس صاحب اساتذہ کے ہر چہ کے ہر چہ سے پاسکیں۔ یہ منیہ یوں خریداروں کے پاس لایا جاتا ہے کہ ہر چہ  
پرچہ منیہ اسکو سید کر کے ہر چہ خریدار خود چھو اسکو خود مل واپس کرینگے وہ مطالبہ قیمت سے بری رہے۔

۳۔ کتاب معیار الحق جواب تنزیل الحق ایک قدرت ہے عطا ہفت ہجری تہی اب جو انصافی دہلی میں حضرت شیخنا شیخ النکل مولانا محمد یونس صاحب کمالیہ کے تلامذہ کے ایہام سے طبع ہوئی ہے قیمت اسکی ۱۰ روپیہ و لداک اور جو صاحب سابق ہوں وہ مولانا مہدی یار مولوی لطیف حسین صاحب ساگر دہلوی صاحب ہارک قیمت طلب فرادین۔

۴۔ مطبع یاغز ہندام سرسریں ایک رسالہ موموہ پر تحقیق الاسلام، طبع جوابتہ حسین دوریت و اخیل نبوت محمدیہ کا تہون ویا ہے۔ مام لوگوں کے لئے برائے افہام یا اعمام میاں یونک پیر سالہ کافی زیور ہے۔ طرز بیان سنجیدہ کتابت عمدتہ پاکیزہ قیمت نہ مریہ و لداک۔ ۱۰ روپیہ اس کے سابق ہوں وہ قسطنطنیہ احمد صاحب مہتمم مطبع ریاض ہندام سرسریں طلب فرادین۔

### مترودہ

۱۔ تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف انزابیل صاحب ہاؤس کے جواب میں ایک اور رسالہ نکلا ہے جسکا نام سلسلہ پیچہ ہے اور لقب خیر خواہ اسلام ہے۔ واقعی یہ رسالہ اسم ہسی ہے اور اسکے حرف حق سے اسلام کی خیر خواہی جو شاد رہی ہے یہ وہی رسالہ ہے جسکے اجراء کی سچے نہ غیر نمیب میں تلامذہ کی تہی اور مسلمانوں کو ترغیب دلائی تہی۔ اس کے مصنف دہلی صاحب خبرت و عالی ہمت جناب مولوی سید محمد حسین صاحب ہیں جنکا ذکر حیرت انگیز میں کر چکے ہیں اسکی قیمت ہی وہی قرار پائی ہے جو اس تفسیر میں میان ہوئی ہے یعنی فی جنرل علاؤ الدین صاحب کہ وہ آدھا سے زیادہ نہ ہوگا۔ اسکا ایک پرچہ شائع ہوا جس میں مطالب کے جملہ خیالات و عقاید کی اجمالی کیفیت بتادی ہے اور انکی مبادی و مقاصد کی تفصیل کردی۔ عبارت ایسی طریف اور طرز ایسی طرف ہے کہ جو کوئی اسکو ٹیر مچکا (دیکھا) گھسٹوہ ہوا بخوف آخرت پڑوہ (ایک دفعہ تو ضرور ہی بے اختیار ہنس دیکھا۔ مسلمان عموماً و ناظرین رسالہ خصوصاً اس رسالہ کو خرید کرین اور علی الجبہ کسی قدر روپیہ مطبع یوسفی دہلی میں پاس سید علی حسین صاحب بہتیم سچا اس امر کے خواستگار ہوں کہ جب کسی یہ رسالہ چھپے تو ان صاحبوں کے پاس بھیجا جاوے۔ پھر بعد انضباط و وقت و ترجمہ رسالہ کے اس کے حساب کا تعفیہ کیا جاوے۔

تعمیم

میں نے سنا ہے کہ دلاوی حبیب صاحب تہم لکھنؤ میں رہتے ہیں ہمارے استہار سائل عمرو کے جواب میں شہر میں قائم ہمارے دفتر کی مدد مل کے بعد ہاتھ سے لکھ دیتا ہوں دونوں ہمارے استہار کے جواب میں خاموشی کر رہے ہیں اور اس کی طبع و اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں میں ہم بنظر اصلاح بنایا میں السالین ٹرسٹ اور اہل علم سے منوہی صاحب کو براہ راست نصیحت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب ہمارے قابل کا قصد ہر فرزاوین اور اس بات کو خیال میں لاویں کہ ہم ایک مدت سے باہمی جنگ سے متیار ڈال چکے ہیں اور دوسری طرف متوجہ ہیں ایسے وقت میں براہوں اسلام کو جو فروعی مسائل میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں انہم سے نہ اوجھڑیں اور جب کام میں جھگڑ رہے ہیں اسی کام کے لئے ہمارے لئے لڑنا فوج رہے ہیں۔

کیا مولوی صاحب یاں کے عاویں واجاب اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ہم اتفاقی احوال اسلام کی محتاجات و انتظام کو جو پڑوین اور پرائن ہی تقدیمی فردوسی جو کچھ متاثر ہو رہا ہے اور غریبوں کے لیے شہرین کیا کرنا واجب ہے ہمارے منعموں کے ساتھ مدبیا سلام کو ملاحظہ نہیں فرمایا انداگردہ ملاحظہ نہیں کیا ہے تو کیا اس سے آپ کو توفیق نہیں ہے۔

اگر مولوی صاحب کا ایسے علم و کمال کا اظہار یا محض غریب کسبائیل کا اثبات و استہارہ نظر ہے تو اس امر کے لئے مجھ کو مخاطب کیا گیا صرف یہ ہے کہ مجھ اور میرے استہارہ کو مخاطب فرما دیں بلکہ مستقل طور پر یہ سبیل حقیقی و مستقیم کی اتاعت میں جس قدر وسعت و غنایں اس کو دیا بطل سے چکوتہ عرض نہ ہو گا اور کچھ اعتدال و ملازمت و تسامت ہو گا اور اگر انہوں نے مجھے مخاطب کیا تو اس کے جواب میں (خواہ میں نہ بولا) میرا کوئی اور ہم شریک تو ضرور ملے گا۔ جس اصلاح کے خیال میں میں ہوں میرے بعض احباب اس کے ملکر میں نہیں ہیں اور بظاہر و ستر و خفیہ میری نفرت کے لئے اور میرے مقابلین کے مقابلہ کے لئے حاضر ہیں۔ وہ ضرور ہوں گا۔ معاذ کا جواب ہے کہ اور میری ایک تہ نہیں گے۔ آخر مولوی صاحب کو یہ کی طرح سکوت اختیار کرنا پڑا۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ اب قیاس سے خطاب سے سکوت فرما دیں اور بعد میں میرے متخاطب کو جو میں اس سے شکایت کر رہا ہوں

یہ تہ ذرات سابقہ صاف ناطق ہیں کہ وہی ایسی چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے حضرت اپنی طبیعت کو دل کو کان کو زبان کو کچل اشتغال متوجہ فرماتے اور محنت و نوت ہو جانے پر خیال و سمجھ میں نہ آئے یا بدل جانے کے اس کے چور سے ہو کر ایک توقف و صبر فرماتے۔

اس سے بشکرت مشورہ ثانیہ ثابت ہو اگر وہی آپ کا اسطرحی ہوا اتنی نہ تھا بلکہ عارضی و فوری تھا جو کہ دائم سے دگر ظاہری اسباب و اسباب سے نہ تھا، حاصل ہو رہا ہے ؟

استدلال سوم۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں ان احکام و افعال کو جو حضرت کو بذریعہ وحی پہنچی ہیں غیب کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو انبیا الغیب اور غیر سے تعبیر کیا ہے اولاً نماحج جھپٹہ الغیب ٹھہرایا ہے چنانچہ سورہ قمر میں ارشاد ہے۔ فنادا عالم الغیب یعنی ان چیزوں کو جو بندوں کے دل سے مایل سے طبیعت سے فکر سے غائب ہیں جاننے والے ہے وہ ایسے اس غیب پر کیونکر پہنچے یہ وہ رسول کے مطلق نہیں کرتا

وہ اس سلسلے کے آگے اور چڑھ کر کہتا ہے تاکہ ظاہر میں جان کہ رسولوں کے اس غیب پر مطلق ہو کر ایک ٹیک (خدا کے پیغام پہنچائے ہیں اور وہ سب باتوں پر جو کچھ حال میں ہیں ان کا کہتا ہے اور ہر چیز کو اس میں لکھا ہے۔ حضرت ابن عباس اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ نہ تھا نے غیب سے رسول پر وحی بھیجی ہے اور ایسے غیب ان احکام و میر و جو کہ وہی کہا یا جو یہاں تک خود ہی جانتا تھا۔

عالم الغیب فی ظہر علیہ صلوات اللہ علیہ من تسبیح  
میں فانی سلسلے میں میں بدیہ و منخل  
وہ دالہ علم ان قد المخلیہ صلت من جہر و ظہر  
لذی بعد و احسن کلشی معذرا (سورہ قمر ۱۲)  
قال انما یخبر عن الایۃ اعداۃ اللہ الرسول من علیہ  
والنہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما یکلم اللہ  
لا یعلم الا الذی یشاء للہ للذی رواہ اللہ

اور مفسرین جیسے ام ہامزی شیخ ابو السعود صاحب جلالین وغیرہم نے یہی ہی منی آیت کے بیان کے ہیں شیخ ابو السعود نے فرمایا ہے کہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کامل طور پر کسی کو اطلاع نہیں کرتا مگر رسول کو جس کو ان ظہار و اطلاع بعض نبی امرو کے جو رسالت کے متعلق میں پسند کرتا ہے اس کے لئے کہ وہی امرو یا ان کا علم رسالت اسباب و دلائل میں جو جو جزرات

عالم الغیب فی ظہر علیہ صلوات اللہ علیہ من تسبیح  
میں فانی سلسلے میں میں بدیہ و منخل  
وہ دالہ علم ان قد المخلیہ صلت من جہر و ظہر  
لذی بعد و احسن کلشی معذرا (سورہ قمر ۱۲)  
قال انما یخبر عن الایۃ اعداۃ اللہ الرسول من علیہ  
والنہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما یکلم اللہ  
لا یعلم الا الذی یشاء للہ للذی رواہ اللہ

از تمام انظار و ادب و عیون متعلقه رسالت  
 لما کونه من مبادی رسالت یا بکون معجزه  
 دالة علی حقیقت او اما کونه من احوالها و احکامها  
 کما به التکالیف اکثر فی امرها للکفر و کفر  
 اعمالها و احسنها للزین علیها فی الاخرة و مکتوب  
 هی علیها حل الاخرة التي من جعلها کمالا  
 والعشرون و مکتوب من امرها العیبة التي یا کما  
 من مبادی الرساله و اما ما لا یعلق علی احد  
 الی حیث من الصیور التي من جعلها وقت قیام  
 و لا ظهور علیها احد الدلائل احسب من الدلائل  
 عیسویه من تعین الشیاطین لما اظهر علیه  
 من العیون المتعبره کما یعلم من قد راوا و قد راوا  
 رابعهم - متعلق بلیک عاقله و مرادات  
 رحمه و عارف عن العیب الدی و اید اظهرها لمتی  
 علیه و ما یعلقه الاما لاهد و المعنی انه کما یستلزم  
 من جمیع جزیب التقی بعلل الشکات و الموراث  
 و هو رساله علی الاطلاق و التخلیط - و اما اکثر التقی  
 و الجمیع باعتبار معنی من کما یعلم ان قد بلغ الرساله  
 التي لا یمکن ان یحجز و تدبیر الرساله و قد یحجز  
 و لا یزول و العیبه و ان عمران و انما یزول و انما یزول  
 نوحیه (سورۃ) حاک من اما العیبه و مرادات

جوت رسالت کا ثبوت مناسب یا وہ احکام و ارکان  
 رسالت میں جیسے اکثر شرعی امور پر کیا امر و نہ ہے -  
 اور انکی کیفیت علیہ اور حرث میں و سران میں جو ان  
 اعمال پر نکالی جاتی ہیں اور احوال آخرت جیسے قیامت  
 کا ہونا وغیرہ امور کی تسلیم پر تسلیم نبوت موقوف ہے  
 ایسی ہے اور فی امور پر کیا بیان رسالت کے طریقے  
 ہے و لیکر جو امور غیبی رسالت کے متعلق نہیں ہیں جیسے  
 وقت قیامت وغیرہ اس پر حدایت کی کہ جو مطلع ہیں کیا  
 اور وقت انظار و وحی منہیات متعلقہ رسالت کے  
 وہ رسول کے آگے اس پر کیا کہ کو چکر یا بنا کر  
 بھیجا ہے انکس امور غیبی میں شیطانی کچھ ملا ہیں  
 یہ ہر تمام بھروسے ہو کی کا ایسے کہ جو خدا تعالیٰ بطور  
 شہادہ و جاں لے کر خدا کے پیغامات جیسے مراد  
 وہی منہیات ہیں بلا عدالت تبلیس ابلیس بدوں  
 کو یا رسولوں کو پہنچ گئی ہیں -  
 اور سورۃ آل عمران و ہود و یوسف وغیرہ میں جا بجا  
 یہ نسبت ان قصص و انبار کے جو آنحضرت کو بددیوبہ  
 معلوم ہوا و انہما کہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنکو ہم  
 تیری طرف وحی کرتے ہیں -  
 اس قسم کی آیات سے بہت بات مقدمہ بالہ صاف ثابت  
 ہوتا ہے کہ وحی آنحضرت کا طبعی و ادنیٰ امر میں ہے کہ

الحکام خیر کی طبیعت یا ذات یا دل یا خیال انہیں سب جگہ اس شخصیت سے کمال حضور کی نسبت ہوا  
انہی اہمیات و مقامات کو مشہوری و حضور کی کہنا واجب ہے۔

اور اگر وہی داخل و طبعی ماسر ہوتا اور جو کچھ (اجندہ احکام) بذریعہ وحی آپؐ یکے بعد دیگرے اس شخصیت کے دل میں طبعیت  
ہی سے اُٹھتے تو انکو نفسی ہرگز نہ کہا جاتا۔

انفس انزلیہ صاحتی دس والہام غیر انبیاء، رکعتی سلم کے علماء یا کسی منبر کے صلح کے کو تو نفسی کہا  
چنانچہ نمبر ۹ میں بعد ۹۹ کلام جناب تفسیر اس امر کا گذارگو وحی انبیاء کی نسبت آپؐ سے یہ خیال نہ ہو سکا  
بلکہ وحی انبیاء کو آپؐ ہی علماء کے مقابلہ میں صرف طبیعتی امر قرار دیا۔ اور ان آیات و دلائل سے انہی کو نہ بکرا کیا

### استدلال چہارم

(وہ نسبت استدلال سابقہ پہلے و نام نہایت جامع ہے اور اسکی محنت شامتا بعد یہ دونوں ہیں)  
دین محمدی سے باہر نہ تو تواتر معلوم ہے اور قرآن و حدیث و سیر و تواریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ  
مسلم نے اپنی عمر ستر سال کے چالیسین سال کے اخیر میں دعویٰ نبوت و نبوت و نزول وحی کیا اور قرآن و احکام  
حلال و حرام کو کتاب اللہ و احکام الہی بتایا اس سے پہلے آپؐ کتاب اللہ کو جانتے ایمان کو تحصیل و تسلیم  
تشریف پہنچاتے بہرہ و شوق سے چالیسین برس تک صد اقوال و افعال طبعی و متعلق معاشرت و اخلاق  
کا آپؐ سمندر ہوا مگر کسی فعل کو آپؐ نے کلام خدا نہیں فرمایا اور کسی فعل کو فعلی تعلیم یا حکم الہی نہ بتایا۔ یہ باوجود  
آپؐ کے اقوال و افعال حد کمال طبعی و عقلی کو پہنچ چکی تھی اور عقل کمال طبعی و سلم کے مطابق واقعہ میں آتی تھی  
کہ اس عقل و کمال کے سبب آپؐ جمع خلایق تھی اور شہادت و معاملات ملکی و اخلاقی میں عقل خصوصاً کیا کرتے  
لوگوں میں بلقب امین لقب محمدی کوئی میری شہرہ آفاق۔ عام لوگ آپؐ کی اقوال و افعال کو عقل و طبیعت  
انسانی کے موافق سمجھتے اور دل سے ان کے موافقت و ثابت پسند کرتے۔ یہاں تک کہ چالیسین برس آپؐ  
نبوت و نبوت و وحی کا دعویٰ کیا اور خدا کی طرف سے نزول قرآن و احکام کا اظہار فرمایا اور احکام و نسل کو خدا  
کی طرف سے بتایا۔ تیسرے درجہ ان قریش نے باوجود کہ پہلے سے آپؐ کو پہچانتے اور آپؐ کی طبعی و عقلی باتوں کو  
بدلتے آپؐ کو جیٹ لایا اور اس دعویٰ میں آپؐ کو معاذ اللہ مجنون و مفسر ٹھہرایا اس کے صاف یقینی



طوریہ ثنابت چوتھے کہ وحی اسو طیبی سے علاوہ ولید حمیر سے اگر وہ بخدا امور طیبی پہنچی اور اسکو خدا کی طرف منسوب کرنے اور خدا کی طرف سے ٹھہرائی گئی ہو وہی کہ خدا نے اسکی مغز و منہج یعنی طبیعت کو پیدا کیا ہے تو لازم تھا کہ اسکی مجلس ان امور طیبی کو جو قبل زمانہ بشت و نبوت آنحضرت سے متعلق اخلاق سرزد ہوئے ہیں (نیز) آپ وحی و حکم و کلام الہی ٹھہراتے۔ اور یہ دعویٰ نبوت وحی و رسالت میں سے ہے کہ جسے جب ان امور طیبی کا آپ سے مسامحہ ہو تا شروع ہوا تھا کیا چالیس برس کے پہلے آنحضرت سے کوئی امر طیبی متعلق افلاک سرزد نہیں ہوا؟ اور اگر ہوا ہے تو یہ کیا آنحضرت سے کہی پہلے ہی کسی امر طیبی متعلق اخلاق کو خدا کی طرف نسبت کیا؟ اور اس میں نزول وحی و کلام الہی کا دعویٰ کیا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی علم یا عمل یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قبل زمانہ بشت آنحضرت سے کوئی امر طیبی متعلق اخلاق سرزد نہیں ہوا (اگرچہ کہہ سکتا ہے کہ چالیس برس کے پہلے ہی آنحضرت نے اپنی کسی امر طیبی متعلق اخلاق کو حکم الہی ٹھہرایا ہے اور اس میں وحی یا کلام الہی کے نازل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اور نیز اگر وحی امر طیبی ہو تا اور صرف اس کے طیبی ہو نہ کی نظر سے اسکو خدا کی طرف سے کہا جاتا تو معنادار سرزد قریش و عار عرب و عجم کی طرف سے اسکی متبادل ہر شے کا نہ پایا جاتا اور اس وحی میں آنحضرت کو معاذ اللہ بچوں و معصی کوئی نہ کہتا اسلئے کہ اگر کوئی کسی امر طیبی کو اس نظر سے کہ خدا نے اسکو پیدا کیا اور طبیعت میں داخل کیا ہو خدا کی طرف نسبت کرتا ہے اور اسکو خدا کا لہجہ مانتا ہے تو اسکو کوئی عاقل ہونا و معصی نہیں کہتا اور اس میں کوئی شک نہیں لانا۔

### تمثیلات

دیکھو جو پیدا ہوتے ہی ان کا دردہ پینے لگ جاتا ہے تو اسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسکو دردہ پینا سکھاتا ہے اور جب وہ باتیں کرنے لگتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اس کے دل میں باتیں القا کرتا ہے۔

(۲) جب پہلی پانی میں تیرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اسکو تیرنے کا القا کرتا ہے۔

(۳) شہد کی مکھیاں و رشتوں اور بیٹوں میں گہر خالی بنیاد ہدایت کے لئے کہتے جاتی ہیں تو طبعی رابک الی الخ (از انھدی صلی اللہ علیہ وسلم) انکی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان باتوں کو انکو الہام

ومن الشيء ما يبرئ من كماله (محل ١٠)

وَمِنْ الشَّيْءِ مَا يَكُونُ شَيْئًا كَمَا لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ (۱۰۰)

سکایا ہے وعلیٰ بن القیس نہراعدن بکہ لکہ پڑن مواسخ میں کہ  
 طبعی کو کندا کہ طبع تبت کیا یا تبت اند الہام طبعی کو نانا جتا ہے پیر کوئی کیکی ان و عادی الہام طبعی میں کہ  
 و تفسری نہیں کہتا۔

پس آنحضرت اگر الہامی کا دعویٰ کرتے اور بنظر طبعی دیکھنے والے کے انکار خدا کی منسوب کرتے تو سن دو فریق بنیں۔  
عرب عجم کے لئے حضرت بنو ہاشم و بنو مضر کی محبت بلکہ سراسر مباح و حق گوئی سمجھئے اور باقی سے ٹکر بلکہ آنحضرت مسلم کے  
مسلم و غیر مان بردار ہو جاتے۔

الحاصل آنحضرت کا چالیس برس عمر تک معدن الطبع یعنی دینی دعویٰ والہام نہ کرنا اور چالیس سال کے بعد اس دعویٰ کرنے پر عرب کا انکو جہاد امامان صاف یقین دلانا ہے کہ کسی الطبعی نبی سے نہ آنے والا ہے نہ اس کے بعد کسی نبی کا دعویٰ کیا ہے نہ عامہ غائبین اور نہ کریم دعاتین ہونے کے کو بعضی الہام طبعی سمجھا ہے۔

اس میں ان کے سر پر ان مقدسات کے صدق ہے آیات قرآنیہ و حدیث نبویہ و واقعات تواریخیہ پاکیزہ و معجزہ  
میں اناسیچہ چند آیات و احادیث و واقعات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ یونس میں ارشاد ہے کہ میں جو ہمارے ملکی امید نہیں رکھتے اس قرآن کے سورہ کوئی اور قرآن

مے آیا۔ یہی مین کچھ اہل عدل کر کے تو کہہ دے مگر  
 نہیں کہیں اُسکو اپنے جی سے بدلہ میں تو کیا پیر و ہون  
 جو میر لڑن دہی کیا جاتا ہے ہر پڑے دے مذہب کے لڑکے  
 اگر خیر سدا کی نغمہ لائی کروں (اور) تو کہہ دے حد اچا بات  
 زمین قرآن مگو نہ پڑن نا اور زمین نہ معلوم کرنا مینو تو اسے  
 پہلے تم مین عمر کاٹی ہے تم اُسکو نہیں سمجھو -

قال الرب ابراهيم فاما انت بقول غير هذا  
بدله قل ما يكون ان ابدله من تلقا نفسه  
ان الله اعلم بما يوحى اليه لاني احب ان عصيت  
من عند الله عظيمه قل لو شك الله ما ملأه  
عليكم الا اذ راكم به فقد كنت فيكم من قبل  
افلا تعقلون (يونس ١٠٠)

یعنی نیے تمہیں ایک عکاسی ہے اور جیسا کہ دل عقل خیال و طبیعت کی باتیں تم سے کرتا رہا یہ کہیں ان باتوں کو الٰہی طرف نسبت نہ کیا۔ نہ ثبوت کا دعویٰ کیا اگر زمین کی باتوں کو خدا کی باتوں میں لے لیا تو پہلے ہی کہیں کسی حد کی بات کو خدا کی طرف منسوب کرنا چاہیو اب یہی حد بتائی ہے اور اس میں مجھ پر دوسری نازل کی ہے

اسکو مایہ جی کی ملت سے کہو کہ یہ ملکتا ہوں اس کی مائے کو مدال کی مائے کہہ سکتا ہوں۔

اور سورۃ قصص میں لڑتا ہے سب سے پہلے یہ تیری طرف کتاب القا کیا گیا ہے تو بتیہ اپنی جوت سے

و ما كنت ترحان يلقى اليك الكتاب الا بعد ان تخرج من ذلك المكان

خبر اللہ کا دین کا ایسا ہے بعد از قتل طبع الی

یعنی یہ کہ تیرے دل پر ہے ان کی ہے تیرے دل یا طبیعت کی سادہ نہیں ہے تیرے دل یا طبیعت کی اگر

بناوٹ ہوئی تو نتیجہ اپنی طبیعت کے ہر وہ اس کی طبیعت سے القا ہو کی امید ہوتی جیسے ساعر کا کسی اور صاحبیت

اپنی طبیعت کہ ہر وہ شعر ہر کے نال کی امید ہوتی ہے ہر وہ امید تو جی میں آتی ہے۔

اور سورہ بر خرف میں لڑتا ہے۔ اسی طرح جسے تیری طرف اپنے حکم سے دئی گئی ہے جو دلوں کو زندہ کرے

و کذالك اصعبا اليك رجعا من امرنا ما كنت تدعى

ما لکنت لا الکا و لکن خلد و خلدی وہ من شام

من عباد ما (سورہ ۵۶)

یعنی کتاب ایماں حکما اپنے سب سے چالیس سال کے بعد القا و الہام ہوا ہے ہمارے طرف سے ہی یہ تیری جوت

اور عجز و ہرین سے سب سے چالیس کتاب ایماں کی جوت سے پہلے کہ تیری جوت تھی۔

سجاری و مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کو پہنچا کر ہی ہوئے ہیں

عزیز منکر انزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم و اولیٰ اربعین انام مکة

تلاعتہ سنہ و ملائمتہ عشر او ثونی و اولیٰ ثلاث سنین

و لا لازمدی و لا یحییٰ علی اربعین و لا سلم العالم و لا اجماع

عزیز منکر انزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم و اولیٰ ثلاث سنین۔

تانی عیاض و غیر ما اہل سیر و تواریخ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل نبوت و

مقبل و اما بعد صلی اللہ علیہ وسلم و اما بعد و اما بعد

کھتہ مکان صلی اللہ علیہ وسلم و اما بعد و اما بعد و اما بعد



ان ہفتہ عرفہ امہ لم یکلم لہم والدنہ علی الناس  
وہیکہ مطالعہ دبیج ساری مقرر

کہا کہ جو لوگوں پر جو بیٹہ نہ ہوئے تو وہ خدا کی رو سے  
باندہ سب کے نبی خداوند کو کہ دعویٰ کہ سب کا چچا چچا نبی

ترندی سے نقل کیا ہے کہ ابوہ نے آنحضرت سے کہا ہم تجھے تو پہناتے ہیں جانے بلکہ اس باتوں کو

عن ابن ابی عمیر قال لیس صلیم الا انک بلاء وکنیک  
ما جئتہ ما نزل اللہ ماکوہ لا یکدہ وکذا وکنیک  
ما بات محمد وکذا وکذا وکذا وکذا

جو ہوتا جانتے ہیں تو اب لیکر آئیے جس پر خدا تعالیٰ  
یہ قتل ہمارا نزل فرمایا کہ سب نبی یہ تجھے پہناتے ہیں

ثم سیر سیر میں برایت کر یہ معنی میاں کے  
والجہ الشاق وکذا لایہ انہم لایہ وکذا وکذا  
کذا وکذا وکذا وکذا وکذا وکذا وکذا  
وہ کو خدا ماکدہ ما النہ وکذا وکذا وکذا  
یہ لایہ وکذا وکذا وکذا وکذا وکذا  
اعتقد ان محمد المرسل من عند ربہ وکذا وکذا  
کہ کہ وکذا وکذا وکذا وکذا وکذا وکذا  
قال اللہ ما کذب فی سائر الانبیاء وکذا وکذا وکذا

پر دیکھ عالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔  
کہ میں کہ یہ لوگ تجھے پہناتے ہیں کہتے۔ اس لئے کہ تم کو اپنا  
طویل آئے چلنے کے میں پہناتے ہیں کہ یہ سب عالم نہیں کہتے  
اور یہ نام اس میں کہ کہہ چکے ہیں اب تم پہناتے ہیں کہتے  
وہ کہتے سیر میں نبوت کی انکاری ہیں یہ کہتے ہیں  
کہ اسکو قسم قسم کا جنوں ہو گیا ہے کہ سب سے تیس خدا  
کی طرف سے رسول خیال کرنے لگا ہے یا یہ کہتے ہیں  
کہ یہ اور باتوں میں تو میں ہے صرف اس دعویٰ پر  
میں پہناتے ہیں۔

اسی نظر سے کہ وہ لوگ رسول کو امین صادق جانتے اور قبل نبوت جہاں میں انکی صدق پہچان چکے  
لہذا علی المؤمنین ادعت دیم رسول  
من انفسہم رتلا علیہم آیتہ ویزکیہم  
یعلمہم الکتاب الحکمۃ وان کما وامن قبل  
لہ منلال میں۔ آملہ رعد

تو اللہ تعالیٰ انکو اپنا احسان کیا اور فرمایا انہوں نے رسول پر  
اس کا کیا کیا انہیں ایسا رسول بھی جو ان ہی میں سے ہو اور خدا  
کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کے قضاے کو بالکراہ کر دیتا  
حکمت سکھاتا اور وہ مہیکل سے پہلے خدا ہر پہل میں ہے

اسی آیت کی تفسیر میں امام ازی نے فرمایا ہے کہ ان حضرت صلعم ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور ان  
قولہ من انفسہم داعی انہم لیس علیہم وکذا وکذا

وجہ الاول ہانہ علیہ السلام ولدی بلہم وفتا کیا  
 بیہم دم کارہا ریں ماکو المصلین علی جمیع افعالہ  
 واولہ واکاھلہ من اولہ من اولہ من اولہ من اولہ  
 واما بعد انما التفتان الی النبی والمعدن الکذبة والکاذب  
 علی الصدق وینفی عنہ لہ من لہ العہد الاخرہ ملاوۃ  
 الصدق والامانۃ وندع عن الحیاۃ والکذب وادعی الشکر  
 والرسالۃ الہی یکن الکذب فی کل هذا الذی ادعی الی حق او  
 الکذب بیل علی من کل احد انہ صادق فی ہذہ الامور  
 والذین انہم کانوا عالمین بآیہ لہم یقلل لہم ذکا  
 یتکلمنا بالوہم یأتی دوسرا ولہ کذا وامانۃ الی تمام الذ  
 لم یبق الہیۃ بحد البیۃ والرسالۃ ثم امہ عندہ  
 الذی الی رسالۃ وضر علی ہما من العلم مالم یطہر  
 علی حد من العلمین تم امہ یدکر قصص التقدیس واول  
 الامانیہ الماکس علی الوجہ الذی کان مجرۃ الی انہم  
 فکل من لہ عقل سلیم علم ان ہذا لیس فی الالباب الکی  
 لا الہام بل الہی - (تفسیر کریم شاہ جہ)

واقفال جانتے تھے انہیں نے آنحضرت کا ابتداء عہد  
 آخر تک بجز صدق وحق و ترک القات جس کو دنیا و دوز  
 از کذب ملازمت صدق کے کچھ نہ کیا اور جس شخص کے  
 حالات مت عری سے راستبازی وامانت وازی  
 کو لازم کیا اور جہت و خیانت سے دور رہنا معلوم ہو  
 پھر وہ نبوت و رسالت کا دعوی کرے حسین چوہاں انہیں  
 کذب میرا ہر اسکی نسبت کبھی کل ہی لگان چوہاں کر دہ  
 اس دعوی میں سچا ہے۔ وجہ دوم یہ کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت  
 کیسے شکر فرمیں ہرگز نہ انہوں کو کی کتاب پڑھی اور ہر  
 ذکر اور حق پر ہر جہاں پائیں سال عمر تک کبھی رسالت و نبوت کی بات  
 نہیں ہوئے پھر جالیس بل بعد ہی رسالت ہو ہی اور انکی زبان  
 ایسے علم ظاہر و خفیہ جو تمام جہاں میں کسی نہیں ہو سکا  
 انہوں نے پہلے لوگوں کے قصہ انسانیہ گذشتہ کے حالات ایسے بیان  
 کئے ہیں جو انکی کتابوں میں موجود ہیں ایسی شخص کی نسبت  
 ہر سچا عقل سلیم یہی عقائد کہتا ہے کہ یہ جو کہتا ہے مجھ کو  
 والہام الہی نہیں کہتا۔

یہ آیات و روایات تاریخی واقعات مضمون استدلال چارم کے پورے موبہ بین اور مضامین کہ جناب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو سال عرصے پہلے طبعی کمالات کو پہنچ چکے تھے۔ حق گوئی و راست بازی و مکارم اخلاق  
 میں صبر و افاق تھے۔ با اینہما پس نے پہلے کبھی کسی طبعی علی یا اخلاق بات کو نہ اکیطرف منسوب نہیں کہا اور نہ کسی  
 امر حق کے ثبات یا سبکدہی یا کمال میں خدا کی نیابت و صفات و رسالت کا دعوی کیا پس اس کے بعد دعوی رسالت  
 و نبوت کیا اور مکارم اخلاق کو خدا کی طرف سے بتایا جس پر نہ مکررین کے انکو بخون و مغتری ٹھہرایا۔ اگر انکا دعوی رسالت

و نہوت بنظر طبعی ہونے اسوہ خدات کے ہونا تو لازم تھا کہ جو الہیوں سال عمر کے پہلو جسے امور طبعی و اخلاقی  
کتاب کے مندرجہ ہونے لگتا تھا، یہ دعویٰ کیا جاتا اور اس دعویٰ پر کوئی عقلی آپ کو نہ چٹھلا آئندہ اس باتوں کے  
سمجھنے کے لئے خدا تعالیٰ کی توفیق رفیق دیا ہے۔ فرما کہ جہاں الہامی نور انما من نور۔

## اشدال پسیم

(جہاں اشدال چارم عام فہم ہے۔ اور مقدمات سابقہ زیر موقوف نہیں)

یہ بات بات ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو الہیوں سال عمر کے بعد بعثت و نہوت حاصل ہوئی ہے  
اور قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو ان سال  
عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی نسبت قرآن مجید میں امد تک نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم

پہلے ہی جہاں اشدال میں نبوت عطا کی ہے اور ہم  
اُس کے الہیت سے واقف تھے۔ اور حضرت یحییٰ کے حق میں  
فرمایا ہے کہ اُس کو چہن میں حکم ہی منصب نبوت عطا  
کیا ہے۔

فلما آتینا ابراہیم رسلنا من قبلنا انذره ان لا یلیک  
(العیسٰ ۵)  
یا عیسیٰ خلک کذبتنا و آتینا الہک صلیک (مریم ۱۶)  
الحکم للبقۃ صلیک ان ثلاث شای (طہ ۱۱۰)

تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ کو تین برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ  
بچپن میں بچے کی عقل مضبوط کر دی اور لکھی طرف دئی  
یہ بھی خدا نے ان کو اور حضرت عیسیٰ کو بچپن میں ہی کیا  
نہ جیسا کہ محمد و موسیٰ علیہما السلام کو سن چار کے پورے بچپن  
میں ہی کیا۔

فان اللہ تعالیٰ لہک عقلہ فی صبا و داوحی  
الیہ و خلائ لہ ان اللہ تعالیٰ بعث یحییٰ عیسیٰ  
علیہما السلام و ہما صلیک لا کما بعث موسیٰ علیہ  
علیہما السلام و قد بلغا الہامی (تفسیر کبیر ص ۵۵)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ ان کو مریم علیہا السلام اُٹھالائی تو لوگوں نے کہا بے شک یہ تو  
ہیساں لائی۔ اسے اعلان کہ میں تیرا اپ بڑا آدمی  
نہ تھا اور نہ تیری ماں بڑا تیری (حضرت مریم  
نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ نے

فانت بہ تو مہا تخلصہ تا کا یا مرید لہ و حضرت عیسیٰ علیہ  
السلام نے کہا کہ میں تیرا اپ بڑا آدمی  
نہ تھا اور نہ تیری ماں بڑا تیری (حضرت مریم  
نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ نے

فی الہد صلیا۔ قال فی عبد اللہ اشقی الکلب  
وجعلنی نبیا۔

دمیہ ۱۲۶

ہم ایسے شخص سے کہو کہ کلام کریں جو گہوارہ میں رہا  
بے حیثی کے جو اہل ایمان کا بندہ ہو خدا کا بھائی بن گیا  
اور محبوب بن کر رہا ہے۔

اس تقاضا و اوقات بشت این حضرات سے ثابت ہو سکے کہ وہی فیضی و فاعلی امر ہے طبعی و روحانی نہیں  
طبعی ہوتا تو یہی انبیاء کی بشت کا ایک وقت اور ایک دستور ہوتا چنانچہ اور اہل طبعی میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔  
و کچھ و محفلوں کے لئے تیسرا طبعی ہے تو یہ تیسرا نال سے یکان اوقات میں سرزد ہوتا ہے ایسا کہ میں کچھ بیان  
نہیں کیا کہ کوئی بھی ایک وقت عمر میں تیرے لگی کوئی اس کے چار برس پہلے۔ و علی بنہ العیاس۔

اور خود بدولت ہی تصویر پر تیرے میں فرما چکے ہیں کہ نبوت انبیاء کے دل و دماغ کی بناوٹ سے تعلق رکھتی  
ہے اور بناوٹ کا یکساں ہونا اس تیل سے بیان فرما چکے ہیں کہ جن بناوٹ کی کہو پری ایک قاتل بے رحم کی ہوگی  
اسی بناوٹ کی کہو پری دوسرے قاتل کی ہوگی۔ چنانچہ اصل عبارت جناب نمبر میں ہے صفحہ ۲۱۰ منقول ہو چکی  
اب اگر یہ افراد میں کہ نبوت خاتمہ نوع نہیں اور اس کو نوع انبیاء سے یکساں نہیں بلکہ یہ شخص امر ہے جس کو ہر ایک  
ہی کے نیچے سے جدا جدا تعلق ہے پس خیر میں جس قدر استعداد و ملک نبوت تھا اسی قدر اس کا اثر ظاہر ہوا چکے خیر میں  
نقصان تھا اس کا ظہور اثر پذیر ہوا اور جس کے خیر میں ملک نبوت پورا و کامل قوی تھا اس کا اثر جلد ہی میں آیا۔

تو یہ بات کسی پابند مذہب (محمدی یا یحودی یا نصرانی) کے نزدیک لائق جواب نہیں۔ کوئی مسلمان نہیں  
کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ معلم کی فطرت میں ملک نبوت بشت ملک حضرت عیسیٰ نفس کہا گیا تھا اس لئے ان کو چالیس سال کے  
بعد منصب نبوت عطا ہوا اور کوئی یحودی یا نصرانی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت موسیٰ کی فطرت میں ملک نبوت بشت  
ملک حضرت یحییٰ نفس کہا گیا تھا اس لئے ان کو حضرت یحییٰ کے نسبت بدیری ہی گیا۔

اور یہ ہم مقام مذہب کا ہر گز گناہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ پابندی مذہب اسلام بیان حقیقت نبوت کا مشافہ  
ہے اور مذہب اسلام ہی شہادت دیکھ ہے کہ انحضرت معلوم سب نبیوں سے کامل و بیکار نبوت دے گئے ہیں چنانچہ  
حدیث بشت من خیر قرون بنی آدم قرآن و فطرنا۔ و حدیث اناسید ولد آدم۔ و حدیث لم یصدق بنی علی بنی آدم

۱۰ بنی میں ہر ایک کی پیروی مخالف سے مبعوث ہوا ہوں۔ (۲) ہم تمام بنی آدم کا قیامت کن سزا دہندہ ہو کر پیدا ہوئے۔

۱۱ چنانچہ ہر ایک کے لئے ہے کسی کو نہیں مانا۔



وحدیث فتنہ علی الانبیاء مسبت۔ وحدیث ان اللہ یحب من کما رحم لافلانی وکمال محاسن الافعال وحی  
انذا کان یوم القيمة یکتب امام البیہود خطیبہم وحدیث ابن عباس ان اللہ فعل محمد اعلی الانبیاء علی اہل البیت  
وغیرہ اس شہادت سے ناظرین ہیں۔

ان استدلالات خمسہ شریعیہ فیصلہ نسبت میں حقیقت دہی ہوا ہوا امتابت ہوا کہ وحی قسم اول ہوا  
خواہ قسم دوم ہی کا اطرطی ووافی نہیں ہے جبکہ فیضنا والعاہرہ لمیسیت نبی سے ہوا ہوا کہ غیبی وناہی  
ہے جبکہ انزل عالم بالا اور حیکرہ الغیب اور اس مبدو فیاض سے ہے جو فوات ہی بلکہ جلد مخلوقات سے علیمہ  
وخراج وجامع الذات سے اللہ تعالیٰ معلوم ہوا اس باب میں جو کہ یہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے وہی اسلام  
ہو جن تحقیق اور زندہ سولی کے نزدیک حق ہے گویا ہوا غلبہ سکوت نہ جانیں اور اپنی تحقیق کو خداوند سولی کا  
تحقیق سے بہتر سمجھ کر خداوند سولی کی غلطیاں نکالیں اور تہدید قتل القتل علیہ اللہ بدیکر اور تکلیف کا خداوند  
الحق لا الصلائی کو پس پشت ڈالیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ خداوند سولی کی بات کے مقابلہ میں اپنی ایک تاثیر  
اور لکھے و اہم تر ذریعہ وادیل ہے ایمان کو سمجھنا لیں۔ وہ علیہ السلام علیہ السلام علیہ السلام

## بیان حقیقت اصل سووم

(یعنی ایمان بکتاب اللہ)

قرآن کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب بعینہ لفظ ولفظہ کتاب نازل ہوئی جو کہ جبریل امین کو  
رب العزت سے وحی ہوا وہ جبریل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر وحی کیا حضرت جبریل کی حدیث کہ آنحضرت  
نے کچھ برس پہلے حضرت جبریل امین کا قول آنحضرت کے کانوں نے سنا دل نے سمجھا انہوں نے پڑھ کر ایمان لایا  
کے عرصہ میں یہ سلسلہ تعلیم و تعلم کا ختم ہوا جب حق حضرت جبریل امین نے آنحضرت کو سکھاتے اور پڑھاتے  
آخر سال میں ماہ رمضان اسکا دور کر جاتے۔ جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس سال دو دفعہ جبریل نے

(۱) پھر مدد سے تمام طویل وچھوٹے چیزیں میں زندگی دی کہ پہلا کتاب کا شام کیا تیرا تمام موم موت دھوا اور اہل ایمان ہر جسے (۲) تو فرم  
رسالت نہ کرنا کہ (۳) خدا نے ہر چہ چاہا تو اہل ایمان پر افعال کے ہوا کرنے کے کو بھیجا ہے (۴) قیامت کے دن میں سب کو کاٹا جائے گا  
وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہہ دے کہ اللہ نے آنحضرت کو تمام نبیوں کی تراث ان چھوٹا دی کہ ہر کوئی کہتے ہیں تیرے نبی کو ہر نبی کی

آنحضرت ص ۱۲۱ کا وہ کیا جس سے آنحضرت نے جان لیا کہ اس میں میرے کچھ کلمات آگیا۔ اس قرآن میں کئی نقل و کتب کی طرف سے نہیں ہے، اور آنحضرت کے دل کو دماغ کو طبیعت کو نفس کو اس کی نظم و ترتیب و تائید میں اس سے زیادہ دخل نہیں ہے جہد و کدائے مصطل کو شعل آفتاب کی قبول کرنے اور دوسری چیزیں اس سے متعلق کو پسپائیں یا منہ قرآن کی نقوش الفاظ کے نقش ہونے میں دخل ہوتا ہے۔

اور اس اعتقاد پر جو مشہور کتابت میں پائی جاتی ہے اس کا بیان نمبر ۱۰۰ میں بعض مقامات ۲۶۵ د

۲۶۷ ۲۸۲ ۲۹۳ ۳۰۶ ۳۱۹ ۳۲۹ ۳۳۹ ۳۴۹ ۳۵۹ ۳۶۹ ۳۷۹ ۳۸۹ ۳۹۹ ۴۰۹ ۴۱۹ ۴۲۹ ۴۳۹ ۴۴۹ ۴۵۹ ۴۶۹ ۴۷۹ ۴۸۹ ۴۹۹ ۵۰۹ ۵۱۹ ۵۲۹ ۵۳۹ ۵۴۹ ۵۵۹ ۵۶۹ ۵۷۹ ۵۸۹ ۵۹۹ ۶۰۹ ۶۱۹ ۶۲۹ ۶۳۹ ۶۴۹ ۶۵۹ ۶۶۹ ۶۷۹ ۶۸۹ ۶۹۹ ۷۰۹ ۷۱۹ ۷۲۹ ۷۳۹ ۷۴۹ ۷۵۹ ۷۶۹ ۷۷۹ ۷۸۹ ۷۹۹ ۸۰۹ ۸۱۹ ۸۲۹ ۸۳۹ ۸۴۹ ۸۵۹ ۸۶۹ ۸۷۹ ۸۸۹ ۸۹۹ ۹۰۹ ۹۱۹ ۹۲۹ ۹۳۹ ۹۴۹ ۹۵۹ ۹۶۹ ۹۷۹ ۹۸۹ ۹۹۹

قرآن کی ان اہل من کما، نفسی جو بعض نمبر ۳۲۹ منقول ہے اس بات پر نفس میں ہے کہ یہ کتاب آنحضرت کے نفس

رجحان طبیعت و دماغ خیال سے آجاتے ہیں، کی بنا پر نہیں ہے، ایسی ہی دوسری آیت میں تصریح ہے کہ یہ بھی

ما کہ فی نفس اللہی (اللہ کی نفس) - (یعنی خواہش (نفس) سے نہیں ہوتا جو یہ خدا کی طرف سے بیان کرتا ہے)

وہ وحی ہے جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ اور ایک آیت میں ارشاد ہے جب ہم ایک آیت دوسری آیت کو بدل

لاتے ہیں اور ہم خود کو متوجہ نہیں ہوتا کرتے ہیں تو منکر

کہتے ہیں تو اپنے پاس بناتا ہے تو کہہ دے اس کو تو

روح القدس (جبریل) نے خدا کی طرف سے کہا اور یہی ہے

نفس طبیعت یا خیال نے از خود نہیں بنایا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كُنْتُمْ

قَالَ اَعْمَانَتُ مَقْبُولٌ اَسْكَاثُ هُمُ لَا يَلِيكَ

قُلْ سَدَّ ذَلِكُمْ رُوحُ الْقُدُّسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ

(الحج - دخل ۱۲۶)

اور ایک آیت میں ارشاد ہے کہ جو ولی بن الفیروز (کہتا ہے کہ یہ قرآن جاوید پہلوں سے چلا آتا ہے بہتر کا تو

فَقَالَ هَذَا الْقَوْلُ الْبَشَرُ مِنْصَلِيهِ سَقَرٌ (دہلی) ہے اس کو ہم شایعہ من میں داخل کریں گے۔

اور نہایت سی آیتوں میں تکرار ارشاد ہوا ہے کہ اس کتاب کا آثار خدا کی طرف سے ہے جو جاننے

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنْ اِلٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ نَزَلَ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ وَالْحُكْمُ وَالْاَحْكَامُ وَالْاَحْكَامُ

اس ایک ہی منظر کو بار بار اسے فرمایا کہ منکر (خیر یون کے ہم مشرب) بار بار کہتے تھے کہ یہ قرآن مجسمہ علم ہے خود

اِنَّا نَزَّلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ اَنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ (دہلی)

بنایا ہے اور ایک آیت میں ارشاد ہے ہنوز قرآن آگیا

مبارک رات میں اُنما ہے۔ وہ ستر آیتیں اس کی نام

لَمَّا نَزَّلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (سورۃ القدر ۱)



در حقیقت اس جنس کے جلائیہ الہام کو نہ کے بنائو اللہ تعالیٰ ہے پر اگر قرآن کو آنحضرت کی اہمیت نے بنایا ہے اور یہاں پر اس کا سبب اسی طبیعت سے ہوا تھا تو اس کی نسبت یہ کیوں ارث تو ہوا کہ یہاں آنحضرت کے جس سے تہن سہ اور یہ یہ کلام بستر نہیں۔

یہ آتش و غیرہ وصف طور پر باطن ہے کہ قرآن آنحضرت کی طبیعت یا دل یا خیال کی بناوٹ نہیں ہے بلکہ اندر و اہم کی طرف سے منسلک ہے یہ وہ دارہ کس طرح آنحضرت کے اندر سے نہیں نکلا بلکہ اہمیت کی مانند اوپر سے ہر سہ ہے۔

## بیان حقیقت اصل چہارم

(یعنی ایمان بھلائی)

مسلمانوں کی حقیقت و صفات ملائکہ کی نسبت وہی اعتقاد و ایمان ہے جو آپ نے مسلمانوں کی طرف سے نقل کیا ہے اور وہ اس اثنا عشر نمبر میں صفحہ ۴۴ سے ۴۶ تک نقل ہوا۔

بیشک مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ جو آدم سے پہلے جو خدائی موجود تھے آتے ہیں اور وہ سے غلو تے ہیں اور یہ بتوں و اشکال سے شکل میں جن میں پر و بازو ہیں۔ اور وہ بشکل انسان میں شکل کیونکہ وہ پر و بازو اور وہ خدا کی طرف سے رسول کے پاس جی و کلام لاتے ہیں اور وہ دنیاوی بادشاہت خداوندی میں نہیں ہوا اس کا اہمیت خداوندی کے وسائل میں کئی آئینہ برسنے پر مامور ہے کوئی تصویر چھپنے پر کوئی آئینہ کی جان نکالنے پر۔

و علیٰ ذلک القیاس اور وہ آسمانی بادشاہت خداوندی میں ہی خدمات و فرائض پر مامور ہیں اور وہاں کے مناسبات سے متصرف ہیں بعض مقررین جن بعض ان سے کہ تم تہ کئی عرش علی کو اٹھائی ہوئے ہیں۔ کئی عرش کے گرد و بازو کر رہے ہیں نیز ان میں جیتا اللہ کے گرد و طواف کرتے ہیں لاکھوں آسمان پر رہے جو زمین کوئی اہمیت کا نہ ہے ہے کوئی توفیق کا دار و فر و علیٰ ذلک القیاس۔ اور ان اعتقادات میں مسلمان نہ یہودیوں کے عقیدہ میں نہ بت پرستوں کے شاکر و نہ جو یہودیوں کے پیرو و متفقہ۔ بلکہ یہ اعتقادات قرآن و سید میں آئے ہیں اور خدا و رسول نے مسلمانوں کو سکھائے ہیں۔ اس سے آگے سلسلہ اس تسبیح کا کہ خدا تعالیٰ نے کس یہودی یا مجوسی یا بت پرست کی بنا کردی کی ہے اگر کسی کی دیو پرستی میں ان عقاید کی تعلیم پائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو بت پرست اور یہودی یا مجوسی یا بت پرستوں سے واقف ہیں اور بڑے بڑے دارالعلوم و لکھنؤ کی سرپرستوں کی سیر کرتے ہیں مسلمان چاہے

جکو جو تکریم و جس سے حضرت موسیٰ کو عید دیا تھا تم کا حضور یہ معلوم ہوا یہ عزت نہیں کر سکے اس میں تعجب کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ ان کی تعلیم وہ سلسلہ خدا تعالیٰ تک پہنچی ہو ہے حد تک گناہ اپنے ذاتی علم سے جانا اور بیا فرمایا ہے کسی جوہری یا معنوی یا نجوی یا نجوری سے نہیں سیکھا۔

اب بھی یہ بات کہ قرآن و حدیث میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان حضرات رسول نے کہا کہ ہم نے تو اس کی تعمیل ساری فلم زبان و رسالہ حاضر میں تاہم حکم الایہ کہ کلام اللہ سے تنویر و تفسیر دیکھے از ہر زبان کیا جاتا ہے۔ یعنی رہے کہ ملائکہ کے قبل آدم موجود ہوئی نسبت تو پہلے سیاح کے پہلے ہی بلع میں آئے تھے نے فرمایا ہے کہ جیسے آدم کے زمین میں خلق کر نیکی مابت فرستوں شوخیا تو انہوں نے کہا کیا تو ایسے

طالع قل ربنا للمملکۃ انی جاعل فی الارض  
خلیغہ قالوا اتجعل فیہا من ینسد علیہا  
کلامکوا اء - لیس ۶۶ -

شخص کو غلیظ کرنا چاہتا ہے جو نادر و نوری کا اور کیا ہے  
جس پر جانے اس کا تہہ یا ان فرستوں سے عالمی کا اور کیا  
اور آدم کو پیدا کیا اور فرستوں کو اس کی طرف بھجوا دیا گیا۔

اور فرستوں کے نور سے مخلوق ہر نیکی مابت ان حضرت نے فرمایا ہے۔ ملائکہ تو سے مخلوق میں اور  
جس بے دماغ آگ سے آدم اس چیز سے  
جو نکونالی گئی ہے۔

عزایت قال انی لاولہ خلق المملکۃ فی الارض  
لہا من ما یرى من الارض انما یرى من الارض

اور فرستوں کی شکل بدیون کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ خدا کے ہی لئے تعریف ہے جس نے اسماں اور  
زمین کو بنایا اور فرستوں کو رسول کیا جو دو زمین میں چلے  
چار بازو رکھے ہیں اور خدا اپنی ہدایت میں ہر ایک  
جو چاہتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

انکہ الله فاطر السموات والارض جاعل المملکۃ و  
اولیٰ اجمۃ متفی بثلث و ہر ما یرى فی الخلق ما  
ان الله علیٰ کل شیء قادر (۱)

اور آنحضرت نے بیبریل کی اہل صوبہ کا شاہ فرمایا۔ تو اس نے چہ سو بازو کو معائنہ کیا نہ پانچ ہر زمین و ہر  
معلک ہر چک ہے۔ اور آنحضرت نے حضرت اسرائیل کے حال میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسرائیل  
کو دونوں پاؤں پدید باخدا کر لیا اور اس کا کیا وہ  
خدا تعالیٰ کہ طرف ان کے انہیں دیکھا زمین اور

عنابر عنک من قال قال رسول الله ان الله خلق  
الارض فی یوم خلقہ ما فی الارض من شیء الا و فی یوم

یہ ہیں الوب۔ یعوب و ناما مہا ص ذود  
بدنوسہ از اعراق و دماء السری و صحر

خدا تعالیٰ میں نور کے ستر حجاب ہیں انہیں ایک کے قریب  
ہی ہو تو جل جاوے۔

لقد حمیت من لنا ابو احمید و البتہری الم و ہر و ہ  
و شہدہ صلیب ابو احمید الم کو میں (حجہ ۱۱۰۰ھ)  
حال انک حدیث صلیب ابن احم الم کو میں (دیکھو ۱۰۰)  
و بنایا

اور فرشتوں کی شکل میں ہر کوئی ان کے لئے اور دنیا و غیرہم سے بکلام ہونے کی بابت خدا تعالیٰ نے  
ارشاد کیا ہے کہ ہمارے رسول (یعنی فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لیکر آئے تو وہ انہی ہوا  
کے لئے پھر اپنا ہوا لائے جب انکو کہنے لگے  
ما تہز بربا تہ و کیا تو ڈر گئے انہوں نے کہا ہم خدا کے  
فرستے ہیں اور تو ہم لوٹ کے عذاب کے لئے بھیجے گئے  
ہیں جب وہ حسرت لوٹ کے پاس پہنچے تو وہ بھی سچا

دیکھا اور گئے جبکہ انہوں نے حال بنایا تو مطمئن ہوئے۔ قوم لوٹ جو بذریعہ کے مادی ہے سنگر خوش خوش آئے  
اور ان کو فریاد ہوئے کہ ہم کو فعلی کو مستعد ہوئے سفر متوں شامیر بہتر رسائے اور آئے گا لون میں سے  
ایک ایک شک و گمان۔

اور آخر حضرت افراسیاب نے پتھر پل کو (یعنی عبور رشتہ) دیکھا تو اسکو وحیہ بن علی کا شاہ پایا اور  
حضرت نام سلمہ کا جہلی کو دعوت و وحیہ دیکھا اور حضرت عمر  
دعوت کا جہلی کو دعوت دیکھا انسان بنید لباس کے دیکھا ہمیں  
یعنی ۲۸۵ منقول ہو چکا ہے۔

میں جا کر ان رسول اللہ صلیب علیہ السلام کا ایک جہلی  
فائدہ افراسیاب نے بابت بد شہر کا وحیہ بن  
سلیفہ۔ (دیکھو اسلام)

اور فرشتوں کا خدا کی طرف سے رسولوں کے پاس کلام اور وحی لانا بیاں حقیقت امر دوم میں پہلو لغو فصل بیان  
ہو چکا ہے۔ اس مقام میں بلکہ دیکھو ایسی باتوں کو بیاں کیا جاتا ہے جو میں ملائکہ کی رسالت کو انسانوں کی رسالت کے  
مقابل میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ النسخ میں ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرشتوں میں سے رسولوں کو جس  
لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی رسول چن لیتا ہے  
وہ سننے دیکھنے والے ہے

اللہ یعلم من المرسلات و المرسلات من الناس و المرسلات  
منہم نصیر و المرسلات منہم

یہ باتیں سب سے پہلے میرے کہہ چکے ہیں رسول انسانی رسول سے علیحدہ ہے۔ انسانی رسول تمام انسانوں کی طرف سے







۳۵۴

نایک صورت کی خدمات کی تفصیل میں حضرت مسلم بن الحجاج نے شوبالیا میں حدیث نقل کی ہے کہ انھوں نے

وَدَىٰ لِلْبَيْتِ فِي شَعْبِ الْيَمَانِ عَنِ ابْنِ عَمْرِو قَالَ  
بَيْنَا رَمَلْنَا لَنَا مَعَهُ سَاعِيَةً وَمَعَهُ رَمَلٌ لَدَا الشَّيْءِ

جبریل کے ساتھ ایک گوتہ میں تھے گاؤں افق آسمان پر  
پہنچ گیا جس کے گھٹ جبریل چپے اور سٹھے گا اور

وَمَا ظَاهِرُ الْقَارَةِ مَالِكًا حَاكِمًا وَلَا مَطَاوِي حُدُ  
الْمَقَادِمَ مَعَهُ طَبِيعَةُ الْأَرْضِ أَحَدٌ وَطَبِيعَةُ السَّمِ  
الْمُسْتَعْمَرَاتِ وَأَحَدًا لَدَا أَنْ يَكُونَ تَحْقِيقُ كُلِّ رَمَلٍ  
وَأَيْضًا الْقَوَّةُ وَلَمْ تَلْجِ إِلَى الدَّعَاوِ وَالْمَرْجُ فِي حَوْلِ  
أَوْعِيًا مَا كُنْتُ لَكَ كَالْمَوْطِئِ الْأَسْفَلِ أَوْ مَرْمَعَةٍ

یہ کہ ثابت رکھ کر سرحدیں کہیں نہ مل جائیں اور  
کی قدرت ہے جو۔ اور نیز تو جو مستقامت پر کہ کہیں  
تقریر و دعاست ہی بارش برساتی ہے اس طرح  
استغفار کی توجہ سے جو ہوئی ہے۔ اس کی توجہ سے  
کہ بارش جو وقت اس نہ مل جائے اس سے طبیعت  
و خاصیت میں آفات سے نہیں ہے۔

أَنْ مَرْمَعَةٍ تَقْدِرُ الْعِلَلُ وَالطَّبِيعَةُ وَالْحَامِيَةُ  
وَلَمْ يَكُنْ لِي فِي مَكْرُومَةٍ عَلَى شَكْلِ الْعَدُولِ تَبَايُنِ  
وَحْدًا لَدَا أَنْ يَكُونَ لَكَ لَوْ كُنْتَ بِأَلْبَسَا  
يَحْصُلُ الْفَرْقُ لَدَا أَنْ يَحْصُلَ الرُّعْدُ وَحَوْلُ الْوَلَدِ  
مِنْ تَرْتِيبِ كَيْفِ الْمَوْطِئِ لَمْ يَكُنْ لَكَ مَرْمَعَةٍ

اور بعد ورق کی مست جو طبیعت کہتے ہیں وہی  
اطلاق سے کہ اگر ان کا کچھ بھی ہو تو کیا کہیں نہ چلے  
کہ جب مال کہتے ہیں وہی تو کہہ سکتے ہیں کہ وہی  
گرمی و تہذیب پر کہ گرمی جو حرکت پیدا ہوتی ہے

يَحْدُثُ الْفَرْقُ الْقَوِيُّ مِنْ عِلَلٍ وَحَوْلُ الْعَدُولِ تَبَايُنِ  
الْحَاصِلَةِ قِسْمًا مَقَادِمًا لِلطَّبِيعَةِ الْعَالِيَةِ  
الْمَرْحُومَةِ لِلْمَرْحُومَةِ وَحَوْلُ الْعَدُولِ الْقَوِيُّ كَيْفَ  
تَقْدِرُ السَّابِقَةُ عَلَى الْعِلَلِ الْعَالِيَةِ مَقَادِمًا  
عَلَيْهَا وَالْمَرْحُومَةُ كَيْفَ أَنْ يَحْدُثَ مَقَادِمًا  
مَقَادِمًا مَقَادِمًا مَقَادِمًا مَقَادِمًا مَقَادِمًا  
مَقَادِمًا مَقَادِمًا مَقَادِمًا مَقَادِمًا مَقَادِمًا

میں طبیعت پائیں وہی موقوفہ اس پر کہ اس کی  
اس گرمی سے کہ اگر گاہ پید ہو سکتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ  
اس کی پائیں جو پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں  
اس میں وہی کہ پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں  
پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں  
پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں  
پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں پائیں

## بقیہ مضامین قاضی ہاری

مگر جو کہ کسی صحیح طور پر نہیں سمجھا بعض لوگوں نے کہا کہ اسکی بنا ہی سہی ہے غلطی یہ ہے ان لوگوں کے خیال پر  
وہ ان انقلاب و اختلافات عالم میں کی تعمیل مضبوط سابقین گزشتہ کی ہے اسست میں اسکی تائید میں  
چند شکات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

دیکھو انسان قریب زانہی کے طویل القامت و قوی الجنس ہے۔ اور مرد و شام آدمی کے زانہ قدیم میں ہے  
نئی ہے بقیہ تبوں میں کتاب میں ہندی بلفظ المیس و ہیتی میں قہیر ہوئی ہے۔

اگر ہندی انسان زانہ قدیم کو سینکڑا ارادہ و مارتے ہیں۔ یا جوج یا جوج ہی جیسر ال جنرانیہ  
وہاں کتاب کا اتفاق ہے عجیب الخلق میں خلقت مخت اور ہی ہے ایسا ہی مای مستفوق و جود و  
علامت نزداد و کہتی ہیں۔ خلقت احوال ہی عجیب اور خلقت شش انگشتہ انسان ہی ایسی عجیب۔

انسان اور ہند کے بعض ہونے قبل بعض موصوفین عجیب خلقت پیدا ہوتی ہے۔ بعض میں تعلیم کر کے تیل  
انسان کے حکم کر کے گئے ہیں بعض قسم کے سگ تعلیم کر کے کت کرتے ہیں۔ نیس جب عالم و عالمیاں اسکی کئی  
و مستقل حالت پر ہیں ہے تو بنا و علی کسی اثر حالت موجودات کو (جس سے نچر عبارت سے) قانون کلی و دائمی کیونکر  
کہا جاسکتا ہے۔

انسان ایک نظر و احاطہ قدرت دیدیے الہی کر کے اور اسکی قدرت کو مفید و محدود و متاوسے یہ امر خلاف عقل ہے  
ہے جو کہ چونکہ وہ کیا اور کیا سیکر قانون قدرت بنا دیا اور جو جسے پہلے گذرا اور جو آئندہ ہوگا اسکی ہکا و کیا خبر ہے  
پر کیا کہ اسکی ہکا و کیا قانون ہی ہے جو بنے دیکھا ہے کسی ٹری نادانی ہے۔

و چونکہ وہم یہ کہ اسلام و قرآن کے پیتر تصدق اخبار و احکام ایسے ہیں جنکا توافقی نچر سے معلوم ہے  
منجملہ تصدق اخبار حضرت عزیر و قدس حضرت ابراہیم تصدق پیدائش مسیح تصدق غرق فرعون تصدق اصحاب نیل  
قدس تصدق قوم لوط تصدق بقرہ بنی اسرائیل و علی بن القیاس سیون تصدق اسی قبل سے بن کہ ان توافقی  
نچر سے خیال میں بن توافقی اس قسم کے احکام تو صد ہا بن ازرا حجامہ چنانچہ احکام بطور تیل بیان کے تاج بن





سوائے انہی شمس پر اس الزام و مقررہ ۸۸ و ۸۹ میں ہے کہ یہ کتب پر دست عالم و غیرہ میں موجود ہے۔ اور  
سیرت ابن ہشام میں ہے حضرت سلمان ناری کا دیون لکھا ہے کہ مذہب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شام میں  
بہت رشتہ اور صحیح منکر و بے قہر صحابہ میں حضرت سلمان کو قبا لکھا ہے یعنی توحید و انجیل و مسیح  
تھے تو سورہ وینا مذہب پر خلاف قرینہ سلیسہ ہے بلکہ بسم اللہ نہایت نیا و خدا ہے اسکا و جدید ہے نہ نقل شدہ  
حرمت مختصہ

آنرا ایل صاحب فرماتے ہیں حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے کتب تیساریں احادیث ہے اور طب  
اہل کتاب ایک و حلال ہے تو طعام خفہ اہل کتاب کا کھانا اور ہے۔  
میں کہتا ہوں مابہر تفسیر قاسم بن سلام تفسیر تیسری تفسیر تیسری کثرت و غیرہ محدثین  
داخل ہے اور یہ تفسیر حرمت میں آید حرمت علیکم اللہ کی نفس مرید ہے۔

اور ایک عمدہ دلیل یہ کہ اہل اہل باطل و منہ ۴ میں ہے کہ اس کو لکھتے ہیں کہ بتوں کی گندگیاں اور  
حرام کوری اور گواہی دہن چیروں اور بھوسے کناہ رہیں۔ سزا انجیل باب ۱۵ اور ۲ میں ہے  
ان تم خدا کا بیچ لا مٹا مٹا و البغیر و الحزن و الزنا و انستم حنتم انفسکم و انتم تسمعون کو نواہی  
اب بقا ملو پورس کے احتیاط و مسیحی بائبل غاں صاحب غلط و باطل ہے۔

### ولادت مسیح

ابن سلیمین نوخان صاحب غضب ہی کر دیا۔ قرآن و انجیل و دونوں کو طاق میں رکھ دیا اور مسیحوں  
سے جدا و راست دزدوں کے کہ گف جرائع دار و کا جلوہ دکھایا۔ تفسیر حبیبی میں حضرت مسیح  
علیہ السلام کا پرف سحا کے نقطہ سے میدا ہونا بیان فرمایا۔ ہم اسباب میں غاں صاحب کا  
کلام پر تفصیلی بحث چینی کرنا چاہتے ہیں اس لئے ان کی اصل کلام کو تحریف و زواید اس مقدم میں  
نقل کرتے ہیں پھر تفصیل اسکا جواب دیتے ہیں۔

### نقل عبارت

# حیوۃ الشیخ الاسلام

## نمبر جلد ۳ اشاعت فی اسلام

سفر انکسار اسلام پر جو تالیفات و السنۃ نمبر پیش کش کرے اسے (سماویہ علماء ہندوستان پنجاب) (مسیحی حضرت شیخ)  
 مولانا جنتی لوی سید محمد سعید حسین صاحب محدث دہلوی جناب مولوی سید ابوالنصور صاحب لہوی امام فخر خان  
 اہل کتاب جناب مولوی سید الفت حسین صاحب دہلوی جناب مولوی محمد عبدالحی صاحب کبڑی جناب مولوی محمد حسین  
 بٹھوری جناب مولوی محمد ہاشم صاحب آروی جناب مولوی سید امجد حسین صاحب علیگامادی جناب مولوی  
 حافظ محمد صاحب کھوگی خیر پوری جناب تاجی محمد منصور بیان صاحب پوری جناب خلیفہ عبد اللہ صاحب لاہوری۔  
 جناب مولوی سعد الدین صاحب لاہوری جناب مولوی محمد قزاق الدین صاحب پوری حکیم ریاست جہون۔ جناب  
 مولوی احمد آند صاحب تسری وغیرہ وغیرہ نے اتفاق رائے سے ظاہر کیا ہے کہ اس کی مشہور بھی اخبار  
 میں ایسے اخبار اکبر جناب لاہور پنجابی اخبار لاہور، کوہ لاہور، جریدہ روحانہ، مدرسہ منشی محمد علی گجرات  
 وغیرہ میں یہ مضمون لینے یا اسکا حاصل شائع ہو ہے اور ان اخبار و رسائل کے مدیران نے اس مضمون کے نامید میں  
 خوب لومہ دیا ہے اور فریقین یعنی اڈیشنر ان و حضرات علمائے اتفاق مسلمانوں کی باہمی موافقت اور اشاعت  
 اسلام کے لئے اچھے اشاعت اسلام کی افانٹ کی ضرورت کو نہایت جوش سے تسلیم کیا ہے بلکہ لاہور میں تو  
 بعض اصحاب نے ایک انجمن کی بنیاد بھی قائم کر دی ہے جس کے ممبر و معاون اس عاجز کے سوا کچھ حضرات ہیں۔ میر تقی  
 صاحب شہرت اڈیشنر انجمن لاہور منشی حفیظ الدین صاحب مترجم یونیورسٹی پنجاب۔ خلیفہ حمید الدین صاحب  
 مدرس گورنمنٹ سکول لاہور۔ مولوی الفیت حسین صاحب مس ٹریننگ کالج لاہور۔ سید محمد شاہ صاحب ارسیر  
 ضلع لاہور۔ مولوی محمد مفتخر صاحب مس یونیورسٹی پنجاب۔ شیخ علی الدین صاحب مدرس منشی اکرم الہی صاحب شہر  
 یونیورسٹی لاہور۔ منشی عبدالحی صاحب اکوٹ لاہور میان لغامہ اندی صاحب ٹیکہ لاہور۔ مولوی انجمی صاحب  
 وکیل حنفیہ کورٹ پنجاب۔ خلیفہ حبیب الدین صاحب سوداگر ٹھیکہ میان محمد با عرف محمد بخش صاحب ملاقاتہ لاہور  
 حافظ باور الدین صاحب ٹیکہ دار لاہور۔ بابو جمال الدین صاحب میڈیکل مارٹ لڑیا ٹرنٹ لاہور۔ باور فضل الدین صاحب

فارسٹر انجینئر لاہور ڈیوٹینٹ - مولوی نور الدین صاحب حکیم ریاست جہون حکیم فضل الدین ساکن بہارہ -  
 سید امیر حیدر صاحب کس ذریعہ آباد وغیرہ وغیرہ اور ان حضرات نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق انجمن کے لئے  
 چندہ بھی خریدا ہے اس سبب ان بال فعل جناب مولوی نور الدین صاحب سمیت جن جنہوں نے ساتھ مدد پر لا لائے  
 مقرر فرمایا ہے اور ایک سو پندرہ ہجرت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ایسے انجمن کے اتمام و احکام میں صرف  
 اتنی کسر باقی ہے کہ بعض محرز و سادہ اسلام میں تامل ہوں اور کس قدر آؤند شاہیر علماء اگر علم اہمیں شریک  
 ہوں۔ تھوڑے سو دوسا اور بقدر آؤند علماء اس انجمن کے معاون ہو جاویں اور کارروائی شروع ہو تو اکثر علماء  
 دمد بھو علم و سادہ اسلام میں تامل ہو جائیگا چنانچہ اکثر جمہوری کام ہمیشہ ہی طویل احکام پڑتے ہیں اور رفتہ رفتہ ایک  
 سے ہزار ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی کابر و سادہ و بقیہ علماء لاہور و امرتسر و لدویہ و میانہ و فیالہ و انیس کوٹہ و مسلہ و حیدر آباد و دہلی و امرتسر و آباد  
 و کامیوٹی لکھنؤ والہ آباد و عظیم آباد و کلکتہ و بہوپال و ممبئی و مدراس وغیرہ بلا و معظم کی خدمات میں مکرر عرض رسالہ  
 باعین کہ یہ حضرات اسلام کی اس نازک حالت میں ہر طرف سے ہمدردی اور مسلمانوں کی باہمی اتفاق کی طرف توجہ کریں  
 اور اس اتفاق کے درمیان سے سلام کو رونق و ترقی دیں۔ میری اس جہالت و انما کی طرف ان حضرات نے  
 توجہ کی تو مجاہدین ملازمہ کو رہ کے علماء اور دوسا کو نام بنام پکار کر التجا کروں گا اور اپنی کوشش کو حلد  
 و امکان تک پہنچاؤں گا۔

اس مضمون سے بہن و بھائی محافل ہی ظاہر کی ہے مگر وہ بہ نسبت تسلیم شاد و داد ہے ان محافل میں  
 بعض تو ہمارے قدیمی حریف ہیں جو قدیمی مخالفت کے تقاضے سے ہماری تجویز پر سخت چینی کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں  
 حال کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ پہلے انہیں کوئی توبہ کیا جاتا ہے کہ اگر اسے مخالفت اشاعت السنۃ شیخ پر ہونے  
 لگا۔ گوئی کہنا ہے کہ علین الحدیث چھوڑ کر آپ مقلد بنا اور بعض انہیں ہمارے مخلصین پر لایہ وہ مقاصد و اغراض  
 مضنون کتابت رسالی کے سبب۔ سدا پر سخت چینی کرتے ہیں پہلے حضرت کے جواب میں تو میں اسے قہراً  
 لکھانی بھجواتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں یا ہونا چاہتا ہوں میری کلام سے معلوم ہو گیا۔ اور خود رسالہ اشاعت السنۃ  
 اُسے شہادت دیگا و دوسرے اس کے شکوک کو نقل کر کے لکھنے جو بات تحریر میں لاکھوں بعض اوقات یہ





فرمانے کہ پہلے ایک شہادت لالہ الہ احمد محمد رسول اللہ کریم  
 سکبائے اس سے منافق ثابت ہوتا ہے کہ توحید و نبوت  
 اور اگر کسی حکم کو توحید و رسالت کا دعوت ہو تو اس کا ذکر کرنا منافق  
 کو اگرچہ اصول اسلام پر اتفاق اور اسلام حاصل ہے اور اگر اس میں کسی راسل غلافیہ آن کے اسلام کا  
 منقوت نہیں ہے مگر جن چیزوں میں ملکہ لاکھوں اشخاص کا  
 ہے اُس کے اسلام کا ذکر اور اختلافی سے فوت ہوتا تو  
 اتفاق جانا نہ چکا اور نہ چیزوں میں اشخاص کے اسلام  
 اس ضمن میں ہرگز کچھ نہیں ہے سبکت دین اور اسکی محبت  
 سمجھ کر اسکی اعانت و تائید کریں۔ آمینہ و کھلم کھلا خواہ  
 حافظہ و غیہ تو دغا کار دان اس میں  
 ہمارے ہر ایک کے لیے یہ ہے  
 ہمارے ہر ایک کے لیے یہ ہے

مراقبة  
أبو سعيد محمد بن الحسين بن أبي عبد الله

امانت امانت ماکول مسروق من لطف خداداد +  
 لغت و تائیدی احادیث و کتب معتبره  
 و کلام مولانا ابی القاسم صاحب کمال  
 انوار و انوار اللمع و انوار الابد  
 ابن عربی صلی علیہ وسلم مع الیومین فقال اللهم  
 لا تعجلوا فی فیض الله و فی فیض رسول الله  
 فانهم اطعموا الله فاعطاهم ان الله تدر من علیهم  
 حشر علی کل یوم علیة (مجموعہ کتب)